رہنمائے اساتذہ

مطالعۂ قرآنِ حکیم

برائے جماعت ہشتم

اہم وضاحت : مطالعہ قرآن حکیم کا یہ رہنمائے اساتذہ ابھی تیاری کے ابتدائی مراحل میں ہے۔ اس پر علماء کرام کی طرف سے نظر ثانی کا کام جاری ہے، لہٰذا فی الحال فوری ضرورت کے پیش نظر آپ کے استفادہ کے لئے اس کتاب میں شامل سورتوں کی آیت بہ آیت تشریحی نکات مع حل شدہ مشقیں اور کچھ دیگر معاون مواد پیش خدمت ہے۔ یاد رہے کہ یہ رہنمائے اساتذہ اگرچہ معروف تفاسیر سے ماخوذ ابتدائی مسودہ ہے، البتہ اس میں بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ اس لیے یہ نہ تو قابل اشاعت وطباعت ہے اور نہ ہی کسی جگہ حوالہ (Reference) کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اس مسودہ کی تیاری میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انتہائی ذمہ داری کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ تمام تر کوتاہیوں اور اغلاط سے پاک مصدقہ مواد شامل ہو، تاہم انسانی کام میں غیر دانستہ غلطی کی گنجائش رہتی ہے اور کوئی بھول چوک ہو سکتی ہے۔ اس لیے اگر اس مسودہ میں کسی مقام پر کوئی لفظی یا معنوی غلطی، اعراب، ترجمہ یا دیگر کسی قسم کی کوئی بھی غلطی خدانخواستہ ہو گئی ہو تو براہ کرم ادارے کو مطلع فرما کر اصلاح کا موقع مرحمت فرمائیں تاکہ طباعت سے قبل اس کی تصحیح ممکن ہو سکے۔

اس رہنمائے اساتذہ میں کیا موجود ہے۔۔۔!!!

تدریسی وتربیتی مواد:

- تلاوت اور ترجمہ قرآن کے چند آداب اور طلبہ کے لئے اہم ہدایات
- اسباق کی منصوبہ بندی
- حاصلاتِ تعلم
- آیت بہ آیت سوالاً جواباً تشریحی نکات
- قرآنِ حکیم کے علمی، عملی اور فکری پہلو
- قرآن حکیم کی آیات اور احادیث مبارکہ کے ذریعہ وضاحت
- ربطِ سورت
- آیات کا شانِ نزول
- فرمانِ نبوی، سائنسی تحقیق
- مشقوں کے جوابات

COPYRIGHT © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست مضامین

نمبر شمار	سبق	صفحہ نمبر
۱	سُوۡرَۃُ یُوۡسُفَ (آیات:۱تا۵۷)	۴
۲	سُوۡرَۃُ یُوۡسُفَ (آیات:۵۸تا۱۱۱)	۱۶
۳	سُوۡرَۃُ الۡکَہۡف (آیات:۱تا۵۹)	۲۶
۴	سُوۡرَۃُ الۡکَہۡف (آیات:۶۰تا۱۱۰)	۶۰
۵	سُوۡرَۃُ الزُّخۡرُف	۹۱
۶	سُوۡرَۃُ الدُّخَان	۱۰۵
۷	سُوۡرَۃُ الۡجَاثِیَۃ	۱۱۵
۸	سُوۡرَۃُ قٓ	۱۲۴
۹	سُوۡرَۃُ الذّٰرِیَات	۱۳۳
۱۰	سُوۡرَۃُ الطُّوۡر	۱۴۳
۱۱	سُوۡرَۃُ النَّجۡم	۱۵۱
۱۲	سُوۡرَۃُ الۡقَمَر	۱۶۳
۱۳	سُوۡرَۃُ الرَّحۡمٰن	۱۷۲
۱۴	سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃ	۱۸۳
۱۵	سُوۡرَۃُ الۡمُلۡك	۱۹۵
۱۶	سُوۡرَۃُ الۡقَلَم	۲۰۵
۱۷	سُوۡرَۃُ الۡحَآقَّۃ	۲۱۶
۱۸	سُوۡرَۃُ الۡمَعَارِج	۲۲۵
۱۹	سُوۡرَۃُ نُوۡح	۲۳۴
۲۰	سُوۡرَۃُ الۡجِنّ	۲۴۱
۲۱	سُوۡرَۃُ الۡمُزَّمِّل	۲۴۸
۲۲	سُوۡرَۃُ الۡمُدَّثِّر	۲۵۵
۲۳	سُوۡرَۃُ الۡقِیَامَۃ	۲۶۳
۲۴	سُوۡرَۃُ الدَّهۡر	۲۷۱
۲۵	سُوۡرَۃُ الۡمُرۡسَلَات	۲۷۸
۲۶	قصہ حضرت یوسف علیہ السلام (حصّہ اوّل)	۲۸۵
۲۷	حضرت یوسف علیہ السلام (حصّہ دوم)	۲۸۸
۲۸	قصّہ اصحابِ کہف	۲۹۱
۲۹	باغ والے کا قصّہ	۲۹۵
۳۰	قصّہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام	۲۹۷
۳۱	قصّہ ذوالقرنین	۳۰۰

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION.

تلاوت اور ترجمہ قرآن کے چند آداب

۱۔ پاک صاف اور باوضو ہو کر قرآنِ حکیم کی تلاوت کرنی چاہیئے۔

۲۔ تلاوت شروع کرنے سے پہلے تعوذ (اَعُوْذُ بِاللّٰہِ) اور تسمیہ (بِسْمِ اللّٰہِ) پڑھنی چاہیئے۔

۳۔ تجوید کے ساتھ تلاوت کی کوشش کرنی چاہیئے۔

۴۔ تلاوت کرتے ہوئے رب العالمین اور اس کے کلام کی عظمت بھی دل میں موجود ہونی چاہیئے۔

۵۔ تلاوت آہستہ اور بلند آواز سے کی جاسکتی ہے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ بلند آواز تلاوت سے کسی کے کام یا آرام میں خلل نہ ہو۔

۶۔ سجدۂ تلاوت والی آیت پر سجدہ ادا کرنا چاہیئے۔

۷۔ جب کوئی دوسرا تلاوت کر رہا ہو تو اسے خاموشی اور توجہ سے سننا چاہیئے۔

۸۔ ترجمہ اور تشریحات کے مطالعہ کے وقت خوب غور و فکر کرنا چاہیئے تاکہ آیات کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔

۹۔ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و اطاعت کے جذبہ سے سرشار ہو کر احکام دین سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی نیت سے قرآنِ حکیم کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت و رفعت اور جنت و خوشخبری والی آیات کا ترجمہ پڑھتے وقت اظہار خوشی اور شکر کے ساتھ اللہ ﷻ سے جنت کی دعا مانگنی چاہیئے۔

۱۱۔ اللہ ﷻ کے غضب، جہنم اور اس کے عذاب والی آیات کا ترجمہ پڑھتے وقت اللہ ﷻ کا خوف رکھتے ہوئے جہنم کے عذاب سے نجات کی دعا مانگنی چاہیئے۔

۱۲۔ تلاوت کے آخر میں اپنی، اپنے والدین، اساتذہ، مرحومین اور پوری امت مسلمہ کی سلامتی، بھلائی اور مغفرت کے لئے دعا مانگنی چاہیئے۔

طلبہ کے لئے اہم ہدایات

تمام طلباء و طالبات اس نصاب کے مطالعہ کے دوران درج ذیل باتوں کو خاص طور پر ذہن نشین رکھیں۔

۱۔ مطالعۂ قرآنِ حکیم کی کتاب کے ادب اور حفاظت کا بھرپور انتظام کریں اور اس کی جلد بندی بھی کروائیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ آئندہ بھی اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔

۲۔ مطالعۂ قرآنِ حکیم میں پیش کیئے گئے ترجمہ کا انتخاب بہت سے علماء کرام اور بزرگانِ دین کے معروف تراجم سے کیا گیا ہے۔ اس حوالہ سے ان معزز شخصیات کی عظیم جدوجہد اور بے لوث خدمات کی ہمیں قدر کرنی چاہیئے اور انہیں اپنا محسن سمجھنا چاہیئے اور ان حضرات کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہئے جنہوں نے اس نصاب کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے محض اخلاص کی بنیاد پر یہ کام کیا۔

۳۔ اس نصاب میں قرآنِ حکیم کے ترجمہ اور اس کی بنیادی تعلیمات سے آگاہی فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دینی مسائل اور قرآنِ حکیم کے احکامات کی تفصیل جاننے کے لئے علماء کرام سے رجوع کرنا چاہیئے۔

۴۔ اس نصاب کا ایک اہم مقصد قرآنِ حکیم کے بنیادی پیغام اور ہدایات سے طلبہ کو واقف کرانا ہے۔ البتہ اس مطالعہ کے نتیجہ میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھنا کہ ہم خود قرآنِ حکیم سے مسائل اور احکامات اخذ کر سکتے ہیں اور ہمیں اہل علم سے کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں، ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ۵

۔ قرآن حکیم کے مطالعہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے کیونکہ قرآنی احکامات اور تعلیمات کی وضاحت آپ ﷺ نے اپنے قول اور عمل کے ذریعہ فرمائی۔ گویا قرآنِ حکیم کی عملی وضاحت آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے میسر آئے گی۔ اس سلسلہ میں اپنے اساتذہ کرام اور اہل علم سے رہنمائی لیتے رہیں۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION.

سبق نمبر:۱ سُوْرَۃُ یُوْسُفَ آیات:۱تا۵۷

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت میں ان آیات کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ حروف مقطعات سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ قرآنِ حکیم عربی میں نازل کرنے کی کیا حکمت تھی؟

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا خواب دیکھا؟ ۴۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی کیا تعبیر بیان فرمائی؟

۵۔ اچھے خواب اور بُرے خواب دیکھنے پر کیا کرنا چاہیئے؟ ۶۔ شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو کیا چال سُجھائی؟

۷۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہلاکت کا کیا ثبوت پیش کیا؟

۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو کیسے پتہ چلا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کے بیٹے غلط بیانی کر رہے ہیں؟

۹۔ جھوٹا الزام لگنے پر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ ۱۰۔ مصر کی خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کو "معزز فرشتہ" کیوں کہا؟

۱۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عورتوں کے بُرے ارادہ پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کیا دعا مانگی؟

۱۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے دو نوجوانوں کے خوابوں کی تعبیر بتانے میں ہمارے لئے کیا عملی پہلو ہے؟

۱۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کی مذمت کیسے فرمائی؟ ۱۴۔ نفس کی بُرائی سے بچنا کیسے ممکن ہے؟

۱۵۔ کسی عہدے کا طلب کرنا کیسا ہے؟ ۱۶۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں کیسے اختیار عطا فرمایا؟

۱۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خزانے کے معاملات کی ذمہ داری کے حوالہ سے کن صفات کا ذکر فرمایا۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر۱: ۱:الٓرٰ سے کیا مراد ہے؟ ۱: یہ حروف مقطعات ہیں۔ ۲:حروف مقطعات کیا ہوتے ہیں؟ ۲: وہ حروف جن کو الگ الگ کر کے پڑھا جاتا ہے۔ حروف مقطعات کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک راز ہے۔ ۳: کیا حروف مقطعات کو پڑھنے سے ثواب ملتا ہے؟ ۳:جی ہاں۔ ہر حرف پر ۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جس نے قرآن میں سے ایک حرف پڑھا اسے اس کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔" (جامع ترمذی)

۴: آیت کسے کہتے ہیں؟ ۴: آیت کے معنی نشانی کے ہیں۔ قرآنِ حکیم کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ آیت کہلاتا ہے۔

عملی پہلو: آیت کسی شے کی نشانی ہوتی ہے اور اس کی یاد دلاتی ہے۔ قرآنی آیات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یاد دلاتی ہیں۔

۵:الکتاب المبین سے کیا مراد ہے؟ ۵: اس سے مراد قرآن حکیم ہے جو واضح کتاب ہے جس میں احکامات، ہدایت پر چلنے اور گمراہی سے بچنے کا طریقہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر۲: ۱: قرآنِ حکیم کس نے نازل فرمایا؟ ۱: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا۔ ۲: قرآنِ حکیم کس زبان میں نازل فرمایا گیا؟ ۲: عربی زبان میں۔ ۳: قرآن عربی زبان میں کیوں نازل فرمایا گیا؟ ۳: i۔ عربی زبان بہت فصیح و بلیغ ہے۔ اہل عرب قرآن کے اولین مخاطب تھے اس لئے بھی قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا۔ عربی دنیا کی سب سے زندہ اور محفوظ زبان ہے۔ دیگر کتابوں کی زبانیں اپنی اصل حالت میں موجود نہیں ہیں۔ ii۔ اُمت کو قرآن کے پیغام کو آگے پہنچانے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ ۴: عربی زبان نہ جاننے والوں کے لئے قرآنِ حکیم کیسے ہدایت بنے گا؟ ۴: آج ہماری رہنمائی اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے اس کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں تاکہ ہم قرآن حکیم کو سمجھ سکیں۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE IMTIAZ FOUNDATION SAFETY OF ITS BOOK WORK IS ENTIRELY

آیت نمبر۳: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام کے قصّہ کو اللہ تعالیٰ نے کیسا قصّہ قرار دیا؟ ۱:بہترین قصّہ ۲: احسن القصص سے کون سا قصّہ مراد ہے؟ ۲: قصّہ حضرت یوسف علیہ السلام۔ ۳:اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو بہترین قصّہ کیوں قرار دیا؟ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام کا قصّہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کیا اور انہیں کنویں میں ڈال دیا۔ یوں حضرت یوسف علیہ السلام اپنے شہر سے نکل کر حضرت یوسف علیہ السلام مصر پہنچ گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں بادشاہت عطا فرمائی اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ ان کے بھائی ان کے سامنے نادم کھڑے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں معاف فرمادیا تھا۔ بالکل اسی طرح قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد درجہ ایذا پہنچائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن غارِ ثور میں گزارے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ شہر سے نکل کر مدینہ جانا پڑا اور پھر وہ وقت بھی آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں بطورِ فاتح داخل ہوئے اور قریش مکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نادم کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح انہیں معاف فرمادیا۔ گویا اس قصّہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین کی ناکامی کی بشارت ہے۔ اس کو اس لئے بہترین قصّہ کہا گیا ہے۔ البتہ اسے بہترین قصہ کہنے کی اس کے علاوہ دیگر وجوہات بھی ہو سکتی ہیں مثلاً اس میں نفس امارہ کی اور اس کی سرکشیوں کا نتیجہ اور دیگر انسانی عوارض اور حوادث کا نہایت دلچسپ بیان بڑے عبرت انگیز پیرائے میں کیا گیا ہے۔ یعنی یہ واقعہ جس فصاحت و بلاغت ،خوبصورتی اور احسن انداز سے بیان کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یا پھر یہ قصہ عبرتوں، نصیحتوں اور حکمتوں سے لبریز ہونے کی وجہ سے احسن القصص قرار دیا گیا ہے۔ اس قصّہ میں ہمارے لئے علم و حکمت کے موتی اور عملی ہدایات موجود ہیں۔ ۴:اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیوں وحی فرمایا؟ ۴:یہود نے مشرکین مکہ کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال پوچھا تھا کہ بتائیں کہ بنی اسرائیل کنعان سے مصر کیسے پہنچے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری سورۃ یوسف نازل فرمائی۔ ۵:"اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے بے خبر تھے" سے کیا مراد ہے؟ ۵:یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پورے واقعہ کی خبر وحی کے ذریعہ دی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآنِ حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے "سچے" رسول ہیں۔

آیت نمبر۴: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام نبی تھے یا رسول؟ ۱: نبی تھے۔ ۲:حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب کسے سنایا؟ ۲:اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو۔ جو ان کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے۔ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا خواب بیان کیا؟ ۳:آپ علیہ السلام فرمایا کہ گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کو میں نے دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ ۴:کیا نبی علیہ السلام کا خواب سچا ہوتا ہے؟ ۴:جی ہاں اور وحی کے درجے میں ہوتا ہے۔ ۵:خواب کسے کہتے ہیں؟ ۵:خواب سے مراد وہ بات، خیال یا واقعہ ہے جو انسان حالتِ نیند میں دیکھے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے"۔ (صحیح بخاری)

۶:اچھا خواب دیکھنے پر کیا کرنا چاہیئے؟ ۶:اللہ تعالیٰ کا شکر اور لوگوں سے اس کا ذکر۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جسے پسند کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس کو بیان بھی کرے۔ (صحیح بخاری) ۷:بُرا خواب دیکھنے پر کیا کرنا چاہیئے؟ ۷:اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا اور لوگوں سے اس کا ذکر نہ کرنا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بُرا خواب شیطان کی طرف سے ہوتا ہے پس تم میں سے کوئی بُرا خواب دیکھے جو ڈراؤنا ہو تو وہ اپنی بائیں جانب تھتکارے اور اس (خواب) کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اور اس کا ذکر کسی سے نہ کرے تو وہ خواب اسے کچھ بھی ضرر نہیں پہنچائے گا۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر۵: ۱:حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۱:اپنا خواب اپنے بھائیوں سے ذکر نہ کرنا۔

۲:حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کو خواب سنانے سے کیوں منع فرمایا؟ ۲:تاکہ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد نہ ہو اور وہ ان کے خلاف کوئی چال نہ چلیں۔ ۳:انسان کے دل میں بُرائی کا خیال کون ڈالتا ہے؟ ۳: شیطان ۴:حضرت یعقوب علیہ السلام نے انسان کا کھلا دشمن کسے قرار دیا؟ ۴: شیطان کو۔ ۵: شیطان کون ہے؟ ۵: احکام الٰہی سے روگردانی کرنے والا انتہائی متکبر نافرمان جنّ ہے۔ (سورۃ الکھف ۱۸، آیت: ۵۰)

علمی بات: اولاً یہ نیک تھا مگر غرور اور سرکشی کی وجہ سے اس نے رب کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی بارگاہ

COPYRIGHTS @ RESERVED
THE FOUNDATION
SAFEGUARD BOOKS
ENTIRELY OWNED

سے دور کر دیا۔ ۶: شیطان اور ابلیس کے معنی کیا ہیں؟ ۶: شیطان کے لفظی معنی دوری اور غصے میں جل جانے کے ہیں۔ شیطان نے چونکہ نیک کاموں سے فاصلہ اختیار کیا اور اللہ ﷻ کی رحمت سے دور ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس کے معنی مخالفت کرنے والا، نافرمان، باغی، سرکش، سیدھے راہ سے بھٹکا ہوا بھی ہیں۔ ابلیس کے معنی "اللہ ﷻ کی رحمت سے انتہائی مایوس" کے ہیں۔ ۷: شیطان سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ ۷: تَعَوُّذ: اَعُوذُبِاللہ۔ پڑھنا۔ (سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۹۸)

آیت نمبر ۶: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی کیا تعبیر بیان فرمائی؟ ۱: اللہ ﷻ نے تمہیں منتخب کر لیا ہے وہ تمہیں باتوں (خوابوں) کی تعبیر (حقیقت تک پہنچنے) کا علم عطا فرمائے گا اور تمہیں نبوت عطا فرمائے گا جیسا کہ تمہارے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کا کیا رشتہ تھا؟ ۲: حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے دادا تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دادا تھے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "کریم ابن کریم ابن کریم ابن کریم یوسف علیہ السلام بن یعقوب علیہ السلام بن اسحاق علیہ السلام بن ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۷: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے بارے میں کس نے پوچھا تھا؟ ۱: یہود نے مشرکین مکہ کے ذریعہ آپ ﷺ سے پوچھا تھا۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں پوچھنے والوں کے لئے کیا نشانیاں ہیں؟ ۲: i۔ نبی کریم ﷺ آج وہی توحید کی دعوت دے رہے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوت تھی۔ ii۔ پیشن گوئی دی گئی کہ آپ ﷺ بھی کامیاب رہیں گے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کامیاب ہوئے۔ iii۔ آپ ﷺ سے حسد کرنے والے ایک دن نادم ہوں گے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام سے حسد کرنے والے بھائیوں کو نادم ہونا پڑا۔

آیت نمبر ۸: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے کیوں حسد کرتے تھے؟ ۱: بھائیوں کو حسد اس لئے تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے مقابلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی کو زیادہ محبوب رکھتے تھے۔

۲: حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے دو چھوٹے بیٹوں سے زیادہ محبت کو بھائی کس نظر سے دیکھتے تھے؟ ۲: وہ اسے اپنے والد کی کھلی غلط فہمی قرار دیتے تھے۔ ان کے خیال میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو زیادہ محبت ان سے ہونی چاہیئے تھی کیونکہ وہ سب ان دونوں سے بڑے اور ایک طاقت ور جماعت تھے۔

۳: حضرت یوسف علیہ السلام کے چھوٹے بھائی کون تھے؟ ۳: اکثر مفسرین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی (عینی، سگے) چھوٹے بھائی کا نام بنیامین بتایا ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: بھائیوں نے حسد کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف کیا ارادہ کیا؟ ۱: یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا کہیں دور پھینک دینے کا ارادہ کیا۔

۲: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کو کیوں قتل کرنا یا دور پھینکنا چاہتے تھے؟ ۲: تاکہ ان کے والد کی پوری توجہ ان بھائیوں پر ہو جائے اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جانے کے بعد اپنے والد کی نظر میں پسندیدہ ہو جائیں گے۔ ۳: شیطان نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو کیا چال سکھائی؟ ۳: ابھی یوسف کو قتل کرو یا دور پھینک آؤ پھر بعد میں توبہ کر کے نیک بن جانا۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: کس بھائی نے دیگر بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے کے بجائے گہرے کنویں میں پھینکنے کا مشورہ دیا؟ ۱: اکثر مفسرین کے نزدیک یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا یا یہووا تھے۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکنے کی کیا حکمت تھی؟ ۲: کوئی مسافر پانی لینے کے لئے کنویں کے پاس جائے گا تو یوسف (علیہ السلام) کو نکال کر اپنے ساتھ یہاں سے دور لے جائے گا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف اپنے بُرے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے بھائیوں نے کیا کیا؟ ۱: اپنے والد سے کہا کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار کیوں نہیں کرتے۔ ۲: بھائیوں نے اپنے والد کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کیا کہا؟ ۲: یقیناً ہم یوسف کے خیر خواہ ہیں۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس طرح آمادہ کرنا چاہا؟ ۱: بھائیوں نے کہا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ کل بھیج دیں تاکہ وہ بھی خوب کھائے پیئے، اور کھیلے کودے۔ ۲: بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو تسلی دینے کے لئے کیا کہا؟ ۲: بے شک ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

COPYRIGHT SOCIETY FOR PRESERVATION OF THE TRUTH ABOUT YOUSAF AS SALAM AND CRIMINAL ACTION ENTAILS

آیت نمبر ۱۳: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے کن تحفظات کا اظہار فرمایا؟ ۱: i۔ مجھے یوسف کی جدائی سے غم ہو گا۔
ii۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے جبکہ تم اس سے غافل ہو۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے والد کے تحفظات پر کیا جواب دیا؟ ۱: بھائیوں نے کہا کہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں یہ ممکن نہیں ہے کہ ہماری موجودگی میں بھیڑیا یوسف کو کھا جائے۔ ۲: کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی؟ ۲: جی ہاں۔ بھائیوں کے بار بار اصرار پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اجازت دے دی۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کے بعد بھائیوں نے کس بات پر اتفاق کیا؟ ۱: بھائیوں نے اتفاق کیا کہ یوسف کو ایک گہرے کنویں میں ڈال دیں۔ ۲: کنویں میں تنہا حضرت یوسف علیہ السلام کو کس نے تسلی دی؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی کے ذریعہ انہیں تسلی دی۔ ۳: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا تسلی دی؟ ۳: آپ ضرور اپنے بھائیوں کو ان کے اس سلوک سے آگاہ کریں گے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کے بعد ان کے بھائیوں نے کیا چال چلی؟ ۱: رات کو روتے ہوئے اپنے والد کے پاس آئے۔ ۲: بھائی رات کے اندھیرے میں کیوں والد صاحب کے پاس آئے؟ ۲: وہ جان بوجھ کر اندھیرے میں آئے کیونکہ دن کے اُجالے میں والد کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: بھائیوں نے اپنے والد کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہلاکت کی کیا جھوٹی داستان سنائی؟ ۱: ہم ایک دوسرے سے دوڑ لگانے میں مصروف تھے یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا تو اسے بھیڑیے نے کھا لیا۔ ۲: بھائیوں نے اپنی بات منوانے کے لئے کس معصومیت کا اظہار کیا؟
۲: آپ ہماری بات کا یقین کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہی ہوں۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی موت کا کیا ثبوت پیش کیا؟ ۱: وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے کہ یوسف ہلاک ہو چکے ہیں۔ ۲: خون لگے ہوئے قمیص کو دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا فرمایا؟ ۲: یہ تمہاری بنائی ہوئی بات ہے حضرت یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ وہ صحیح نہیں کہہ رہے۔ ۳: حضرت یعقوب علیہ السلام کو کیسے پتہ چلا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کے بیٹے غلط بیانی کر رہے ہیں؟ ۳: حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ یوسف نے جو خواب دیکھا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کُرتا بالکل صحیح سالم تھا جس پر بس خون لگا ہوا تھا اور اگر واقعی بھیڑیا ان پر حملہ کرتا تو کُرتا پھٹا ہوا ہونا چاہیئے تھا۔ ۴: حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی موت ہونے کی خبر پر کیا ردعمل فرمایا؟ ۴: حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر فرمایا اور اس بیان پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مدد مانگی۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کنویں سے کیسے نکلے؟ ۱: ایک قافلہ گزرا انہوں نے پانی لانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا اس نے کنویں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس میں بیٹھ گئے۔ وہ شخص ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھ کر خوشی سے پکار اُٹھا کہ خوشخبری ہو یہ تو ایک لڑکا مل گیا ہے۔ ۲: قافلے والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ۲: انہیں مال تجارت یعنی غلام بنا کر چھپا لیا۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ والوں کے ہاتھوں کس نے بیچا؟ ۱: مفسرین کی رائے یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی خصوصاً بڑا بھائی انہیں دیکھنے کنویں پر آتے رہتے تھے جب بھائیوں کو پتہ چلا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں نہیں ہیں تو انہوں نے وہاں موجود قافلہ والوں سے پوچھ گچھ کی اور یوسف علیہ السلام کو اپنا غلام ظاہر کرتے ہوئے قافلہ والوں کے ہاتھوں بیچ دیا۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کس قیمت پر فروخت کیا؟ ۲: گنتی کے چند ناکارہ دراہم کے عوض بیچ ڈالا اور بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام میں کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلہ والوں سے کس نے خریدا؟ ۱: عزیز مصر نے۔ ۲: عزیز مصر نے اپنی بیوی کو کیا نصیحت کی؟
۲: یوسف کو عزت سے رکھو شاید کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ ۳: عزیزِ مصر کی بیوی کا نام کیا تھا؟ ۳: اکثر مفسرین زلیخا نام بتاتے ہیں۔
۴: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو زمین میں استحکام عطا فرمانے کے لئے کیا تدبیر فرمائی؟ ۴: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان کے گہرے کنویں سے

نکال کر مصر کے خزانوں کے والی عزیز مصر کے گھر پہنچایا اس طرح آپ ﷻ کے رہن سہن کے اسباب اور مصر میں آپ کے استحکام اور بااختیار شخصیت ہونے کی راہیں ہموار کر دی گئیں۔ مزید یہ کہ اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو (خوابوں کی) باتوں کی تعبیر یعنی حقیقت تک پہنچنے کا علم سکھایا۔ ۵: کائنات میں کس کی تدبیر کارگر رہتی ہے؟ ۵: کائنات میں صرف اور صرف اللہ ﷻ کی تدبیر کارگر رہتی ہے۔ جو اللہ ﷻ چاہتا ہے اور جیسا چاہتا ہے ویسا ہی ہوتا ہے۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا لیکن اللہ ﷻ نے انہیں کنعان سے نکال کر مصر پہنچانے کا ذریعہ بنا دیا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام جب اپنی جوانی کو پہنچے تو اللہ ﷻ نے انہیں کیا عطا فرمایا؟ ۱: حکم اور علم عطا فرمایا۔

۲: حکم سے کیا مراد ہے ۲: حکم سے بعض مفسرین نے نبوت مراد لی ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک حکم سے مراد انسانی فکر و شعور کی پختگی ہے جسے حکمت و دانائی کہتے ہیں۔ ۳: اللہ ﷻ نیکوکاروں کو کیسا بدلہ عطا فرماتا ہے؟ ۳: اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں کس کے گھر میں رہتے تھے؟ ۱: عزیز مصر اور زلیخا کے گھر میں۔ ۲: زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا بُرا سلوک کیا؟ ۲: زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی۔ گھر کے دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی کہ میری خواہش کی تکمیل میں جلدی کرو۔

۳: حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو کیا جواب دیا؟ ۳: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: i۔ میں اس بُرے کام سے بچنے کے لئے اللہ ﷻ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ ii۔ میں اپنے آقا کے ساتھ بُرائی نہیں کر سکتا۔ iii۔ ظلم کرنے والے کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بُرا ارادہ کرنے سے کیسے محفوظ فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ نے یوسف علیہ السلام کو برھان یا اپنی ایک نشانی دکھا کر بُرے ارادہ سے محفوظ فرمایا۔ ۲: اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا دلیل دکھائی؟ ۲: مفسرین کی ایک رائے کے مطابق آپ علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام بُرائی سے باز رہے۔ ۳: اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیوں دلیل دکھائی؟ ۳: اللہ ﷻ حضرت یوسف علیہ السلام سے بُرائی اور بے حیائی کو دور ہٹا دے تاکہ ان پر الزام عائد کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔

۴: حضرت یوسف علیہ السلام اللہ ﷻ کے کیسے بندوں میں سے تھے؟ ۴: مخلص یعنی منتخب بندوں میں سے تھے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے بُرے ارادہ پر اسے سمجھانے کے علاوہ کیا کیا؟ ۱: دروازہ کی طرف دوڑ لگائی۔

۲: زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دوڑنے پر کیا کیا؟ ۲: زلیخا نے دوڑ کر حضرت یوسف علیہ السلام کا تعاقب کیا اور پیچھے سے ان کی قمیص پکڑ لی جو کھینچنے کی وجہ سے پھٹ گئی۔

۳: جب دونوں دوڑتے ہوئے بند دروازے کے پاس پہنچے تو کیا معاملہ ہوا؟ ۳: عزیز مصر کو دروازے پر کھڑا ہوا پایا۔

۴: زلیخا نے اپنے شوہر عزیز مصر کو دیکھتے ہی کیا کہا؟ ۴: حضرت یوسف علیہ السلام پر بہتان لگایا کہ انہوں نے اس کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کیا تھا۔

۵: زلیخا نے عزیز مصر کو کیا مشورہ دیا؟ ۵: یوسف کو قید کیا جائے یا انہیں دردناک عذاب دیا جائے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے بہتان لگانے پر کیا کیا؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے فوراً اپنی بے گناہی کا اظہار فرمایا اور واضح فرمایا کہ زلیخا نے انہیں ان کے نفس کی حفاظت سے پھسلانا چاہا تھا۔

عملی پہلو: جب کوئی جھوٹا الزام لگائے تو ہمیں خاموش نہیں رہنا چاہیئے بلکہ حقیقت کا اظہار کرنا چاہیئے۔

۲: حضرت یوسف علیہ السلام یا زلیخا میں سے کس کی بات سچی ہے یہ فیصلہ کیسے کیا گیا؟ ۲: ایک گواہ کی گواہی پر فیصلہ ہوا۔ ۳: گواہ کون تھا؟ ۳: زلیخا کے خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک گواہ تھا، اور مشہور قول کے مطابق وہ ایک چھوٹا بچہ تھا جسے اللہ ﷻ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے آپ کی برأت پیش کی۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پنگھوڑے میں چار بچوں نے کلام کیا جبکہ وہ کم عمر تھے۔ i۔ فرعون کی بیٹی۔ ii۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا شاہد (گواہ)۔ iii۔ جریج کا صاحب۔ iv۔ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ یوسف، زیر آیت ۲۶)

۴: گواہ نے کیا گواہی دی؟ ۴: اگر یوسف کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو یہ سچی اور وہ یوسف جھوٹوں میں سے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: گواہ نے کیا گواہی دی؟ ۱: اگر یوسف کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو وہ یوسف سچے اور یہ جھوٹوں میں سے ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: معاملہ کا کیا فیصلہ ہوا؟ ۱: جب حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو دیکھا گیا تو وہ پیچھے سے پھٹی تھی اور ثابت ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام سچے اور زلیخا جھوٹی ہے۔ ۲: عزیزِ مصر نے زلیخا کو کیا تنبیہ کی؟ ۲: بے شک یہ تم عورتوں کا فریب ہے اور تمہارے فریب بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ ۳: کیا ہر عورت کو فریبی ہونے کا طعنہ دینا صحیح ہے؟ ۳: ہر گز نہیں۔ عزیزِ مصر نے اپنی بیوی کی قبیح اور بُری حرکت پر عورتوں کے بارے میں کہا۔ یہ نہ تو اللہ ﷻ کا قول ہے اور نہ ہر عورت کے بارے میں صحیح ہے۔ اس لئے اس کو ہر عورت پر چسپاں کرنا اور اس بنیاد پر عورت کو مکر و فریب کرنے کے طعنے دینا قرآن حکیم کا ہر گز مقصود نہیں۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: عزیزِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کیا درخواست کی؟ ۱: آپ علیہ السلام اس بات سے در گزر فرمائیں۔

۲: عزیزِ مصر نے زلیخا کو کیا تنبیہ کی؟ ۲: تم اپنے گناہ کی معافی مانگو، بے شک تم ہی خطاکاروں میں سے ہو۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: شہر مصر کی عورتیں زلیخا کے بارے میں کیا باتیں کر رہی تھیں؟ ۱: زلیخا نے اپنے غلام کو اپنے نفس کی حفاظت سے پھلانا چاہا۔ یقیناً یوسف کی محبت زلیخا کے دل میں بیٹھ چکی ہے۔ زلیخا کھلی گمراہی میں ہے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: زلیخا نے مصر کی عوتوں کو کیوں بلایا؟ ۱: زلیخا نے مصر کی عورتوں کی ملامت کا جواب دینے کے لئے ان کو دعوت پر بلایا، ان کے لئے تکیوں والی نشست تیار کی اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چُھری دی، اور یوسف سے ان کے سامنے سے گزرنے کے لئے کہا۔

۲: مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیسا پایا؟ ۲: اپنے تصور سے کہیں بڑھ کر خوبصورت پایا بلکہ اُن کو فرشتہ کہہ دیا۔ ۳: مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کیا کہا؟ ۳: مصر کی عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور ان کے حسن سے متاثر ہو کر یا انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے انہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لیئے۔ ۴: مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر کیا کہا؟ ۴: وہ بے ساختہ بول اٹھیں کہ پاک ہے اللہ ﷻ یہ انسان نہیں بلکہ کوئی معزز فرشتہ ہے۔ ۵: مصر کی خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کو "معزز فرشتہ" کیوں کہا؟ ۵: ان کے حسن اور پاک دامنی سے متاثر ہو کر۔ اللہ ﷻ نے انہیں صورت اور سیرت دونوں میں سے حسن کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: زلیخا نے مصر کی عورتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام سے متاثر دیکھ کر کیا کہا؟ ۱: یہی تو وہ غلام ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں۔

۲: زلیخا نے کس ڈھٹائی سے اقبالِ جرم کیا؟ ۲: زلیخا نے اقبالِ جرم کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اسے اس کے نفس کی حفاظت سے پھسلانا چاہا مگر یہ بچا رہا۔

۳: زلیخا نے کس ہٹ دھرمی کا ارادہ کیا؟ ۳: عورتوں کی مدہوشی دیکھ کر زلیخا کو مزید حوصلہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ اگر یوسف نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہو گا۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے عورتوں کے بُرے ارادہ پر اللہ ﷻ سے کیا دعا مانگی؟ ۱: جس بات کی طرف مجھے یہ بُلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ پسند ہے۔ اے اللہ! اگر تو نے مجھ سے ان عورتوں کے فریب کو نہ ہٹایا تو میں ان کی مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

عملی پہلو: گناہوں سے بچانے والی ذات اللہ ﷻ کی ہے۔ اللہ ﷻ کی توفیق کے بغیر کوئی گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔ ہمیں اللہ ﷻ سے دعا کرتے رہنا چاہیئے کیونکہ "مومن کے لئے دعا بھی ایک بڑا ہتھیار ہے"۔ (مسند ابو یعلیٰ)

فرمانِ نبوی ﷺ: سات آدمیوں کو اللہ ﷻ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائے گا ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہے جسے ایک ایسی عورت دعوتِ گناہ دے جو حسن و جمال سے بھی آراستہ ہو جاہ و منصب والی بھی ہو لیکن وہ اس کے جواب میں کہہ دے میں تو "اللہ ﷻ" سے ڈرتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۳۴: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۱: اللہ ﷻ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان سے عورتوں کے فریب کو دور فرما دیا۔

۲: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر ہے؟ ۲: بے شک اللہ ﷻ دعاؤں کا خوب سننے والا اور اپنے بندوں کے احوال کو خوب جاننے والا ہے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کی کیا نشانیاں دیکھیں؟ ۱: i۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کا پیچھے سے پھٹا ہونا۔ ii۔ ایک گواہ کی

گواہی۔ iii۔ زلیخا کا اقبالِ جرم کرنا۔ iv۔ مصر کی عورتوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنا اور آپ علیہ السلام کا ان کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ v۔ زلیخا کا عزم گناہ کا اظہار۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی ثابت ہونے کے باوجود ان کے بارے میں کیا مناسب سمجھا گیا؟ ۲: انہیں کو کچھ عرصہ کے لئے قید کر دیا جائے۔ ۳: حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی ثابت ہونے کے باوجود ان کو قید کیوں کیا گیا؟ ۳: کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کا راز سب پر کھل گیا تھا تو ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو گی کہ لوگوں میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں مبتلا ہے جب ہم انہیں قید کریں گے تو لوگ سمجھیں گے کہ قصور انہی کا تھا اس نے ہی نگاہ کی ہو گی۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اور کسے جیل میں داخل کیا گیا؟ ۱: دو جوانوں کو۔ ایک ساقی (بادشاہ کو شراب پلانے والا) اور دوسرا نانبائی (بادشاہ کے لئے روٹیاں پکانے والا) ۲: ان دو جوانوں کو کس قصور میں جیل میں ڈالا گیا؟ ۲: اکثر مفسرین کے نزدیک ان دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔ ۳: ساقی (بادشاہ کو شراب پلانے والے) نے کیا خواب دیکھا؟ ۳: وہ انگور سے شراب نچوڑ رہا ہے۔

۴: خباز (بادشاہ کے لئے روٹیاں پکانے والے) نے کیا خواب دیکھا؟ ۴: وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے جس سے پرندے کھا رہے ہیں۔

۵: دونوں جوانوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کیا درخواست کی؟ ۵: انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے خوابوں کی تعبیر بتانے کی درخواست کی۔

۶: دونوں جوانوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے خوابوں کی تعبیر بتانے کی درخواست کیوں کی؟ ۶: کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیک شخصیت سے متاثر تھے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: دونوں جوانوں کے خوابوں کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے فوراً کیوں نہ بتائی؟ ۱: کیونکہ دونوں نوجوان حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف پوری طرح متوجہ تھے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ وہ پہلے انہیں توحید کی دعوت دیں۔

عملی پہلو: ہمیں دین کی دعوت عموماً ایسے موقع پر دینی چاہیئے جب لوگ سننے پر آمادہ ہوں۔

۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے دونوں ساتھیوں کو اپنی بات سننے کے لئے کیسے مائل کیا؟ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں تسلی دی کہ میں کوئی زیادہ وقت نہیں لوں گا بلکہ تمہارا کھانے آنے سے پہلے ہی تمہارے خوابوں کی تعبیر بتا دوں گا۔ ۳: تعبیر بتا دینے کے اس علم کو حضرت یوسف علیہ السلام نے کس کی طرف منسوب فرمایا؟ ۳: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔

عملی پہلو: ہمارے پاس جو نعمت اور صلاحیت ہو اُسے اللہ ﷻ کی طرف ہی منسوب کرنا چاہیئے۔

۴: حضرت یوسف علیہ السلام نے کس کا طریقہ اختیار نہیں فرمایا؟ ۴: ایسی قوم کا جو اللہ ﷻ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرنے والے تھے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے کس کا طریقہ اختیار فرمایا؟ ۱: اپنے عظیم المرتبت باپ دادا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا طریقہ اختیار فرمایا جو اللہ ﷻ کے پیغمبر اور ہدایت یافتہ تھے۔ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کیا طریقہ تھا؟ ۲: وہ اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ ۳: شرک سے بچنا اور توحید پر جمے رہنا کیسے ممکن ہے؟ ۳: یہ صرف اللہ ﷻ کے فضل سے ممکن ہے۔ ۴: کیا اکثر لوگ اللہ ﷻ کے اس فضل پر اُس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ۴: جی نہیں۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی نعمتوں اور فضل پر اُس کا شکر ادا کرنا چاہیئے کیوں کہ شکر کا فائدہ خود انسان کو پہنچتا ہے (سورۃ لقمان: ۱۲، سورۃ ابراہیم: ۷)

آیت نمبر ۳۹: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کی مذمت اور توحید کے اثبات کے لئے کیا مثال پیش فرمائی؟ ۱: کیا الگ الگ بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ ﷻ جو سب پر غالب ہے۔ ۲: اس مثال سے کیا بات سمجھائی گئی؟ ۲: مشرکین جنہوں نے کئی معبود گھڑے ہوتے ہیں ان سب کو راضی رکھنا آسان ہے یا ان کے مقابلہ میں صرف ایک اللہ ﷻ کو راضی رکھنا زیادہ آسان ہے۔

عملی پہلو: ایک اللہ ﷻ کی عبادت انسان کو تمام جھوٹے معبودوں کے آگے جھکنے سے بچا لیتی ہے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات (علامہ اقبال)

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE INTERNATIONAL QURANIC SAFETY FOUNDATION

آیت نمبر ۴۰: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے شرک کی مذمت کیسے فرمائی؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ﷻ کے سوا تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ چند ناموں کے سوا کوئی حقیقت نہیں رکھتے جنہیں خود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لیا ہے اور اللہ ﷻ نے ان کی کوئی دلیل نہیں نازل فرمائی۔

۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے توحید کا اثبات کیسے فرمایا؟ ۲: حکم دینے کا اختیار صرف اللہ ﷻ کا ہے اللہ ﷻ نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اللہ ﷻ کی عبادت کرو یہی سیدھا دین ہے۔ ۳: اکثر لوگ کیا نہیں جانتے؟ ۳: سیدھا دین توحید پر کاربند رہنا ہے اور شرک سے بچنا ہے۔

علمی بات: خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں نوجوانوں کو توحید یعنی ایک اللہ کو ماننے کی دعوت دی، اپنے عظیم المرتبت آباء کرام علیہم السلام کی اتباع کرنے کی طرف متوجہ کیا اور شرک سے بچنے کی تلقین کی۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے ساقی کے خواب کی کیا تعبیر بیان فرمائی؟ ۱: وہ رہا ہو جائے گا اور دوبارہ بادشاہ کی خدمت پر معمور کر دیا جائے گا۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے خباز کے خواب کی کیا تعبیر بتائی؟ ۲: وہ پھانسی دیا جائے گا پھر پرندے اس کا سر نوچ کر کھائیں گے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے نجات پانے والے ساقی سے کیا فرمایا ۱: کہ وہ اُن کا ذکر بادشاہ سے کرے۔

۲: کیا ساقی نے رہا ہونے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر بادشاہ سے کیا؟ ۲: ساقی نے بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا کیونکہ شیطان نے بھلا دیا تھا۔ ۳: حضرت یوسف علیہ السلام کتنے سال تک قید خانہ میں رہے؟ ۳: ایک رائے کے مطابق سات سال۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: مصر کے بادشاہ نے کیا خواب دیکھا؟ ۱: سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور دوسرے سات خشک خوشے ہیں۔ ۲: بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کیا پوچھا؟ ۲: اگر تم خواب کی تعبیر کر سکتے ہو تو میرے خواب کا مطلب بتاؤ۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: درباریوں نے بادشاہ کے خواب کا کیا مطلب بیان کیا؟ ۱: درباریوں نے کہا کہ یہ تو پراگندہ خواب ہیں۔

۲: درباریوں نے بادشاہ کے سامنے کس بات کا اعتراف کیا؟ ۲: ہمیں ان پریشان خوابوں کی تعبیر نہیں آتی۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اگر کوئی بات معلوم نہ ہو تو اس کا اقرار کر لینا چاہیئے اور خاص کر خواب کی تعبیر پر جلد کوئی غلط تبصرہ نہیں کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: بادشاہ کا خواب سن کر ساقی کو کون یاد آیا؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام۔ ۲: ساقی نے کیا کہا؟ ۲: میں تمہیں خواب کی تعبیر بتاؤں گا پس تم مجھے بھیج دو۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کیا درخواست کی؟ ۱: ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کا خواب سنایا اور ان سے اس خواب کی تعبیر بتانے کی درخواست کی۔ ۲: ساقی نے خواب کی تعبیر پوچھنے کی حکمت کیا بیان کی؟ ۲: تاکہ لوگ حقیقت جان لیں، بعض مفسرین نے خواب کی حقیقت جان لینا مراد لیا ہے جبکہ بعض مفسرین نے مراد لیا ہے کہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقت جان لیں۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی کیا تعبیر بیان فرمائی؟ ۱: تم لوگ کھیتی باڑی کرتے رہو گے سات سال لگاتار۔

۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کے ساتھ کیا تدبیر بیان فرمائی؟ ۲: سات سال جو غلہ کاٹو تو اسے خوشوں میں ہی رہنے دینا سوائے تھوڑے سے غلہ کے جو تم کھاؤ۔ ۳: غلہ کو خوشوں میں رہنے دینے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ۳: غلہ اپنی قدرتی حفاظت (PAcking) میں رہتا ہے اور خراب ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی کیا تعبیر بیان فرمائی؟ ۱: سات سال خوب غلہ ہونے کے بعد سات سخت قحط کے سال آئیں گے جو کچھ غلہ تم نے جمع کیا ہو گا وہ سب ختم ہو جائے گا۔ سوائے اس کے جو تم نے محفوظ رکھا ہو گا۔

عملی پہلو: ہمیں بخل نہیں کرنا چاہیئے اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیئے۔ "لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے" (بیہقی)

آیت نمبر ۴۹: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی کیا تعبیر بیان فرمائی؟ ۱: سات سال خوشحالی اور سات سال قحط کے بعد ایک سال آئے گا جس میں خوب بارش ہو گی اور اس میں لوگ رس نچوڑیں گے۔ ۲: رس نچوڑنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی سات سال قحط کے بعد دوبارہ خوشحالی ہو گی اور خوب غلہ اور پھل

ہوں گے۔

عملی پہلو: حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتانے میں دیر کی نہ کوئی شرط لگائی اور نہ اس شخص کو شرمندہ کیا کہ تجھ کو اتنی مدت کے بعد اب میرا خیال آیا بلکہ تدبیر بھی بتادی۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: جب مصر کے بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر اور مشکل دنوں کا مقابلہ کرنے کا پتہ چلا تو بادشاہ نے کیا حکم دیا؟ ۱: بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ۔ ۲: جب بادشاہ کا قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا کہا؟ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل سے نکلنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ داعیٔ دین (دین کی دعوت دینے والے) کے لئے عفت و پاکیزگی اور کردار کی گواہی بہت ضروری ہے۔ ۳: حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل سے نکلنے سے کیوں انکار کیا؟ ۳: تاکہ جیل سے نکلنے سے پہلے ان کی پاک دامنی واضح ہو جائے ۴: حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ کے پاس کیا پیغام بھجوایا؟ ۴: حضرت یوسف علیہ السلام نے قاصد سے فرمایا کہ واپس اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لیئے تھے۔ ۵: حضرت یوسف علیہ السلام کو کس کے علم پر بھروسہ تھا؟ ۵: اللہ تعالیٰ پر۔ جو اِن عورتوں کے فریبوں سے خوب واقف تھا۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیغام پر کیا کیا؟ ۱: مصر کے بادشاہ نے ان عورتوں سے باز پرس کی کہ بھلا اس وقت کیا ہوا تھا جب تم نے یوسف کو ان کے نفس کی حفاظت سے پھسلانا چاہا۔ ۲: مصر کی عورتوں نے بادشاہ کو کیا جواب دیا؟ ۲: ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی۔ ۳: عزیزِ مصر کی بیوی نے یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی کیا گواہی دی؟ ۳: اس نے کہا کہ میں نے ہی یوسف کو ان کے نفس کی حفاظت سے پھسلانا چاہا اور بے شک وہ سچوں میں سے ہیں۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: آیات: ۵۲ اور ۵۳ کس کے اقوال پر مشتمل ہیں؟ ۱: ان دو آیات کے بارے میں مفسرین میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ زلیخا کے اقوال ہیں جبکہ بعض کے نزدیک انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ۲: "یہ اس لئے تاکہ وہ جان لے بے شک میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کی کوئی خیانت کی" سے کیا مراد ہے؟ ۲: اگر اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول مانا جائے تو مراد ہو گی کہ انہوں نے خواتین سے معلوم کرانے کا تقاضا اس لئے کیا تاکہ عزیز مصر جان لے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے ساتھ کوئی خیانت نہیں فرمائی۔ اگر اسے زلیخا کا قول مانا جائے تو مراد ہو گی کہ زلیخا نے اقبال جرم اس لئے کیا کہ اگرچہ زلیخا نے برا ارادہ کیا لیکن عزیز مصر کے ساتھ خیانت نہیں کی۔

۳: اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کے ساتھ کیسا معاملہ فرماتا ہے؟ ۳: اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتا۔

علمی بات: اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے اور ان پر تہمت کا پردہ چاک کرنے کا خود اہتمام فرماتا ہے اور خیانت کرنیوالوں کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: کیا کسی شخص کو اپنے نفس کے بالکل پاک ہونے کا دعویٰ کرنا چاہیئے؟ ۱: جی نہیں! دیکھئے اگرچہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور ان کا نفس پاکیزہ ہوتا ہے پھر بھی تواضعاً وہ یہ دعویٰ نہیں فرماتے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کہ آپ علیہ السلام نے نبی ہونے کے باوجود دعویٰ نہیں فرمایا تو عام آدمی کو کسی صورت اپنے آپ کے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیئے۔ ۲: نفس کس کا حکم دیتا ہے؟ ۲: نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے۔ ۳: کون اپنے نفس کی برائی سے بچا رہتا ہے؟ ۳: جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "افضل جہاد یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنالو" (سنن نسائی)

۴: اللہ تعالیٰ کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۴: بہت بخشنے والا اور نہایت مہربان۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: مصر کے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیا حکم دیا؟ ۱: بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو ان کے پاس لایا جائے تاکہ بادشاہ انہیں اپنے لئے خاص کرلے۔ ۲: بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا کیسے اعزاز فرمایا؟ ۲: بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمارے ہاں بڑے مرتبہ والے اور اعتبار والے ہیں۔

COPYRIGHT© RESERVED WITH THE IMRAN FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WITHOUT ENTAILMENT AND CORRECTION

آیت نمبر ۵۵: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ سے کیا کہا؟ ۱: آپ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے۔

۲: کیا کسی عہدے کا طلب کرنا پسندیدہ ہے؟ ۲: جی نہیں۔ لیکن جب لوگوں کو نقصان سے بچانا مقصود ہو، جب اُس کے سوا کوئی مناسب آدمی اِس عہدے کے لئے نہ ہو تو مفاد عامہ کے لئے اپنی خدمت پیش کرنا پسندیدہ ہے۔ ۳: اس عہدہ کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی کن صفات کا ذکر فرمایا؟ ۳: بے شک میں خوب حفاظت کرنے والا اور خوب جاننے والا ہوں۔ ۴: ان صفات کی کیا اہمیت ہے؟ ۴: دنیا میں اکثر حفاظت کرنے والے زمین کے وسائل کے درست استعمال سے واقف نہیں ہوتے اور جو واقف ہوتے ہیں وہ بسا اوقات حفاظت نہیں کرتے اور خیانت کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں کیسے اختیار عطا فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان سے نکال کر مصر پہنچایا، انہیں خوابوں اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے اور ان کی تعبیر بتانے کا علم عطا فرمایا پھر اُنہیں جیل سے نکلوا کر مصر کی ایک بڑی بااختیار شخصیت بنا دیا۔

۲: اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں کیسا اختیار عطا فرمایا؟ ۲: وہ مصر میں جس جگہ چاہتے دورہ کرتے اور جہاں چاہتے وہاں قیام فرماتے۔ گویا اللہ ﷻ نے ہر طرح کا اختیار عطا فرمایا تھا۔ ۳: نعمتیں کسے ملتی ہیں؟ ۳: اللہ ﷻ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے عطا فرماتا ہے۔ ۴: اللہ ﷻ کیسے لوگوں کے اجر ضائع نہیں فرماتا؟ ۴: نیک لوگوں کے۔ ۵: کون سا اجر زیادہ بہتر ہے؟ ۵: دنیا کے اجر کے مقابلہ میں آخرت کا اجر زیادہ بہتر ہے۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: آخرت کا اجر کیسے لوگوں کے لئے بہتر ہے؟ ۱: جو ایمان لائے اور اللہ ﷻ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتے رہے۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ آیت کی رو سے قرآن حکیم کے نزول کا ایک مقصد ہے۔

(الف) پڑھنا (ب) سُننا ✓(ج) سمجھنا (د) سیکھنا

(۲) اَحَدَ عَشَرَ کے معنی ہیں:

✓(الف) گیارہ (ب) بارہ (ج) تیرہ (د) چودہ

(۳) عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ کے معنی ہیں:

(الف) بزدل دشمن ✓ (ب) کھلا دشمن (ج) نادان دشمن (د) چھپا دشمن

(۴) وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ میں کلمہ "فِی" ہے:

(الف) اسم (ب) فعل ✓(ج) حرف (د) امر

(۵) قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝ بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانے کا نگران مقرر کر دیں:

(الف) سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے (ب) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ✓ (ج) سیدنا یوسف علیہ السلام نے (د) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ آیت کریمہ میں برادرانِ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کیا درخواست کی؟

ج: انھوں نے کہا کہ آپ کل یوسف (علیہ السلام) کو ہمارے ساتھ بھیجیں تاکہ وہ (جنگل میں) خوب کھائے، پیئے اور سیر و تفریح کرے۔ اور والد کو یقین دہانی کروائی کہ وہ ہر طرح سے یوسف علیہ السلام کی حفاظت کریں گے

۲۔ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ آیت کریمہ کی رو سے سیدنا یوسف علیہ السلام نے کس چیز کے مقابلے میں کس چیز کو پسند فرمایا؟

ج: آپ علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی نافرمانی پر قید کی مشقت کو ترجیح دیتے ہوئے اللہ ﷻ کے حضور دعا کی کہ اے میرے رب! مجھے اس معصیت اور گناہ کے کام کے

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE IMAM FOUNDATION BOOK WORLD SALE OF THIS BOOK IS ILLEGAL AND CRIMINAL ACTION

مقابلے میں قید خانہ زیادہ پسند ہے جس کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں۔

۳۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

آیت کریمہ کی روشنی میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے کیا دعوت دی؟

ج: سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ حاکمیت اور اختیار صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ آپ علیہ السلام نے انہیں پیغام دیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا اور سچا دین ہے مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔

۴۔ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۝ آیت کریمہ میں بادشاہ نے درباریوں سے کس چیز کے متعلق پوچھا؟

ج: خواب کی تعبیر کے متعلق دریافت کرتے ہوئے کہا کہ! اگر تم خوابوں کی تعبیر بیان کرنے کا علم اور مہارت رکھتے ہو تو میرے اس خواب کا مطلب بیان کرو (تاکہ مجھے اس کی حقیقت معلوم ہو سکے)۔

۵۔ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝ آیت کریمہ میں عہدہ اور ذمہ داری کے لیے کون سی دو صفات بیان ہوئی ہیں؟

ج: پہلی صفت "حفیظ" یعنی وہ امانت دار اور حفاظت کرنے والے ہوں، اور دوسری صفت "علیم" یعنی وہ اس کام کا مکمل علم اور مہارت رکھتے ہوں۔۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

ا۔ (الف) وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(ب) سُوْرَةُ يُوْسُفَ کا تعارف اور مرکزی مضمون لکھیں۔

ج: اس سورۃ مبارکہ میں سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام سُوْرَةُ يُوْسُفَ ہے۔ تقریباً پوری سورت سیدنا یوسف علیہ السلام کے قصّے پر مشتمل ہے اور یہ قصّہ کسی اور سورت میں نہیں آیا اس سورت میں اس قصہ کو بہترین قصہ کہا گیا ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ اس سورت کے مرکزی مضمون میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے حالات و واقعات کا مفصّل بیان، نبی کریم ﷺ کو تسلی اور کفّار کو منہ توڑ جواب دیا گیا ہے۔

۲۔ (الف) قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: (یوسف علیہ السلام نے) عرض کیا اے میرے رَبّ! مجھے اِس کے مقابلے میں قید زیادہ پسند ہے جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تُو نے اِن (عورتوں) کا فریب مجھ سے نہ ہٹایا تو میں اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔

(ب) سُوْرَةُ يُوْسُفَ کے چند بنیادی مضامین لکھیں۔

ج: ا۔ عقائد ثلاثہ (توحید، رسالت اور آخرت) کا اثبات۔ ۲۔ حسد کے نتائج۔ ۳۔ صبر و تقویٰ کا انعام۔ ۴۔ عفت و حیا کے ثمرات۔ ۵۔ اخلاقی تعلیمات (حسنِ سلوک، درگزر، ہمدردی، صلہ رحمی، مہمان نوازی) کا بیان۔

۳۔ (الف) وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: اور میرا دعویٰ نہیں کہ میرا نفس بالکل پاک ہے بے شک نفس تو بُرائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا ربّ رحم فرما دے بے شک میرا ربّ بڑا ہی بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

(ب) سُوْرَةُ يُوْسُفَ میں اسماء کی کوئی پانچ مثالیں تلاش کریں اور کسی ایک اسم کی گردان کریں۔

ج: اسماء کی پانچ مثالیں اور ایک اسم کی گردان درج ذیل ہے:

ا۔ (يُوْسُفُ) : سیدنا یوسف علیہ السلام کا نام ۲۔ (قُرْاٰنًا) : اللہ کی کتاب کا نام ۳۔ (عَدُوٌّ) : دشمن ۴۔ (اَلْاَرْضِ) : زمین ۵۔ (خَزَآئِنِ) : خزانے

COPYRIGHTS© RESERVED BY THE IMFO FOUNDATION SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED

اسم "صَالِح" کی گردان (جنس اور تعداد کے لحاظ سے)

جنس	تعداد	نکرہ			معرفہ		
مذکر	واحد	صَالِحٌ	صَالِحًا	صَالِحٍ	اَلصَّالِحُ	اَلصَّالِحَ	اَلصَّالِحِ
	تثنیہ	صَالِحَانِ	صَالِحَيْنِ	صَالِحَيْنِ	اَلصَّالِحَانِ	اَلصَّالِحَيْنِ	اَلصَّالِحَيْنِ
	جمع	صَالِحُوْنَ	صَالِحِيْنَ	صَالِحِيْنَ	اَلصَّالِحُوْنَ	اَلصَّالِحِيْنَ	اَلصَّالِحِيْنَ
مؤنث	واحد	صَالِحَةٌ	صَالِحَةً	صَالِحَةٍ	اَلصَّالِحَةُ	اَلصَّالِحَةَ	اَلصَّالِحَةِ
	تثنیہ	صَالِحَتَانِ	صَالِحَتَيْنِ	صَالِحَتَيْنِ	اَلصَّالِحَتَانِ	اَلصَّالِحَتَيْنِ	اَلصَّالِحَتَيْنِ
	جمع	صَالِحَاتٌ	صَالِحَاتٍ	صَالِحَاتٍ	اَلصَّالِحَاتُ	اَلصَّالِحَاتِ	اَلصَّالِحَاتِ

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION.

سبق:۲ سُوْرَۃُ یُوْسُفَ آیات:۵۸تا۱۱۱

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت میں ان آیات(۵۸تا۱۱۱) کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

اس قصّہ کے اختتام پر طلبہ میں یہ استعداد ہو کہ وہ جانتے ہوں:

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کیوں آئے؟

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں کیوں نہیں پہچانا؟

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنے پاس بلوانے کے لئے بھائیوں کو کیا ترغیب دلائی؟

۴۔ بھائیوں کی بنیامین کی حفاظت کرنے کی یقین دہانی پر ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا جواب دیا؟

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسے لائق بھروسہ سمجھا؟

۶۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو الگ الگ دروازوں سے مصر میں کیوں داخل ہونے کا حکم کیوں فرمایا؟

۷۔ کیا تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو بدل سکتی ہے؟

۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تدبیر کی کیا حکمت بیان فرمائی؟

۹۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لئے کیا تدبیر فرمائی؟

۱۰۔ بھائیوں کی طرف سے چوری کے الزام پر حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا کہا؟

۱۱۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دوسرے بیٹے بنیامین کی جدائی پر کیا کیا؟

۱۲۔ بیٹوں کی جدائی کے شدید غم کے موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کس امید کا اظہار فرمایا؟

۱۳۔ حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا غم اور مصیبت کے موقعوں پر کیا طرزِ عمل رہا ہے؟

۱۴۔ معجزہ کسے کہتے ہیں؟

۱۵۔ کیا نقصان کی وجہ سے رونا صبر کرنے کے خلاف ہے اس حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کی کوئی مثال بتائیں؟

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کیسا ہے؟

۱۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بہتر حالات کی وجہ کیا بیان فرمائی؟

۱۸۔ بھائیوں کے حوالے سے حضرت یوسف علیہ السلام کا عمدہ طرز عمل کیا رہا؟

۱۹۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کا کیسے استقبال کیا؟

۲۰۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۲۳ سال کی محنت کس مقصد کے لئے تھی؟

۲۱۔ سورت کے آخر میں قرآنِ حکیم کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۵۸: ۱: ان آیات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے کس دور کا ذکر ہے؟ ۱: خوشحالی کے سات سال گزر چکے ہیں اور قحط کے سات سالہ دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ ایک بڑے علاقہ میں قحط ہے اور لوگ غلہ سے محروم ہیں۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر کیوں آئے؟ ۲: قحط سے مجبور ہو کر جب اُنہیں علم ہوا کہ مصر میں بڑی مقدار میں غلہ موجود ہے اور وہاں کا بادشاہ بہت سستے داموں غلہ دے رہا ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی مصر روانہ ہوئے کہ وہ اپنے خاندان والوں کے لئے غلہ لا سکیں۔ ۳: جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی محل میں داخل ہوئے تو کیا معاملہ ہوا؟ ۳: حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن بھائی یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔ ۴: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں کیوں نہیں پہچانا؟ ۴: ایک تو یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو انہوں نے بچپن میں دیکھا تھا جب وہ بہت چھوٹے تھے اور اب حضرت یوسف علیہ السلام جوان تھے دوسرے ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس یوسف کو انہوں نے کنویں میں پھینک دیا تھا اور پھر قافلہ والوں کے ہاتھوں غلام کے طور پر بیچا تھا وہ ایک دن مصر کی ایک بہت بااختیار شخصیت بن جائیں گے۔

۵: حضرت یوسف علیہ السلام کے کون سے بھائی ان کے پاس مصر آئے؟ ۵: دس بڑے سوتیلے بھائی آئے اور وہ بنیامین کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے نہ لائے تھے۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: بھائیوں کا سامان تیار کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے ان سے کیا مطالبہ کیا؟ ۱: آئندہ میرے پاس اپنے والد کی طرف سے جو بھائی ہے یعنی بنیامین

کو لانا۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس بلوانے کے لئے بھائیوں کو کیا ترغیب دلائی؟ ۲:i۔ میں تمہیں پورا پورا غلہ دوں گا۔
ii۔ میں تمہاری بہت اچھی مہمان نوازی کروں گا۔

عملی پہلو: ہمیں اپنے مہمانوں کی بہترین مہمان نوازی کرنی چاہیئے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے۔ (سورہ ھود ۱۱، آیت:۶۹)

فرمانِ نبوی ﷺ: "جو اللہ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ مہمان کی ضیافت (مہمان نوازی) کرے"۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۶۰: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو آئندہ نہ لے کر آنے پر بھائیوں کو کیا تنبیہ فرمائی؟ ۱: نہ تمہیں غلہ ملے گا اور نہ میرے پاس آنا۔

آیت نمبر ۶۱: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کے مطالبہ پر بھائیوں نے کس عزم کا اظہار کیا؟ ۱: ہم والد صاحب سے ضرور بنیامین کو اپنے ساتھ لانے کا تقاضا کریں گے۔

آیت نمبر ۶۲: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو اپنے پاس دوبارہ لوٹ کر آنے کے لئے کیا تدبیر فرمائی؟ ۱: ان کی دی ہوئی رقم اپنے خادموں کے ذریعہ ان کے سامان میں چھپادی تاکہ وہ اسے پہچان لیں اور دوبارہ واپس آنے میں انہیں کوئی مالی تنگی نہ ہو۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: بھائی جب لوٹ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والد سے کس تشویش کا اظہار کیا؟ ۱: آئندہ ہم پر غلہ بند کر دیا گیا ہے۔
۲: اس تشویش ناک حالت سے نکلنے کا کیا حل بھائیوں نے اپنے والد کے سامنے رکھا؟ ۲: ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ ہم غلہ لا سکیں۔
۳: بنیامین کی حفاظت سے متعلق اپنے والد کے اندیشہ کو بھائیوں نے کیسے دور کرنے کی کوشش کی؟ ۳: بھائیوں نے کہا کہ ہم یقیناً اپنے بھائی کے محافظ ہوں گے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: بھائیوں کی بنیامین کی حفاظت کرنے کی یقین دہانی پر ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے کیا جواب دیا؟ ۱: کیا میں بنیامین کے بارے میں تم پر ویسے ہی اعتماد کروں جیسے اس کے بھائی یوسف کے بارے میں تم پر اعتماد کیا تھا۔ ۲: والد کے اس جواب کا کیا مطلب تھا؟ ۲: تم پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا کہ تم اپنے بھائی کی حفاظت کر سکو گے۔ ۳: حضرت یعقوب علیہ السلام نے کسے لائق بھروسہ سمجھا؟ ۳: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ ﷻ پر بھروسہ فرمایا کیونکہ وہی بہترین حفاظت فرمانے والا ہے اور سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں اسباب ضرور استعمال کرنے چاہئیں لیکن اصل اعتماد و بھروسہ اللہ ﷻ کی ذات پر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ ﷻ ہی حقیقتاً اور مستقلاً مددگار ہے۔

آیت نمبر ۶۵: ۱: جب بھائیوں نے اپنا سامان کھولا تو وہاں کیا پایا؟ ۱: اپنی رقم جو انہوں نے بطور قیمت ادا کی تھی وہ ان کی طرف لوٹا دی گئی تھی۔
۲: رقم دیکھ کر بھائیوں کا کیا ردعمل ہوا؟ ۲: وہ خوشی سے کہنے لگے اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیئے دیکھیئے ہماری رقم بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے۔
۳: بھائیوں نے رقم پانے پر کیا عزم کیا؟ ۳: اب ہم ضرور اپنے اہل و عیال کے لئے غلہ لائیں گے اور بنیامین کی حفاظت کریں گے۔ ۴: بھائیوں کو کتنا زیادہ غلہ لانے کی اُمید ہو گئی؟ ۴: ایک اونٹ جتنا۔ ۵: بھائی کیوں مزید غلہ لانا چاہتے تھے؟ ۵: جو غلہ وہ لائے تھے وہ اُن کے اہل و عیال کے حساب سے تھوڑا تھا۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو بھیجنے سے پہلے ان کے بھائیوں سے کیا وعدہ لیا؟ ۱: تم عہد کرو کہ تم ضرور بنیامین کو میرے پاس لاؤ گے مگر یہ کہ تم گھیر لیئے جاؤ۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو مصر میں کیسے داخل ہونے کا حکم فرمایا؟ ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ ﷻ کی طرف سے جو علم حاصل تھا اس کی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا۔ ۲: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو الگ الگ دروازوں سے مصر میں داخل ہونے کا حکم کیوں فرمایا؟ ۲: یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تدبیر تھی وہ اپنے گیارہ خوبصورت، قد آور جوان بیٹوں کو ہر حاسد، نظر بد اور ہر برائی سے بچانا چاہتے تھے۔

عملی پہلو: "نبی کریم ﷺ نظر سے بچنے کے لئے مُعَوَّذَتَیْن (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) پڑھنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے" (جامع ترمذی)
اسی طرح سورۃ الکہف میں "مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ" کہنے کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

۳: کیا تدبیر اللہ ﷻ کی تقدیر کو بدل سکتی ہے؟ ۳: نہیں۔ ہمارا کام تدبیر اختیار کرنا ہے لیکن کوئی تدبیر اللہ ﷻ کے فیصلہ سے نہیں بچا سکتی کیونکہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کا حکم

نہیں چلتا۔ ۴:حضرت یعقوب علیہ السلام نے اصل میں کس پر بھروسہ کیا؟ ۴:حضرت یعقوب علیہ السلام نے تدبیر ضرور اختیار فرمائی لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کیا اور بھروسہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہی حقیقتاً اور مستقلاً مددگار ہے۔

آیت نمبر ۶۸: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی مصر میں کیسے داخل ہوئے؟ ۱:جیسا کہ اُن کے والد نے انہیں حکم دیا تھا یعنی الگ الگ دروازوں سے۔ ۲:اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تدبیر پر کیا تبصرہ فرمایا؟ ۲:یہ تدبیر اُنہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے کچھ بچا نہیں سکتی تھی مگر یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دل کی ایک خواہش تھی جسے اُنہوں نے پورا کیا۔ ۳:اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی کیا شان بیان فرمائی؟ ۳:یقیناً وہ بڑے علم والے تھے۔ ۴:حضرت یعقوب علیہ السلام کو کس نے علم عطا فرمایا؟ ۴:اللہ تعالیٰ نے۔

آیت نمبر ۶۹: ۱:جب بھائی یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو یوسف علیہ السلام نے کس بھائی کو اپنے پاس جگہ دی؟ ۱:اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی۔ ۲:حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو کون سی راز کی بات بتائی؟ ۲:میں ہی تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو کیا تسلی دی؟ ۳:افسوس نہ کرو اس پر جو بھائی کرتے رہے ہیں۔

آیت نمبر ۷۰: ۱:بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا تدبیر فرمائی؟ ۱:جب بھائیوں کا سامان تیار کر دیا تو اپنے بھائی بنیامین کے سامان میں بادشاہ کا پیالہ رکھ دیا۔ ۲:قافلہ روانہ ہونے پر کیا واقعہ پیش آیا؟ ۲:ایک پکارنے والے نے کہا کہ اے قافلہ والو! تم یقیناً چور ہو۔

آیت نمبر ۷۱: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے پکارنے والے کی طرف متوجہ ہو کر کیا پوچھا؟ ۱:تم نے کیا کھو دیا ہے؟ یعنی ہمیں خواہ مخواہ چور کیوں بناتے ہو اگر تمہاری کوئی چیز گم ہو گئی ہے تو ہمارے اسباب میں تلاش کر لو۔

آیت نمبر ۷۲: ۱:پکارنے والوں نے کیا جواب دیا؟ ۱:ہم نے بادشاہ کا پیالہ کھو دیا ہے۔ ۲:پکارنے والوں نے بادشاہ کا پیالہ ڈھونڈ لانے والوں کے لئے کس انعام کی ذمہ داری لی؟ ۲:ایک اونٹ جتنا غلہ انعام کی ذمہ داری لی۔

آیت نمبر ۷۳: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے پکارنے والوں کو کیا جواب دیا؟ ۱:نہ ہم فساد کرنے آئے ہیں اور نہ ہی ہم چور ہیں۔

آیت نمبر ۷۴: ۱۔ پکارنے والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے کیا پوچھا؟ ۱۔چور کی سزا کیا ہے اگر تم جھوٹے نکلے؟

آیت نمبر ۷۵: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے چور کی سزا کیا بیان کی؟ ۱:جس کے پاس سے چوری کا سامان برآمد ہو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے یعنی اسے غلام بنا لیا جائے۔

آیت نمبر ۷۶: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے سامان کی تلاشی کس ترتیب سے لی؟ ۱:پہلے اپنے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی لی اور پھر آخر میں بنیامین کے تھیلے کی تلاشی لی۔ ۲۔بادشاہ کا پیالہ کس کے تھیلے سے برآمد ہوا؟ ۲۔بنیامین کے تھیلے سے۔ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے سگے بھائی بنیامین کو روکنے کی یہ تدبیر کس نے سکھائی؟ ۳:اللہ تعالیٰ نے سکھائی۔ چنانچہ اس تدبیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منسوب کرنا چاہیئے۔ پیغمبروں کے بارے میں کوئی ادنیٰ سا بُرا خیال دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ ۴:حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائی بنیامین کو روکنے کے لئے یہ تدبیر کیوں اختیار کرنی پڑی؟ ۴:وہ اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق اپنے پاس نہیں روک سکتے تھے۔ ۵:ہر کام کس کے چاہنے سے ہوتا ہے؟ ۵:اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے۔ ۶:درجات کون بلند کرتا ہے؟ ۶:اللہ تعالیٰ درجات بلند فرماتا ہے جس کے وہ چاہتا ہے۔ ۷:ہر علم رکھنے والے کے اوپر سب سے بڑھ کر علم رکھنے والا کون ہے؟ ۷:اللہ تعالیٰ۔

آیت نمبر ۷۷: ۱:بھائیوں نے بنیامین کے تھیلے سے پیالہ برآمد ہونے پر حضرت یوسف علیہ السلام پر کیا الزام لگایا؟ ۱:اگر بنیامین چور ہے تو اس کا بھائی یوسف بھی چوری کر چکا ہے۔ ۲:بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام کیوں لگایا؟ ۲:بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ بھائیوں نے اُن سے عداوت، بغض اور حسد کی وجہ سے جھوٹ بول کر چوری کا الزام لگایا اور اپنے آپ کو پاکیزہ اور باکردار ظاہر کیا۔ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کا اُنہیں چور کہنے پر کیا کیا؟ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام کو شدید صدمہ ہوا لیکن اُنہوں نے بھائیوں پر ظاہر نہ ہونے دیا اور دل ہی دل میں فرمایا کہ تم کہیں زیادہ بُرے ہو اور

اللہ ﷻ اسے خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو۔

آیت نمبر ۷۸: ۱: بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کیا درخواست کی؟ ۱: آپ بنیامین کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجئے۔
۲: بھائیوں نے اپنی اس درخواست کرنے کی کیا وجہ بیان کی؟ ۲: بنیامین کے والد بہت بوڑھے ہیں وہ اس کی جدائی برداشت نہ کر سکیں گے۔ ۳: بھائیوں کو اپنی اس درخواست کے قبول ہونے کی اُمید کیوں تھی؟ ۳: کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بہت احسان کرنے والوں میں سے تھے۔

آیت نمبر ۷۹: ۱: بھائیوں کی درخواست پر حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا جواب دیا؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی پناہ! کہ ہم اس کو چھوڑ کر کسی اور کو پکڑ لیں جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی درخواست رد کرنے کی کیا دلیل دی؟ ۲: تب تو ہم بے انصاف ہوں گے۔

آیت نمبر ۸۰: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام سے مایوس ہونے کے بعد بھائیوں نے کیا کہا؟ ۱: الگ ہو کر باہم ایک دوسرے سے مشورہ کرنے لگے۔ ۲: بڑے بھائی یہودا نے باقی بھائیوں کو کیا یاد دلایا؟ ۲: بڑے بھائی نے یاد دلایا کہ والد نے یقیناً تم سے اللہ ﷻ کا عہد لیا تھا کہ تم بنیامین کو ضرور اُن کے پاس واپس لاؤ گے اس پہلے بھی تم یوسف کے بارے میں کوتاہی کر چکے ہو۔ ۳: بڑے بھائی نے کس عزم کا اظہار کیا؟ ۳: میں اس جگہ سے ہرگز نہیں جاؤں گا۔ ۴: بڑے بھائی نے کب تک مصر کے رہنے کا عزم کیا؟ ۴: جب تک کہ والد صاحب مجھے حکم نہ دیں یا اللہ ﷻ میرے لئے خود ہی کوئی فیصلہ فرمادے۔ ۵: کون سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے؟ ۵: اللہ ﷻ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۸۱: ۱: بڑے بھائی نے باقی بھائیوں کو کیا کرنے کا مشورہ دیا؟ ۱: تم اپنے والد کے پاس واپس جاؤ اور کہو کہ اے ہمارے ابا جان! بے شک آپ (علیہ السلام) کے بیٹے نے چوری کی ہے۔ ۲: بھائیوں نے کس بات کی گواہی دی تھی؟ ۲: بنیامین کے سامان سے بادشاہ کا پیالہ برآمد ہونے کی۔ ۳: بھائیوں کے علم میں کیا بات تھی؟ ۳: اُن کی آنکھوں کے سامنے بنیامین کے سامان سے بادشاہ کا پیالہ برآمد ہوا تھا۔ ۴: "ہم غیب کی باتوں کی حفاظت کرنے والے نہ تھے" سے کیا مراد ہے؟
۴: بھائی جب بنیامین کو اپنے والد کے پاس ضرور واپس لانے کا وعدہ کر رہے تھے تو نہیں معلوم تھا کہ ایک ایسا واقعہ ہونے والا ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکیں گے۔

آیت نمبر ۸۲: ۱: بھائیوں نے اپنی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے کن کو بطور گواہ والد کے سامنے ذکر کیا؟ ۱: انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ پوچھ لیجئے:
i۔ اُن بستی والوں سے جن میں ہم تھے۔ ii۔ اور اُن قافلہ والوں سے جس میں ہم آئے ہیں۔ ۲: بھائیوں نے اپنی سچائی کے اظہار کے لئے گواہوں کے علاوہ کس بات کا ذکر کیا؟ ۲: بھائیوں نے دعویٰ کیا کہ وہ یقیناً سچے ہیں۔

آیت نمبر ۸۳: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو کیا جواب دیا؟ ۱: انہوں نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ تم نے یہ بات اپنے دل سے بنالی ہے۔
۲: حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسا کیوں فرمایا؟ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں سابقہ تجربہ کی بنا پر اور وہ جانتے تھے کہ بنیامین چوری نہیں کر سکتا۔
۳: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے دوسرے بیٹے بنیامین کی جدائی پر کیا کیا؟ ۳: بہترین صبر کا مظاہرہ فرمایا۔ صبر جمیل اس صبر کو کہا جاتا ہے جو اظہارِ غم کے اوچھے طریقوں سے پاک ہو یعنی جزع، واویلا اور چیخ وپکار نہ ہو۔ ۴: اس شدید غم کے موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ ﷻ سے کس امید کا اظہار فرمایا؟ ۴: قریب ہے اللہ ﷻ ان سب کو میرے پاس لے آئے۔ بے شک اللہ ﷻ خوب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ ۵: حضرت یعقوب علیہ السلام کے کتنے بیٹے ان سے جدا ہو چکے تھے؟ ۵: تین بیٹے۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام، بنیامین، اور بڑا بیٹا یہودا۔

آیت نمبر ۸۴: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام کس بیٹے کی جدائی پر سب سے زیادہ غمگین تھے؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر وہ بہت زیادہ غمگین تھے۔
۲: حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے غم کی کیا کیفیت تھی؟ ۲: اُن کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئی تھیں اور وہ غم میں گھٹ رہے تھے۔
عملی پہلو: انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت اللہ ﷻ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے مگر وہ بہترین صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ سے بے اختیار "ہائے یوسف" صرف اتنا لفظ زبان سے نکلا۔ ہمیں بھی مصائب میں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۵: ۱: گھر والوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں کیا تشویش تھی؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم میں حضرت یعقوب علیہ السلام یا تو بیمار ہو

جائیں گے یا کہیں اپنی جان ہی دے دیں گے۔ ۲:گھر والوں کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں یہ تشویش کیوں تھی؟ ۲: کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں سخت غمگین رہتے تھے۔ ۳: کیا کسی نقصان کی وجہ سے غم ہونا اور گریہ کرنا صبر کرنے کے خلاف ہے؟ ۳: ہرگز نہیں۔ کسی بھی قسم کے نقصان پر دل میں غم ہونا اور آنکھوں میں آنسو آنا صبر کے خلاف نہیں ہے جب تک کہ زبان سے اللہ ﷻ کے فیصلہ پر عدم اعتماد کا اظہار نہ کیا جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: نبی کریم ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے موقع پر فرمایا کہ "آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم زبان سے وہی کہیں گے جس پر اللہ راضی رہے" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۸۶: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی پریشانی اور غم کی فریاد کس سے کرتے تھے؟ ۱: صرف اللہ ﷻ سے فریاد کرتے تھے۔ ۲: حضرت یعقوب علیہ السلام وہ کون سی بات جانتے تھے جو دوسرے نہیں جانتے تھے؟ ۲: حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ ﷻ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور آزمائش میں ثابت قدم رہنے والوں کو اللہ ﷻ دنیا اور آخرت میں کامیاب فرماتا ہے آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت یوسف (علیہ السلام) زندہ ہیں اور جو خواب حضرت یوسف (علیہ السلام) نے دیکھا ہے اُس کی تعبیر پوری ہو کر رہے گی۔

عملی پہلو: یہاں ایک بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ اعتبار کھو دینے کے بعد اس کو دوبارہ پیدا کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۸۷: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو کیا حکم فرمایا؟ ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہ فرماتے ہوئے کہ میں اللہ ﷻ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، انہیں حکم دیا کہ جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ ﷻ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ جیسا کہ سورۃ الزمر ۳۹، آیت: ۵۳ میں "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو) کے الفاظ آئے ہیں۔

۲: اللہ ﷻ کی رحمت سے کون مایوس ہوتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی رحمت سے صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں۔

عملی پہلو: ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر بھی مایوس کن حالات پیش آئیں وہ تب بھی اللہ ﷻ کی رحمت کا امیدوار رہے۔

آیت نمبر ۸۸: ۱: جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے دربار میں پہنچے تو اُنہوں نے اپنی حالت زار کا کیسے اظہار کیا؟ ۱: بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو سخت تکلیف پہنچی ہے اور ہم معمولی سرمایہ لائے ہیں۔ ۲: بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کیا التجا کی؟ ۲: پوری قیمت ادا نہ کرنے کے باوجود آپ ہمیں پورا پورا غلہ دے دیجئے اور ہم پر کچھ صدقہ کیجئے بے شک اللہ ﷻ صدقہ کرنے والوں کو اجر عطا فرماتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: سات آدمیوں کو اللہ ﷻ اپنے سائے میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو چھپا کر صدقہ دے یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ اس کے داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۸۹: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی التجا پر انہیں کیا جواب دیا؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ۲: بھائیوں کو ان کے مظالم یاد دلاتے ہوئے یوسف علیہ السلام نے کس بات کی رعایت فرمائی؟ ۲: یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ جب کہ تم ظالم تھے بلکہ فرمایا جب کہ تم نادان تھے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہوں اور میں تم میں سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا ہوں" (سنن ابی ماجہ)

عملی پہلو: بھائیوں کی زیادتیوں کا ذکر کر کے ساتھ اخلاقِ کریمانہ کا بھی اظہار فرمایا۔

آیت نمبر ۹۰: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام کے اس سوال پر بھائیوں کا کیا حال ہوا؟ ۱: مصر کی اتنی بڑی بااختیار شخصیت کے منہ سے یوسف کا نام سن کر وہ شدید حیران ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہی یوسف ہیں۔ ۲: بھائیوں نے اپنی یقین دہانی کے لئے یوسف علیہ السلام سے کیا سوال کیا؟ ۲: کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ ۳: حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو کیا جواب دیا؟ ۳: ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے۔ ۴: حضرت یوسف علیہ السلام نے راز کیوں افشاں

فرمایا؟ ۴:حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے بھائیوں کی حالت زار برداشت نہ ہو سکی اور اُنہوں نے چاہا کہ بھائیوں کے ساتھ احسان فرمائیں اور اُن کی پریشانی اور تکلیف کو دور فرمائیں۔ ۵:حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی ترقی و کامیابی کی وجہ کیا بیان فرمائی؟ ۵: حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسان کو اپنی ترقی و کامیابی کی وجہ بیان فرمایا۔

عملی پہلو: بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب اور بُرائی کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ ۶:اللہ تعالیٰ کیسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا؟ ۶:جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور صبر کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۹۱: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مرتبہ کا اظہار کن الفاظ میں کیا؟ ۱:اللہ کی قسم! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنی غلطیاں ثابت ہو جانے پر بحث و مباحثہ کے بجائے انہیں تسلیم کر کے اپنی اصلاح کرنی چاہیئے۔

۲:حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اقبال جرم کن الفظ میں کیا؟ ۲:بھائیوں نے کہا کہ بے شک ہم ہی خطاکار تھے۔

آیت نمبر ۹۲: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے اقبال جرم پر اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ ۱:حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو معاف فرما دیا۔

۲:حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کیا کہا؟ ۲: آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے حق میں کیا دعا فرمائی؟ ۳:اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمادے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر احسان کرنے والوں کے بارے میں بتایا گیا کہ "غصہ پی جانے والوں اور لوگوں کو معاف کر دینے والوں اور احسان کرنے والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے" (سورہ اٰل عمران ۳، آیت: ۱۳۴)

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنے اوپر زیادتی کرنے والوں کے قصور معاف کر دینے چاہئیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ کے لئے عام معافی کا اعلان فرما دیا تھا۔

آیت نمبر ۹۳: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے بھائیوں کو کیا دیا؟ ۱:اپنی قمیص۔ ۲:حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو کیا حکم دیا؟ ۲:میری اس قمیص کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دو۔ ۳:حضرت یوسف علیہ السلام نے قمیص کی کیا تاثیر بیان فرمائی؟ ۳:والد صاحب کی بینائی لوٹ آئے گی اور وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے۔ ۴:حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو مزید کیا حکم دیا؟ ۴:اپنے گھر والوں کو میرے پاس مصر لے آؤ۔

آیت نمبر ۹۴: ۱:حضرت یعقوب علیہ السلام کا کیا معجزہ بیان کیا گیا ہے؟ ۱:ابھی قافلہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص لے کر مصر سے روانہ ہی ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو کنعان میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آنے لگی۔ ۲:معجزہ کسے کہتے ہیں؟ ۲: "معجزہ ایک غیر معمولی اور خلافِ عادت کام ہے جو کسی نبی و رسول سے نبوت و رسالت کے دعویٰ کی دلیل و تصدیق کے لئے صادر اور ظاہر ہوتا ہے جسے دیکھ کر منکرین عاجز ہو جاتے ہیں۔ معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو ہی عطا فرمایا جاتا ہے۔"

آیت نمبر ۹۵: ۱:حضرت یعقوب علیہ السلام کے حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو پانے کے اظہار پر گھر والوں نے کیا کہا؟ ۱:انہوں نے کہا کہ یقیناً ہمارے باپ ان کی پُرانی محبت میں ہیں۔

آیت نمبر ۹۶: ۱:جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا تو اس نے کیا کیا؟ ۱:حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دی۔

۲: قمیص کے چہرے پر ڈالنے کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۲:حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹ آئی اور وہ دیکھنے والے ہو گئے۔

عملی پہلو: چیزوں میں تاثیر پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ جب چاہے کسی شے میں کوئی تاثیر پیدا فرما دے یا اس کی خاصیت کو بدل دے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو گئی۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۶۹)

۳:حضرت یعقوب علیہ السلام نے گھر والوں سے کیا ارشاد فرمایا؟ ۳:کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

آیت نمبر ۹۷: ۱:حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کیا درخواست کی؟ ۱: آپ ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب

کیجیے۔ ۲: بھائیوں نے اپنے والد سے مغفرت طلب کرنے کی درخواست کیوں کی؟ ۲: کیونکہ وہ لوگ خطاکار تھے۔

آیت نمبر ۹۸: ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو ان کے اقبال جرم پر کیا جواب دیا؟ ۱: میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا۔ "اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۲۲) ۲: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۹۹: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے گھر والوں کا کیسے استقبال کیا؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے باہر نکل کر اپنے گھر والوں کا استقبال کیا، اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا کہ مصر میں داخل ہو جائیں اور اللہ ﷻ نے چاہا تو امن کے ساتھ اس میں رہیئے گا۔

عملی پہلو: والدین کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا چاہیئے۔ (سورہ لقمان: آیت: ۱۶) قرآنِ حکیم کے کئی مقامات پر ان کے ساتھ احسان کی تعلیم دی گئی ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل ۱۷، آیات: ۲۳، ۲۴)

آیت نمبر ۱۰۰: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کا اعزاز کیسے فرمایا؟ ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس تخت پر بٹھایا۔

۲: حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کیسے پوری ہوئی؟ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور گیارہ بھائی ان کے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے ایک سورج اور ایک چاند ان کے لئے سجدہ کر رہے ہیں۔ گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی، سورج سے مراد والد محترم یعقوب علیہ السلام اور ایک چاند سے مراد والدہ محترمہ تھیں۔ ۳: سب گھر والوں کو سجدہ کرتے دیکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام نے والدِ محترم سے کیا عرض کیا؟ ۳: اے میرے ابّا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا یقیناً میرے رب نے اس کو سچ کر دکھایا۔ ۴: حضرت یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر اپنے اوپر ہونے والے اللہ ﷻ کے کن احسانات کا تذکرہ فرمایا؟ ۴: i۔ اللہ ﷻ نے مجھ پر احسان فرمایا جب مجھے جیل سے نکالا۔ ii۔ اور آپ سب کو گاؤں سے یہاں لے آیا۔ ۵: حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے درمیان جھگڑے کا ذمہ دار کسے قرار دیا؟ ۵: شیطان کو۔

عملی پہلو: شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے۔ جو ہمارے درمیان بغض و حسد کو بڑھاتا ہے اور صراط مستقیم سے ہٹانا چاہتا ہے لہٰذا ہمیں اسے اپنا دشمن سمجھنا چاہیئے اور کسی صورت اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

۶: حضرت یوسف علیہ السلام نے کنویں سے نکالے جانے کے احسان کا ذکر کیوں نہیں فرمایا؟ ۶: تاکہ بھائیوں کی دل شکنی نہ ہو۔ ۷: حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی حمد و ثنا کن الفاظ میں ادا فرمائی؟ ۷: میرا رَب جس کے لئے چاہے خوب تدبیر فرماتا ہے۔ بے شک وہ خوب جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

آیت نمبر ۱۰۱: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ کا شکر کن الفاظ میں ادا کیا؟ ۱: "اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت سے حصہ عطا فرمایا اور مجھے باتوں (خوابوں) کی تعبیر کا علم بخشا"۔ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ سے کیا دعا مانگی؟ ۲: "اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے۔ مجھے (دنیا سے) مسلمان اٹھا اور مجھے (اپنے خاص مقرب) نیک بندوں کے ساتھ ملا"۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور دنیا سے مسلمان اٹھانے اور نیک لوگوں کی معیت و ہمراہی عطا فرمانے کی اللہ ﷻ سے دعائیں مانگیں۔

آیت نمبر ۱۰۲: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کا خطاب کس سے ہے؟ ۱: نبی کریم ﷺ سے۔ ۲: غیب کی خبروں سے کیا مراد ہے؟ ۲: حضرت یوسف علیہ السلام کا قصّہ۔ ۳: آیت کے اس حصہ "ہم آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں" کی کیا اہمیت ہے؟ ۳: اس سے قرآن کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ یہ اللہ ﷻ کا کلام ہے۔ اور اس سے آپ ﷺ کی رسالت کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے سچے رسول ہیں۔ ۴: حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی کس چال کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: جب دس بڑے بھائی باہم متفق ہو گئے کہ یوسف کو کسی گہرے کنویں میں پھینک دیں۔ (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۱۰۳: ۱: آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی؟ ۱: لوگوں کا ایمان نہ لانا آپ ﷺ کی کوششوں میں کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اگرچہ آپ ﷺ کتنی ہی خواہش کریں۔

آیت نمبر ۱۰۴: ۱: آپ ﷺ کی بے لوث تبلیغی کوششوں کو کیسے سراہا گیا؟ ۱: آپ ﷺ ان مشرکین مکہ سے اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION. SHOULD NOT BE USED WITHOUT PERMISSION OF THE FOUNDATION

عملی پہلو: ہمیں انسانی ہمدردی اور اللہ ﷻ کی رضا کے لئے دین کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا چاہیئے اور لوگوں سے کسی اجر کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔

۲: قرآنِ حکیم کا کیا تعارف کرایا گیا؟ ۲: قرآن حکیم تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہے۔

آیت نمبر ۱۰۵: ۱: قرآنِ حکیم کے علاوہ اللہ ﷻ کی اور کیا نشانیاں ہیں؟ ۱: آسمان و زمین اور ان کے درمیان اللہ ﷻ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔

۲: کفار اللہ ﷻ کی نشانیاں دیکھ کر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ ۲: کیونکہ وہ ان نشانیوں پر توجہ، غور و فکر نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۱۰۶: ۱: کیا مشرکین اپنے شرک کے باوجود اللہ ﷻ کو مانتے تھے؟ ۱: ہاں! کفار و مشرکین اپنے کفر و شرک پر قائم رہتے ہوئے اللہ ﷻ کو تو مانتے تھے، جیسا کہ سورۂ زخرف آیت نمبر ۸۷ میں ہے "اگر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے" اور ساتھ ہی وہ اپنے جھوٹے معبودوں کو بھی اس کی عبادت میں شریک مانتے تھے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے کہ وہ حج کے تلبیہ میں اپنے جھوٹے معبودوں کو شریک کرتے ہوئے یوں کہتے تھے۔ لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ و ما ملک ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ تیرا شریک ہے جس کو تو نے اپنا شریک بنایا ہے تو اس کا مالک ہے اور جس کا وہ مالک ہے اس کا بھی تو مالک ہے۔

عملی پہلو: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے یہ سنا کہ جس نے دکھلاوے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کے طور پر روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھلاوے کے لئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ (مسند احمد) حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ روئے تو ان سے کہا گیا کہ کیوں روئے؟ فرمایا ایک بات کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا وہ مجھے یاد آگئی تو اس نے مجھے رلایا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت سے ڈرتا ہوں۔ میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ فرمایا، ہاں لیکن وہ سورج یا چاند، یا پتھروں یا بتوں کو نہیں پوجیں گے بلکہ اپنے اعمال کو دکھائیں گے اور خفیہ شہوت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں صبح کرے گا لیکن اپنی شہوت کے باعث روزہ توڑ دے گا۔ لہٰذا ہمیں اپنی عبادات اور معاملات میں اخلاص و للّٰہیت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے اور شرک اصغر یعنی ریاکاری اور ہر قسم کی عملی بے راہ روی سے بھی بچنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۰۷: ۱: ہمیں کس سے ڈرتے رہنا چاہیئے؟ ۱: اللہ ﷻ کے عذاب سے اور قیامت کے آجانے سے۔

۲: اللہ ﷻ کا عذاب اور قیامت کیسے آجائیں گے؟ ۲: اچانک کہ انسانوں کو ان کی خبر بھی نہ ہوگی۔

آیت نمبر ۱۰۸: ۱: آپ ﷺ کا راستہ اور طریقہ کیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی طرف بلانا۔ ۲: آپ ﷺ کی اتباع کرنے والوں کا کیا طریقہ ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی طرف بلانا۔ ۳: آیت کے اختتام پر آپ ﷺ سے کیا اعلان کروایا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

عملی پہلو: شرک ایسا گناہ ہے کہ جس کو اللہ ﷻ بغیر توبہ کے معاف نہیں فرماتا۔ (سورۃ النساء ۴: آیات: ۱۱۶، ۴۸)

آیت نمبر ۱۰۹: ۱: کیا اللہ ﷻ نے کبھی کسی خاتون کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ۱: نہیں۔ اللہ ﷻ نے مَردوں ہی کو رسول اور نبی بنا کر بھیجا ہے۔

۲: کیا تمام رسول ایک ہی بستی میں آئے؟ ۲: نہیں۔ مختلف بستیوں میں اللہ ﷻ نے نبی و رسول بھیجے۔ ۳: ہم سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا انجام کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے؟ ۳: قرآن و حدیث میں ان کے ذکر کے علاوہ زمین میں ان قوموں کے کھنڈرات دیکھ کر ان کا انجام معلوم کیا جا سکتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں پچھلی قوموں کے بُرے انجام سے عبرت حاصل کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

۴: کن لوگوں کے لئے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے؟ ۴: ان لوگوں کے لئے جو اللہ ﷻ سے ڈرتے ہیں اور اللہ ﷻ کی نافرمانی نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۱۱۰: ۱: یہ آیت ترجمہ و تفسیر کے اعتبار سے کیسی آیات میں شمار کی جاتی ہے؟ ۱: یہ آیت مشکلات القرآن میں سے ہے جس کا ترجمہ اور تفسیر مشکل ہے۔ ۲: رسولوں کو اللہ ﷻ کی مدد کب آپہنچی؟ ۲: جب رسول اپنی قوموں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور قوم نے خیال کیا کہ ان پر عذاب نہیں آئے گا اور انہیں محض جھوٹا ڈرایا گیا تھا تو رسولوں کو اللہ ﷻ کی مدد آپہنچی ۳۔: اللہ ﷻ کے عذاب سے کسے نجات ملتی ہے؟ ۳: جسے اللہ ﷻ چاہتا ہے۔ نجات عطا فرماتا ہے یعنی

ان لوگوں کو جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں۔ ۴: اللہ ﷻ کا عذاب کس پر آتا ہے؟ ۴: مجرم قوموں پر۔

آیت نمبر ۱۱۱: ۱: حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں کیسے لوگوں کے لئے عبرت ہے؟ ۱: عقل مند لوگوں کے لئے عبرت ہے۔

۲: سورت کے آخر میں قرآنِ حکیم کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: i۔ قرآن حکیم کوئی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے۔

ii۔ قرآن حکیم اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ iii۔ قرآن حکیم میں (ہدایت کے لئے ضروری) ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔

iv۔ قرآن حکیم اہل ایمان کے لئے ہدایت ہے۔ v۔ قرآن حکیم اہل ایمان کے لئے رحمت ہے۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں۔

(۱) صُوَاعَ الْمَلِكِ کے معنی ہیں بادشاہ کا:

✓ (الف) پیالہ (ب) تخت (ج) عصاء (د) تاج

(۲) شَيْخًا كَبِيرًا کے معنی ہیں:

(الف) بہت کمزور ✓ (ب) بہت بوڑھے (ج) بہت سخت (د) بہت بیمار

(۳) لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط آیت کریمہ کی رو سے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے سلوک کیا:

✓ (الف) معاف کیا (ب) بدلہ لیا (ج) غلہ دیا (د) مہمان نوازی کی

(۴) اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۸۳ میں کلمہ هُوَ ہے:

(الف) اسم موصول (ب) اسم اشارہ (ج) اسم نکرہ ✓ (د) اسم ضمیر

(۵) لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ط کی رو سے قرآن عبرت ہے:

(الف) دولت والوں کے لیے (ب) حکومت والوں کے لیے ✓ (ج) عقل والوں کے لیے (د) شہرت والوں کے لیے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝۵۹ آیت کریمہ کی روشنی میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنی کن دو صفات کو بیان کیا؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام ناپ تول مکمل کرتے ہیں یعنی ہر ایک کو اس کا پورا حق دیتے ہیں اور وہ جو اپنے پاس آنے والے مہمانوں کی بہت عمدہ اور بہترین میزبانی کرنے والے ہیں۔

۲۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۹۰ آیت کریمہ کی رو سے نیک لوگوں کی دو صفات لکھیں۔

ج: ۱۔ وہ تقویٰ (پرہیز گاری) اختیار کرتے ہیں، ۲۔ اور مشکل حالات میں صبر و استقامت سے کام لیتے ہیں۔ بے شک اللہ ﷻ ایسے نیکوکار اور صابر لوگوں کا اجر کبھی ضائع نہیں کرتا۔

۳۔ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝۹۷ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے والد صاحب سے کس چیز کی درخواست کی؟

ج: بیٹوں نے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے التجا کی کہ اے ابا جان! آپ اللہ ﷻ سے ہمارے گناہوں کی معافی طلب کریں، بے شک ہم سے بڑی بُری خطا سرزد ہوئی تھی۔

۴۔ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ط

آیت کریمہ کی رو سے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ کے کن احسانات کا ذکر فرمایا؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے مجھے قید خانے سے باعزت رہا فرمایا اور آپ سب کو دیہات سے یہاں لایا جب کہ شیطان نے میرے اور

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE LMS FOUNDATION BOOK WOULD SELF CIVIL AND CRIMINAL ACTION

میرے بھائیوں کے درمیان دشمنی اور فساد پیدا کر دیا تھا۔

۵۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ آیت کریمہ کی روشنی میں نبی کریم ﷺ نے دعوت دین کے حوالہ سے کیا فرمایا؟

ج: دعوتِ دین کا طریقہ واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے، میں اور میرے پیروکار پوری بصیرت، دلیل اور پختہ یقین کے ساتھ لوگوں کو اللہ ﷻ کی طرف بلاتے ہیں۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام نے) فرمایا بے شک میں فریاد کرتا ہوں اللہ سے اپنی پریشانی اور غم کی اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

(ب) اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ آیت کریمہ میں کیا حکم بیان ہوا ہے؟

ج: اس آیتِ کریمہ میں اللہ ﷻ کی رحمت سے کبھی بھی مایوس نہ ہونے کا قطعی حکم دیا گیا ہے۔ اللہ ﷻ کی دستگیری اور اس کے فضل سے صرف وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو اللہ ﷻ کی قدرت کا انکار کرنے والے (کافر) ہوں۔

۲۔ (الف) رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: اے میرے ربّ! یقیناً تُو نے مجھے حکومت سے حصّہ عطا فرمایا اور مجھے باتوں (خوابوں) کی تعبیر کا علم بخشا اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا فرمانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے مجھے (دنیا سے) مسلمان اُٹھا اور مجھے (اپنے خاص مقرّب) نیک بندوں کے ساتھ ملا۔

(ب) سُوْرَةُ يُوْسُفَ کی روشنی میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آنے کا واقعہ مختصراً تحریر کریں۔

ج: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو اپنی قمیص دے کر فرمایا کہ اسے میرے والد کے چہرے پر ڈال دینا، ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔ جب خوشخبری لانے والا مصر سے پہنچا اور اس نے وہ قمیص سیدنا یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی، تو اللہ ﷻ کے فضل سے ان کی آنکھیں فوراً روشن ہو گئیں اور وہ دوبارہ دیکھنے لگے۔

۳۔ (الف) لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: یقیناً اُن کے قصّے میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے یہ (قرآن) کوئی ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو بلکہ یہ اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتا ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

(ب) سیدنا یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہمارے لیے کیا راہ نمائی ہے کوئی سے چار نکات تحریر کریں۔

۱۔ **صبر اور توکل علی اللہ:** سیدنا یوسف علیہ السلام کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ تنگی ہو یا آسانی، ہر حال میں اللہ ﷻ پر کامل بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کنویں کی تنہائی سے لے کر قید خانے کی مشقت تک، آپ علیہ السلام نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، جس کا نتیجہ اللہ ﷻ نے آپ کو مصر کی بادشاہت کی صورت میں عطا فرمایا۔

۲۔ **عفت اور پاکدامنی:** اللہ ﷻ کا خوف اور تقویٰ انسان کو گناہوں سے بچانے والا اصل ہتھیار ہے۔ جب آپ علیہ السلام کو گناہ کی ترغیب دی گئی تو آپ علیہ السلام نے اللہ کی پناہ مانگی اور عارضی لذت پر قید کی سختی کو ترجیح دی، جو ثابت کرتا ہے کہ اللہ کے وفادار بندے کبھی اپنے کردار پر آنچ نہیں آنے دیتے۔

۳۔ **عفو و درگزر اور صلہ رحمی:** جنہوں نے آپ علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا تھا، تو آپ علیہ السلام نے انتقام لینے کے بجائے انہیں معاف کر دیا۔ آپ علیہ السلام کا یہ عمل سکھاتا ہے کہ طاقت کے باوجود بدلہ نہ لینا اور اپنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اعلیٰ درجے کی انسانیت اور ایمان کی نشانی ہے۔

۴۔ **اللہ ﷻ کی تدبیر پر یقین:** اللہ ﷻ کا منصوبہ ہمیشہ انسان کی سوچ سے بہتر ہوتا ہے۔ بھائیوں نے آپ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کنویں میں ڈالا، مگر وہی کنواں آپ علیہ السلام کی کامیابی کا پہلا زینہ بن گیا۔ اس لیے انسان کو ظاہری حالات سے گھبرانے کے بجائے اللہ ﷻ کی مصلحت اور تدبیر پر ہمیشہ راضی رہنا چاہیے۔

سبق:۳ سُوْرَۃُ الْکَھْف آیات:۱تا۵۹

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت میں ان آیات کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ اللہ ﷻ کی حمد و ثنا کا بیان، قرآن حکیم کی فضیلت، صداقت اور اوصاف کا بیان۔

۲نزولِ قرآن مجید کی حکمت کا ذکر اور مومنین کے لئے ابدی انعام واکرام کی بشارت کا تذکرہ۔

۳۔ عیسائیت کے غلط عقائد کا رد، نبی کریم ﷺ کی امت سے محبت کا بیان اور دنیا کی حقیقت کا ذکر۔

۴۔ اسباب کی قلت کے باوجود اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنے والے اصحاب کہف کا مفصل واقعہ اور غار کی کیفیت کا ذکر۔

۵۔ انشاء اللہ کہنے کی اہمیت کا بیان، آپ ﷺ کو تلاوتِ قرآن کا حکم اور مشکل حالات میں داعی کے لئے ہدایات کا بیان۔

۶۔ کافروں اور ظالموں کی سخت سرزنش اور ان کے لئے جہنم کے سخت عذاب کی وعید اور مومنین صالحین کے لئے جنت کی ابدی اور اعلیٰ ترین نعمتوں کی بشارت کا تذکرہ۔

۷۔ دنیاوی اسباب سے مالا مال مادہ پرست، متکبر اور کافر شخص کے باغ کا قصہ۔ ۸۔ حیات دنیا کی بے ثباتی اور مال و اولاد کی حقیقت کا بیان۔

۹۔ قیامت کے دن کے احوال کا ذکر، میدان حشر اور بروز محشر حساب و کتاب کی کیفیت کا بیان۔

۱۰۔ شیطان کی پیروی اور شرک کے انجام کا ذکر، مقام ہلاکت کی تفصیلات اور غرور کے انجام بیان۔

۱۱۔ جامعیتِ قرآن مجید کا ذکر، آنحضرت ﷺ کے فریضہ بشارت و نذارت کا تذکرہ۔

۱۲۔ انسان کی ہٹ دھرمی، کافروں کے افعال، سب سے بڑے ظالم کی پہچان و نشاندہی۔

۱۳۔ اللہ ﷻ کی بخشش و رحمت کا بیان اور ظالموں کے بُرے انجام سے عبرت حاصل کرنے کا ذکر۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: تمام تعریفوں اور شکر کا مستحق اللہ ﷻ ہے جس نے اپنے مکرم اور مقرب بندہ آنحضرت ﷺ پر قرآنِ حکیم نازل فرمایا۔ "عوج" کے معنیٰ کسی قسم کی کجی یا ایک طرف جھکاؤ کے ہیں۔ اللہ ﷻ کی طرف سے اتارا جانے والا قرآنِ حکیم ہر قسم کی کجی اور افراط و تفریط سے پاک کلام ہے۔

علمی بات: اس آیت کا موضوع اللہ ﷻ کی کتاب کا نزول ہے۔ اللہ ﷻ وہ باکمال ہستی ہے جس نے اپنے بندوں پر لاتعداد احسانات اور انعامات فرمائے ہیں اور مسلسل فرما رہا ہے۔ ان احسانات میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے انسان کو ہدایت کا راستہ سکھایا اور اَلْھُدیٰ یعنی قرآنِ حکیم نازل فرمایا۔

علمی بات: اس آیت میں اللہ ﷻ نے نبی اکرم ﷺ کی شانِ عبدیت کو نمایاں کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ ﷻ نے اپنی شانِ ربوبیت کو اور رسول اللہ ﷺ کی شانِ عبدیت کو بار بار بیان فرمایا ہے۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ ۱، آیت:۱ میں "رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ سورۃ العلق ۹۶، آیت:۱ میں "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ" "آپ (ﷺ) اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔" سورۃ الفلق ۱۱۳، آیت:۱ میں "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ"، (اے نبی ﷺ!) آپ فرما دیجیے میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔" اور سورۃ الناس ۱۱۴، آیت:۱ "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ"، (اے نبی ﷺ!) "آپ فرما دیجیے میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔" اور سورۃ المدثر ۷۴، آیت:۳ میں فرمایا "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" "اور اپنے رب کی بڑائی (بیان) کریں۔" اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی شانِ عبدیت کے متعلق سورۃ الفرقان ۲۵، آیت:۱ میں فرمایا "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ" "بہت ہی بابرکت ہے وہ (اللہ) جس نے اپنے بندے (نبی اکرم ﷺ) پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا" سورۂ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۱ میں فرمایا: "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا" "پاک ہے وہ جو ایک رات کے تھوڑے سے حصّہ میں اپنے (خاص) بندے کو مسجد الحرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گیا" اور سورۃ الکہف ۱۸، آیت:۱ میں فرمایا "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی

عَبْدِهِ الْكِتٰبَ "" تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب نازل فرمائی۔ "ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ﷻ ہم سب کا رب ہے اور اسے شانِ عبدیت پسند ہے۔ مقامِ عبدیت کے مثل کوئی مقام نہیں اور رسول اللہ ﷺ عبدیت کاملہ کے بلند مقام پر فائز ہیں۔

علمی بات: کجی (ٹیڑھ) نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں کوئی بات بھی ایسی نہیں جو عقل و فطرت اور عدل و صداقت سے ہٹی ہوئی ہو۔ یہ فضول فلسفیانہ بحثوں، تضاد بیانی اور بے کار باتوں سے بالکل پاک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلیم الطبع اور خیر پسند لوگوں کے دلوں میں قرآنِ مجید با آسانی اتر جاتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ "(یہ) وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔" (سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۲)

عملی پہلو: ہم پر لازم ہے کہ ہم اللہ ﷻ کی زیادہ سے زیادہ حمد اور تسبیح بیان کریں۔ اللہ ﷻ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام کر رکھیں تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکیں۔ خود بھی اللہ ﷻ کے نیک بندے بنیں اور اللہ ﷻ کے بندگی کی دوسروں کو دعوت دیں۔

آیت نمبر ۲: "قیم" سے مراد "بالکل سیدھا" ہونا ہے یا اس سے مراد بندوں کی دینی اور دُنیاوی مصالح کی حفاظت کرنے والا ہے۔ قرآنِ حکیم سیدھا، سچا اور اختلاف سے پاک کلام ہے جو سابقہ آسمانی کتب کی تصدیق کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم نافرمانوں کو عذاب کے بارے میں خبردار کرتا ہے۔ جبکہ ایمان لانے والے نیکوکاروں کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔

علمی بات: یہ کتاب خود بھی قائم و دائم ہے اور انسانوں کے لئے بھی ذریعۂ ہدایت اور استقامت کا باعث ہے۔ اس کے بعد کوئی ہدایت یا وحی نازل نہیں ہو گی یہی آخری مکمل و جامع کتاب ہے اور تا قیامت محفوظ ہے۔ "اہلِ ایمان کے لئے نصیحت، شفاء، ہدایت اور رحمت ہے۔" (سورۃ یونس ۱۰، آیت: ۵۸)

علمی بات: نبی اکرم ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ ﷺ اس کتاب کے ذریعہ انکار کرنے والوں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈر سناتے ہیں اور اہلِ ایمان کو جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔

علمی بات: نیکیوں سے مراد وہ اعمال ہیں جو اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ ﷻ کی رضا اور اخروی نجات کے لئے سر انجام دیئے جائیں۔ ایسے اعمال کرنے والوں کے لئے اللہ ﷻ کے ہاں ان کا بہترین اجر محفوظ ہے۔

پہلی اور دوسری آیت کی روشنی میں قرآنِ مجید کی خصوصیات: ۱۔ اس کو سمجھنے اور عمل کرنے میں ذرا بھی ٹیڑھ پن، منطقی انداز فکر یا فلسفیانہ الجھاؤ نہیں ہے بلکہ یہ قرآنِ حکیم اپنے معنیٰ اور مفہوم کے لحاظ سے نہایت صاف صاف اور واضح احکامات پر مشتمل ہے۔ قرآنِ کریم دنیا اور آخرت کو سدھارنے کا ذریعہ ہے اس لئے اس کا ہر اصول آسان اور سہل ہے جس پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔

۲۔ وہ " قیم " ہے اس قدر درست، صحیح، کامل اور مکمل ہے کہ اس کو پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے والا "راہ مستقیم" پر رہتا ہے۔

۳۔ اس کتاب الٰہی کو ماننے، سمجھنے اور عمل کرنے والے لوگوں کو نہ صرف اس دنیا کی کامیابیاں عطا کی جاتی ہیں بلکہ ایمان و عمل صالح اختیار کرنے والوں کے لئے ابدی راحتوں، کامیابیوں اور عزت و سربلندی کی ایسی خوش خبریاں بھی دی گئی ہیں جن راحتوں میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کی لذتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

آیت نمبر ۳: قرآنِ حکیم پر ایمان لا کر نیک اعمال انجام دینے والے مومنوں کو قرآنِ حکیم جنت کی دائمی زندگی کی بشارت دیتا ہے۔

علمی و عملی بات: جو لوگ نیک اعمال کریں گے۔ اللہ ﷻ انہیں اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ دنیا کی نعمتیں چاہے جتنی زیادہ بھی ہوں اور دنیا کا گھر کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو ایک دن بالآخر انسان کو اس سے نکلنا ہے اور موت آنی ہے۔ نہ دنیا کی کوئی چیز ہمیشہ کے لئے ہے اور نہ ہی انسان ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس کے برعکس جنت کی نعمتیں بھی دائمی ہیں اور اس میں رہنا بھی ہمیشہ کے لئے ہو گا۔ لہٰذا ہمیں آخرت کے لئے محنت کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۴: قرآنِ حکیم خصوصی طور پر ان کو عذاب سے ڈراتا ہے جو اللہ ﷻ کے لئے اولاد کو منسوب کر کے اس کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ اس آیت میں قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد بیان کیا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کر رہے ہیں ان کو اللہ ﷻ کے عذاب کا ڈر سنائیں۔

علمی بات: یہ تنبیہ خاص طور پر ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ ﷻ کے لئے اولاد ہونے کے قائل ہیں۔ اشارہ خصوصیت کے ساتھ نصاریٰ کی طرف ہے جو

حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیتے ہیں اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا بنایا تھا (معاذ اللہ)۔ ویسے یہ تنبیہ عام طور پر ان سب کے لئے ہے جو کسی نہ کسی شکل میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ ﷻ اولاد رکھتا ہے (معاذ اللہ) مثال کے طور پر مشرکین مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔

علمی بات: جو لوگ بد عمل، بدنیت، اور بد عقیدہ ہیں جنہوں نے اللہ ﷻ کی عبادت و بندگی کے بجائے اللہ ﷻ کے نبیوں کو اللہ ﷻ کا بیٹا بنا دیا ہے اور وہ ان ہی کی عبادت و بندگی کرتے ہیں ان کے لئے سخت سزا ہے۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرمایا کہ یہ ایک ایسا سفید جھوٹ اور بے تحقیق بات ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں بڑی سخت گستاخی اور ناقابل معافی جرم ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے جہنم کی آگ تیار کی گئی ہے جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔

علمی بات: عرب میں بت پرستی اور شرک کی ان گنت شکلیں مروج تھیں۔ ان میں سے ایک شکل یہ تھی کہ بعض لوگ (نعوذ باللہ) فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں مانتے تھے اور ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ قرآنِ کریم تو کفر و شرک کی ساری صورتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے۔ خصوصاً یہ بھونڈا شرک جس کو عقل اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود قبول کرنے کے لئے تیار نہیں جو محض جہالت، حماقت اور اندھی تقلید کا نتیجہ ہے۔ اس غلط اور احمقانہ عقیدہ کے خوفناک نتائج سے آگاہ کرنا بھی اس کتاب کے مقاصد میں سے ہے۔

علمی بات: دور حاضر کی دجالیت کی اصل جڑ موجودہ مسیحیت ہے جس کی بنیاد تثلیث پر رکھی گئی ہے اور اب اسے مسیحیت کے بجائے Paulism کہنا زیادہ درست ہے۔ اس میں سب سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیا گیا۔ پھر اس میں کفار کا عقیدہ شامل کیا گیا کہ جو کوئی بھی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے گا اسے تمام گناہوں سے پیشگی معافی مل جائے گی۔ اس کے بعد شریعت کو ساقط کر کے اس سلسلہ میں تمام اختیارات پوپ کو دے دیئے گئے کہ وہ جس چیز کو چاہے حلال قرار دے اور جس کو چاہے حرام۔ ان تحریفات کی وجہ سے یورپ میں عام لوگوں کو لفظ "مذہب" سے ہی شدید نفرت ہو گئی۔ پھر جب ہسپانیہ میں مسلمانوں کے زیر اثر جدید علوم کو فروغ ملا تو فرانس، اٹلی اور جرمنی وغیرہ کے بے شمار نوجوانوں نے اسپین کے شہروں قرطبہ، غرناطہ اور طلیطلہ کی یونیورسٹیوں میں داخلہ لیا۔ یہ نوجوان حصول تعلیم کے بعد جب اپنے اپنے ممالک میں واپس گئے تو یورپ میں ان کی نئی فکر کی وجہ سے اصلاح مذہب (Reformation) اور احیائے علوم (Renaissance) کی تحریکات شروع ہوئیں۔ ان کی وجہ سے یورپ کے عام لوگ جدید علوم کی طرف راغب تو ہوئے مگر معاشرہ میں پہلے سے موجود مذہب مخالف جذبات کی وجہ سے مذہب دشمنی خود بخود اس تحریک میں شامل ہو گئی۔ نتیجتاً جدید علوم کے ساتھ مذہب سے بیزاری روحانیت سے لاتعلقی آخرت سے انکار اور اللہ ﷻ کے تصور سے بیگانگی جیسے خیالات بھی یورپی معاشرہ میں مستقلاً جڑ پکڑ گئے، یہ سب کچھ عیسائیت میں کی جانے والی مذکورہ تحریفات کا ردعمل تھا۔ آیت زیر نظر میں ان ہی لوگوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے یہ عقیدہ ایجاد کیا تھا کہ مسیح (نعوذ باللہ) اللہ ﷻ کا بیٹا ہے۔

آیت نمبر ۵: اللہ ﷻ کے لئے اولاد قرار دینے کے بارے میں ان کے پاس نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی ان کے باپ دادا کے پاس تھی۔ اللہ ﷻ کی اولاد قرار دینا بہت بڑی سنگین بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔ درحقیقت ان کا یہ دعویٰ جھوٹ پر مبنی ہے اور انتہائی بھونڈا عقیدہ ہے۔

علمی بات: جو لوگ اللہ ﷻ کے لئے بیٹا یا اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے پاس اس دعویٰ کے پیچھے کوئی علمی دلیل نہیں ہے۔ اللہ ﷻ کے بارے میں انسان کو علم یا تو اس شعور کی بنا پر ہوتا ہے جو انسان کی فطرت کے اندر موجود ہوتا ہے۔ یا ان نشانیوں کے ذریعہ ہوتا ہے جو اللہ ﷻ نے آفاق و انفس میں رکھی ہیں یا پھر وحی کے ذریعہ جو وہ انبیاء علیہم السلام پر بھیجتا ہے اور جس کی نمایاں ترین شکل کتاب الٰہی ہے۔ اس کے علاوہ اللہ ﷻ کے بارے میں جاننے کا ذریعہ انسان کے پاس کوئی نہیں۔ ان تینوں ذرائع میں سے کوئی ذریعہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے اس بات کی تائید ہوتی ہو کہ اللہ ﷻ اولاد رکھتا ہے بلکہ ہر ذریعہ اس کی نفی کرتا ہے۔ پھر کس بنیاد پر لوگ اللہ ﷻ کے لئے اولاد یا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ لہٰذا شرک کی جو بھی دلیل مشرکین دیتے ہیں یہ سب کی سب جھوٹ اور باطل ہیں۔

آیت نمبر ۶: مشرکین کے قرآنِ حکیم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو رنجیدہ نہ ہونے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ آپ ﷺ کو ان لوگوں کی ہدایت کی فکر میں اپنے آپ کو ہلکان نہ کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

علمی بات: نبی کریم ﷺ اپنی قوم کے لئے بڑے خیر خواہ تھے اور ان کے ایمان نہ لانے کا آپ ﷺ کو بہت زیادہ صدمہ تھا۔ آپ ﷺ بہت درد مند انسان تھے اس لئے یہ کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ آپ ﷺ کی قوم عذاب سے دوچار ہو جائے مگر تنبیہ اور نصیحت کے بعد بھی لوگ اپنے آپ کو نذر آتش کرنا چاہتے ہوں تو ان پر افسوس کرنے سے کیا حاصل۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کو تسلّی دی گئی ہے کہ ان لوگوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ اگر یہ نہیں مانتے تو ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں آپ ﷺ نہ گھلیں۔ اس میں جہاں رسول اکرم ﷺ کی اپنی قوم سے درد مندی کا اظہار ہے وہاں ایمان نہ لانے والوں پر عتاب بھی ہے کہ یہ اس لائق نہیں ہیں کہ اُنہیں سمجھایا جائے۔

عملی پہلو: سیرت النبی ﷺ سے ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ ہمیں لوگوں کو ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ کے ساتھ دین کی دعوت دینی چاہیئے۔ اپنی، اپنے گھر والوں اور دوسرے لوگوں کی آخرت کی فکر کرنا ہمارا فرض بھی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی عظیم سنت بھی۔ مزید یہ کہ یہ جہاں ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے وہاں لوگوں سے محبت کا اظہار بھی ہے۔

آیت نمبر ۷: زمین پر جو کچھ ہے اسے باعث رونق اور زینت بنایا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو آزمایا جائے کہ کون دنیا کی زینت میں کھو کر اللہ ﷻ سے غافل ہو جاتا ہے اور کون اللہ ﷻ کی بندگی کو ترجیح دیتا ہے۔ اس آیت میں اللہ ﷻ نے دنیا کو خوش نما اور پُر فریب بنانے کی وجہ انسان کا امتحان بتایا ہے۔

علمی و عملی بات: دجل کے معنیٰ دھوکہ کے ہیں اور دنیا دھوکہ کا سامان ہے۔ اس آیت میں دجالی فتنہ یعنی دنیا کی کشش اور پُر فریبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ انسان کا امتحان اس بات میں ہے کہ وہ دنیا کی رنگینی سے متأثر ہو کر اسی کا ہو کر رہ جاتا ہے یا دنیا کی اصلیت کو سمجھ کر اپنے اصل خالق و مالک کو پہچانتا ہے۔ اس آزمائش میں انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ دنیا پرستی کرے یا اپنے رب کی عبادت کرے۔ دنیا بے حد پُر کشش مگر دھوکہ ہے۔ اس میں ہر لمحہ لوگوں کا امتحان ہو رہا ہے کہ وہ دنیا کی چکاچوند میں کھو کر اللہ ﷻ سے غافل ہو جاتے ہیں یا دنیا کی وقتی اور کم تر لذتوں کے بجائے آخرت کی دائمی اور بہتر نعمتوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ دنیا کا انجام یہ ہے کہ یہ عنقریب فنا ہونے والی ہے۔

آیت نمبر ۸: دنیا کی ہر چیز کے عارضی ہونے اور بالآخر اپنی تمام رونقوں سمیت فنا ہو جانے کا بیان ہے۔ زمین کو ایک ہموار میدان میں تبدیل کر دیا جائے گا جو میدانِ حشر ہو گا۔ اس کے بعد نیک و بد کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

علمی و عملی بات: جتنی چیزوں سے یہ زمین سجی ہوئی اور بارونق نظر آتی ہے ایک دن وہ سب فنا ہو جائیں گی، نہ کوئی عمارت باقی رہے گی، نہ پہاڑ اور درخت، بلکہ وہ چٹیل اور سپاٹ میدان میں تبدیل ہو جائے گی، اس وقت یہ حقیقت واضح ہو گی کہ دنیا کی ظاہری خوبصورتی بڑی ناپائیدار تھی۔ یہ مال و اولاد، یہ غلام اور مویشی، یہ جاہ و جلال کے سب وسائل ناپید ہو جائیں گے اس وقت اگر کوئی چیز کارآمد ہو گی تو انسان کے اچھے اعمال ہوں گے جو اس کے ساتھ جائیں گے۔

علمی بات: آیت نمبر ۷ میں کفار کو مخاطب کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو تسلّی دینے کے بعد آپ ﷺ کے منکرین کو مخاطب کیئے بغیر یہ سنایا جا رہا ہے کہ یہ سر و سامان جو زمین کی سطح پر وہ دیکھتے ہیں اور جس کی دل فریبیوں پر وہ فریفتہ ہیں، یہ ایک عارضی زینت ہے جو محض اُنہیں آزمائش میں ڈالنے کے لئے مہیا کی گئی ہے۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ ﷻ نے ان کے عیش و عشرت کے لئے فراہم کیا ہے، اس لئے وہ زندگی کے مزے لوٹنے کے سوا اور کسی مقصد کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اس لئے وہ کسی سمجھانے والے کی بات پر کان بھی نہیں دھرتے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سامان عیش نہیں بلکہ وسائل امتحان ہیں جن کے درمیان اُنہیں کو رکھ کر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ ان میں سے کون اپنی اصل کو فراموش کر کے دنیا کی ان دل فریبیوں میں گم ہو جاتا ہے، اور کون اپنے اصل مقام (بندگی رب) کو یاد رکھ کر صحیح رویہ پر قائم رہتا ہے۔ جس روز یہ امتحان ختم ہو جائے گا اسی روز یہ بساط عیش الٹ دی جائے گی اور یہ زمین ایک چٹیل میدان کے سوا کچھ نہ رہے گی۔

آیت نمبر ۹: اصحاب کہف کون تھے؟ کیا تھے؟ ان کی تعداد کتنی تھی؟ اور کن حالات میں یہ واقعات پیش آئے؟ اس کی تفصیل کے بجائے مختصر اور موثر انداز میں اصحاب کہف کے جذبۂ ایمانی اور ایثار و قربانی کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ چند ایسے مخلص نوجوان تھے جنہوں نے شہری زندگی، گھر کے راحت و آرام اور خود اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر پہاڑوں کے غاروں کو اپنا مسکن بنا لیا تھا تاکہ ان کے ایمان کی حفاظت ہو سکے اور اللہ ﷻ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے۔ مزید

تفصیل اگلی آیات میں ذکر کی گئی ہے۔

علمی بات: کہف اس وسیع غار کو کہتے ہیں جو پہاڑ میں موجود ہوتا ہے۔ رقیم سے مراد پتھر کا وہ کتبہ ہے جس پر اصحاب کہف کے نام لکھے تھے یا اس بستی کا نام ہے جہاں سے اصحاب کہف نے ہجرت کی۔ مادہ پرستی کے رد پر پہلا واقعہ اصحاب کہف کا قصّہ بیان کیا گیا۔

یہود کی شرارت پر مشرکین کا سوال اور اس پر اللہ ﷻ کا جواب ذکر کیا گیا۔ اصحاب کہف کے واقعہ کو حیران کن سمجھنے والوں سے خطاب فرمایا گیا کہ اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہی واقعہ حیرت انگیز نہیں بلکہ کائنات میں اللہ ﷻ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں۔

علمی بات: مشرکین مکہ نے جو تین سوالات نبی اکرم ﷺ سے پوچھے تھے ان میں سے اصحابِ کہف کے متعلق فرمایا جارہا ہے کہ تمہیں یہ واقعہ عجیب لگتا ہے حالانکہ اللہ ﷻ کی بے شمار نشانیاں موجود ہیں تو بس اسی عجیب نشانی کے بارے میں پوچھا گیا۔

علمی بات: کہف کسی پہاڑ کی اس کھوہ کو کہتے ہیں جو کھلی اور کشادہ ہو اور اگر تنگ ہو تو اسے غار کہتے ہیں اور رقیم، مرقوم کے معنوں میں ہے یعنی رقم کیا ہوا یا لکھا ہوا۔ لوگوں نے اصحاب کہف کے نام اور ان کا واقعہ ایک پتھر یا سیسہ وغیرہ جیسی دھات کی تختی پر کندہ کرکے غار کے منہ پر نصب کر دیا تھا۔ اسی لئے ان کو اصحاب کہف و رقیم کہتے ہیں یہ ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ یہ اصحاب کہف یک دَم معاشرہ سے غائب ہوگئے اور کافی تلاش کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکا تو اس وقت کی حکومت نے ان کے نام اور پتے قلمبند کر لیئے جو مدتوں حکومت کے ریکارڈ میں رہے اور بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ نام اس وقت ریکارڈ کیئے گئے تھے جب لوگوں کو ان کا پتہ چل گیا ان کا چرچا عام ہوا اور یہ لوگ دوبارہ اس غار میں داخل ہوگئے تو لوگوں نے ان کے نام اور پتے وغیرہ لکھ کر غار سے باہر کتبہ لگا دیا اور ان کے مختصر حالات بھی درج کر دیئے گئے۔

علمی بات: ایک جدید تحقیق کی رو سے یہ غار (اردن کے دارالحکومت) سے آٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر الرجیب میں واقع ہے اور یہ الرجیب ہی الرقیم کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ حکومت اردن کے دائر آثار عامہ نے کھدائی وغیرہ کا جو کام کیا اس کے بعد حقائق بالکل ابھر کر سامنے آگئے ہیں جو مختصراً درج ذیل ہیں: یہ غار جنوب شمال جہت میں واقع ہے اور سورج مشرق اور مغرب کی سمت میں غار سے کترا کر نکل جاتا ہے۔ غار اندر سے کشادہ ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں بیان ہوا ہے وھم فی فجوۃ منہ۔ غار کے اندر آٹھ قبریں ہیں۔ غار کے اوپر مسجد کے کھنڈر ہیں مسجد کا ذکر آیت نمبر:۲۱ میں ہوا ہے۔ اس مسجد کے سات ستون ہیں جو غالباً اصحاب کہف کی تعداد کی مناسبت سے قائم کئے گئے تھے۔ شمالی دیوار پر ایک جانور کی تصویر بنی ہوئی ہے جس کے بارے میں ماہرین آثار کا کہنا ہے کہ یہ کتے کی تصویر ہے علاوہ ازیں دیوار پر فینسی اور قدیم یونانی خط میں کچھ باتیں کندہ ہیں۔ اصحاب کہف کے غار میں پناہ لینے کا واقعہ تراجان کے زمانہ کا ہے جس نے ۹۸ ء تا ۱۱۷ء میں حکومت کی اور ۱۰۹ء میں اس نے شرق اردن فتح کر لیا تھا۔ یہ حکمران بڑا ظالم تھا اور جو شخص بھی بت پرستی سے اور بتوں کے آگے قربانیاں پیش کرنے سے انکار کرتا اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا تھا۔ اس کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں پر سخت مظالم ڈھائے گئے۔ اس کے عہد کے بازنطینی سکے بھی اس غار میں ملے ہیں۔ مسلم مؤرخین کے اقوال سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ غار عمان کے قریب واقع ہے۔ چنانچہ مقدسی کی کتاب احسن التقاسیم میں ہے " الرقیم شرق اردن میں عمان سے قریب ایک شہر ہے" اور یاقوت حموی معجم البلدان میں لکھتے ہیں "عمان شام کے اطراف میں ایک شہر ہے اور یہ سرزمین بلقاء کا بڑا شہر رہا ہے اس کے قریب ہی کہف اور الرقیم واقع ہیں۔"

علمی بات: معروف مؤرخ ایڈورڈ گبن نے اپنی مشہور کتاب "زوال وسقوط سلطنت روم "میں بیان کیا ہے کہ وہ ظالم بادشاہ ڈوسیس تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں پر ظلم ڈھانے میں بہت مشہور ہے۔ مسیحی تاریخ میں اصحاب کہف کو سات سونے والے (seven sleepers) کہا گیا ہے۔ یہ شہر افیسس (Ephesus) کا قصّہ ہے جو ترکی کے مغربی ساحل پر واقع زمانۂ قدیم کا ایک مشہور شہر تھا۔ اس کے عظیم کھنڈر آج بھی وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ یہ شہر بت پرستی کا ایک بڑا مرکز تھا اور یہاں چاند دیوی کی پرستش ہوتی تھی جسے ڈائنا (Diana) کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ یہ اسی کا عظیم الشان مندر تھا جو زمانۂ قدیم کے عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس علاقہ میں اس وقت قیصر ڈیسیس (Desius) یا پھر تراجان کی حکومت تھی جو ۲۴۹ء سے ۲۵۱ء تک سلطنت روما کا فرماں روا

رہا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکار اسی کے لگ بھگ زمانے میں اپنی دعوت لے کر یہاں پہنچے۔ رومی حکمران خود بھی بت پرست تھا۔ وہ مذہب توحید کی اشاعت کو برداشت نہیں کر سکا۔ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، وہ بالعموم ظلم و ستم کا نشانہ بن گئے۔ جن نوجوانوں کا یہ قصّہ ہے، وہ شہر کے اعلیٰ گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے اور غالباً ۲۵۰ء میں کسی وقت ایمان لا کر اس دعوت کے مبلغ بنے۔ انہوں نے یہ دعوت اس زور کے ساتھ اور علانیہ پیش کی کہ پورا ماحول ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ اُنہیں سنگسار کر دیا جائے گا۔ اس پر وہ لوگ شہر سے باہر نکل کر ایک غار میں پناہ گیر ہو گئے۔

جس بادشاہ کے زمانہ میں یہ حضرات بیدار ہوئے مسیحی تاریخی روایات کے مطابق وہ تھیوڈوسیس ثانی کا زمانہ تھا۔ جس کا دورِ حکومت ۴۰۸ تا ۴۵۰ عیسوی ہے۔ مسلمان مؤرخین اور مفسرین کرام نے بھی اس سے ملتی جلتی تفصیلات بیان فرمائی ہیں اور ظالم بادشاہ کا نام دقیانوس ذکر کیا ہے موجودہ دور کے بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ اردن کے شہر عمان کے قریب پیش آیا تھا جہاں ایک غار میں کچھ لاشیں اب تک موجود ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی اتنی مستند نہیں ہے کہ اس پر مکمل بھروسہ کیا جا سکے۔

قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ کسی واقعہ کی اتنی ہی تفصیل بیان فرماتا ہے جو فائدہ مند ہو۔ اس سے زیادہ تفصیلات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان حضرات کو "اصحاب الکہف" (غار والے) کہنے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ انہوں نے غار میں پناہ لی تھی۔ لیکن ان کو "رقیم والے" کیوں کہتے ہیں؟ اس کے بارے میں مفسرین کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ "رقیم" اس غار کے نیچے والی وادی کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "رقیم" تختی پر لکھے ہوئے کتبے کو کہتے ہیں۔ اور ان حضرات کے انتقال کے بعد ان کے نام ایک تختی پر کتبے کی صورت میں لکھوا دیئے گئے تھے۔ اس لئے ان کو "اصحاب الرقیم" بھی کہا جاتا ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جس پر وہ غار واقع تھا۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ رقیم اس عمارت کا نام تھا جو اصحاب کہف کی یادگار میں ان کے غار پر بنائی گئی تھی۔ واللہ سبحانہٗ اعلم۔

علمی بات: یہ خطاب عام ہے۔ واحد کے صیغہ سے خطاب کا یہ اسلوب اس وقت اختیار کیا جاتا ہے، جب مخاطبین کے ایک ایک شخص کو فرداً فرداً خطاب کرنا پیش نظر ہوتا ہے۔ آیت سے واضح ہے کہ قریش کو یہ قصّہ اہل کتاب سے سن کر سخت تعجب ہوا اور غالباً ان ہی کے ایما سے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے امتحان کی غرض سے اسے آپ ﷺ کے سامنے پیش کر دیا کہ دیکھیں آپ ﷺ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آگے آیت: ۲۴ میں اشارہ ہے کہ یہ قصّہ ان کے سوال کے جواب میں سنایا گیا ہے۔ تاہم قرآن حکیم نے اسے افسانوں کے حجاب سے نکال کر اس کی اصل صورت میں اس طرح سنایا ہے کہ سورت کے مضمون سے پوری طرح ہم آہنگ ہو کر یہ اس کے انذار و بشارت کا نہایت مؤثر ذریعہ بن گیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ تم ان غار والوں کی داستان کو بہت عجیب سمجھتے ہو۔ اللہ ﷻ نے جو نشانیاں اپنے دین کے علم برداروں کی حفاظت کے لئے ظاہر کی ہیں، یہ بھی ان ہی میں سے ایک نشانی ہے۔ اس طرح کی نشانیاں پہلے بھی ظاہر ہوتی رہی ہیں اور اس وقت بھی، اگر اللہ ﷻ نے چاہا تو ان اہل حق کے لئے ظاہر ہو جائیں گی جنہیں تم شدید تکالیف اور دکھ پہنچا رہے ہو۔ یہ اللہ ﷻ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

علمی بات: غار والوں کا قصّہ چونکہ بعث بعد الموت پر ایک واضح دلیل اور خرق عادت امر تھا۔ لہٰذا اس قصّہ کا آغاز ہی اس جملہ سے کیا گیا کہ کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ یہ قصّہ اللہ ﷻ کی حیران کن نشانیوں میں سے ایک بڑی اہم نشانی تھی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی دوسری نشانیاں اس واقعہ سے بہت زیادہ حیران کن ہیں جو کائنات میں ہر سو بکھری ہوئی ہیں اور خود تمہاری اپنی جانوں کے اندر بھی موجود ہیں۔ بالفاظ دیگر اللہ ﷻ جو کچھ پہلے تخلیق کر چکا ہے اس کے مقابلہ میں بعث بعد الموت اس کے لئے بہت آسان اور معمولی سی بات ہے۔

علمی بات: یہ واحد بڑی اور عجیب نشانی نہیں ہے۔ بلکہ اللہ ﷻ کی ہر نشانی ہی عجیب اور حیران کن ہے جو دعوتِ فکر دے رہی ہے۔ یہ آسمان و زمین کی پیدائش اور اس کا نظام، شمس و قمر اور کواکب کی تسخیر، رات اور دن کا آنا جانا اور دیگر بے شمار نشانیاں، کیا تعجب انگیز نہیں ہیں۔

آیت نمبر ۱۰: اصحابِ کہف توحید پرست نوجوان تھے جنہوں نے حق کی خاطر ایک غار میں پناہ لی۔ ان کے دور کا بادشاہ اور لوگ مشرک تھے۔ پناہ لیتے وقت انہوں نے اللہ ﷻ سے ثابت قدمی، رحمت نازل فرمانے اور صحیح رہنمائی فرمانے کی دعا کی۔

علمی بات: یہ نوجوان توحید پرست تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے جبکہ ان کے معاشرہ میں ہر طرف شرک اور بت پرستی کا دور دورہ تھا اس وقت کا رومی بادشاہ خود بت پرست اور مشرک تھا عیسائیوں پر ظلم و ستم ڈھانے کے معاملہ میں اس کا عہد بہت بدنام ہے۔ ان نوجوانوں نے جب دیکھا کہ توحید پرستوں پر کس طرح سختیاں کر کے اُنہیں شرک و بت پرستی پر مجبور کیا جارہا ہے تو انہوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے مناسب یہی سمجھا کہ لوگوں کی نظروں سے روپوش ہو جائیں۔

عملی پہلو: ایک ظالم بستی میں سے چند نوجوانوں کا پوری قوتِ ایمانی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہونا ان کی حمیت حق اور بلند حوصلہ کی علامت ہے اور یہ بات نوجوانوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ لہٰذا نوجوانی میں دین کے لئے جدوجہد کرنا زیادہ پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ ایک قول ہے کہ جوانی میں استغفار کی کثرت اور رجوع الی اللہ پیغمبروں کا شیوہ ہے۔ اصحابِ کہف کی دعا کا بالخصوص تذکرہ کر کے ہمارے لئے رہنمائی دی گئی ہے کہ ہر معاملہ میں اللہ ﷻ سے دعا ضرور کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہی حقیقتاً اور مستقلاً ہمارا مددگار ہے۔ بالخصوص اللہ ﷻ سے رشد و ہدایت کی دعا کرنی چاہیئے۔ بلاشبہ وہی ہر معاملہ میں ہدایت و رہنمائی عطا فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۱۱: اصحاب کہف کی دعا کی قبولیت کے طور پر ان پر لمبی مدت کے لئے نیند طاری کر دی گئی۔ اللہ ﷻ نے اُنہیں لمبی مدت تک سُلا کر وقت کے ظالم بت پرست بادشاہ سے نجات عطا فرمائی۔

علمی بات: چنانچہ اللہ ﷻ نے اصحابِ کہف کی دعا قبول فرمائی اور اُنہیں اپنے دامن رحمت میں لے کر صدیوں تک ان پر نیند طاری کر دی۔ اور جب وہ جاگے تو ظالم بادشاہ ٹراجان کو مَرے ہوئے زمانہ بیت چکا تھا۔ جو اُس وقت توحید پرستوں کا سخت ترین دشمن تھا۔ اب ایک نیک بادشاہ تھیوڈوسیس (Theodosius) ثانی کا دورِ حکومت تھا۔ اس کے دور میں پوری رومی سلطنت نے عیسائیت کا مذہب قبول کر لیا تھا۔ لہٰذا اب توحید پرستوں پر کوئی ایسی سختی نہ رہی تھی جو پہلے والے مشرک بادشاہ کے زمانہ میں تھی۔

عملی پہلو: نیند اور نیند کے بعد دوبارہ اُٹھنا یہ اللہ ﷻ کی رحمت سے ہے اور یہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے کی ایک بڑی نشانی ہے۔ اس لئے صبح بیدار ہونے کے بعد مسنون دعا پڑھنی چاہیئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَحْيَانَا بَعْدَ مَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ "تمام تعریف اس اللہ ﷻ کے لئے ہے جس نے ہم کو (نیند کی صورت میں) موت طاری کرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔" (سنن ابن ماجہ) یہ دعا ایک یاد دہانی بھی ہے کہ ایک دن ہم نے مرنا ہے اور پھر مرنے کے بعد پھر جی اُٹھنا ہے۔

آیت نمبر ۱۲: طویل مدت تک سُلانے کے بعد جب اللہ ﷻ نے چاہا اصحاب کہف کو نیند سے بیدار کر دیا۔

دو گروہوں سے مراد: ۱۔ اصحاب کہف میں سے ہی دو گروہ ہیں۔

۲۔ ایک گروہ سے مراد اصحاب کہف اور دوسرے سے مراد شہر والے ہیں جن کے زمانہ میں اصحاب کہف جگائے گئے۔

علمی بات: آگے آیات میں تذکرہ ہے کہ اصحاب کہف کے مابین یا اصحاب کہف اور اہل شہر کے درمیان اس بات پر اختلاف واقع ہو گیا تھا کہ اصحاب کہف کتنی مدت سوئے ہیں۔ ان کے پاس مدت معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اصحابِ کہف کو اپنی مدت کا اندازہ نہیں ہو سکا جبکہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم کچھ دیر کے لئے سوئے ہوں گے۔ دوسری طرف اس وقت کے لوگوں نے ان کے بیدار ہونے کے بعد ان کے ساتھی کے پاس موجود سکہ دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ وہ نوجوان ہیں جو تقریباً تین سو (۳۰۰) سال پہلے لاپتہ ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ اللہ ﷻ کی طرف سے لوگوں کے لئے نشانی ہو گئی۔

علمی بات: اس آزمائش کا پہلا مقصد یہ تھا کہ جب وہ ان کی زندگی و مدت کی صحیح گنتی سے عاجز ہوں گے تو اقرار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ اس کے متعلق یقینی علم صرف اللہ ﷻ کو ہے جو علیم و خبیر ہے اور یقین کریں گے کہ وہی ان کے حالات کو بہتر جانتا ہے اور اسی کے علم میں ہے کہ ان کے جسموں کو کس طرح محفوظ رکھا گیا اور ان کا دین کیا تھا۔ جب اس طرح کا اعتراف کریں گے، تو اُنہیں اللہ ﷻ کی قدرت کاملہ، اس کی وسعت علمی کا یقین ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ مرنے کے بعد اٹھنے کے عقیدہ کو مان لیں گے۔ اس سے دوسرا مقصد یہ تھا کہ اصحاب کہف کے واقعہ سے اہل ایمان کو معلوم ہو گا کہ اللہ ﷻ ایمان والوں پر لطف و کرم فرماتا ہے۔ اس

سے تیسرا مقصد اور فائدہ یہ بھی تھا کہ حیات بعد الموت اور روزِ قیامت دوبارہ جی اُٹھنے پر حجت اور دلیل قائم ہو گی۔

عملی پہلو: چاہے حالات کتنے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں، اہل باطل طاقت ور اور اہل حق کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں، ہمیں ہمیشہ اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اسی سے مدد اور پناہ طلب کرنی چاہیئے کیوں کہ حقیقتاً اور مستقلاً مددگار اللہ ﷻ ہی ہے۔ ہمارے پاس سب سے زیادہ قیمتی چیز اللہ ﷻ پر ایمان لانا ہے۔ ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت اپنی جان اور مال سے بڑھ کر کرنی چاہیئے۔ اللہ ﷻ نے اس قصّہ کے ذریعہ مادہ پرستی کا رَد کیا ہے کہ وہ اسباب کا محتاج نہیں وہ خود اسباب پیدا فرمانے والا ہے۔ وہ جیسے چاہے کسی کو زندہ رکھ سکتا ہے۔ جس طرح اس نے اصحابِ کہف کو برسوں کے بعد دوبارہ حیات بخشی اسی طرح وہ ہم سب کو روزِ قیامت زندہ فرما کر حساب و کتاب کرے گا۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ رہنے والی زندگی کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے۔

علمی و عملی بات: اللہ ﷻ کے دین کی راہ میں جدوجہد، فتنوں کا مقابلہ، دعوت و تبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کا حکم ہے کہ فتنوں کے دور میں جہد و عمل سے گریز نہیں بلکہ جدوجہد کی رفتار تیز کرنے کا تقاضا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہر خلافِ اسلام رجحان کے خلاف کوشش اور جدوجہد کو ہم اپنی ذمہ داری سمجھیں، اس کے لئے اپنی قوت و توانائی کو بھرپور استعمال کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات بھی فرمائی ہے کہ اہل حق کا گروہ شدید فتنوں کے زمانہ میں بھی دین کی خاطر جدوجہد کرتا رہے گا اور فتنوں اور فتنہ پردازوں سے مقابلہ کرتا رہے گا۔ لَنْ یَبْرَحَ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَةُ "یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس دین کی خاطر قیامت تک جنگ کرتی رہے گی۔" (صحیح مسلم)

فتنوں ہی کے تناظر میں آپ ﷺ نے یہ ہدایت بھی فرمائی ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام ان حالات میں اہل ایمان کو استقامت کے ساتھ کرتے رہنا چاہیئے اور یہ کہ گناہوں پر خاموشی، گناہوں میں شامل ہونے کے مترادف ہے۔ جو شخص ان گناہوں کو دیکھے اور ان سے نفرت کرتے ہوئے اس کے ارتکاب سے دوسروں کو روکے اور اُنہیں علانیہ طور پر رد کرے تو اس کو گناہ سے دور رہنے والوں میں لکھا جائے گا۔ جو شخص گناہ سے دور رہا، مگر نہ اس سے نفرت کرتا ہے اور نہ علانیہ اس کو رد کرتا ہے، گویا یہ خاموشی اس کی رضامندی ہے۔ لہٰذا اس کی مثال گناہ نہ کر کے بھی ایسی ہے جیسے وہ گناہ گاروں کے ساتھ گناہ میں شریک ہوا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عرس بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب زمین میں کوئی خطا اور نافرمانی کی جائے تو اس میں حاضر اور موجود شخص نے اس کو بُرا جانا اور اس کا انکار کیا۔ تو وہ ایسے ہو گا جیسے اس معصیت سے غائب اور دور رہا لیکن جو غائب اور دور تھا مگر اس نافرمانی کو اس نے پسند کیا تو وہ ایسے ہو گا جیسے کہ اس میں حاضر اور موجود تھا۔" (سنن ابی داؤد)

علمی بات: اللہ ﷻ نے اُنہیں ایسے مشکل امتحان سے گزارا کہ ان کے لئے ایمان کے ساتھ جینا ناممکن ہو گیا۔ اُنہوں نے صبر و استقامت کی اعلیٰ مثال قائم کر دی۔ بادشاہ وقت نے اُنہیں دھمکی دی کہ اگر تم توحید کے عقیدے سے باز نہ آئے تو رجم کر دیئے جاؤ گے۔ اُنہوں نے اللہ ﷻ سے دردمندی سے دعا کی کہ اے اللہ! تو ہماری جان اور ایمان کی حفاظت فرما۔ اللہ ﷻ نے ان کی دعا سن لی۔ اُنہیں ظالموں کے شر سے محفوظ فرما دیا اور انہیں ایک غار میں تین سو (۳۰۰) برس سے کچھ زائد عرصہ تک سلائے رکھا۔

علمی بات: اصحاب کہف سے ان کی قوم کا اختلاف اللہ ﷻ کی وحدانیت اور حیات بعد الموت پر تھا۔ پس اللہ ﷻ کے سوا اگر کوئی طاقت ہوتی تو اُنہیں ڈھونڈ کر نکال لاتی اس طرح عقیدۂ توحید کو تقویت بخشی۔ ان کو برسوں ایک حال پر رکھنے کے بعد بیدار کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ جو رب ذوالجلال اب اٹھا سکتا ہے وہ آخرت میں بھی اٹھائے گا اور سب کو جمع کرے گا۔ سب نے دیکھ لیا کہ اللہ ﷻ نے ان کو بیدار کیا اور وہ ایسے اٹھے جیسے کہ کل سوئے تھے، یہ اصحاب کہف کے ایمان کی تصدیق ہے۔

عملی پہلو: ان آیات میں اصحاب کہف کا قصّہ بیان کیا گیا ہے۔ اصحابِ کہف کے اسماء ذکر نہیں کیئے گئے، نہ صحیح جگہ اور تعداد لکھی گئی بلکہ وہ باتیں بیان کی گئیں جن کا تعلق ہماری عملی زندگی سے ہے۔

آیت نمبر ۱۳: اصحاب کہف کا واقعہ جس طرح وقوع پذیر ہوا تھا بالکل اسی طرح عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لئے بیان فرمایا جا رہا ہے۔ وہ چند نوجوان تھے جو

اللہ ﷻ پر ایمان لے آئے تھے۔ شرک کو ترک کر کے توحید اختیار کرنے پر اللہ ﷻ نے اُنہیں ایمان پر ثابت قدم رکھا اور ان کی رہنمائی میں مزید اضافہ فرمادیا۔

علمی بات: اس واقعہ کو ٹھیک ٹھیک سنانے کا مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں جو جھوٹے اندازے لگائے جارہے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں قرآنِ حکیم کا بیان خالصتاً حقیقت پر مبنی ہے۔ اس واقعۂ قرآنی کا ایک ایک لفظ سچائی کا آئینہ دار ہے نیز اپنے پہلو میں مقصدیت لیئے ہوئے ہے۔

علمی بات: رشد وہدایت میں زیادہ کرنے سے مراد اپنے ایمان پر ڈٹ جانا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں ان کے اعلان سے معلوم ہورہا ہے اُنہیں زبان سے کفر وشرک کا کلمہ کہنا اس قدر دشوار تھا کہ انہوں نے ایسی بات کہنے پر اپنا گھر بار اور کاروبار چھوڑنے کو ترجیح دی اور معاشرہ سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

عملی پہلو: اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہدایت میں اضافہ اور ترقی بھی ہوتی ہے، رشد وہدایت میں ترقی اور اضافہ اللہ ﷻ کی خاص نظر کرم اور توفیق سے ہوتا ہے۔ قدم قدم پر انسان کو ہدایت کی ضرورت ہے۔ ہر معاملہ میں حتیٰ کہ آخری سانس بلکہ جنت میں داخلہ تک ہدایت کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں سورۃ الفاتحہ ہر نماز میں پڑھنے کی تاکید کی گئی اور نماز بھی تا دمِ آخر پڑھنے کا حکم ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں عمدہ طریقہ سے حصولِ ہدایت کی دعا سکھائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱۴: اصحاب کہف کو صبر واستقلال عطا فرما کر ان کے دلوں کو حق گوئی کے لئے مضبوط کر دیا گیا۔ ان کے توحید اختیار کرنے پر مشرک بادشاہ نے اُنہیں دربار میں طلب کیا، جہاں انہوں نے توحید کا برملا اعلان کر دیا۔ توحید پر استقامت اور شرک کی نفی پر ثابت قدمی کا ذکر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی دوسرے کو معبود مان لینا اللہ ﷻ پر بہت بڑا بہتان ہو گا۔

عملی پہلو: اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی یہ سبق ملتا ہے کہ فتنوں کا مقابلہ اپنے دین وایمان پر استقامت کے ساتھ جم کر ہی کیا جاسکتا ہے۔ اگر کفار کا غلبہ بے پناہ ہو اور ایک مومن کو ظالم معاشرہ میں سانس لینے تک کی مہلت نہ دی جارہی ہو تب بھی اس کو باطل کے آگے سر نہ جھکانا چاہیئے بلکہ اللہ ﷻ کے بھروسہ پر دین کے لئے ہجرت کر جانا چاہیئے۔ اس واقعہ کے ذریعہ ہمیں رہنمائی دی گئی کہ ہم استقامت کے ساتھ اسلام پر جمے رہیں اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور فتنوں کے مقابلہ میں صبر کریں اور دوسروں کو صبر کی تلقین کریں۔ دور فتن کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی میں رہنمائی موجود ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لوگو تمہارے بعد ایسا دور آنے والا ہے جس میں صبر کرنا پڑے گا (مشکل حالات میں قائم رہنا پڑے گا۔ نامساعد حالات میں استقامت کے ساتھ رہنا پڑے گا۔) اس وقت جو دین اور اس کے احکامات کو مضبوطی سے تھامے گا اور دین کے احکامات پر عمل کرے گا اس کو اس طرح کے امور سرانجام دینے والے پچاس افراد کے برابر اجر دیا جائے گا۔" (سنن ابی داؤد)

علمی بات: یہ نوجوان سردارانِ قوم کے بیٹے تھے، ان کی فطرتِ سلیم نے بت پرستی کا انکار کر دیا، وہ ایک اللہ ﷻ کی عبادت کے عقیدہ پر اکٹھا ہوگئے، جب بادشاہ وقت کو ان کی خبر ہوئی تو اُنہیں اپنے دربار میں بلایا اور بتوں کی پرستش سے انکار کا سبب پوچھا، تو اللہ ﷻ نے اُنہیں استقامت عطا کی اور بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس بات کا اعلان کیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اس لئے کسی حال میں بھی ہم اس کے علاوہ کسی کو اپنا معبود نہیں بنائیں گے، اگر ہم نے ایسا کیا تو اس سے بڑھ کر جھوٹ، بہتان اور اللہ ﷻ پر افترا پردازی اور کوئی نہیں ہو گی۔ اِذْ قَامُوْا "جب وہ (بادشاہ کے سامنے) کھڑے ہوئے" کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم کے باطل عقائد واعمال چھوڑنے کا پختہ عزم کر لیا اور توحید کی دعوت لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

عملی پہلو: توحید کا اعلانِ عام کرنا اور توحید کی دعوت دینا یہ انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کی صفت رہی ہے۔ توحید کا اعلان اور اس پر استقامت کا مظاہرہ کرنا یہ ہم سب پر لازم ہے۔ ایسا کرنے والوں کی اللہ ﷻ نصرت فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۱۵: قوم کے لوگوں کا اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنے پر اصحاب کہف کا اظہار افسوس کرنے کا ذکر ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوم اگر اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اس کے لئے واضح دلیل پیش کرے۔ درحقیقت اللہ ﷻ کے ساتھ شریک بنانا اللہ ﷻ پر بہتان ہے اور جو اللہ ﷻ پر بہتان باندھتا ہے اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہے۔

علمی بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اصحاب کہف کی قوم مشرک تھی۔ شرک اور بت پرستی کسی دلیل پر نہیں ہوتی۔ نہ عقلی دلیل (جسے عقل تسلیم کرے) نہ نقلی دلیل (جو کسی آسمانی کتاب میں موجود ہو)۔ اگر اس کی کوئی دلیل ہے تو پھر بتوں کے پرستار اسے پیش کیوں نہیں کرتے اور ایسی بے دلیل بات وہ دوسروں سے

کیوں منوانا چاہتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنی خدائی میں دوسروں کو شریک ٹھہرایا ہے یا خدائی کے اختیارات ان میں تقسیم کر دیئے ہیں یا ان کو لائق پرستش قرار دیا ہے سراسر جھوٹ اور اللہ ﷻ پر بہتان ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے کبھی ایسی کوئی بات نہیں کہی پھر جو جھوٹ اللہ ﷻ پر بولا جائے وہ کتنی سنگین نوعیت کا ہو گا اور اس کا مرتکب کتنا بڑا مجرم ہو گا۔

آیت نمبر ۱۶: مشرک بادشاہ کے سامنے حاضری کے بعد کچھ مہلت میسر آنے پر صاحب ایمان نوجوانوں کی باہمی مشاورت کا بیان ہے۔ کسی غار میں پناہ لینے، اللہ ﷻ کے فیصلہ اور اس کی رحمت کا انتظار کرنے پر وہ متفق ہو گئے۔ چنانچہ وہ ایک غار میں جا چھپے اور اللہ ﷻ نے اُنہیں اپنی رحمت میں لے کر برسوں تک کے لئے اُن پر نیند طاری کر دی۔

علمی بات: غار میں پناہ لینے کا فیصلہ انہوں نے حالات کی سنگینی کے پیش نظر کیا تھا جبکہ ان کی قوم بت پرست تھی اور عقیدہ و مذہب کی آزادی کو تسلیم نہیں کرتی تھی اور حکومت ایسی ظالم تھی کہ ایک کو ماننے اور بت پرستی سے انکار کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتارتی تھی۔ ان حالات میں اصحاب کہف نے مشورہ کے بعد اپنے ایمان کو بچانے کے لئے غار میں پناہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اصحاب کہف نے اللہ ﷻ کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے پورے یقین کے ساتھ یہ بات کہی کہ جب ہم نے خدائے واحد ہی کو معبود مانا ہے اور شرک اور مشرکین سے علیحدگی اختیار کر لی ہے تو اللہ ﷻ ہمیں اپنی رحمت سے ضرور نوازے گا اور جس کام کو لے کر ہم اٹھے ہیں اس میں وہ ہماری ضرور مدد کرے گا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ ایک غار میں جا چھپے، جب ان کے غائب ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو اُنہیں تلاش کیا گیا، لیکن وہ لوگ ناکام رہے۔

عملی پہلو: اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ اصل چیز اپنے ایمان اور دین کا تحفظ ہے اور اگر حالات اتنے سنگین ہوں کہ یہ متاع عزیز ہی خطرہ میں پڑ جائے تو ایک مومن کو اس کے تحفظ کے لئے لوگوں سے کنارہ کشی بھی اختیار کرنی پڑے تو کرنی چاہیئے۔ اکثر ہمارے معاشرہ میں دینی شعائر کا مذاق اُڑایا جاتا ہے یا ایسی غیر شرعی رسم یا غیر اخلاقی عمل ہو رہا ہوتا ہے جسے غیرتِ ایمانی برداشت نہیں کر سکتی ایسے موقع پر بھی ایسا عمل کرنے والوں سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیئے۔ واضح رہے کہ اس کا کوئی تعلق نہ رہبانیت (ترکِ دنیا) سے ہے بلکہ یہ ایسے پُر فتن حالات کے لئے ہے جبکہ اپنے ایمان اور دین کو بچانے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو۔

آیت نمبر ۱۷: اصحاب کہف پر اللہ ﷻ کی خصوصی رحمت کا بیان ہے۔ وہ جس غار میں سو رہے تھے اس میں صبح و شام دھوپ ان کے قریب سے گزرتی مگر ان کے جسموں پر نہیں پڑتی تھی۔ ان کے جسم غار کے کشادہ حصّہ میں تھے اور بالکل محفوظ تھے۔ ان نوجوانوں کی غار کی طرف رہنمائی کرنا، پھر دشمن اور موسم سے حفاظت کرنا بلاشبہ اللہ ﷻ کی قدرت کاملہ کی عظیم نشانی ہے۔ ہدایت مانگنے والے کو ہدایت دی جاتی ہے اور جو گمراہی اختیار کرے اس کے لئے کوئی مددگار اور راہ بتلانے والا نہیں ہوتا۔ یعنی اللہ ﷻ کا ان توحید پرستوں کو ایسے غار کی جانب رہنمائی کر دینا پھر اُنہیں صدیوں تک سلائے رکھنا یہ باتیں اللہ ﷻ کی قدرت کاملہ سے تعلق رکھتی ہیں اس طرح اللہ ﷻ نے اُنہیں راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا۔

علمی بات: یہ آیت کریمہ بتاتی ہے کہ دھوپ صبح و شام اس غار میں داخل ہوتی تھی، لیکن ان کے جسموں پر نہیں پڑتی تھی۔ ان کے اجسام غار کے کشادہ حصّہ میں آفتاب کی شعاعوں سے مامون و محفوظ تھے۔ الغرض اللہ ﷻ نے اُنہیں اس غار میں پناہ دے کر ان کو دشمنوں سے بھی بچا لیا اور ان کے جسموں کو سردی اور گرمی سے متاثر ہونے سے بھی محفوظ رکھا۔ یقیناً ان صالحین کا یہ حال اللہ ﷻ کی ایک عظیم نشانی ہے۔

علمی بات: بعض حضرات نے تو باقاعدہ اس غار کا حدود اربعہ اور نقشہ بنانے کی کوشش کی ہے تاکہ سائنسی انداز میں واضح کیا جائے کہ اس میں سورج کی دھوپ کیوں نہیں آتی تھی۔ لیکن اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ دھوپ نہ آنے کے دو ہی سبب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ غار کا محل وقوع ایسا ہو اور اس کا دہانہ شمال کی طرف ہو تو سورج طلوع اور غروب کے وقت یقیناً اس سے ہٹتا ہوا گزرے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کا محل وقوع کیسا بھی ہو، سورج کو اللہ ﷻ کی طرف سے اس بات کا حکم دے دیا گیا ہو کہ اسے ان صالح بندوں کو روشنی اور حرارت تو مہیا کرنی ہے لیکن اپنی تمازت سے اُنہیں محفوظ رکھنا ہے۔ یہی درحقیقت

اللہ ﷻ کی وہ قدرت ہے جس نے غار کی اس کیفیت کو اللہ ﷻ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بنا دیا۔

علمی و عملی بات: مزید فرمایا کہ اللہ ﷻ جسے ہدایت دیتا ہے وہ ایسی نشانیوں سے ہدایت حاصل کرتا ہے اور جس کو اللہ ﷻ گمراہ کرتا ہے اس کے لئے اس طرح کی نشانیاں بھی مفید نہیں ہوتیں، کیونکہ اصل بات کسی بھی نشانی سے نصیحت قبول کرنے کی ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک قبولیت کا مادہ انسان کی طبیعت میں موجود نہ ہو۔ کافر اور مشرک چونکہ اپنے کفر اور شرک کے باعث قبولیت کے مادہ سے محروم ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہزاروں نشانیاں پھیلی ہوئی دیکھتے ہیں لیکن اُنہیں ہدایت قبول کرنے کی توفیق نہیں ملتی کیونکہ وہ اپنے آپ کو اس سے محروم کر چکے ہوتے ہیں۔

عملی پہلو: جو شخص راہ ہدایت پر ڈٹ جانے کا عزم کر لیتا ہے تو اللہ ﷻ اس کے لئے کوئی راہ پیدا فرما دیتا ہے جس سے اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جو اللہ ﷻ پر توکل کرتے ہیں اللہ ﷻ ان کی کس طرح مدد فرماتا ہے۔ اصحاب کہف کی ایک ایسے غار کی طرف رہنمائی جو ان نازک حالات میں ان کے تحفظ کے لئے ہر طرح موزوں تھا اور جس میں ان کو سکون میسر آیا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ ﷻ اپنے مخلص بندوں کی نازک مواقع پر مدد اور رہنمائی فرماتا ہے

آیت نمبر ۱۸: اصحاب کہف کی غار میں کیفیت کا بیان ہے۔ دیکھنے والے اُنہیں جاگتا ہوا خیال کرتے حالانکہ وہ گہری نیند میں تھے۔ یہ ان کی حفاظت کے لئے اللہ ﷻ کی طرف سے انتظام تھا تاکہ کوئی ان کے قریب نہ جا سکے۔ سونے کی حالت میں ان کے جسم دائیں بائیں کروٹ بھی بدلتے تھے اور ان کا کتا اپنے بازو پھیلائے غار کی چوکھٹ پر بیٹھا تھا۔ اصحاب کہف کی ایسی کیفیت تھی کہ دیکھنے والوں پر ان کا رعب طاری ہو جاتا۔

علمی بات: سوتے میں ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر ان کے جسموں پر ظاہر نہیں ہوا۔ وہ اس طرح سو رہے تھے اور ساتھ ہی کروٹیں بدلتے جاتے تھے کہ اگر اتفاق سے کوئی شخص اُنہیں دیکھ لیتا تو یہی خیال کرتا کہ یہ بس لیٹے ہوئے ہیں اور جاگ رہے ہیں اور ان کا کتا بھی غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ اللہ ﷻ نے ان لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اس مکان میں اس قدر دہشت رکھی تھی کہ اگر اس تاریک غار میں کوئی شخص جھانک کر دیکھ لیتا تو یہ منظر ایسا دہشت ناک تھا کہ دیکھنے والا الٹے پاؤں بھاگ جاتا۔ وہ اندیشہ محسوس کرتا کہ معلوم نہیں یہ کون لوگ ہیں جو اس تاریک غار میں چھپ گئے ہیں اور ان کے ارادے کیا ہیں۔ اللہ ﷻ نے یہ دہشت ناک صورت اس لئے پیدا کر دی تھی کہ کوئی شخص ان کے قریب آنے کی جرأت نہ کرے اور وہ بالکل محفوظ رہیں۔ ان کی حفاظت کا یہ غیر معمولی سامان تھا جو رب ذوالجلال کی طرف سے کیا گیا۔

آیت نمبر ۱۹: جس طرح اصحاب کہف کو اللہ ﷻ نے اپنی قدرت کاملہ سے سلا دیا تھا اسی طرح طویل نیند کے بعد اُنہیں جگا دیا۔ بیدار ہونے کے بعد ان کے درمیان غار میں رہنے کی مدت کے متعلق باہم اختلاف رائے ہوا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید وہ ایک دن یا اس سے بھی دن کا کم حصّہ سوئے رہے۔ بحث کو طول دینے کے بجائے انہوں نے یہ معاملہ اللہ ﷻ کے سپرد کر دیا کیوں کہ وہی صحیح مدت کو جاننے والا ہے۔ بھوک محسوس ہونے پر انہوں نے کچھ رقم دے کر اپنے ایک ساتھی کو شہر بھیجنے کے لئے منتخب کیا۔ کھانے کے لئے انہوں نے سب سے زیادہ پاکیزہ کھانا لانے کی تلقین کی۔ اپنے ساتھی کو اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ان کی روپوشی کے متعلق اہل شہر کو علم نہ ہو جائے، محتاط رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی۔

علمی و عملی بات: کھانا لانے والے کو یہ ہدایت کرنا کہ تحقیق کر کے پاکیزہ کھانا لے آئے اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ سمجھ رہے تھے کہ شہر کا ماحول وہی مشرکانہ ہے جس کو چھوڑ کر وہ آئے تھے اور ایک مشرکانہ معاشرہ میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ اس لئے انہوں نے پاکیزہ یعنی حلال کھانے کی تاکید کی۔ اس سے ان کی پاکیزگی نفس کا اندازہ ہوتا ہے۔

علمی بات: بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے ذبح شدہ جانور کی طرف اشارہ تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس شہر میں ایسے لوگ رہتے ہیں کہ جو نجس و ناپاک اور کبھی مُردہ کا گوشت بیچتے ہیں یا بعض لوگوں کا کام ہی حرام کا تھا لہٰذا انہوں نے نصیحت کی ایسے لوگوں سے کھانا نہ خریدنا۔ پاکیزگی کے وسیع مفہوم میں ہر قسم کی ظاہری اور باطنی پاکیزگی شامل ہے اور یہ دراصل راہ حق کے تمام مومنین کے لئے نصیحت ہے کہ وہ نہ صرف روحانی غذا کے بارے میں فکر کریں بلکہ اپنی جسمانی غذا کی پاکیزگی کا بھی خیال رکھیں کہ وہ ہر قسم کی آلودگی سے پاک ہو یہاں تک کہ زندگی کے مشکل ترین لمحات میں بھی اس بات کو فراموش نہ کریں۔

عملی پہلو: آج کل بہت سے لوگ اس حکم کی اہمیت سے کسی حد تک آگاہ ہو گئے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ان کی غذا ہر قسم کی ظاہری آلودگی سے پاک ہو وہ کھانے کی چیزوں کو ڈھک کر گندے ہاتھوں کی پہنچ سے دور اور گرد و غبار سے بچا کر رکھتے ہیں۔ یہ کام بہت اچھا ہے لیکن اس پر قناعت نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ غذا حرام نہ ہو، سود، ملاوٹ، دھوکہ بازی اور ہر قسم کی باطنی آلودگی سے بھی پاک ہو۔ اسلامی تعلیمات میں قبولیت دعا اور پاکیزگی دل کے لئے حلال غذا کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

علمی بات: اصحاب کہف کا طویل مدت تک سوئے رہنا ایک ایسا واقعہ تھا جس کا احساس خود اس طرح سوئے رہنے والوں کو بھی نہ ہو سکا۔ گویا یہ برزخ کی زندگی کی دلیل بھی ہے۔ جہاں انسان طویل عرصہ تک پڑا رہے گا لیکن قیامت کے دن جب اسے اٹھایا جائے گا تو ایسا محسوس ہو گا کہ اس نے چند گھنٹے ہی عالم برزخ میں گزارے ہیں۔ وقت کی طوالت کا احساس نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص کی موت ہو گئی اس کی گویا قیامت قائم ہو گئی اللہ ﷻ نے اصحاب کہف کے واقعہ سے اسی حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے۔

علمی و عملی بات: اصحابِ کہف نے کھانا لانے والے کو تاکید کی کہ وہ نرمی اور باریک بینی کی کوشش کرے، کوئی زیادتی بھی کرلے تو درگزر کرے، کیونکہ سختی سے کام بگڑ جاتے ہیں۔ حُسنِ تدبیر اور باریک بینی اختیار نہ کرنے سے راز کھل جاتے ہیں اور مطلوبہ معلومات بھی حاصل نہیں ہوتیں۔ یعنی وہ ایسی خوش تدبیری سے کام لے کہ کسی کو اس پر حکومت کے مجرم یا باغی ہونے کا شبہ نہ ہونے پائے۔ کوئی ایسی بات یا حرکت شہر میں جا کر نہ کرے جس سے ان کے راز فاش ہو جانے کا خطرہ ہو۔ مطلب یہ تھا کہ ان کا نمائندہ ایسی تدبیر کے ساتھ اشیاء خریدے کہ کسی کو شبہ نہ پڑے اور لوگ اسے اجنبی مسافر ہی سمجھیں۔

آیت نمبر ۲۰: اہل شہر اگر ان کے متعلق جان گئے تو وہ اُنہیں سنگسار کر دیں گے یا اُنہیں زبردستی اپنا آبائی مذہب قبول کرنے پر مجبور کریں گے۔

علمی بات: اس سے واضح ہوتا ہے کہ جس قوم کو وہ چھوڑ آئے تھے وہ کیسی ظالم تھی۔ ان کے نزدیک ان کے مشرکانہ مذہب کو ترک کر دینے کی سزا موت تھی نیز یہ کہ وہ اپنے مذہب میں واپس لانے کے لئے جبر کرتے تھے یعنی مرتد کر کے چھوڑتے تھے۔ اصحاب کہف کو یقین تھا کہ اگر ملتِ کفر میں شامل ہو گئے تو پھر فلاح دنیا و آخرت سے محرومی ہی رہے گی۔ پھر کسی طرح بھی ان سے نجات حاصل کرنا ممکن نہ ہو گا۔

علمی بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان مشرکین کے ہاں ان کے دین سے پھر جانے والے کی سزائے قتل بصورت سنگساری دی جاتی تھی تاکہ سب لوگ اس میں شریک ہوں، اور ساری قوم اپنے غیظ و غضب کا اظہار کر کے قتل کرے۔ اس مفہوم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شاید شریعت اسلام میں شادی شدہ مرد و عورت کے زنا کی سزا بھی جو سنگسار کر کے قتل کرنا تجویز کیا گیا ہے اس کی بھی ایک منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے حیا کے سارے پردوں کو توڑ کر اس فعل قبیح کا ارتکاب کیا ہے اس کا قتل منظر عام پر سب لوگوں کی شرکت کے ساتھ ہونا چاہیئے تاکہ اس کی رسوائی بھی پوری ہو، اور سب مسلمان عملاً اپنے غیظ و غضب کا اظہار کریں، تاکہ آئندہ قوم میں اس حرکت کا اعادہ نہ ہو سکے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

آیت نمبر ۲۱: اصحاب کہف کے راز سے اہل شہر کے باخبر ہو جانے کی حکمت کا بیان ہے۔ حکمت یہ تھی کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر لوگوں کو ایمان و یقین ہو جائے۔ اصحاب کہف کی وفات کے بعد یادگار کے طور پر غار کے قریب عمارت بنائے جانے کے ضمن میں مختلف آراء تھیں۔ اس ضمن میں ان میں سے اختیار پانے والوں نے یادگار کے طور پر مسجد بنانے کا فیصلہ کیا۔

علمی بات: جب یہ واقعہ پیش آیا اس وقت اگرچہ مسیحی مذہب کافی پھیل چکا تھا لیکن ابھی ایسے لوگ موجود تھے جو اپنے آبائی مشرکانہ عقائد پر ڈٹے ہوئے تھے۔ اور قیامت پر ان کا عقیدہ نہ تھا۔ نیز وقت گزرنے کے ساتھ مسیحیت کے ماننے والوں میں بھی عقائد کی خرابیاں رونما ہو چکی تھیں۔ ان میں بھی ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا جو یا تو سرے سے قیامت کا منکر تھا یا پھر اس معاملہ میں شکوک و شبہات میں پڑا ہوا تھا۔ وہ لوگ روز قیامت قبروں سے جسموں کے ساتھ اُٹھنے اور جزا و سزا دیئے جانے کا مذاق اڑاتے تھے۔ بادشاہِ وقت کو اس سے بڑی تشویش تھی۔ وہ اپنے دین کے اس بنیادی عقیدہ کی یہ تضحیک گوارا نہ کر سکتا تھا لیکن اس کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل بھی نہ تھی جس سے وہ منکرین قیامت کو دندان شکن جواب دے سکے۔

اس واقعہ سے واضح فرمادیا گیا کہ جس طرح ہم نے اصحاب کہف کو خاص طور پر اور عجیب وغریب طریقہ سے سلایا اور جگایا اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال پر مطلع کیا یعنی ان لوگوں کو جو کہ بعث بعد الموت کے بارے میں اختلاف میں پڑے ہوئے تھے، سو ان لوگوں کو ان حضرات کے حال پر مطلع کر دیا تا کہ ان کی آنکھیں کھل جائیں اور یہ یقین کرلیں کہ جس قادرِ مطلق نے ان لوگوں کو اس قدر طویل مدت سلانے کے باوجود اس طرح صحیح وسالم اٹھادیا کہ نہ ان کے جسموں میں کچھ فرق آیا نہ ان کی جوانیوں میں اور نہ ان کے کپڑوں میں۔ اس طرح اللہ ﷻ نے اس زمانہ میں ایک طویل عرصہ تک سوئے رہنے والے اصحاب کہف کو صحیح وسلامت جسموں کے ساتھ بیدار کر کے اپنی قدرتِ کاملہ کا ایک ناقابل تردید ثبوت مہیا کر دیا۔ اور سب کو یقین کرنا پڑا کہ جو اللہ ﷻ اتنے طویل عرصہ (کم وبیش تین سو (۳۰۰) سال تک) غار میں سونے والوں کو یوں صحیح وسالم اٹھا سکتا ہے اس قادر مطلق کے لئے کیا بعید ہے کہ تمام مُردوں کو قیامت کے دن زندہ کر کے کھڑا کر دے۔

علمی بات: جب ان میں ایک صاحب کھانا لینے کے لئے شہر پہنچے، اور دکان دار کو وہ سکہ پیش کیا جو تین سو (۳۰۰) سال پرانا تھا اور اس پر پرانے بادشاہ کی علامتیں تھیں۔ دکان دار بڑا حیران ہوا، اور ان کو لے کر اس وقت کے بادشاہ کے پاس پہنچا۔ یہ بادشاہ نیک تھا، بعض روایات میں ہے کہ یہ بادشاہ قیامت اور آخرت پر ایمان رکھتا تھا، لیکن کچھ لوگ آخرت کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کر رہے تھے، بادشاہ نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ ﷻ ان کو کوئی ایسا واقعہ دکھادے جس سے آخرت پر ان کا ایمان مضبوط ہو جائے۔ اللہ ﷻ نے اسی وقت ان نوجوانوں کو جگا کر اپنی قدرت کا یہ کرشمہ دکھادیا۔ چونکہ بادشاہ نے یہ قصّہ سن رکھا تھا کہ کچھ نوجوان پہلے زمانہ کے مشرک اور ظالم بادشاہ دقیانوس (Decius) یا تراجان (Trajan) کے ظلم سے تنگ آکر کہیں غائب ہو گئے تھے۔ اس نے معاملہ کی مزید تحقیق کی تو پتہ چل گیا کہ یہ وہی نوجوان ہیں۔ اس پر بادشاہ نے ان کا خوب اکرام کیا، لیکن یہ حضرات دوبارہ اسی غار میں چلے گئے اور وہیں پر اللہ ﷻ نے اُنہیں وفات دے دی۔

علمی بات: اصحاب کہف نے بیدار ہونے کے بعد طبعی وفات پائی۔ ان کے انتقال کے بعد لوگوں میں باہمی اختلاف ہوا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ تھی کہ غار کے دروازے پر دیوار چن دی جائے تا کہ اندر کوئی نہ جاسکے۔ بعض کا خیال تھا کہ کوئی یادگاری عمارت بنادی جائے۔ بعض افراد کی رائے یہ تھی کہ ان کے پڑوس میں ایک مسجد تعمیر کر دی جائے تا کہ آنے والے اس میں عبادت کر سکیں اور اس طرح اصحاب کہف کی یاد تازہ ہوتی رہے۔

اصحابِ کہف کا زمانہ: ایک رائے یہ ہے کہ اصحابِ کہف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں۔ لیکن زیادہ پیش کی جانے والی رائے یہ ہے کہ اصحابِ کہف کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے جب کہ اس علاقہ میں ایک رومی ظالم مشرک بادشاہ ٹراجان (Trajan) کی حکومت تھی جس کا دورِ حکومت ۹۸ تا ۱۱۷ عیسوی ہے۔ یا پھر بادشاہ دقیانوس (Decius) کی حکومت تھی۔ جس کا دورِ حکومت ۲۴۹ تا ۲۵۱ عیسوی ہے۔ رومی بادشاہ قسطنطین (Constantine) نے ۳۰۰ عیسوی میں بُت پرستی ترک کر کے عیسائیت اختیار کرلی اور پوری رومی ریاست عیسائی ہو گئی۔ جب اصحابِ کہف اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو اس وقت ظالم مشرک بادشاہ کا دور بہت پہلے ختم ہو چکا تھا۔ اللہ ﷻ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ایک عیسائی بادشاہ تھیوڈوسیس ثانی (Theodosius) کا دور تھا۔ جس کا دورِ حکومت ۴۰۸ تا ۴۵۰ عیسوی ہے۔

آیت نمبر ۲۲: اصحاب کہف کی تعداد میں لوگوں کے تین اقوال نقل کیئے گئے ہیں۔ ۱۔ اصحاب کہف تین تھے چوتھا ان کا کتا تھا۔ ۲۔ وہ پانچ تھے، چھٹا ان کا کتا تھا۔ ۳۔ وہ سات تھے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ اختلاف کرنے والوں کے پاس صحیح تعداد کی کوئی دلیل نہیں۔ ان کی اصل تعداد کا علم اللہ ﷻ کو ہے یا وہ چند لوگ جن کو اللہ ﷻ نے علم دیا ہے۔ اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق اختلاف کرنے والوں سے سوال اور بحث کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

علمی بات: جن لوگوں کو اصل مقصد سے لگاؤ نہیں تھا اور جو اس واقعہ سے کوئی سبق حاصل کرنا نہیں چاہتے تھے انہوں نے اصحاب کہف کی تعداد وغیرہ کے بارے میں غیر ضروری بحث چھیڑ دی تھی۔ قرآن حکیم نے ان کی بحثوں کا جواب دیئے بغیر بچے تلے انداز میں سرگزشت سنائی اور سبق آموز پہلوؤں کو نمایاں کیا۔ ساتھ ہی اہل ایمان کو ہدایت کی کہ ان بحثوں سے سرسری طور سے گزریں اور ان میں الجھیں نہیں۔

علمی بات: اس آیت نے یہ مستقل سبق دے دیا ہے کہ جس معاملہ پر انسان کا کوئی عملی مسئلہ موقوف نہ ہو، اس کے بارے میں خواہ مخواہ بحثیں نہیں کرنی چاہئیں۔ اصحاب کہف کے واقعہ میں اصل سبق لینے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے کس طرح ناموافق حالات میں حق پر ثابت قدم رہنے کا مظاہرہ کیا اور پھر اللہ ﷻ نے کس

طرح ان کی مدد فرمائی۔ رہا یہ کہ ان کی صحیح تعداد کیا تھی؟ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر بحث کا بازار گرم کیا جائے۔ لہٰذا اس میں الجھنے کے بجائے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کوئی اس معاملہ میں بحث کرنا بھی چاہے تو اسے سرسری گفتگو کر کے ٹال دو اور اپنا وقت ضائع نہ کرو۔

عملی پہلو: قرآنِ کریم میں علم و تحقیق سے منع نہیں کیا گیا بلکہ ان بے کار بحثوں اور گفتگو سے منع کیا گیا ہے جن کا حاصل سوائے فضول بحثوں اور بے معنیٰ گفتگو کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کی سب سے بڑی کمزوری بلکہ ان کی بربادی کا بڑا سبب بے تکے سوالات اور بے کار بحثوں میں پڑنا تھا۔ اصولی بات یہ ہے کہ جو قوم اور اس کے افراد فضول اور بے کار کی بحثوں میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں ان کو کسی حُسنِ عمل کی توفیق نہیں ملتی۔ قرآنِ کریم جس کے نازل کرنے کا بنیادی مقصد ایمان اور عمل صالح میں پختگی اور دنیا و آخرت میں صحیح طرزِ عمل اختیار کر کے ہر طرح کی فلاح حاصل کرنا ہے اس نے فضول بحثوں اور باتوں سے بچنے کی تاکید کی ہے تاکہ انسانی صلاحیتیں فضول اور بے کار باتوں کی نذر نہ ہو جائیں۔

یہ شیطانی عمل ہے کہ واقعات کے ہدایتی اور عملی پہلو سے توجہ ہٹا کر غیر اہم پہلو اور غیر ضروری بحث و مباحثہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ہدایتی پہلو نظر انداز ہونے کی وجہ سے معاشرہ میں اتحاد کے بجائے انتشار پیدا ہو جاتا ہے، لوگوں میں محبت کے بجائے نفرت پروان چڑھتی ہے اور اُمّت میں وحدت کے بجائے فرقہ واریت جنم لیتی ہے۔ لہٰذا حکم دیا گیا ہے کہ سرسری گفتگو کرنے کے بعد زیادہ بحث نہ کریں۔ عِبَادُ الرَّحْمٰن (رحمان کے بندوں) کی ایک صفت یہ بیان کی گئی کہ "اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل لوگ بات کریں تو کہتے ہیں سلام ہے۔" (سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۶۳)

آیت نمبر ۲۳: یہود کے کہنے پر قریش کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے اصحاب کہف کے متعلق سوال کیا۔ جس بنا پر آپ ﷺ نے آئندہ کل بتانے کا وعدہ فرمایا۔ وحی کے ذریعہ ان شاء اللہ کہنے کی تلقین فرمائی گئی۔ آئندہ کسی کام کا ارادہ یا وعدہ کرنے کا ارادہ کرنا ہو تو ان شاء اللہ کا کلمہ کہا جائے۔ کسی کو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ فلاں وقت فلاں کام کر سکے گا یا نہیں۔ اللہ ﷻ کے اِذن کے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

علمی بات: یہودیوں نے نبی کریم ﷺ سے تین باتیں پوچھی تھیں: روح کی حقیقت کیا ہے اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کون تھے؟ کہتے ہیں کہ یہی سوال اس سورت کے نزول کا سبب بنے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں کل جواب دوں گا، لیکن اس کے بعد کچھ دن تک جبرائیل وحی لے کر نہیں آئے۔ پھر جب آئے تو اللہ ﷻ نے ان شاء اللہ کہنے کا یہ حکم دیا۔" اس میں ہمارے لئے رہنمائی ہے کہ جب بھی مستقبل قریب یا بعید میں کوئی کام کرنے کا عزم کریں تو ان شاء اللہ ضرور کہا کریں۔ کیونکہ انسان کو تو پتہ نہیں کہ جس بات کا عزم کر رہا ہے، اس کی توفیق بھی اسے اللہ ﷻ کی مشیت سے ملتی ہے یا نہیں۔

عملی پہلو: ایک مومن کا شعار یہ ہے کہ جب وہ کوئی وعدہ کرتا ہے یا کسی کام کے آئندہ کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے تو ان شاء اللہ ضرور کہتا ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ سے اُمّت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہے کہ اگر کوئی شخص خواہ پورے صدقِ دل اور سچی نیت سے بھی کوئی وعدہ یا مستقبل کے متعلق بات کرے تو اسے ان شاء اللہ ضرور کہہ لینا چاہیئے۔ یعنی اس بات کو اللہ ﷻ کی مشیت کے ساتھ وابستہ کر کے کہنا چاہیئے۔

شانِ نزول: سورۃ الکہف کے نزول کے وقت جب کفار مکہ نے اصحاب کہف کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے یہ سوچ کر کہ کل حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آئیں گے تو میں ان سے پوچھ کر بتادوں گا۔ آپ ﷺ نے یہ فرمادیا کہ "میں یہ بات تمہیں کل بتادوں گا" چونکہ آپ ﷺ کی ذات پاک اُمّت کے لئے بہترین نمونۂ عمل ہے آپ ﷺ کی اُمّت کو سکھانے کے لئے چند روز تک وحی نازل نہیں ہوئی۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نہیں آئے۔ کفار کو مذاق اڑانے اور جملے کسنے کا موقع مل گیا جس سے آپ ﷺ کو خاصی پریشانی ہو گئی۔ چند روز کے بعد یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کی زندگی موجودہ اور آنے والی نسلوں کے لئے بہترین اُسوہ اور نمونہ ہے۔ لہٰذا آئندہ جب بھی مستقبل میں کیئے جانے والا کام یا کوئی بات فرمائیں تو ان شاء اللہ کہہ لیا کریں تاکہ اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے کام درست ہو جائیں اور ان کی رکاوٹیں دور ہو جائیں اور ہر شخص یہ بات جان لے کہ اس کائنات میں ہر کام اللہ ﷻ کی قدرت، اس کے حکم اور کسی مصلحت سے ہوتا ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

عملی پہلو: افسوس کہ آج بعض بدنیت قسم کے لوگوں نے اس کلمۂ استثنیٰ کو اپنی بدنیتی پر پردہ ڈالنے کے لئے ڈھال بنا رکھا ہے مثلاً ایک شخص اپنے سابقہ قرضہ کی

ادائیگی یا نئے قرض کے لئے قرض خواہ سے ایک ماہ کا وعدہ کرتا ہے اور ساتھ ان شاء اللہ بھی کہہ دیتا ہے مگر اس کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ اپنا کام تو چلائیں پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا اور جب مدت مقررہ کے بعد قرض خواہ اپنے قرض کا مطالبہ کرتا ہے تو کہہ دیتا کہ اللہ ﷻ کو منظور ہی نہ ہوا کہ میرے پاس اتنی رقم آئے کہ میں آپ کو ادا کر سکوں وغیرہ وغیرہ عذر پیش کر دیتا ہے اور بدنیت لوگوں نے اس کلمۂ استثنیٰ کو اس قدر بدنام کر دیا ہے کہ جب کوئی اپنے وعدہ کے ساتھ ان شاء اللہ کہتا ہے تو سننے والا فوراً سمجھ جاتا ہے کہ اس کی نیت بخیر نہیں ہے یہ اللہ ﷻ کی آیات سے بدترین قسم کا مذاق ہے جس کا ایک ایمان دار آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح کا رویہ اللہ ﷻ کی ناراضگی کا سبب بن سکتا ہے اور اس پر اللہ ﷻ کی طرف سے کوئی گرفت بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیئے کہ اس طرح کے طرز عمل سے اجتناب کریں۔

عملی پہلو: مستقبل کے متعلق ہر کام کرنے کے ارادہ کے ساتھ کلمہ ان شاء اللہ کہنے کی تلقین و تاکید کی گئی ہے۔ یہ کلمہ ایک طرف عاجزی و انکساری پیدا کرتا ہے اور انسان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ انسان کی عقل، ذہانت اور علم کے باوجود انسان جب تک کوئی کام مکمل نہیں کر سکتا جب تک اللہ ﷻ کی اجازت نہ ہو۔ اس طرح اللہ ﷻ پر ایمان و بھروسہ مزید بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ انسان کی چاہت کے مطابق اگر کوئی فیصلہ نہ ہو تو انسان کو کوئی افسوس یا رنج نہیں ہوتا کیونکہ یہ فیصلہ اللہ ﷻ کی طرف سے ہوا ہے۔

آیت نمبر ۲۴: بھول جانے کی صورت میں جس وقت بھی یاد آئے ان شاء اللہ کہہ دیا جائے یا پھر اللہ ﷻ کی تسبیح یا تحمید یا استغفار کیا جائے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اللہ ﷻ اپنے فضل سے بہتر بات یا راستہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔

علمی بات: اگر کلام یا وعدہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا بھول جاؤ، تو جس وقت یاد آجائے ان شاء اللہ کہہ لیا کرو، تاکہ جو بھول ہو گئی تھی اس کی تلافی ہو جائے۔ یا پھر رب کو یاد کرنے کا مطلب، اس کی تسبیح و تحمید اور اس سے استغفار ہے۔ یعنی میں جس کا عزم ظاہر کر رہا ہوں، ممکن ہے اللہ ﷻ اس سے زیادہ بہتر اور مفید کام کی طرف میری رہنمائی فرمادے۔

عملی پہلو: رشد و ہدایت اللہ ﷻ کی طرف سے ہے انسان کا کام ہے کہ اللہ ﷻ کو یاد رکھے اور اس کا ذکرِ الٰہی اور اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنے سے ہر معاملہ میں اللہ ﷻ بہتر راستہ نکال دیتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۵: اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت کا بیان ہے۔ وہ شمسی حساب سے تین سو (۳۰۰) اور قمری حساب سے تین سو نو (۳۰۹) سال سوئے رہے۔ ایک رائے کے مطابق یہ مدت لوگوں کا قول ہے۔

علمی بات: اس آیت میں مذکور مدت اس لحاظ سے تو ٹھیک ہے کہ تین سو (۳۰۰) شمسی سالوں کے قمری سال تین سو نو (۳۰۹) ہی بنتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ آیا یہ مدت کی تعین اللہ ﷻ کا کلام ہے یا لوگوں کے اقوال ہیں جو یہاں اللہ ﷻ نے حکایتاً نقل فرمائے ہیں تو مفسرین کرام کی ایک رائے کے مطابق جواب یہ ہے کہ یہ لوگوں کے اقوال ہیں اگر یہ اللہ ﷻ کا قول ہوتا تو اللہ ﷻ اس سے اگلی آیت میں یوں نہ فرماتا کہ "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی مدت وہ (غار میں) ٹھہرے رہے۔"

آیت نمبر ۲۶: اصحاب کہف کی غار میں مدتِ قیام کا صحیح علم اللہ ﷻ ہی کو ہے جو کائنات کی پوشیدہ باتوں کو سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اللہ ﷻ کے سوا لوگوں کا کوئی مددگار نہیں اور نہ ہی وہ اپنے فیصلہ یا حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

علمی بات: اللہ ﷻ کے سوا ان کا کوئی ولی اور کارساز نہیں ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اصحاب کہف کا اللہ ﷻ کے سوا کوئی ولی نہیں تھا جو اتنی طویل مدت تک نیند میں ان کی حفاظت کرتا اور ان کے جسموں کو سڑنے اور گلنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس آیت کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ محض اندازوں سے اصحاب کہف کی مدت قیام بتا رہے ہیں، ان کو اپنے اجسام کی حفاظت کا علم ہے نہ اصحاب کہف کے اجسام کی حفاظت کی تدبیر کا علم ہے، اور جب ان کو یہ علم نہیں ہے تو ان کی مدت قیام کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔

علمی بات: اس قصّہ کے آغاز میں اللہ ﷻ یہ واضح فرما چکا ہے کہ وہ غار میں سالہا سال تک رہے یعنی وہ ایک طویل مدت تک غار میں سوتے پڑے رہے اور اتنی بات

سبق آموزی کے لئے کافی ہے۔

علمی بات: اللہ ﷻ ہی مدد گار اور کار ساز ہے۔ وہ اپنے فیصلوں میں کسی کی شراکت گوارا نہیں کرتا نہ اس کی کوئی مزاحمت کر سکتا ہے اور نہ اس کی حکمرانی میں کوئی حصّہ دار بن سکتا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کسی غیر کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۷: دور مشکلات میں اُمّت کے لئے رہنمائی کا ذکر ہے۔ مشکلات میں بھی سکون کا ذریعہ قرآنِ حکیم ہے لہٰذا قرآنِ حکیم پڑھتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآنِ حکیم کی حیثیت اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ اس کے کلمات کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ قرآنِ حکیم پر عمل کرنے کے بجائے اس کے خلاف چلنے والے مجرم ہیں اور مجرم کو اللہ ﷻ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں مل سکتی۔

علمی بات: یقیناً دینِ اسلام پر چلنا بہت کٹھن اور مشکل ہے اور اس راستہ کے مسافروں نے سختیوں کو بہر حال برداشت کرنا ہے۔ یہ اللہ ﷻ کا قانون ہے جو کسی کے لئے تبدیل نہیں کیا جاتا۔ اس مہم میں واحد سہارا اللہ ﷻ کی مدد اور نصرت ہے۔ چنانچہ اگر کہیں پناہ ملے گی تو اللہ ﷻ ہی کے دامن میں ملے گی اس در کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ حق و باطل کی کشمکش میں جب بھی کوئی مشکل وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ کو خصوصی طور پر قرآنِ مجید کو تھامے رکھنے کی ہدایت کی گئی اور آپ ﷺ کی وساطت سے تمام مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ قرآنِ حکیم کی تلاوت کو اپنا معمول بنائیں قرآنِ حکیم کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت اس کے ساتھ صَرف کریں۔ اسی طرح وہ مشکلات کو برداشت کرنے اور اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

عملی پہلو: مشکل ترین حالات میں اللہ ﷻ نے تلاوتِ قرآن کی تلقین کی ہے۔ لہٰذا تلاوت کو روزانہ کا معمول بنانا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ ہے کہ عربوں کی زبان عربی تھی اور قرآنِ حکیم عربی زبان میں ہے۔ اس لئے ان کو قرآنِ حکیم سنانا اللہ ﷻ کے پیغام کو ان کی زبان میں ان تک پہنچانے کے ہم معنیٰ تھا۔ اب جبکہ اُمّت مسلمہ کو غیر عربی دان قوموں سے واسطہ ہے قرآنِ حکیم کو اس کے معنیٰ و مفہوم کے ساتھ ان کی زبان میں پہنچانا ہو گا۔ اسی صورت میں ان پر قرآنِ حکیم کی حجت قائم ہو سکے گی اور اللہ ﷻ نے چاہا تو کتنوں ہی کو ہدایت بھی نصیب ہو گی۔

روزانہ تلاوت کرنے کے چند فوائد: قرآنِ حکیم ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ انسان کو ہر لمحہ اور ہر زندگی کی ہر مرحلہ پر ہدایت کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہر روز نماز میں سورۃ الفاتحہ میں ہدایت کی دعا مانگی جاتی ہے۔ "تلاوتِ قرآن سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے" (سورۃ الانفال ۸، آیت: ۲) "اللہ ﷻ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔" (سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۲۸) "ہر حرف پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔" (جامع ترمذی)

قرآن مجید دنیا میں واحد کتاب ہے جو شخص ایمان کی حالت میں اس کی تلاوت کرے گا۔ اسے ایک ایک حرف کے بدلہ میں اجر و ثواب دیا جائے گا۔

فرامینِ نبوی ﷺ: ۱۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "مومن وہ ہے جو قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے۔ وہ سنگترے کی طرح ہے اس کا کھانا بھی پاکیزہ ہے اور اس کی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور وہ مومن جو قرآنِ حکیم نہیں پڑھتا لیکن اس پر عمل کرتا ہے وہ اس کھجور کی طرح ہے۔ اس کا ذائقہ اچھا ہے لیکن اس کی خوشبو نہیں اور اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال پھول کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہے مگر اس کا ذائقہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآنِ حکیم نہیں پڑھتا۔ وہ اندرائن (خربوزے کی شکل کا ایک پھل جو دیکھنے میں خوبصورت اور ذائقہ میں سخت کڑوا ہوتا ہے) کے پھل کی طرح ہے اس کا ذائقہ گندہ ہے اور اس کی بو بھی بُری ہے۔" (صحیح بخاری)

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "روز قیامت صاحب قرآن (حافظ قرآن) جب جنت میں داخل ہو گا تو اس سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور اوپر چڑھتا جا۔ وہ پڑھتا جائے گا اور ہر آیت پر درجہ بدرجہ چڑھتا جائے گا۔ یہاں تک کہ آخر تک پہنچ جائے گا۔" (مسند احمد)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قرآنِ مجید قیامت کے دن پیش ہو گا پس کہے گا: اے میرے رب! اس (حافظِ قرآن) کو جوڑا پہنا، تو اسے کرامت (عزت و شرافت) کا تاج پہنایا جائے گا۔ پھر وہ کہے گا: اے میرے رب! اسے اور دے، تو اسے کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا۔ وہ پھر کہے گا: اے میرے رب اس سے راضی و خوش ہو جا، تو وہ اس سے راضی و خوش ہو جائے گا۔ اس سے کہا جائے گا (قرآن) پڑھتا جا اور چڑھتا جا، تیرے لئے ہر آیت

کے ساتھ ایک نیکی کا اضافہ کیا جاتا رہے گا۔" (جامع ترمذی)

آیت نمبر ۲۸: سردارانِ قریش کا مطالبہ تھا کہ غریب اہل ایمان کو اپنی مجلس سے دور رکھیں تو بات سنیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس حوالہ سے تلقین فرما کر اہل ایمان کی دلجوئی کی گئی۔ ان حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دو صفات کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ صبح و شام اللہ ﷻ کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضا کے طلب گار ہیں۔ اُمّت کو یہ تعلیم دی گئی کہ دعوت دیتے ہوئے امیر و غریب میں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ ہو۔ مشرک سرداروں کو اگر اہمیت دی جاتی تو لوگ آپ ﷺ کو دنیادار خیال کرتے۔ (معاذ اللہ) دولت مند کافر لوگ اسلام کی رونق کا ذریعہ نہیں بلکہ اسلام کی اصل رونق تو مخلص اہل ایمان ہیں۔ ایسے لوگوں کو اہمیت دینے کی ممانعت جن کے دل اللہ ﷻ کی یاد سے غافل ہیں اور نفسانی خواہشات کے تابع ہیں۔

علمی بات: بعض کفار کا مطالبہ یہ بھی تھا کہ جو غریب اور کم حیثیت لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے ہیں، اگر آپ (ﷺ) اُنہیں اپنے پاس سے ہٹادیں تو ہم آپ (ﷺ) کی بات سننے کو تیار ہوں گے، موجودہ حالت میں ہم ان غریبوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ (ﷺ) کی کوئی بات نہیں سن سکتے، یہ آیت اس مطالبہ کو رد کر کے آنحضرت ﷺ کو تلقین کر رہی ہے کہ آپ ﷺ اس مطالبہ کو نہ مانیں اور اپنے غریب صحابہ رضی اللہ عنہم کی رفاقت نہ چھوڑیں اور اس ضمن میں ان غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت اور ان کے مقابلہ میں ان مال دار کافروں کی بُرائی بیان کی گئی ہے۔ یہی مضمون سورۃ انعام ۶، آیت: ۵۲ میں بھی آیا ہے۔

علمی بات: حضور اقدس ﷺ نے مکہ کے رؤسا کی دلداری کا جو خیال فرمایا تھا وہ اس مشفقانہ جذبہ پر مبنی تھا کہ جو لوگ اپنے ہو گئے ہیں۔ اگر ان کو مجلس میں بعض مرتبہ ساتھ نہ بٹھایا تو محبت اور تعلق میں کمی کرنے والے نہیں ہیں اور یہ رؤسا جو علیحدہ مجلس کے لئے درخواست کر رہے ہیں ان کی بات مان لی جائے تو ان کا بہانہ بھی ختم ہو جائے اور ممکن ہے کہ ہدایت قبول کر لیں۔ اس سے جہاں ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت معلوم ہوئی جن کو غریبی کی وجہ سے رؤسا عرب نے حقیر سمجھا تھا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اسلام قبول کر چکے ہوں ان کی رعایت اور دلداری ان لوگوں سے مقدم ہے جو ابھی تک منکرین اسلام ہیں۔

علمی بات: اسلام کی اصلی عزت و رونق اور جمال و کمال کا دارومدار مادی خوشحالی اور سونے چاندی کے سکّوں سے نہیں بلکہ مضبوط ایمان و تقویٰ، اخلاص و اطاعتِ کاملہ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔ اگرچہ فقراء ہی سے کیوں نہ ہو۔ دنیا کی رونق محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے۔ حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ ﷻ کی ہے جسے نہ شکست ہے، نہ زوال، چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں اللہ ﷻ کو یاد کرنے والوں اور دنیا کے طلبگاروں کا انجام معلوم ہو چکا ہے۔

آیت نمبر ۲۹: دین حق کو بیان کرتے رہنے کی تلقین کی گئی ہے جس کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں۔ جو چاہے اس پر ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔ انکار کرنے والوں کے لئے دوزخ کی آگ ہے جو اُنہیں گھیر لے گی۔ سُرَادِق کا معنیٰ ہے ہر وہ چیز جو کسی شے کا احاطہ کیئے ہو خواہ چار دیواری ہو یا شامیانہ یا خیمہ وغیرہ۔ یہاں اس سے مراد جہنم کی چار دیواری ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ "اس سے مراد آگ کی چار دیواریں ہیں۔ ہر ایک اتنی موٹی ہو گی کہ اسے طے کرنے کے لئے چالیس سال درکار ہوں گے۔" (جامع ترمذی، مسند احمد) ان سے جہنم کا احاطہ کیا جائے گا تاکہ آگ کی حرارت میں مزید اضافہ ہو۔

مُہْل پگھلے ہوئے تانبے کو کہا جاتا ہے۔ اہل جہنم پانی کی فریاد کریں گے تو اُنہیں کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو گا جو ان کی مونہوں کو جھلسا دے گا۔ وہ بہت ہی بُرا پانی ہو گا اور ان کا بہت بُرا اٹھکانا ہو گا۔

علمی بات: اللہ ﷻ نے جو یہ فرمایا ہے کہ: جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ اس سے ایک یہ معنیٰ معلوم ہوتا ہے کہ ایمان لانے یا نہ لانے میں انسان کا اپنا نفع اور نقصان ہے، کسی کے ایمان لانے سے اللہ ﷻ کو کوئی فائدہ ہو گا نہ اس کے ایمان نہ لانے سے اس کو کوئی نقصان ہو گا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: "اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے (ہی فائدے کے) لئے بھلائی کرو گے اور اگر تم بُرائی کرو گے تو اپنے (ہی نقصان کے) لئے۔" (سورۂ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۷)

علمی بات: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دوزخ کے عذاب کا جو حال مجھ کو معلوم ہے اگر وہ پورا حال لوگوں کے سامنے میں بیان کر دوں تو لوگ سوائے رونے کے دنیا

کے سب کام چھوڑ دیں۔" (صحیح بخاری و مسلم) اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ دنیا کا انتظام قائم رہنے کے لئے اللہ ﷻ کے حکم سے آنحضرت ﷺ دوزخ کے عذاب کا پورا حال اُمّت کے لوگوں کے روبرو بیان نہیں فرمایا اس لئے دوزخ کے عذاب کا جو ذکر اوپر گزرا وہ گویا مختصر ہے۔

عملی پہلو: جو حق اللہ ﷻ کی طرف سے آتا ہے وہ کامل طور پر صداقت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے لوگوں کی رعایت سے اس میں کسی قسم کی ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ حقوق اللہ میں ایسی ترمیم کی جائے کہ اس سے ان کی غلط روش کا جواز نکل آئے وہ گمراہی پر سرکشی کا اضافہ کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے لئے صرف سخت ترین سزا کا انتظار کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۰: اہل جہنم کی سختیوں اور ہولناکیوں کے مقابلہ میں دین حق کو قبول کرنے اور نیک اعمال انجام دینے والوں کا ذکر ہے۔ ان کا کوئی عمل ضائع نہیں کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا اُنہیں بہترین بدلہ دیا جائے گا۔

علمی بات: کسی ایسے مومن شخص کے عمل کو جس کی نیت و ارادہ بھی نیک اور درست ہو کہ وہ جو کچھ کرے اللہ ﷻ کی رضا و خوشنودی کے لئے کرے اور طریقہ بھی صحیح ہو کہ اس کا عمل اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات و فرمودات کے مطابق ہو۔ ایسے خوش نصیبوں کو وہ رب غفور و شکور ان کے پورے پورے اجر و ثواب سے نوازے گا۔ ان کی کسی طرح کی کوئی حق تلفی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ ان کو اپنے مزید فضل و کرم سے بھی نوازے گا۔

علمی بات: دنیا میں ہر چیز کی پہچان اس کی ضد سے ہوتی ہے اگر ضد نہ رہے تو کسی چیز کا کوئی وجود باقی نہ رہے، دوزخ کی سختیوں کا ذکر کیا گیا تو جب تک اس کے ساتھ اس کی ضد جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان نہ ہو اس پہلی بات کی تکمیل ممکن نہیں۔ یہی معاملہ ہر جگہ پر ہے، قرآنِ کریم جب ایک کا ذکر کرتا ہے تو ساتھ ہی دوسرے کا ذکر بھی کر دیتا ہے۔ گزشتہ آیت میں ان لوگوں کا بیان تھا جو حق اور سچ کو ماننے کے لئے تیار نہیں اور پھر ان کی سزا کا بھی ذکر کر دیا۔ اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جنہوں نے حق کو حق مانا اور تسلیم کیا اس لئے جھوٹ کے نگہبانوں اور محافظوں نے ان کی سخت مخالفت کی جس کے نتیجہ میں ان کو بہت سختیاں برداشت کرنا پڑیں لیکن انہوں نے ان سختیوں کو بخوشی برداشت کیا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کو یہ سختیاں برداشت کرنے کے نتیجہ سے واقف نہ کیا جائے، یہاں بتایا گیا کہ ان کے ان صالح اعمال کے نتیجہ کو بھی ضائع نہیں کیا جائے گا بلکہ پورا پورا ان کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اگلی آیت میں اس کی مزید وضاحت فرمادی کہ وہ کیا ہوگا۔

آیت نمبر ۳۱: نیک اعمال کے بدلے اہل ایمان کے لئے جنت کے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ زیب و زینت کے لئے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس عطا ہوں گے۔ وہ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جو ان کا بہترین بدلہ اور انجام ہوگا۔

علمی بات: سونے کے کنگنوں کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ قدیم زمانہ میں یہ دستور رہا ہے کہ بادشاہ سونے کے کنگن پہنا کرتے تھے گویا اہل جنت وہاں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے رہیں گے۔ پہننے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ ریشمی کپڑے ہوں گے اور بیٹھنے کے لئے اونچی اونچی مسندیں۔ واضح رہے کہ اس دنیا میں شریعت اسلامی کے مطابق سونے اور ریشمی کپڑوں کا استعمال مَردوں کے لئے جائز نہیں لیکن جنت میں جائز ہوگا بلکہ ایسے ہی جیسے اس دنیا میں شراب سب مَردوں عورتوں پر حرام ہے مگر جنت کی خالص اور پاک شراب اہل جنت کے لئے بیش بہا نعمت ہوگی۔

آیت نمبر ۳۲: مادہ پرستی کے رد پر دوسرا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ سردارانِ قریش کی تنبیہ کے لئے دو افراد کی مثال بیان فرما کر نبی کریم ﷺ کو تلقین فرمائی گئی ہے کہ لوگوں کے سامنے دو آدمیوں کا واقعہ بیان کریں۔ جن میں ایک کو اللہ ﷻ نے انگوروں کے دو باغ عنایت فرمائے اور ان کی حفاظت کھجور کے درختوں کے ساتھ کی اور ان کے درمیان فصل پیدا کی۔ باغوں کو سیراب کرنے کے لئے ان کے درمیان نہریں جاری کیں۔ یہ باغ بھرپور انداز سے پھل دیتے تھے ان کی پیداوار میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوتی۔

علمی بات: کفار کو مسلمان فقراء کے مقابلہ میں اپنے اموال و انصار پر فخر تھا۔ اس بنا پر وہ مسلمانوں کو حقیر سمجھتے اور ایک مجلس میں ان کے ساتھ بیٹھنا پسند نہ کرتے تو اللہ ﷻ نے یہ قصّہ بیان فرما کر سمجھایا کہ مال و اسباب فخر کے لائق نہیں ہیں کیونکہ ایک لمحہ میں فقیر غنی ہو سکتا ہے اور فقیر غنی دنیا میں اگر کوئی بات لائق سعادت سمجھنے کی ہے تو وہ اللہ ﷻ کی اطاعت اور اس کی عبادت ہے اور یہ ان درویشوں کو حاصل ہے۔

علمی و عملی بات: آیت نمبر:۲۸ میں کافر سرداروں کے اس تکبر کی طرف اشارہ کیا گیا جس کی وجہ سے وہ غریب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اب اللہ ﷻ ایک ایسا واقعہ بیان فرمارہا ہے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مال و دولت کی زیادتی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کوئی شخص اترائے۔ اگر اللہ ﷻ کے ساتھ رشتہ مضبوط نہ ہو تو بڑے بڑے مال دار لوگ انجام کار ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں اور اللہ ﷻ کے ساتھ معاملہ صحیح ہو تو غریب لوگ مرتبہ میں ان سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں۔

عملی پہلو: اس مثال میں آخرت کے حوالہ سے یہ سمجھایا جارہا ہے کہ آدمی کو اِترانے کی بجائے عاجزی اختیار کرنی چاہیئے۔ اس کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے جس طرح لہلہاتا باغ خاکستر ہو سکتا ہے اسی طرح وقت آئے گا جب دنیا کی چہل پہل بھی ختم ہو جائے گی۔ باغ کے مالک کی طرح دنیا پرست کو بھی پچھتانا پڑے گا۔

آیت نمبر ۳۳: زمین زرخیز تھی لہٰذا پھل دار درخت خوب پھل دیتے اور پیداوار میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔ باغات کے درمیان نہر جاری تھی جس سے باغ سیراب ہوتے تھے۔

علمی بات: باغات کی خوبی بیان کی گئی ہے کہ یہ نہیں کہ ایک باغ پھلا دوسرا نہ پھلا۔ یا ایک درخت میں پھل زیادہ آیا دوسرے میں کم۔ اسی طرح باغوں کے درمیان نہر کا پانی قرینہ سے پھر رہا تھا کہ منظر فرحت بخش رہے اور بارش نہ ہو تب بھی باغ وغیرہ خشکی سے خراب نہ ہونے پائے۔ ان خصوصیات کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ دونوں باغ خوب پھل لائے۔ کھجوروں نے اپنا پھل دینے میں اور انگوروں نے اپنی بہار دکھانے میں اور باقی باغ کے مختلف قطعات میں پھیلے ہوئے غلے کی فصلوں نے لہلہانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

آیت نمبر ۳۴: مال دار شخص کا اپنے ساتھی کو طعن کرنے کا بیان ہے۔ اس نے اپنے ساتھی کو کم تر جانا اور کہا کہ وہ مال و اولاد اور خادموں کی تعداد میں اس سے زیادہ حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ ﷻ کی عطا کردہ چیزوں کو اس نے اپنا ذاتی کمال سمجھا اور غرور و تکبر میں مبتلا ہوا۔

علمی بات: اس متکبر کافر شخص نے مومن شخص سے کہا کہ مال و دولت اور جتھا میرے پاس تجھ سے کہیں زائد ہے۔ اگر میں مشرکانہ اطوار اختیار کرنے میں باطل پر ہوتا تو اس قدر آسائش اور فراخی کیوں ملتی۔ اس کے مشرک ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آفت آنے کے بعد پچھتا کر کہتا تھا یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُشۡرِکۡ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا" اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔" (سورۃ الکہف، آیت:۴۲) معلوم ہوتا ہے کہ اس کا غریب ساتھی جو پکا موحّد یعنی توحید باری تعالیٰ پر یقین رکھنے والا تھا اسے شرک کے باطل ہونے کا اظہار اور شرک سے تائب ہونے کی نصیحت کر رہا ہو گا۔ جس کے جواب میں اس نے یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں، جتھے میں، ہر چیز میں زیادہ ہوں کس طرح یقین کر لوں کہ میں باطل پر ہوں اور تجھ جیسا مفلس قلاش حق پر ہو۔

آیت نمبر ۳۵: باغ کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے وہ باغ میں داخل ہوا اور کہا کہ اس کے باغات کو کبھی زوال نہیں آسکتا۔ اس نے ایسا کہہ کر اپنے نفس کے حق میں ظلم کیا۔

علمی بات: وہ دنیا پرست اور شرک میں مبتلا تھا۔ کبر و غرور کا نشہ دماغ میں بھرا ہوا تھا، دوسروں کو حقیر جانتا تھا اور اللہ ﷻ کی قدرت و جبروت پر نظر نہ تھی۔ نہ یہ سمجھتا تھا کہ آگے کیا انجام ہونے والا ہے۔ بس یہی باغ اس کی جنت تھی جسے وہ ابدی سمجھتا تھا۔

عملی پہلو: ان آیات میں مال دار متکبر کے ذہن کی عکاسی کی جارہی ہے کہ جب انسان دولت میں مست ہو جائے تو وہ اس قدر متکبر اور اللہ ﷻ کے خوف سے غافل ہو جاتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کی عیش و عشرت اور مال و دولت ہمیشہ رہنے والے ہیں اور آخرت کا فیصلہ بھی دنیا کو پیش نظر رکھ کر کیا جائے گا کہ دنیا میں جو مالدار یا منصب دار ہے آخرت میں بھی اسے سب کچھ دیا جائے گا۔ اس سوچ کی وجہ سے وہ صالح کردار کے بجائے دنیا کے مال اور اقتدار کو عزت کا معیار سمجھتا ہے۔ اس وجہ سے اپنے سے کم تر لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ دنیا کا جو مال و اسباب ہمیں ملا ہے۔ یہ ہماری ذاتی محنت کا نتیجہ اور اللہ ﷻ کے ہم پر راضی ہونے کی دلیل ہے۔ اس خوش فہمی کی وجہ سے فخر و غرور میں آکر کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں دوسروں سے بہتر ہیں۔ اگر ہم اپنے رب کے حضور لوٹائے گئے تو آخرت میں بھی دوسروں سے بہتر ہوں گے۔ دنیا کے اقتدار اور اسباب کی مستی میں وہ بھول جاتے ہیں جو مال اُنہیں دیا گیا ہے یہ اللہ ﷻ کی طرف سے آزمائش ہے۔

آیت نمبر ۳۶: دُنیاوی عیش و آرام میں مست ہو کر وہ مال دار شخص اللہ ﷻ کی گرفت اور قیامت کا انکار کرنے لگا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ بالفرض قیامت برپا ہو بھی گئی تو وہ جس طرح یہاں خوشحال ہے آخرت میں بھی اس کا اچھا انجام ہو گا۔ مادہ پرست لوگوں کا غلط نظریہ ہے کہ اگر دنیا میں وہ خوشحال ہیں تو یہ اللہ ﷻ کی خوشنودی کی دلیل ہے۔

علمی بات: وہ مال دار شخص انتہائی متکبرانہ انداز میں کہنے لگا کہ اب تو زندگی آرام سے گزر رہی ہے اور میں نے اب انتظامات ایسے مکمل کر لیئے ہیں کہ میری زندگی تک ان باغوں کے تباہ ہونے کا بظاہر کوئی کھٹکا نہیں۔ رہا بعد الموت کا قصّہ، تو اس کا اول تو مجھے یقین ہی نہیں کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملے گی؟ اور ہم رب کے سامنے پیش کیئے جائیں گے۔ لیکن اگر بالفرض ایسا ہوا بھی تو یقیناً مجھے یہاں سے بہتر سامان وہاں ملنا چاہیئے۔ اگر ہماری حرکات اللہ ﷻ کو ناپسند ہوتیں تو دنیا میں اتنی کشائش کیوں دیتا۔ گویا یہاں کی فراخی علامت ہے کہ وہاں بھی ہم عیش اڑائیں گے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایسا ہر گز نہیں۔

آیت نمبر ۳۷: مال دار شخص کے ساتھی نے اُسے اللہ ﷻ کی طرف متوجہ کیا۔ اس نے کہا کہ توحید اور قیامت کا انکار کر کے وہ اپنے خالق و مالک کے ساتھ کفر کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ ﷻ ہی ہے جس نے اولاً تجھے مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے پیدا کر کے مکمل انسان بنایا۔ معلوم ہوا کہ مال دار شخص کفر و شرک میں مبتلا تھا اور اس کا ساتھی مومن تھا۔

علمی بات: آخرت کے منکر کو اس کے مخلص ساتھی نے سمجھایا کہ کیا تو اس ذات حق کا انکار کرتا ہے۔ جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ایک نطفہ سے کامل انسان بنایا۔ (حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور اس کے بعد تمام انسان نطفہ سے پیدا کیئے جاتے ہیں)۔ جب آخرت کا منکر ہر دلیل سے انکار کرتا رہا تو اس کے مُوَحِّد (اللہ ﷻ کو ایک ماننے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے والے) ساتھی نے اسے کہا کہ اگر تو حق تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو تیری مرضی ہے۔ لیکن میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ اللہ ﷻ ہی میرا رب ہے۔ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو کسی اعتبار سے شریک نہیں سمجھتا۔ یاد رہے کہ رب کا معنیٰ ہے "خالق، مالک، بادشاہ" اور ہر چیز عطا فرمانے والا ہے۔ یہاں آخرت کے منکر کے لئے کافر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ جو شخص آخرت کا انکار کرتا ہے۔ وہ حقیقت میں اللہ ﷻ کے حاکم اور عادل ہونے اور اس کی جزا و سزا کا انکار کرتا ہے۔ آخرت کا انکار کرنا دین کے تیسرے بنیادی عقیدہ کا انکار کرنا ہے۔ اس لئے جو شخص آخرت کا منکر ہے۔ وہ اللہ ﷻ کا بھی منکر ہے۔ لہٰذا آخرت کا منکر اجر و ثواب سے محروم رہتا ہے۔

علمی بات: کافر نے قیامت کا انکار کیا تھا۔ بندۂ مومن نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا: کیا تم اس ذات کا انکار کر رہے ہو جس نے تم کو مٹی سے بنایا، مسلمان کا منشا یہ تھا کہ جب اللہ ﷻ نے انسان کو ایک بار عدم سے وجود میں لا چکا ہے تو اس کے لئے دوبارہ تم کو معدوم کرنا پھر عدم سے وجود میں لانا کیا مشکل ہے؟ اس نے تم کو مٹی سے بنایا، پھر نطفہ سے، پھر تم کو معتدل ہیئت میں بنایا۔ اس میں انسان کی پہلی بار تخلیق کی طرف اشارہ ہے۔ کافر کا رد کرنے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اللہ ﷻ نے تم کو اس طرح پیدا کیا ہے تو اس نے تم کو بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس نے تم کو عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس کے بعد کہا پھر تم کو معتدل ہیئت پر مرد بنایا۔ یعنی تم کو عقل عطا فرمائی جس سے بھلے اور برے کی پہچان ہوتی ہے۔ کیا تمہاری عقل اس کو جائز کہتی ہے کہ جس ذات نے تم کو اتنی نعمتیں عطا فرمائیں، تم اس کا کفر کرو۔

آیت نمبر ۳۸: مومن شخص نے عقیدۂ توحید پر کاربند ہونے کا اظہار کیا۔ اس نے کہا کہ وہ اللہ ﷻ ہی کو اپنا حقیقی رب مانتا ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

علمی بات: مومن نے کہا اللہ ﷻ ہی میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناؤں گا یعنی اس پر میرا ایمان ہے کہ اللہ ﷻ مسبب الاسباب ہے۔ فقر اور غنا صرف اُسی کی طرف سے ہے۔ اس لئے جب اللہ ﷻ کوئی نعمت عطا فرماتا ہے تو میں اس پر فخر اور تکبر نہیں کرتا اور نہ یہ سمجھتا ہوں کہ مال و دولت اور حمایتیوں کی کثرت میری کوشش کی وجہ سے ہے یا اس میں میرا کوئی کمال ہے بلکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سب اللہ ﷻ کی عطا سے ہے۔ اس لئے میں اس پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اسی طرح جب وہ مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو میں اس پر صبر کرتا ہوں۔

آیت نمبر ۳۹: مشرک شخص اللہ ﷻ کی نعمتوں کا اعتراف کرنے کے بجائے اِترانے لگا جس پر بندۂ مومن نے اس کی ملامت کی اور کہا کہ چاہیئے تھا کہ تُو باغ میں داخل ہوتے وقت غرور کرنے کے بجائے یہ کہتا مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ "(وہی ہوتا ہے) جو اللہ ﷻ چاہتا ہے اور اللہ ﷻ کی مدد کے بغیر (کسی میں) کوئی قوت نہیں۔" تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ ایسے تمام موقعوں پر ان نعمتوں کو اللہ ﷻ کی عطا کی طرف منسوب کرے اور اللہ ﷻ کی حمد و ثنا کرے نہ کہ غرور اور گھمنڈ میں رہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ مال و اولاد ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں۔ اللہ ﷻ یہ چیزیں واپس لینے پر بھی قادر ہے۔

علمی بات: مومن نے کافر کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تمہیں اللہ ﷻ پر توکل کرنا چاہیئے اور اُسی کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنا چاہیئے۔ یعنی یہ باغ جو تم کو ملا ہے، یہ اللہ ﷻ نے چاہا تو تم کو مل گیا اگر وہ نہ چاہتا تو تم کو یہ باغ نہ ملتا۔ اسی طرح تمہارے پاس جو مال ہے وہ اللہ ﷻ کی قدرت سے ہے۔ اس میں تمہاری طاقت اور قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے اور اگر اللہ ﷻ چاہتا تو تمہارے مال سے برکت اٹھالیتا پھر تمہارے پاس وہ مال جمع نہ ہوتا۔

مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا مفہوم اور اس کے متعلق چند فرامین نبوی ﷺ: ۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے گھر سے نکلتے وقت کہا: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ (اللہ کے نام سے، میں نے اللہ پر توکل کیا) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، تو اس سے کہا جائے گا تمہارے لئے یہ نام کفایت کیا گیا اور تم کو محفوظ کیا گیا اور تم سے شیطان کو دور کیا گیا۔" (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ نے بندہ کو اس کے اہل یا مال یا اولاد میں سے کوئی نعمت اس پر انعام فرمائی تو اس نے کہا: مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو وہ ان نعمتوں میں موت کے سوا کوئی آفت نہیں پائے گا۔" (بیہقی)

علمی بات: اس کلمہ کا معنٰی ہے اپنے معاملات کو اللہ ﷻ کے سپرد کر دینا اور یہ بتانا کہ بندہ اپنی کسی چیز کا مالک نہیں ہے اور اس کے پاس بُرائی کو دور کرنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے اور نیکی کو حاصل کرنے کی کوئی طاقت نہیں ہے، سوائے اس کے کہ اللہ ﷻ اس کو گناہوں سے دور کر دے اور نیکی کی طاقت عطا فرمائے۔

علمی بات: مومن نے کافر سے کہا تمہیں یہ کہنا چاہیئے تھا لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کسی چیز اور کسی کام پر کسی شخص کو اللہ ﷻ کی مدد اور اس کی قوت دینے کے بغیر طاقت حاصل نہیں ہو سکتی اور جب تم یہ کہتے تو اس باغ کی خیر کو اللہ ﷻ کے سپرد کر دیتے وہ چاہتا تو اس میں خیر رکھتا اور اگر وہ نہیں چاہتا تو اس میں خیر کو ترک کر دیتا، اور اس میں یہ اقرار ہے کہ اس باغ کی تعمیر اور ترقی کے لئے تم نے جو کچھ بھی کیا وہ اللہ ﷻ کی دی ہوئی طاقت اور اس کی توفیق سے کیا ہے اور کسی شخص کو اپنے بدن اور اختیارات میں اللہ ﷻ کی طاقت دیئے بغیر کوئی طاقت حاصل نہیں ہے۔

آیت نمبر ۴۰: مومن ساتھی کی کافر کو مزید نصیحت کا ذکر ہے۔ اُس نے کہا کہ غربت کا طعنہ دینے والے کے لئے اللہ ﷻ حالات کو برعکس کر دے اور اپنے بارے میں کہا کہ اسے بہتر باغ عطا فرمادے، اس نے مزید خبردار کیا کہ اللہ ﷻ اس بات پر بھی قادر ہے کہ باغ پر کوئی آسمانی آفت نازل کر کے اسے چٹیل میدان میں تبدیل کر دے۔ "حُسْبَان" حسبانۃ کی جمع ہے اس کا معنٰی ہے "بجلی کی کڑک یا محاسبہ والی چیز۔" مراد ہے عذاب یا آفات۔ اس آیت میں حسبانا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک آگ۔ دوسری عذاب مراد ہے حساب کے مطابق سزا۔

علمی بات: مومن شخص نے کافر سے کہا کہ میں اپنے فقر و فاقہ کے باوجود اپنے رب کریم کی جود و سخا سے مایوس نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مجھے ایسی نعمتیں بخشے گا جن کا تم تصور ہی نہیں کر سکتے اور یہ شاداب باغات اور لہلہاتی ہوئی فصلیں جن کی وجہ سے تم تکبر کر رہے ہو فانی ہیں۔ غضب الٰہی کی ایک بجلی ان کا نام و نشان تک مٹادے گی۔ ایسی فانی اور ناپائیدار چیز پر مغرور ہو کر اپنے رب قدیر سے روگردانی، عقل مند کی بات نہیں۔

علمی و عملی بات: صَعِیْد چٹیل زمین کو کہتے ہیں اور زلقاً کا معنٰی ہے جس پر سختی کی وجہ سے قدم نہ جم سکے۔ اور پھسل جائے یعنی اس کے غضب سے پناہ مانگتے رہو۔ اس کی بے نیازی سے ڈرتے رہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ ﷻ کی طرف سے آسمانی بجلی کی کڑک یا کوئی آفت، عذاب وغیرہ تیرے سارے گلشن کو ملیامیٹ کر کے رکھ دے۔ سر سبز و شادابی کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔

آیت نمبر ۴۱: اللہ ﷻ چاہے تو باغ کے درمیان بہنے والی نہر کو گہرا کر دے۔ یا پھر نہر کا پانی اتنی گہرائی میں کر دے کہ پانی کا حصول ہی ناممکن ہو جائے۔ اور پھر تم

اس باغ اور اس کی پیداوار کو دوبارہ حاصل کرنا چاہو تو حاصل نہ کر سکو۔

علمی و عملی بات: اس بندۂ مومن نے اس منکر شخص کو اندیشۂ عذاب کی یاددہانی کراتے ہوئے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ ﷻ تیرے اس باغ کو کسی بھی طرح ختم کر دے پس تجھے اکڑنے اور اِترانے کے بجائے اس کا شکر بجالانے اور اس کی پکڑ سے ڈرتے رہنا چاہیئے کہ تیرا یہ باغ جس پر تو اس قدر مست اور مغرور ہے کبھی بھی اور کسی بھی طرح ختم ہو سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے حکم سے اس کا زیر زمین پانی غیر معمولی گہرائی میں چلا جائے۔ اس کے نتیجہ میں تمہارا بنایا ہوا نظام آبپاشی ختم ہو کر رہ جائے اور اس طرح پانی کے بغیر یہ باغ خود بخود ہی اُجڑ جائے۔ یعنی حقیقی مسبب الاسباب تو اللہ ﷻ ہی ہے۔ اسی نے مختلف اسباب مہیا کر رکھے ہیں جس سے یہ کاروبار دنیا چل رہا ہے۔ وہ جب چاہے کسی سبب کو سلب کر لے یا اس کی ہیئت کو بدل دے اور اس کی وجہ سے یہ سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

عملی پہلو: دنیا کے تمام مغروروں اور متکبرین کا یہی ذہن ہوتا ہے کہ ان کو جو چین اور عیش حاصل ہوتا ہے وہ اس میں اس طرح کھو جاتے ہیں کہ ان کے اوپر یہ تصور بڑا دشوار گزرتا ہے کہ اس میں کہیں سے کوئی معمولی سی بھی رکاوٹ، مشکل پیدا ہو سکتی ہے۔ اس وجہ سے اگر کوئی ان کو خواب غفلت سے جگانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ آخر ان کے قلعہ میں دراڑ پیدا ہونے کا کیا امکان ہے۔ لیکن جب وقت آجاتا ہے تو قدرت ایک ہی جنبش میں سارے قلعہ کو زمین بوس کر کے رکھ دیتی ہے اور اس وقت سب کو نظر آجاتا ہے کہ جس چیز کو اتنی بعید سمجھے تھے وہ بالکل پاؤں کے نیچے سے برآمد ہو گئی۔ اسی حقیقت کی طرف بندۂ مومن نے توجہ دلائی ہے۔

علمی بات: اس کافر کی اولاد کی نسبت کوئی بات نہیں کہی اس کی بے تکلف وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ اولاد کی راحت بھی مال کے ساتھ ہے جب مال نہیں ہوتا اور اولاد الٹا وبال جان ہو جاتی ہے اور کھیت کا بھی ذکر نہیں کیونکہ اس کا مدار پانی پر ہے جب وہی نہ رہے گا تو کھیت بھی اجڑ جائے گا۔

آیت نمبر ۴۲: مشرک شخص کو اس کی ناشکری اور اسباب پرستی کی سزا ملی اور اس کا باغ تباہ کر دیا گیا۔ باغ پر لگایا گیا اس کا تمام سرمایہ برباد ہو گیا جس پر وہ افسوس کرنے لگا۔ انگوروں کی بیلیں اپنی چھتوں کی بل زمین پر آگریں۔ ظاہری اسباب اور مادی وسائل پر توکل والے شرک کرنے کا اعتراف اس نے خود کیا۔ وہ حسرت سے کہنے لگا کہ کاش وہ اپنے حقیقی رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔

علمی بات: مومن نے کافر کے متعلق جو کہا تھا اللہ ﷻ نے اس کو پورا کر دیا۔ اللہ ﷻ نے اس کے تمام کے تمام پھلوں کو تباہ کر دیا اور وہ ندامت اور حسرت سے اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا اور اس کے باغ میں انگوروں کی بیلیں جن چھپروں پر قائم تھیں، وہ سب چھپر گر گئے اور پھر اس نے کہا کاش! میں نے اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا ہوتا۔ معلوم ہوا کہ مسبب الاسباب اللہ ﷻ کے بجائے اپنی صلاحیت و قابلیت، علم و ہنر اور اسباب و ذرائع پر توکل کرنا بھی شرک کی ایک قسم ہے جسے مادہ پرستی کا شرک کہا جاتا ہے۔

علمی بات: بعض اوقات یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ صالحین پر مشکلات و مصائب میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ یہ مصائب اُن کی کسی نافرمانی کی وجہ سے نہیں آتیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور مقربین پر جو مصائب آتے ہیں وآزمائش کے طور پر آتے ہیں اور وہ ان کے درجات میں بلندی کے لئے آتے ہیں اور عام مسلمانوں پر جو مصائب آتے ہیں، وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلا ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "انبیاء کرام (علیہم السلام) پھر جو ان کے قریب ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں۔ بندہ اپنے دین کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین (کے معاملات) میں سخت پابندی کرنے والا ہو تو اس پر بہت شدید مصیبت آتی ہے اور اگر وہ اپنے دین (کے معاملات) میں نرم ہو تو وہ اس کے حساب سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، پھر بندہ پر مصائب آتے رہتے ہیں حتیٰ کہ وہ زمین پر اس حال میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔" (سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی)

علمی بات: اس شخص کو اللہ ﷻ کی طرف سے جو نعمتیں دی گئی تھیں وہ سب اس سے سلب کر لی گئیں۔ باغ بھی اجڑ گیا اور اولاد بھی چھن گئی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اللہ ﷻ کا خاص مقرب بندہ تھا۔ مال دار شخص نے اسے اس کی ناداری کا طعنہ دیا تھا: کہ مال و دولت میں بھی مجھے تم پر فوقیت حاصل ہے اور نفری

میں بھی میں تم سے بڑھ کر ہوں۔ اس طعنہ سے اللہ ﷻ کے اس نیک بندے کا دل دکھا ہو گا جس کی سزا اسے فوری طور پر ملی اور اللہ ﷻ نے اس سے سب کچھ چھین لیا۔ اس سلسلے میں ایک حدیث قدسی ہے: "جو شخص میرے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرے تو میری طرف سے اس کے خلاف اعلان جنگ ہے۔" (صحیح بخاری)

کسی شاعر نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے:

تا دل صاحب دلے نالد بہ درد ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد!

یعنی کسی صاحب دل ولی اللہ کے دل کو جب ٹھیس لگتی ہے تو اس کے بدلہ میں اللہ ﷻ کی طرف سے پوری قوم گرفت میں آجاتی ہے۔

علمی بات: ہاتھ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تباہی پر افسوس کرنے لگا کہ اپنے ہی ہاتھوں اپنی تباہی کا باعث بنا۔ کیونکہ اس نے ان باغوں کی منصوبہ بندی کرنے پودے لگانے اور ان کی نشوونما کرنے میں زرِ کثیر خرچ کیا تھا مسلسل محنت کی تھی اور اپنا قیمتی وقت اس میں کھپایا تھا۔ اس کا یہ تمام سرمایہ آن کی آن میں نیست و نابود ہو گیا اور وہ اس کی بربادی پر کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہ کر سکا۔ آج وہ سب انگوروں کی بیلیں جن چھتریوں پر چڑھائی گئی تھیں وہ سب کی سب اوندھی پڑی تھیں۔

علمی بات: اس مال دار شخص کے مکالمہ سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس شخص نے اللہ ﷻ کی قدرت اور اس کے اختیار کو بھلا کر ظاہری اسباب اور مادی وسائل پر توکل کر لیا تھا اور یہی وہ شرک تھا جس کا خود اس نے یہاں اعتراف کیا ہے۔ آج کی مادہ پرستانہ ذہنیت کا مکمل نقشہ اس رکوع میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یہ شرک کی جدید قسم ہے جس کو پہچاننے اور جس سے محتاط رہنے کی آج ہمیں اشد ضرورت ہے۔

آیت نمبر ۴۳: جس اولاد اور جماعت پر وہ اِترا تا تھا وہ اس کے کوئی کام نہ آئی۔ نہ ہی وہ خود اللہ ﷻ کے عذاب سے بچنے کا کوئی انتظام کر سکا۔

علمی بات: جب اللہ ﷻ کا عذاب آیا تو جس خاندانی جمعیت پر اسے ناز تھا اور جن معبودوں کو وہ اللہ ﷻ کے سوا کارساز اور متصرف سمجھتا تھا ان میں سے اس آڑے وقت میں کوئی بھی اس کے کام نہ آیا اور نہ اپنے ہی قوت بازو سے اللہ ﷻ کے عذاب سے اپنے باغوں کو بچا سکا۔ جن جن چیزوں پر اس نے زندگی میں انحصار کیا تھا ان میں سے ایک بھی ایسی نہ تھی جو اس کے کچھ کام آتی۔

علمی بات: "مُنْتَصِرًا" کا معنٰی انتقام لینے والا بھی ہے اور خود بچنے والا بھی، یعنی عذاب آیا تو اس کا کوئی گروہ نہ تھا جو اس کی مدد کرتا، سوائے اللہ ﷻ کے اور نہ وہ خود بچنے والا تھا۔ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کا ایک مطلب یہ ہے کہ اس "وقت اللہ کے سوا" اسے کوئی بچانے والا نہ تھا، مگر اس کو وہ ناراض کر چکا تھا۔ "مِن دُوْنِ اللّٰهِ" کا دوسرا معنٰی یہ ہے کہ پھر "اللہ کے مقابلہ میں" اس کا کوئی گروہ نہ تھا جو اس کی مدد کو پہنچتا۔ یہ معنٰی بھی کئی مفسرین کرام نے بیان کیا ہے۔ کسی بھی کافر کو جب یہ معاملہ پیش آتا ہے تو وہ اس وقت ہر طرف سے نااُمید اور مجبور ہو کر اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرتا ہے، مگر تب وقت گزر چکا ہوتا ہے اور اس کا ایمان اسے کچھ فائدہ نہیں دیتا، جیسا کہ فرعون غرق ہوتے وقت ایمان لے آیا۔ اسی طرح سورۃ المومن ۴۰، آیت: ۸۴ میں آیا ہے کہ جب انبیاء کرام علیہم السلام کے مخالفین نے اللہ ﷻ کا عذاب دیکھا تو کہنے لگے، ہم اللہ ﷻ اکیلے پر ایمان لے آئے اور قارون کے متعلق تو اللہ ﷻ نے بعینہٖ یہ الفاظ فرمائے جو اس باغ والے شخص کے متعلق فرمایا: فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ "تو ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر نہ اس کے لئے کوئی جماعت تھی جو اللہ کے مقابلہ میں اس کی مدد کرتی اور نہ وہ اپنا بچاؤ کرنے والوں میں سے تھا۔" (سورۃ القصص ۲۸، آیت: ۸۱) مگر ان میں سے کسی کے ایمان نے اسے فائدہ نہ دیا۔

عملی پہلو: اس قصّہ میں بہت بڑی عبرت ہے کوئی شخص اپنے مال پر گھمنڈ نہ کرے بلکہ اللہ ﷻ کا مومن بندہ بنے اور جن مومن بندوں کے پاس مال نہیں ہے اُنہیں حقیر نہ جانے اللہ ﷻ کی ناشکری نہ کرے، ناشکری کی وجہ سے نعمتیں چھین لی جاتی ہیں پھر ایسے وقت میں کوئی مدد گار نہیں ہوتا۔

عملی پہلو: معلوم ہوا کہ دنیا پرست آدمی اپنی غرض کے لئے دوسروں کا ساتھ دیتا ہے، جب اس کی غرض کو ٹھیس پہنچے تو گزرا ہوا وقت اس کو کبھی یاد نہیں رہا عوام تو عوام تاج و تخت کے ایوانوں تک کا یہی حال ہے کہ جب مشکل وقت آجائے تو انسان تو انسان درودیوار بھی انسان کو کھاتے نظر آتے ہیں اور ہر وہ چیز جو اس کے سکون کا باعث تھی اس کی بے آرامی اور وبال جان بن کر رہ جاتی ہے۔ اللہ ﷻ اس حالت سے ہر فرد و بشر کو بچائے کہ اس کے مدد گار اور قریبی ساتھی ہی اٹھ کر اس پر کوڑے برسانے

لگیں اور اس کے محافظ و خدام ہی کے ہاتھوں میں کڑیاں ہوں کہ اس کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیں۔

آیت نمبر ۴۴: اس مثال کے ذریعہ قریش مکہ کو تنبیہ ہے۔ ان پر واضح کر دیا گیا کہ در حقیقت سارا اختیار اللہ ﷻ برحق ہی کا ہے۔ وہی ہے جو نیک اعمال کا بہتر بدلہ عطا فرمانے والا ہے۔

علمی بات: تمام اختیارات اللہ ﷻ ہی کے پاس ہیں جو سچا ہے۔ اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:

۱۔ اللہ ﷻ نے دو آدمیوں کا جو یہ قصّہ ذکر کیا، اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ ﷻ کی نصرت اور اچھا انجام مومن کے لئے ہوتا ہے اور معلوم ہوا کہ تمام مومنوں اور کافروں کے ساتھ اللہ ﷻ اس طرح کا معاملہ کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت اور تصرف حقیقت میں اللہ ﷻ کے پاس ہے جس سے وہ اپنے اولیاء کرام کی مدد فرماتا ہے۔ وہ اُنہیں ان کے دشمنوں پر غلبہ عطا فرماتا ہے اور اُنہیں کفار کے معاملات کا والی بنا دیتا ہے۔

۲۔ جب ایسی شدید مصیبت آئے تو اس وقت کٹر سے کٹر مشرک بھی شرک سے ناطہ توڑ لیتا ہے اور صرف اللہ ﷻ کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے اور اپنے پچھلے کفر اور شرک پر پشیمان ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ کاش میں نے شرک نہ کیا ہوتا۔ معلوم ہوا کہ توحید کا نور انسانی فطرت میں موجود ہے۔

۳۔ اس میں دارالآخرت کی طرف اشارہ ہے کہ آخرت میں صرف اللہ ﷻ کی بادشاہی ہو گی۔ جب اللہ ﷻ فرمائے گا: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ "آج کس کی بادشاہی ہے؟ صرف اللہ کی جو اکیلا ہے سب پر غالب ہے۔" (سورۃ مؤمن ۴۰، آیت:۱۶)

آیت نمبر ۴۵: دُنیاوی زندگی کی بے ثباتی کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی خاطر اکثر لوگ کفر و شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خشک اور مردہ زمین پر بارش برسنے سے وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے اور کھیتی پانی سے مل کر خوب لہلہا اٹھتی ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ کھیتی سوکھ کر چورا چورا ہو جاتی ہے جسے ہوا اڑائے پھرتی ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی پر بھی مختلف مراحل آتے ہیں۔ لہٰذا ثابت کر دیا گیا کہ دُنیاوی زندگی پر یا دولت پر غرور میں مبتلا نہ ہو جائے۔ تمام اختیارات اللہ ﷻ ہی کی قدرت میں ہیں۔

علمی بات: اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ ان متکبرین کے سامنے دنیا کی حقارت، اس کی بے مائیگی اور بے ثباتی کی ایک اور مثال بیان کی جائے جو فقراء مومنین کی مجلس میں بیٹھنا اپنے لئے باعث توہین اور باعث عار سمجھتے تھے۔

دنیا کو پانی کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجوہات: اس آیت میں اللہ ﷻ نے دنیا کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانی میں اور دنیا میں چند وجوہ سے مناسبت ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ پانی ایک کیفیت اور ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا، اسی طرح دنیا بھی ایک کیفیت اور ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی۔

۲۔ کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ پانی میں داخل ہوا اور بھیگنے سے بچ جائے اسی طرح کوئی شخص اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ دنیا میں داخل ہو اور اس کے فتنوں، اس کی آفتوں اور آزمائشوں وغیرہ سے محفوظ رہ سکے۔

۳۔ جب پانی کو بہ قدر ضرورت باغات اور کھیتوں میں ڈالا جائے تو وہ ان کے لئے نفع بخش ہے اور ان کی روئیدگی کو بڑھانے والا ہے اور جب ان میں ضرورت سے زیادہ پانی کو ڈالا جائے گا تو وہ ان کو تباہ و برباد کر دے گا جیسے کہ دریاؤں کے سیلاب میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اسی طرح جب دنیا کے مال و متاع کو بہ قدر ضرورت لیا جائے گا تو وہ انسان کے لئے مفید اور نفع بخش ہے اور جب انسان دنیا کو اپنی ضروریات سے زیادہ لے گا تو وہ اس کے لئے فتنہ اور فساد کا سبب بن جائے گی۔

عملی پہلو: قرآنِ کریم میں متعدد بار یہ بات انسان کو ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی کی بہار بھی عارضی ہے اور خزاں بھی عارضی، دل بہلانے کا سامان یہاں بہت کچھ ہے مگر در حقیقت وہ نہایت حقیر اور چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں جنہیں اپنی کم ظرفی کی وجہ سے آدمی بڑی چیز سمجھتا ہے اور اس دھوکہ میں پڑ جاتا ہے کہ ان ہی کو پالینا گویا کامیابی کی منتہیٰ تک پہنچ جانا ہے حالانکہ جو بڑے بڑے فائدے اور لطف کے سامان بھی یہاں حاصل ہونے ممکن ہیں وہ بہت حقیر اور صرف چند سال کی حیات کے لئے ہیں۔ اس کے برعکس آخرت کی زندگی ایک عظیم اور ابدی زندگی ہے۔ وہاں فائدے بھی عظیم اور مستقل ہیں۔ کسی نے اگر وہاں اللہ ﷻ

کی مغفرت اور اس کی خوشنودی پالی تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہ نعمت نصیب ہوگئی جس کے سامنے دنیا بھر کی دولت و حکومت بھی ہیچ ہے۔ جو وہاں اللہ ﷻ کے عذاب میں گرفتار ہو گیا اس نے اگر دنیا میں وہ سب کچھ بھی پالیا ہو جسے وہ اپنے نزدیک بڑی چیز سمجھتا تھا تو اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بڑے خسارہ کا سودا کر کے آیا ہے۔

آیت نمبر ۴۶: مال و اولاد تو صرف دُنیاوی زندگی کی رونق ہیں۔ ان نعمتوں سے انسان صرف دنیا میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ باقی رہنے والی چیز صرف نیک اعمال ہیں جن کا ثواب اللہ ﷻ کے پاس ہے اور اُسی سے خیر کی توقع وابستہ کی جائے۔ "باقیات صالحات" میں ہر وہ عمل یا قول شامل ہے جو اللہ ﷻ کی محبت اور اطاعت کی طرف لے جانے والا ہو۔

علمی بات: اس سے پہلی آیت میں اللہ ﷻ نے یہ بتایا تھا کہ دنیا کی زندگی بہت جلد زائل ہونے والی ہے اور اس آیت میں فرمایا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور اس کا قیاس یوں بنے گا کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور جو چیز دنیا کی زندگی کی زینت ہو، وہ بہت جلد زائل ہونے والی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مال اور بیٹے بہت جلد زائل ہونے والے ہیں اور جو چیز جلد فنا ہونے والی ہو اس پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ قریش کے متکبرین اپنے مال و دولت اور طاقت ور حمایتیوں کی وجہ سے فقراء مسلمان کو حقیر جانتے تھے اور ان کے پاس بیٹھنے کو باعث عار گردانتے تھے۔ اللہ ﷻ ان پر رد فرماتا ہے کہ جن چیزوں پر تم گھمنڈ کر رہے ہو یہ تو خس و خاشاک کی طرح ہوا میں اڑ جانے والی ہیں، یہ بے ثبات اور ناپائیدار ہیں۔ اس لئے مال اور بیٹوں پر نہ اِتراؤ اور ان کی وجہ سے کسی کو حقیر نہ جانو۔

علمی بات: دنیا کے مال و اسباب سے اُمیدیں لگا کر بیٹھو تو ایک وقت وہ دھوکہ دے جاتے ہیں، لیکن وہ نیک اعمال جو اللہ ﷻ کی خوشنودی کے لئے کیئے جائیں خواہ نیک اعمال انسان نے اپنے جیتے جی خود کیئے ہوں یا کسی نیک عمل کا سلسلہ اپنے مرنے کے بعد دنیا میں چھوڑا ہو۔ مثلاً: علم سیکھا جائے جو جاری رہے یا کوئی صدقہ جاریہ والا کام مثلاً مسجد، کنواں، کھیت وقف کر دیا جائے یا اولاد کی تربیت کر کے اسے نیک چھوڑا جائے، اسی قسم کے کام ہیں جن پر اللہ ﷻ کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے۔ دنیا کی فانی و زائل خوشحالی پر لمبی چوڑی امیدیں باندھنا عقلمندی نہیں۔

فرامین نبوی ﷺ: ۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا نیک عمل بند ہو جاتا ہے ہاں جو شخص علم دین کا چرچہ یا مسجد سرائے یا اسی طرح کی اور کوئی ثواب کے جاری رہنے کی چیز چھوڑ کر مرے گا تو اس کا نیک عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا۔" (صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، بیہقی)

۲۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "باقی رہنے والے اعمال کثرت سے کیا کرو۔" عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں فرمایا: "اللہ ﷻ کی تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ ہیں۔" (مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "کہ جتنے نیک اعمال ہیں وہ باقیات صالحات ہیں۔"

آیت نمبر ۴۷: خطاب ان لوگوں سے ہے جو غرور و تکبر کی بنا پر قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ روز قیامت پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر فضا میں اُڑیں گے اور زمین کو چٹیل میدان میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا اور کوئی اس حشر سے نہ بچے گا۔

علمی بات: اس سے پہلی آیتوں میں اللہ ﷻ نے بتایا تھا کہ دنیا بہت خسیس اور رذیل ہے اور آخرت بہت عمدہ اور اشرف ہے اور چونکہ آخرت قیامت کے بعد آئے گی، اس لئے اب قیامت کے احوال بیان فرما رہا ہے۔ قرآنِ کریم کی آیات کو سامنے رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے موقع پر پہاڑوں کو پہلے اپنی جگہ سے ہٹا کر چلایا جائے گا پھر ان کو کوٹ پیس کر غبار کی طرح ہوا میں اڑا دیا جائے گا۔ چلانے کا ذکر اس جگہ کے علاوہ سورۃ النمل ۲۷، آیت ۸۸ اور سورۃ تکویر ۸۱، آیت: ۳ میں بھی آیا ہے اور اُنہیں کوٹ پیس کر غبار میں تبدیل کر دینے کا ذکر سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت: ۱۰۵، سورۃ الواقعہ ۵۶، آیت ۶۵ اور سورۃ المرسلات ۷۷، آیت: ۱۰ میں موجود ہے جو چیزیں زمین کے اندر پوشیدہ ہیں۔ وہ سامنے آجائیں گی جیسا کہ سورۃ انشقاق ۸۴، آیت: ۴ میں بیان فرمایا گیا ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ پہاڑوں، درختوں اور عمارتوں کے فنا ہو جانے کے بعد زمین حد نظر تک سپاٹ نظر آئے گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہیں ہو گا "اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو (تو) خیال کرتے ہو کہ اپنی جگہ

جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ بادل کی طرح اڑتے پھریں گے۔" (سورۃ النمل ۲۷، آیت:۸۸)۔"اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔"(سورۃ التکویر ۸۱، آیت:۳)"اور جب پہاڑ (ریزہ ریزہ کر کے) اُڑا دیئے جائیں گے۔"(سورۃ المرسلات ۷۷، آیت:۱۰)"اور (اے محبوب ﷺ!) وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ فرما دیجئے کہ میرا رب اُنہیں دُھول بنا کر اڑا دے گا۔اور زمین کو (ایسا) صاف میدان بنا دے گا۔" (سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیات:۱۰۶،۱۰۷) جیسا کہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔"اور اس کے اندر جو کچھ ہے وہ اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔"(سورۃ الانشقاق ۸۴، آیت:۴)

زمین کے صاف میدان ہونے کی وجوہات:

۱۔ زمین پر بنی ہوئی کوئی عمارت باقی نہیں رہے گی نہ پہاڑ، نہ درخت اور اس میں کوئی اونچی اور نیچی چیزیں نہیں رہیں گی۔

۲۔ بارزۃ سے مراد یہ ہے کہ زمین کے بطن میں جو کچھ ہے اس کو ظاہر کر دیا جائے گا۔ سو قبروں میں جو مُردے دفن ہیں اور جو خزانے موجود ہیں، ان کو نکال کر باہر کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید کی ان آیات سے ظاہر ہے:"اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔ اور اس کے اندر جو کچھ ہے وہ اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔" (سورۃ الانشقاق ۸۴، آیات:۳،۴)"جب زمین اپنے زلزلہ سے پوری شدت سے ہلا دی جائے گی۔ اور زمین اپنے (اندر کے) تمام بوجھ باہر نکال پھینکے گی۔"(سورۃ الزلزال ۹۹، آیات:۱،۲)

علمی بات:"اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر پھینک کر خالی ہو جائے گی" اس کے کئی مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ مَرے ہوئے انسان زمین کے اندر جہاں جس شکل اور جس حالت میں بھی پڑے ہوں گے ان سب کو وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔ اس وقت ان کے جسم کے تمام بکھرے ہوئے اجزا جمع ہو کر از سر نو اسی شکل وصورت میں زندہ ہو جائیں گے جس میں وہ پہلی زندگی کی حالت میں تھے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو وہ یہ کیسے کہیں گے کہ زمین کو یہ کیا ہو رہا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ صرف مَرے ہوئے انسانوں ہی کو وہ باہر نکال پھینکنے پر اکتفانہ کریں گے بلکہ ان کی پہلی زندگی کے افعال واقوال اور حرکات وسکنات کی شہادتوں کا جو انبار اس کی تہوں میں دبا پڑا ہے اس سب کو بھی وہ نکال کر باہر ڈال دے گی۔ تیسرا مطلب بعض مفسرین کرام نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ سونا، چاندی، جواہر اور ہر قسم کی دولت جو زمین کے پیٹ میں ہے اس کے بھی ڈھیر کے ڈھیر وہ باہر نکال کر رکھ دے گی اور انسان دیکھے گا کہ یہی ہیں وہ چیزیں جن پر وہ دنیا میں مَرا جاتا تھا، جن کی خاطر اس نے قتل کیئے، حق داروں کے حقوق مارے، چوریاں کیں، ڈاکے ڈالے، خشکی اور تری میں لوٹ مار کی، جنگ کے معرکے برپا کیئے اور پوری قوموں کو تباہ کر ڈالا۔ آج وہ سب کچھ سامنے موجود ہے اور اس کے کسی کام کا نہیں ہے بلکہ الٹا اس کے لئے عذاب کا سامان بنا ہوا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زمین اپنے پوشیدہ خزانے اُگل دے گی اور وہ سونہ اور چاندی کے ستونوں کی مانند ہوں گے۔ قاتل آئے گا اور (ان کو دیکھ کر) کہے گا، (افسوس صد افسوس!) میں نے اسی کے لالچ میں (فلاں کو) قتل کیا تھا۔ رشتے ناتے قطع کرنے والا آئے گا اور کہے گا (افسوس!) میں نے اسی کی لالچ میں (ناتا) توڑا تھا۔ چور آئے گا اور کہے گا، (افسوس!) اسی کے لالچ میں میرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر وہ سب اسے چھوڑ کر چلے جائیں گے اور وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں لیں گے۔ "(صحیح مسلم)

علمی بات: پھر سب لوگ اللہ ﷻ کے سامنے کھڑے کر دیئے جائیں گے کیونکہ زمین کا چہرہ پہاڑوں، سمندروں اور دریاؤں سے پوشیدہ تھا، پس جب اللہ ﷻ نے پہاڑوں اور دریاؤں کو فنا کر دے گا تو زمین کے جو حصے ان سے چھپے ہوئے تھے، وہ ظاہر ہو جائیں گے اور اس طرح زمین صاف میدان ہو جائے گی۔ اللہ ﷻ نے فرمایا:"اور ہم ان سب کو جمع کریں گے پس ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔"اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم سب لوگوں کو حساب کے لئے جمع کریں گے اور اس دن اولین اور آخرین میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ قرآنِ مجید میں ہے:"آپ (ﷺ) فرما دیجئے بے شک پچھلے اور بعد والے سب۔ یقیناً جمع کیئے جائیں گے ایک معیّن دن کے مقررہ وقت پر۔"(سورۃ الواقعہ ۵۶، آیات:۵۰،۴۹)

آیت نمبر ۴۸: روز قیامت تمام لوگ اللہ ﷻ کے سامنے صفیں باندھے پیش کیئے جائیں گے۔ جس طرح لوگ بے بس اور خالی ہاتھ دنیا میں آئے تھے اسی طرح میدانِ محشر میں جمع ہوں گے۔

علمی بات: اللہ ﷻ کا یہ ارشاد فرمانا کہ "تم ہمارے پاس اسی حالت میں آ گئے ہو جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔" یہ تشبیہ بعض صفات میں ہے ورنہ جس وقت انسان پیدا ہوا تھا اس وقت وہ نہ چل سکتا تھا، نہ بیٹھ سکتا تھا نہ باتیں کر سکتا تھا اور نہ کسی کام کاج پر قادر تھا۔

علمی بات: كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح آسانی سے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اسی طرح اب تمہاری تخلیق فرمادی تم دوبارہ پیدا ہونے کو ناممکن سمجھتے تھے حالانکہ جس نے پہلی بار پیدا کیا وہ دوسری بار بآسانی پیدا فرما سکتا ہے۔ کفار و مشرکین کا یہ طریقہ تھا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے نائبین کی تعلیم اور تبلیغ سے جب کبھی کچھ دھیان وقوع قیامت کی طرف چلا جاتا تھا تو وہ اسے بھی یوں کہہ کر دفع کر دیتے تھے کہ نہ دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ حساب کتاب کا موقع آنا ہے۔

ع لمی بات: وہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا جو انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی کیا گیا کہ دوبارہ اٹھایا جائے گا اور تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا۔ یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو قرآنِ حکیم کے الفاظ میں اَلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا "وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے" (سورۃ یونس ۱۰، آیت:۱۱) کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایسے لوگ جب اللہ ﷻ کے حضور پیش ہوں گے تو انہیں ان کا وعدۂ الست اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" (سورۃ الاعراف ۷، آیت:۱۷۲) بھی اللہ ﷻ منکرین آخرت کو یاد دلائے گا کہ تم لوگوں نے مجھے اپنا رب تسلیم کیا تھا پھر تم دنیا کی زندگی میں اس حقیقت کو بالکل ہی بھول گئے کہ تم نے واپس ہمارے پاس بھی آنا ہے۔ تمہیں گمان تک نہیں تھا کہ ہم تمہارے لئے اپنے سامنے پیشی کا کوئی وقت مقرر کریں گے۔

اس بیانیہ انداز خطاب میں یک لخت تبدیلی کر کے اسے خطابی انداز میں لانے سے منظر میں ایک طرح کی زندگی پیدا کر دی جاتی ہے۔ کردار زندہ و متحرک نظر آتے ہیں اور منظر ہمارے سامنے مجسم ہو جاتا ہے۔ گویا یہ مستقبل میں آنے والا قیام قیامت کا کوئی منظر نہیں ہے۔ بلکہ موجودہ دور کا منظر ہے۔

آیت نمبر ۴۹: روز قیامت ہر شخص کا اعمال نامہ اس کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ مجرمین اس دن اپنی بداعمالیوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جائیں گے۔ وہ حیرت اور رنج سے کہیں گے کہ یہ کیسا عجیب اعمال نامہ ہے جس میں ہر چھوٹا اور بڑا عمل لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے جو بھی اعمال کیئے ہوں گے وہ سب اپنے سامنے لکھا ہوا موجود پائیں گے اور کسی کی حق تلفی نہیں ہو گی۔

علمی بات: اپنے اپنے اعمال نامے دیکھیں گے ان میں ہر چھوٹا بڑا عمل لکھا ہو گا نافرمان اسے دیکھ کر ڈریں گے اور یوں کہیں گے کہ کاش یہ اعمال نامہ ہمارے سامنے نہ آتا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "تو جس کو اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ (خوش ہو کر) کہے گا لو میرا اعمال نامہ پڑھو۔" (سورۃ الحاقہ ۶۹، آیت:۱۹) ان اعمال ناموں میں سب کچھ ہو گا اللہ ﷻ کی طرف سے کسی پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔ جو گناہ نہ کیا ہو گا وہ لکھ دیا گیا ہو ایسا نہ ہو گا اور جو نیکی کسی نے کی ہو چھوٹی یا بڑی وہ اعمال نامہ میں موجود ہو گی۔ نہ کوئی گناہ لکھنے سے رہا ہو گا اور نہ کوئی بے کیا ہوا گناہ لکھا ہوا ہو گا اور نہ کوئی نیکی چھوٹی ہوئی ہو گی۔ (جو گناہ توبہ، استغفار یا نیکیوں کی وجہ سے کفارہ ہونے کے باعث درج نہ ہوں گے ان کے بارے میں اشکال نہیں ہوتا کیونکہ وہ گناہ کے ذیل میں آتے ہی نہیں۔)

علمی بات: اہل محشر کا اپنے کیئے ہوئے اعمال کو حاضر پانے کا مفہوم عام طور پر مفسرین کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ اپنے کیئے ہوئے اعمال کی جزا کو حاضر و موجود پائیں گے، کچھ مفسرین کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ لوگوں کے اعمال میں آخرت کی جزا و سزا بن جائیں گے۔ سورۃ النساء ۴، آیت:۱۰ میں یتیم کے ناجائز مال کو آگ کہا گیا ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی آگ ہی ہے، مگر اس کے آثار محسوس کرنے کے لئے اس دنیا سے گزر جانا شرط ہے، جیسے کوئی پیٹرول کو آگ کہے تو صحیح سمجھا جائے گا اگرچہ اس کے لئے ذرا سی آگ سے ملنا شرط ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ انسان جو کچھ نیک یا بد عمل دنیا میں کرتا ہے یہ عمل ہی آخرت میں جزا و سزا کی شکل اختیار کرے گا، اس وقت اس کے آثار و علامات اس دنیا سے الگ دوسرے ہو جائیں گے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

علمی بات: مسند احمد میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی صاحب ایمان شخص جب قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کا درست جواب دے دیتا ہے تو اس کے پاس ایک حسین و جمیل، عمدہ خوش بو والا اور خوش لباس آدمی آ کر کہتا ہے: تم کو اللہ ﷻ کی طرف سے اکرام اور ہمیشہ کی نعمتوں کی بشارت ہو۔ یہ کہتا ہے: تجھے بھی اللہ ﷻ اچھی بشارتیں دے، تم کون ہو؟ وہ کہتا ہے: میں تیرا ہی نیک عمل ہوں، اللہ کی قسم! تو اللہ ﷻ کی اطاعت کرنے میں تیز اور گناہ کرنے میں سست ہوتا تھا، اللہ ﷻ تجھے اچھا بدلہ دے۔ پھر اس کے لئے جنت اور جہنم دونوں طرف سے ایک ایک دروازہ کھول دیا

جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: اگر تم اللہ ﷻ کی نافرمانی کرتے تو تمہارا (جہنم والا) یہ ٹھکانا ہوتا۔ اب اللہ ﷻ نے تمہارے لئے اس کے عوض یہ (جنت والی) جگہ تیار کی ہے۔ پھر جب وہ جنت کے مناظر اور نعمتیں دیکھتا ہے تو کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت جلدی بپا کر تا کہ میں اپنے اہل اور مال میں لوٹ سکوں۔ لیکن اسے کہا جائے گا: تم یہاں سکون کرو۔ جب کافر، مشرک اور نافرمان شخص منکر نکیر کے سوالوں کا درست جواب نہیں دیتا تو اس کے پاس ایک انتہائی بدصورت اور گندے لباس والا بدبودار آدمی آتا ہے اور کہتا ہے: تجھے اللہ ﷻ کی طرف سے ذلت ورسوائی اور دائمی عذاب کی بشارت ہو۔ وہ کہتا ہے: تجھے بھی بُرائی کی بشارت ہو، تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میں تیرا بُرا عمل ہوں، تو اللہ ﷻ کی اطاعت کرنے میں سست اور گناہ کرنے میں تیز تھا۔ اللہ ﷻ تجھے بُرا بدلہ دے۔ پھر اس پر ایک اندھا، بہرا اور گونگا فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایسا گُرز ہوتا ہے کہ اگر وہ پہاڑ پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے۔ فرشتہ زور سے اسے یہ گرز مارتا ہے، وہ آدمی مٹی ہو جاتا ہے، اللہ ﷻ اسے دوبارہ ٹھیک کر دیتا ہے۔ وہ پھر اسے مارتا ہے، جس کی وجہ سے وہ چیختا چلاتا ہے اور اس کی چیخ وپکار کو جن وانس کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد اس کے لئے جہنم کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اس کے لئے جہنم کا بستر بچھا دیا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۵۰: اللہ ﷻ کے حکم پر تمام فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا بیان ہے۔ ابلیس جنات میں سے تھا اور اسے نیکی اور بدی دونوں کا اختیار تھا۔ اپنے اس اختیار کو غلط طور پر استعمال کرتے ہوئے اس نے تکبر کا مظاہرہ کیا اور اللہ ﷻ کا حکم تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح وہ اللہ ﷻ کی اطاعت سے نکل گیا اور اُس نے انسان سے ہمیشہ کے لئے دشمنی مول لی۔ ظالم سے مراد شیطان کے فرماں بردار اور اس کی پیروی کرنے والے ہیں۔ اللہ ﷻ کی اطاعت اور اس کی دوستی کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی اور اس کی دوستی اختیار کرنے والے ظالم شدید سزا پائیں گے۔

علمی بات: سابقہ آیات کے ذکر سے یہ مقصود تھا کہ ان لوگوں کا رد کیا جائے جو اپنے مال و دولت اور اپنے مددگاروں اور ساتھیوں پر فخر کرتے تھے اور مسلمان فقراء کو حقیر جانتے تھے اور اس آیت سے بھی بعینہٖ اس معنیٰ کا ذکر کرنا مقصود ہے کیونکہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر تکبر کیا تھا اس نے اپنی تخلیق آگ سے ہونے پر تکبر کیا تھا۔ اسی طرح کا معاملہ متکبر مشرکوں نے مسلمان فقراء کے ساتھ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم ان فقراء کے ساتھ کیوں بیٹھیں جبکہ ہم مال و دولت اور جاہ وحشم کے اعتبار سے ان سے افضل ہیں۔ اس وجہ سے اللہ ﷻ نے سابقہ آیات کے بعد حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کا قصّہ بیان فرمایا۔

علمی بات: قصّہ آدم و ابلیس کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود گمراہ انسانوں کو ان کی اس حماقت پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ اپنے رحیم و شفیق پروردگار اور خیر خواہ پیغمبروں کو چھوڑ کر اپنے اس ازلی دشمن کے پھندے میں پھنس رہے ہیں جو روزِ اول سے ان کے خلاف حسد رکھتا ہے۔

علمی بات: ابلیس فرشتوں میں سے نہ تھا بلکہ جنات میں سے تھا، اس لئے اطاعت سے باہر ہو جانا اس کے لئے ممکن ہوا۔ فرشتوں کے متعلق قرآنِ مجید تصریح کرتا ہے کہ وہ فطرۃً مطیع فرمان ہیں: " اللہ جو حکم بھی ان کو دے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ "(سورۃ التحریم ۶۶، آیت: ۶) "وہ سرکشی نہیں کرتے، اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے "(سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۵۰)۔ بخلاف اس کے جنات انسانوں کی طرح ایک ذی اختیار مخلوق ہیں جنہیں پیدائشی فرماں بردار نہیں بنایا گیا بلکہ کفر و ایمان اور طاعت و معصیت، دونوں کا اختیار بخشا گیا ہے۔ اس حقیقت کو یہاں کھولا گیا ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا اس لئے اس نے خود اپنے اختیار سے فسق کی راہ انتخاب کی۔ یہ تصریح ان تمام غلط فہمیوں کو رفع کر دیتی ہے جو عموماً لوگوں میں پائی جاتی ہیں کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا۔

علمی بات: فرشتوں کو سجدہ کا حکم دینے کے معنیٰ یہ تھے کہ وہ تمام مخلوقات ارضی بھی انسان کی مطیع فرماں بردار بن جائیں کرۂ زمین کی عملداری میں فرشتوں کے زیر انتظام آباد ہیں۔ چنانچہ فرشتوں کے ساتھ یہ سب مخلوقات بھی سربسجود ہوئیں۔ مگر ابلیس نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

سجدہ کرنے کا جو حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا اس میں فرشتے اور جنات سب داخل ہیں مگر حکم میں صرف فرشتوں کے ذکر پر اس لئے اکتفا کیا گیا کہ وہ سب سے افضل اور اشرف تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا حکم ان کو دیا گیا تو جنات کا بدرجہ اُولیٰ اس حکم میں شامل ہونا معلوم ہو گیا کہ جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بڑوں کو کسی کی تعظیم و تکریم کا حکم ہوا ہے تو اس سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہو گئی کہ چھوٹے بھی اس حکم میں شامل ہیں۔

علمی بات: ذُرِّیَّت اصل میں چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں پھر عرب میں چھوٹے اور بڑے اور واحد اور کثیر تمام اولاد کو ذُرِّیَّت کہتے ہیں اور مجازاً متبعین یعنی پیروی کرنے والوں کو ذُرِّیَّت کہتے ہیں۔ شیطانوں کی بھی اس طرح اولاد ہوتی ہے جس طرح بنی آدم کی اولاد ہوتی۔ ابلیس اَبُوالجِن ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام اَبُوالاِنس ہیں۔ شیطان کی ذریت، اس کے ماتحت مدد گار اور اس کا لشکر ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

آیت نمبر ۵۱: اللہ ﷻ کا اپنی وحدانیت کی دلیل کے طور پر کائنات کی تخلیق کا بیان ہے۔ کائنات کی تخلیق اور اس کے چلانے میں ابلیس یا دیگر خود ساختہ معبودوں کا کوئی حصّہ نہیں۔ اللہ ﷻ نے جب اُنہیں پیدا کیا تو اس وقت بھی ان خود ساختہ معبودوں سے کوئی مشورہ نہیں لیا تھا۔ اللہ ﷻ کو مددگاروں کی کوئی ضرورت نہیں البتہ اس کے دوست ضرور ہیں مگر وہ گمراہ لوگوں کو دوست نہیں بناتا۔

علمی بات: اس آیت میں ابلیس اور اس کی ذُرِّیَّت کی اتباع کرنے والوں اور شرک کرنے والوں کی جہالت اور ضلالت پر تنبیہ فرمائی ہے۔ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جب آسمان وزمین کو پیدا کیا اور جب ان لوگوں کو پیدا کیا تو ان کو اپنی مدد یا مشورے کے لئے نہیں بلایا تھا۔ جب آسمان وزمین کی تخلیق اور خود ان کی تخلیق میں میرا کوئی شریک نہیں تو پھر ابلیس اور اس کی ذُرِّیَّت سے دوستی کیوں کرتے ہیں؟ اور ان کے ورغلانے سے غیر اللہ کو اللہ ﷻ کا شریک کیوں ٹھہراتے ہیں؟ یہ تو سراسر حماقت اور سفاہت اور ضلالت ہے۔

دوسری ضلالت اور حماقت یہ ہے کہ جن کا مشغلہ گمراہ کرنے اور اللہ ﷻ کی فرماں برداری سے ہٹانے اور اس کے لئے شریک ٹھہرانے کا ہے ان کے بارے میں یہ عقیدہ بنالیا کہ وہ اللہ ﷻ کے مددگار ہیں۔ (العیاذ باللہ) جب کہ اللہ ﷻ نے واضح ارشاد فرمایا کہ "آپ (ﷺ) فرمادیجئے ان کو پکارو جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھ رہے ہو وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر (کسی چیز) کے مالک ہیں اور نہ زمینوں میں اور نہ ہی ان دونوں میں ان کا کوئی حصّہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس (اللہ) کا مددگار ہے۔" (سورۂ سبا ۳۴، آیت: ۲۲)

آیت نمبر ۵۲: روز قیامت مشرکین اور ان کے شرکاء کی بے بسی کا بیان ہے۔ مشرکین کو کہا جائے گا کہ وہ اُنہیں پکاریں جنہیں وہ اپنے خیال میں اللہ ﷻ کا شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔ مشرکین عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے شرکاء کو پکاریں گے لیکن وہ اُنہیں ان کی پکار کا جواب نہیں دیں گے۔ ان کے درمیان آڑ یا سخت عداوت ڈال دی جائے گی۔ اس آڑ سے ایک مراد جہنم کی سخت وادی بھی ہے۔

علمی بات: موبق کے بارے میں مفسرین کرام کی مختلف آراء ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "موبق دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے۔" حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جہنم میں ایک وادی ہے جس میں خون اور پیپ بہتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اس سے مراد سخت عداوت ہے۔"

علمی و عملی بات: اللہ ﷻ کے احکام اور اس کی ہدایات کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے احکام اور رہنمائی کی اتباع کرنا دراصل اس کو خدائی میں اللہ ﷻ کا شریک ٹھہرانا ہے خواہ آدمی اس دوسرے کو زبان سے اللہ ﷻ کا شریک قرار دیتا ہو یا نہ قرار دیتا ہو۔ بلکہ اگر آدمی ان دوسرے جھوٹے خداؤں اور شیاطین صفت لوگوں پر لعنت بھیجتے ہوئے بھی امر الٰہی کے مقابلہ میں ان کے اوامر کی اتباع کر رہا ہو تب بھی وہ شرک کا مجرم ہے۔ چنانچہ یہاں شیاطین کے معاملہ میں علانیہ دیکھا جاتا ہے کہ دنیا میں ہر ایک ان پر لعنت کرتا ہے، مگر اس لعنت کے باوجود جو لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں، قرآنِ حکیم ان سب کو یہ الزام دے رہا ہے کہ تم شیاطین کو اللہ ﷻ کا شریک بنائے ہوئے ہو۔ یہ شرک اعتقادی نہیں بلکہ شرک عملی ہے اور قرآنِ حکیم اس کو بھی شرک کہتا ہے۔

آیت نمبر ۵۳: دوزخ کی آگ کو دیکھ کر مشرکین کو یقین ہو جائے گا کہ وہ اس آگ میں گرنے والے ہیں۔ دوزخ سے نجات ملنا ان کے لئے ممکن نہیں ہو گا

علمی بات: وہ کافر جو مال و دولت کے گھمنڈ کی وجہ سے موجودہ دنیا میں اپنے آپ کو مامون و محفوظ سمجھتے ہیں۔ مگر قیامت میں ان کا انجام صرف یہ ہونے والا ہے کہ وہ اپنے آپ کو جہنم کے دروازے پر کھڑا ہوا پائیں اور اس سے بھاگنے کی کوئی تدبیر نہ کر سکیں۔

آیت نمبر ۵۴: انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآنِ حکیم میں گزشتہ قوموں کے واقعات، محاسبۂ اعمال اور توحید کے دلائل مختلف انداز میں بیان کیئے گئے ہیں۔ لیکن

انسان بڑا ہی جھگڑالو ہے جو نصیحت حاصل کرنے کے بجائے باطل باتوں کے ذریعہ حق کا انکار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

علمی بات: موجودہ دنیا میں امتحان کی آزادی ہے۔ اس بنا پر یہاں آدمی حق کا اعتراف نہ کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی عذر پالیتا ہے۔ ہر بات کو رد کرنے کے لئے اس کو کچھ نہ کچھ الفاظ مل جاتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک کھلی ہوئی دلیل کو بے معنیٰ بحثوں سے کاٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی وہ ایسا کرتا ہے کہ جو دلیل دی گئی ہے اس کو نظر انداز کر کے ایک اور چیز کا تقاضا کرتا ہے جو کسی وجہ سے ابھی پیش نہیں کی گئی۔

علمی بات: انسان کی ہدایت کے لئے اس کی عقل اور اس کے دل کو اپیل کرنے والی بہت سی دلیلیں مختلف پیرایوں میں اور دل نشین انداز میں بیان کر دی ہیں مگر انسان کچھ اس طرح کا جھگڑالو اور ہٹ دھرم واقع ہوا ہے کہ جس بات کو نہ ماننے کا تہیہ کرلے اس پر کئی طرح کے اعتراض وارد کر سکتا ہے۔ جھوٹے دلائل اور حیلوں بہانوں سے جواب پیش کر سکتا ہے۔

آیت نمبر ۵۵: لوگوں سے تقاضا تو یہی تھا کہ وہ قرآنِ حکیم سے ہدایت حاصل کرتے، اللہ ﷻ پر ایمان لاتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے مگر سرکش کفار نے قبول حق سے اعراض کیا۔

ایمان لانے اور گناہوں کی معافی نہ مانگنے کی وجوہات کا بیان: ۱۔ ان کا معاملہ سابقہ قوموں کی طرح ہو، گویا وہ ایمان لانے کے لئے عذاب کے منتظر ہیں۔

۲۔ یا پھر عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر وہ ایمان لائیں گے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کے بعد ایمان لانے کا موقع کہاں ملے گا۔

علمی بات: کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ وہ حق واضح ہو جانے کے باوجود بھی اللہ ﷻ کی فرماں برداری سے رکے رہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے عذابوں کو اپنے آنکھوں سے دیکھ لیں۔ مثلاً کسی نے تمنا کی کہ آسمان اس پر گر پڑے، کسی نے اپنے رسول (علیہ السلام) سے کہا کہ لاؤ جو عذاب لاسکتے ہو۔ اسی طرح قریش نے بھی کہا اے اللہ! اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا! یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر نازل کر۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے محمد! ہم تو تجھے مجنوں جانتے ہیں (معاذ اللہ) اور اگر فی الواقع تم سچے نبی ہو تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتے؟ وغیرہ وغیرہ پس عذابِ الٰہی کے انتظار میں رہتے تھے۔

علمی بات: جہاں تک دلیل و حجت کا تعلق ہے، قرآنِ حکیم نے حق واضح کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔ دل اور دماغ کو اپیل کرنے کے جتنے مؤثر طریقے اختیار کرنے ممکن تھے، وہ سب بہترین انداز میں یہاں اختیار کیئے جا چکے ہیں۔ اب وہ کیا چیز ہے جو اُنہیں قبول حق میں مانع ہو رہی ہے؟ صرف یہ کہ اُنہیں عذاب کا انتظار ہے۔ گویا وہ سزا کے بغیر سیدھے نہیں ہونا چاہتے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی حجت ان پر قائم ہو گئی ہے اس کے بعد بھی اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو عذاب ہی ان کی آنکھیں کھول سکتا ہے مگر اس وقت اس کا کچھ فائدہ نہ ہو گا۔

آیت نمبر ۵۶: اللہ ﷻ نے اپنی رحمت اور شفقت کا اظہار فرماتے ہوئے لوگوں کی ہدایت کے لئے رسول بھیجے۔ رسولوں کی ذمہ داری فرماں برداروں کو بشارت دینا اور نافرمانوں کو ان کے بُرے انجام سے ڈرانا ہے۔ کفار رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، ان کے معجزات کا رد کرتے ہیں اور باطل طریقہ اختیار کر کے حق کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اللہ ﷻ کی آیات کا اور اس کے عذاب کا جس سے اُنہیں ڈرایا جاتا ہے مذاق اڑاتے ہیں۔

علمی بات رسولوں کا عذاب کے آنے یا نہ آنے سے کوئی تعلق نہیں ان کا کام تو صرف بشارت اور انذار ہے۔ اللہ ﷻ رسولوں کو ان کی اُمتوں کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ ایمان والوں اور اطاعت گزاروں کو ثواب اور جنت کے درجات کی خوش خبری دیں جبکہ کافروں کو جہنم کے شدید عذاب سے ڈرائیں۔

علمی بات: اس آیت کے بھی دو مطلب ہو سکتے ہیں اور دونوں ہی یہاں مراد ہو سکتے ہیں:

ایک یہ کہ رسولوں کو ہم اس لئے بھیجتے ہیں کہ فیصلہ کا وقت آنے سے پہلے لوگوں کو فرماں برداری کے اچھے اور نافرمانی کے بُرے انجام سے خبردار کریں۔ مگر یہ بے وقوف لوگ ان پیشگی تنبیہات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے اور اسی انجام بد کو دیکھنے پر مُصر ہیں جس سے رسول علیہ السلام اُنہیں بچانا چاہتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو عذاب ہی دیکھنا منظور ہے تو پیغمبر سے اس کا مطالبہ نہ کریں کیونکہ پیغمبر عذاب دینے کے لئے نہیں بلکہ عذاب سے پہلے صرف خبردار کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔

علمی بات: کافروں کا جھگڑا کسی معقول دلیل اور ٹھوس بنیاد پر مبنی نہیں ہے۔ ان کے پاس اپنے مؤقف کی سچائی ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی دلیل بھی نہیں جو سنجیدگی سے غور کرنے کے قابل ہو۔ یوں ہی بے اندازہ، فضول، بغیر سوچے سمجھے ہانکتے رہتے ہیں۔ مثلاً وہ رسولوں سے کہتے ہیں کہ تم تو ہماری طرح بشر ہو اور اگر اللہ ﷻ چاہتا تو کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیج دیتا اور وہ یہ جھگڑا اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے اس حق بات کو مٹا دیں جو رسولوں کے ساتھ ہے، چنانچہ اس طرز عمل کے ذریعہ کافروں نے اللہ ﷻ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کو اور جس عذاب سے اُنہیں ڈرایا جاتا تھا اسے مذاق بنالیا۔ (معاذاللہ)

علمی بات: چاہیئے تو یہ تھا کہ باطل پرست اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرتے اور حق کا راستہ اختیار کرتے، لیکن اس کے برعکس وہ الٹا حق کو مٹانے کے لئے باطل دلائل کے سہارے جھگڑا کرتے ہیں، معجزات دیکھتے جاتے ہیں اور پھر معجزوں کی فرمائش چلی جاتی ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ جھوٹے جھگڑوں سے حق کو ڈگمگا دیں اور حق کی آواز کو پست کر دیں، حق کو باطل سے مٹا دیں، قدرت کی دلیلوں اور عذاب کے مضامین کی ہنسی اڑاتے رہیں۔

علمی بات: اللہ ﷻ کی بات سب سے زیادہ سچی بات ہے۔ تمام بہترین دلائل اس کی موافقت کرتے ہیں۔ چنانچہ جو لوگ اس کو ماننا نہیں چاہتے وہ کوئی حقیقی دلیل نہیں پاتے جس کے ذریعہ وہ اسے رد کر سکیں۔ ان کے پاس ہمیشہ صرف بے اصل باتیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ وہ اس کو زیر کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہیں۔ وہ ٹھوس دلائل کا مقابلہ جھوٹے اعتراضات سے کرتے ہیں۔ وہ سنجیدہ کام کو مذاق میں گم کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ سب وہ اس لئے کرتے ہیں کہ داعی کو عوام کی نظر میں بے اعتبار ثابت کر سکیں۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ ایسا کر کے وہ خود اپنے آپ کو اللہ ﷻ کی نظر میں بے اعتبار ثابت کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۵۷: آیات میں احکام، دلائل، معجزات اور نشانیاں شامل ہیں۔ اللہ ﷻ کی آیات پیش کرنے پر ان سے اعراض کرنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔ وہ اپنے کرتوتوں کو اور کل کی پیشی کو بھول جاتا ہے۔ حق کی مخالفت کے نتیجہ میں ایسے لوگوں سے حق کو سننے اور سمجھنے کی توفیق سلب کر دی جاتی ہے۔ پھر ہدایت قبول کرنا ان کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔

علمی بات: جن لوگوں کو اللہ ﷻ کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی گئی اور انہوں نے اس سے روگردانی کی، نیز وہ اپنے اعمال بد اور ان کے انجام بد کو بھی بھول گئے، یہ لوگ بہت بڑے ظالم ہیں اور ان کے مظالم کی سزا کے طور پر ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیئے گئے اور ان کے کانوں میں ایسی گرانی پیدا کر دی گئی، جس سے قرآنِ پاک کا سمجھنا، سننا اور اس سے نصیحت قبول کرنا ان کے لئے ناممکن ہو گیا، لہٰذا اب ان کو کیسی ہی دعوت دی جائے یہ کبھی بھی ہدایت کا راستہ اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

علمی بات: جو شخص مشفقانہ نصیحتوں سے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنے جرائم کا احساس بھی نہیں کرتا وہ مردہ ضمیر ہے۔ اس کا دل کسی بات کے سمجھنے کے قابل نہیں رہتا، نہ اس کا ضمیر کسی گناہ کا احساس کرتا ہے۔ ضمیر زندہ رکھنے کے لئے اللہ ﷻ کی نصیحتوں پر توجہ دینے اور اپنے گناہوں پر نادم رہنا چاہیئے۔

علمی بات: جب اللہ ﷻ کی طرف سے ہدایت کے اسباب فراہم کرنے کے بعد ایک شخص گمراہی پر قائم رہتا ہے تو اللہ ﷻ اس سے ہاتھ اٹھالیتا ہے اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ ظاہر ہے اللہ ﷻ کے بعد کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ نتیجتاً وہ گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔

علمی و عملی بات: آپ ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ اگر آپ ان کو ایمان کی دعوت دیں گے تو وہ کسی صورت بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت دو صورتیں سامنے آتی ہیں یا تو اُنہیں ایمان لانے پر مجبور کریں یا اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ ایمان لانے پر جبر کرنا صحیح نہیں ہے تو دوسری صورت باقی رہتی ہے کہ اُنہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ نصیحت مسترد کرنے اور گناہ کا احساس نہ کرنے سے انسان ناقابل ہدایت ہو جاتا ہے۔

عملی پہلو: آدمی کو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت اس لئے دی گئی ہے کہ وہ حق اور ناحق میں تمیز کر سکے۔ مگر جب وہ اپنی سوجھ بوجھ کو غلط رخ پر استعمال کرتا ہے تو اس کا ذہن اسی غلط رخ پر چل پڑتا ہے جس رخ پر اس نے اس کو چلایا ہے۔ اس کے بعد اس کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے کہ کسی بات کو اس کے صحیح رخ سے دیکھے اور اس کی واقعی اہمیت کو سمجھ سکے۔ وہ آنکھ رکھتے ہوئے بے آنکھ ہو جاتا ہے اور کان رکھتے ہوئے بے کان بن جاتا ہے۔

آیت نمبر ۵۸: منکرین کے بُرے اعمال ایسے ہیں کہ ان پر فوراً عذاب آجائے۔ لیکن اللہ ﷻ بہت بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔ لوگوں کو سنبھلنے کے لئے مہلت دی جاتی

ہے تاکہ وہ توبہ کرکے اس کی رحمت کے مستحق بن جائیں۔ یہ مہلت ایک مقررہ وقت تک کے لئے ہے۔ عذاب آنے کی صورت میں اُنہیں کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔

علمی بات: اللہ ﷻ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جس وقت کسی سے قصور سرزد ہو اسی وقت پکڑ کر اسے سزا دے ڈالے۔ یہ اس کی شان رحیمی ہے کہ مجرموں کو فوری نہیں پکڑتا اور مدتوں ان کو سنبھلنے کا موقع دیتا رہتا ہے۔ مگر سخت نادان ہیں وہ لوگ جو اس ڈھیل کو غلط معنٰی میں لیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ خواہ کچھ بھی کرتے رہیں، ان سے کبھی باز پرس ہو گی ہی نہیں۔

علمی بات: اللہ ﷻ کے عذاب کا قانون ایسا نہیں کہ ادھر کسی نے کوئی جرم کیا تو ادھر فوراً اسے سزا دے دی جائے بلکہ اس معاملہ میں اللہ ﷻ کا قانون ہے کہ وہ اسے مہلت دیتا ہے اگر اس دوران بھی مجرم اپنے جرم سے باز آجائے تو پھر سزا ٹل جاتی ہے کیونکہ اللہ ﷻ بخشنے والا بھی ہے اور مہربان بھی اور اگر باز نہ آئے تو عذاب اللہ ﷻ کے مقرر کردہ قانون کے مطابق اپنے مقررہ وقت پر آئے گا خواہ لوگ اس کے لئے جلدی مچائیں یا نہ مچائیں اور جب وہ وقت آجائے گا تو پھر نہ وہ مؤخر ہو گا اور نہ ہی مجرم اس سے کہیں بچ کے جا سکیں گے۔ علاوہ ازیں سب مجرموں پر عذاب نہیں آیا کرتا۔ صرف ان پر آتا ہے جو حد سے بڑھ جاتے ہیں سب پر اس لئے نہیں آتا کہ یہ دنیا دارالجزا نہیں ہے بلکہ دارالعمل ہے نیز اگر سب پر آتا تو دنیا کبھی آباد ہی نہ رہ سکتی۔

علمی بات: آیت کے اس حصّہ کی دو تفسیریں ممکن ہیں۔ پہلی تفسیر یہ ہے کہ اللہ ﷻ مومنوں کے لئے خوب بخشنے والا اور رحمت کا مالک ہے۔ یہ اس بنیاد پر ہے کہ اللہ ﷻ مشرکوں کو نہیں بخشے گا۔ جیسا کہ فرمایا: "بے شک اللہ اِس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اُس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو (گناہ) اِس کے علاوہ ہے جس کے لئے چاہے گا معاف فرمادے گا اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً وہ دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔" (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۱۶)

یا اس بنیاد پر ہے کہ کافروں کے لئے ڈھیل دینا رحمت نہیں ہے بلکہ یہ ڈھیل کافروں کے خلاف ہے۔ جیسا کہ فرمایا: "اور جنہوں نے کفر کیا وہ ہرگز نہ سمجھیں کہ ہم اُنہیں جو مہلت دے رہے ہیں وہ اُن کے حق میں خیر ہے بے شک ہم اُنہیں (صرف اِس لئے) مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں اور بڑھ جائیں۔" (سورۂ آل عمران ۳، آیت: ۱۷۸)

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ ﷻ بخشنے والا اور رحمت کا مالک ہے بشرطیکہ یہ لوگ اللہ ﷻ کی رحمت اور مغفرت کے اہل بن جائیں اور شرک و کفر سے توبہ کریں۔ "اللہ صرف شرک سے درگزر نہیں کرتا۔" (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۱۶)

حالت شرک میں مرنے والوں کے لئے ہے کہ ان کو مغفرت نہیں ملے گی لیکن اگر توبہ کرلے تو سابقہ شرک کا گناہ دھل جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ کافروں کے لئے ڈھیل دینا ان کے حق میں نہیں ان کے خلاف ہے۔ یہ اس صورت میں درست ہے اگر وہ توبہ نہیں کرتے لیکن اگر کسی مرحلہ میں کافر اور مشرک نے توبہ کرلی تو یہ ڈھیل اس کے لئے رحمت و مغفرت کا سبب ہے۔ البتہ اگر وہ اپنے شرک و کفر پر قائم رہتا ہے تو یہ ڈھیل اسی کے خلاف ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ ﷻ کی طرف سے ڈھیل مومن کے لئے رحمت اور کافر کے لئے عذاب کا موجب ہے۔ سزا کا مقررہ وقت آنے پر سزا نہیں ٹل سکتی۔

آیت نمبر ۵۹: تباہ شدہ بستیوں سے مراد سابقہ قوموں کی وہ بستیاں ہیں جن پر اہل مکہ کا گزر ہوتا اور وہ ان کی تباہی کے آثار خود دیکھ سکتے تھے۔ سابقہ قوموں کی نافرمانی پر اُنہیں فوراً ہلاک نہیں کیا گیا بلکہ ان کی ہلاکت کے لئے ایک معین وقت مقرر تھا۔ کفار مکہ کو تنبیہ کی گئی ہے کہ باز نہ آنے کی صورت میں ان کا حشر بھی اس سے مختلف نہیں ہو گا جو سابقہ نافرمان قوموں کا ہوا۔

علمی بات: بستیوں سے مراد قومِ عاد، قومِ ثمود اور حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔ جو اہل حجاز کے قریب اور ان کے راستوں میں واقع تھیں۔ ان بستیوں کے رہنے والوں کو بھی ان کے ظلم کی وجہ سے ہی ہلاک کیا گیا تھا لیکن ان پر عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کو انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت قبول کرنے کا پورا پورا موقع دیا گیا تھا اور ان پر حجت پوری کر دی گئی تھی۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ ان کا ظلم، ان کی ضد اور ان کی سرکشی اس حد پر پہنچ چکی ہے جہاں سے ہدایت کو قبول کرنے کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ان سے کسی انصاف اور خیر کی توقع بالکل نہیں رہتی تو پھر ان کے ایمان لانے اور ہدایت کو قبول کرنے کی مہلت ختم کر دی گئی اور ان کی تباہی کا وقت شروع ہو گیا۔ پھر اللہ ﷻ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور یہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں۔

عملی پہلو: ان قوموں کی تباہی کا ذکر کرکے اہل مکہ اور دیگر نافرمان قوموں کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ تم نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرکے یہ مت سمجھنا کہ تم پر جو

ابھی تک عذاب نہیں آیا اور تم کو جو مسلسل مہلت دی جارہی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ ﷻ کا دستور ہے کہ جب تک اللہ ﷻ کسی قوم پر اپنی حجت پوری نہیں کرلیتا اس وقت تک وہ اس قوم پر عذاب نہیں بھیجتا۔ پس اسی طرح جب تمہیں دی ہوئی ایمان لانے کی مہلت ختم ہو جائے گی تو تمہارا انجام بھی پچھلی قوموں سے مختلف نہیں ہو گا۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اَلْكَهْف کے معنی ہیں:

(الف) سرنگ (ب) کنواں ✓ (ج) غار (د) میدان

(۲) صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ کے معنی ہیں:

(الف) ریتیلا میدان ✓ (ب) چٹیل میدان (ج) وسیع میدان (د) پتھریلا میدان

(۳) فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ کی رو سے ہم نے غار میں ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا:

(الف) کئی دنوں تک (ب) کئی ہفتوں تک (ج) کئی مہینوں تک ✓ (د) کئی سالوں تک

(۴) اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ آیت کریمہ کی رو سے اپنے رب پر ایمان لانے والے اصحاب کہف تھے:

(الف) چند بوڑھے (ب) چند بچے ✓ (ج) چند نوجوان (د) چند سردار

(۵) وَّزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ اور ہم نے انھیں اور زیادہ عطا فرمائی:

(الف) عزت (ب) دولت (ج) شہرت ✓ (د) ہدایت

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ آیت کریمہ میں ہدایت اور گم راہی کے حوالہ سے کیا بیان ہوا ہے؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق اصل ہدایت صرف اللہ ﷻ کے اختیار میں ہے جسے وہ ہدایت دے وہی حقیقت میں راہِ راست پانے والا ہے۔ لیکن جسے وہ گم راہی میں چھوڑ دے، تو آپ (ﷺ) اس کے لیے کوئی ایسا کارساز نہیں پائیں گے جو اسے سیدھا راستہ دکھا سکے۔

۲۔ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ۝ آیت کریمہ میں اصحاب کہف کا غار میں کتنا عرصہ ٹھہرنے کا ذکر ہے؟

ج: اس آیتِ کریمہ کے مطابق اصحابِ کہف اپنی غار میں شمسی حساب سے تین سو (۳۰۰) سال تک سوئے رہے یا کل مدت قمری سال کے حساب سے تقریباً تین سو نو (۳۰۹) سال بیان ہوئی ہے۔

۳۔ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ آیت کریمہ میں اہل جہنم کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے؟

ج: آیتِ کریمہ کے مطابق اہل جہنم کو ہر طرف سے آگ نے گھیر ا ہوا ہو گا اور پیاس کی شدت پر انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا کھولتا ہوا پانی ملے گا جو ان کے چہروں کو جھلسا کر رکھ دے گا۔

۴۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ آیتِ کریمہ میں سے فعل ماضی تلاش کر کے لکھیں۔

ج: اس آیت میں استعمال ہونے والے فعل ماضی کے کلمات یہ ہیں "(اٰمَنُوْا)" وہ ایمان لائے، "(عَمِلُوا)" انہوں نے عمل کیا) اور "(اَحْسَنَ)" اُس نے اچھا کام کیا)۔

۵۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِلًا ۝

آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے کس فضل کا ذکر فرمایا گیا ہے؟

ج: آیتِ کریمہ کے مطابق، اللہ انسانوں کو ان کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا بلکہ یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے عذاب کا ایک مقررہ وقت طے کر رکھا ہے، جس کے

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE MUQTADA TOUFIQ BOOK SALE OF THIS BOOK WILL BE CRIMINAL ACTION

آنے پر انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکے گی۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔(الف) وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: اور آپ اس کے سوا اور جو آپ کی طرف آپ کے ربّ کی کتاب میں سے وحی فرمائی گئی ہے اس کی تلاوت کیجیے اس کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں ہے کوئی پناہ کی جگہ ہرگز نہیں پائیں گے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْکَھْفِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

ج: کہف عربی زبان میں "غار" کو کہتے ہیں۔ اس سورت مبارکہ میں اصحاب کہف کا قصہ بیان ہوا ہے۔ اپنا ایمان بچانے کے لیے ایک غار میں چلے گئے تھے۔ اللہ ﷻ نے ان پر تین سو نو برس تک نیند طاری فرمادی۔ مکی دور میں جو مسلمان ستائے جارہے تھے ان کو اصحاب کہف کا قصہ اس لیے سنایا گیا کہ ان کی ہمّت بلند ہو اور انھیں معلوم ہو کہ اس سے پہلے اہل ایمان نے کن آزمائشوں کا سامنا کیا اس واقعہ کی مناسبت سے اس کا نام سُوْرَۃُ الْکَھْفِ ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ اس کا مرکزی مضمون تین بڑے واقعات (اصحابِ کہف، ذوالقرنین بادشاہ اور حضرات موسیٰ و خضر عَلَیْہِمَا السَّلام) کے بیان کے ساتھ توحید، رسالت اور قیامت پر دلائل ہیں۔

۲۔(الف) وَلَوْ لَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۳۹﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے کیوں نہیں کہا (وہی ہوتا ہے) جو اللہ چاہتا ہے اور اللہ کی مدد کے بغیر (کسی میں) کوئی قوّت نہیں اگر تم مجھے مال واولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتے ہو۔

(ب) سُوْرَۃُ الْکَھْفِ چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

۱۔ قرآن حکیم کی فضیلت، صداقت اور اوصاف کا بیان۔ ۲۔ اِنْ شَآءَ اللہ کہنے کی اہمیت کا بیان۔ ۳۔ دنیوی اسباب سے مالا مال مادہ پرست متکبر اور کافر شخص کے باغ کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ۴۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے مقام بشریت کا بیان۔ ۵۔ آپ ﷺ کو تلاوتِ قرآن کا حکم اور مشکل حالات میں داعی کے لیے ہدایات کا بیان ہے۔ ۶۔ اسباب کی قلت کے باوجود اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والے اصحاب کہف کا مفصل واقعہ اور غار کی کیفیت کا ذکر ۷۔ ظاہر پرستی کی شدید نفی کرتے ہوئے سیّدنا موسیٰ و حضرت خضر عَلَیْہِمَا السَّلام کے تین واقعات اور ان تینوں واقعات کی حقیقت کا بیان۔ ۸۔ آخرت میں کفّار کے اعمال برباد اور ضائع ہونے کا اعلان۔

۳۔(الف) اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: مال اور اولاد دنیا کی زینت ہے اور جو باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جو آپ کے ربّ کے نزدیک ثواب میں بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے (بھی) بہت اچھی ہیں۔

(ب) سُوْرَۃُ الْکَھْفِ کی روشنی میں باغ والوں کا باہمی مکالمہ بیان کریں۔

ج: سُوْرَۃُ الْکَھْفِ میں دو باغ والوں کے مکالمہ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

باغ والے کا اظہارِ تکبر اور انکارِ آخرت: مغرور شخص نے اپنے ساتھی سے تکبر کرتے ہوئے کہا کہ میں مال و دولت اور افرادی قوت کے لحاظ سے تم سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں، میرا یہ باغ کبھی ختم نہیں ہوگا اور نہ ہی مجھے قیامت کے آنے کا کوئی یقین ہے۔ اس نے مزید کہا کہ اگر بالفرض مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو وہاں بھی مجھے اس باغ سے بہتر ہی جگہ ملے گی، کیونکہ میرا خیال ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت معزز ہوں اور یہ نعمتیں میری اپنی خوبیوں کا نتیجہ ہیں۔

مومن ساتھی کی نصیحت: مومن ساتھی نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا کہ کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا؟ تمہیں چاہیے تھا کہ اپنا باغ دیکھ کر "مَاشَاءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" کہتے، کیونکہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہیں۔ مومن نے اسے تنبیہ کی کہ اللہ تعالیٰ میری غریبی کے بدلے مجھے تم سے بہتر عطا کر سکتا ہے اور تمہارے اس غرور کی وجہ سے تمہارے باغ پر آسمانی آفت بھیج کر اسے ایک ہی پل میں چٹیل اور بنجر میدان میں بدل سکتا ہے۔

سبق:۴ سُوْرَۃُ الْکَھْف آیات:۶۰تا۱۱۰

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت میں ان آیات(۶۰تا۱۱۰) کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ ظاہر پرستی کی شدید نفی کرتے ہوئے حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے تین واقعات اور ان تینوں واقعات کی حقیقت کا بیان۔

۲۔ اقتدار اور اسباب کی فروانی کے باوجود اللہ ﷻ سے غافل نہ رہنے والے بادشاہ ذوالقرنین کا قصہ اور یاجوج وماجوج کا واقعہ۔

۳۔ آخرت کے حالات وواقعات کا تذکرہ۔ ۴سب سے زیادہ خسارے والے لوگوں کے حال کا بیان۔

۵۔ آخرت میں کفار کے اعمال برباد اور ضائع ہونے کا اعلان۔

۶۔ نیک لوگوں کے لئے انعاماتِ الٰہیہ کا ذکر، توحید باری تعالیٰ کے خزانوں اور اللہ ﷻ کے بیشمار کلمات کا بیان۔

۷۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے مقام بشریت کا بیان، آخرت کے طلب گاروں کے لئے ہدایات۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر۶۰: مادہ پرستی کے رد کے حوالہ سے تیسرا اور ایک اہم واقعہ بیان کیا جارہا ہے۔ اللہ ﷻ اپنی اس کائنات کو اپنی مرضی سے چلا رہا ہے۔ ہر کام کی مصلحت کیا ہے؟ ضروری نہیں کہ ہر شخص اس کو سمجھ سکے۔ اسی لئے اللہ ﷻ کے حکم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے تاکہ ہر شخص کو یقین ہو جائے کہ یہاں ہر بات کے پیچھے ایک مصلحت کام کر رہی ہے۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ ﷻ کے ایک خاص بندہ حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے سفر میں روانہ ہونے کا بیان ہے۔ بعض علماء کرام کی یہ رائے ہے کہ وہ ولی تھے۔ لیکن علماء محققین کی رائے یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ کیونکہ ولی کے الہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور اس میں خطا کا احتمال ہوتا ہے۔ الہام کی وجہ سے قتل جیسے سنگین فعل کا ارتکاب جائز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ علیہ السلام کو نبی ماننا پڑے گا اور نبی علیہ السلام کا علم یقینی ہوتا ہے۔ اس خاص بندہ یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے اشیاء کی حقیقت کا علم عطا فرمایا تھا جس کا کچھ حصّہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سکھلانا مقصود تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھ ایک نوجوان شاگرد یوشع بن نون کو لیا اور سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس عزم کا اظہار کیا کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے وہ اپنا سفر جاری رکھیں گے چاہے کئی سال گزر جائیں۔

علمی بات: یہ قصّہ سنانے سے مقصود کفار اور مومنین دونوں کو ایک اہم حقیقت سے آگاہ کرنا ہے۔ وہ یہ ہے کہ نگاہ دنیا میں بظاہر جو کچھ دیکھتی ہے، اس سے غلط نتائج اخذ کر لیتی ہے کیونکہ اس کے سامنے اللہ ﷻ کی وہ مصلحتیں نہیں ہوتیں جو معاملاتِ دنیا میں کارفرما ہیں۔ ظالموں کا پھلتا پھولنا اور بے گناہوں کا تکلیف میں مبتلا ہونا وغیرہ وہ مناظر ہیں جن سے عام طور پر ذہنوں میں الجھنیں اور غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔ کافر ان سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہاں جس کا جو جی چاہے کرتا رہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ کبھی کچھ مومن اس طرح کے واقعات کو دیکھ کر دل شکستہ ہوتے ہیں اور بسا اوقات ایمان تک متزلزل ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی حالات میں اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کارخانۂ مشیت کا پردہ اٹھا کر اس کی ایک جھلک دکھائی تھی تاکہ اُنہیں معلوم ہو جائے کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے کیسے کن مصلحتوں سے ہو رہا ہے اور کس طرح واقعات کا ظاہر ان کے باطن سے مختلف ہوتا ہے۔

علمی بات: بخاری شریف کی صحیح روایت میں اس واقعہ کی تفصیل یوں نقل کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دفعہ کھڑے وعظ فرما رہے تھے تو کسی شخص نے یہ پوچھ لیا کہ اے موسیٰ! اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے۔۔؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ "میں" اس لحاظ سے یہ جواب صحیح تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب نبی ہیں اور جتنے بنی آدم اس وقت موجود تھے سب سے زیادہ علم ان ہی کو ہی تھا لیکن سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ کو یہ جواب پسند نہیں آیا۔ کیوں کہ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں کہتے کہ اللہ ﷻ بہتر جانتا ہے، اللہ ﷻ کی طرف اس کی نسبت کرتے،

اپنی طرف جو نسبت کرلی کہ میں بڑا عالم ہوں، اس پر اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ ہاں ہمارا ایک بندہ ہے جس کا علم تم سے زیادہ ہے۔ وہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ ﷻ سے دریافت کیا کہ حضرت خضر (علیہ السلام) سے ملنے کی کیا صورت ہے؟ اللہ ﷻ نے ایک مچھلی کو ان سے ملاقات کی علامت قرار دیا اور ان سے فرما دیا کہ جب تم اس مچھلی کو گم کر دو تو واپس لوٹ جانا، تب حضرت خضر (علیہ السلام) سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے اور دریا میں مچھلی کی علامت تلاش کرتے رہے۔ اس وقت ان کے ساتھی نے کہا جب ہم پتھر کے پاس تھے کیا آپ علیہ السلام نے دیکھا تھا؟ میں اس وقت مچھلی کا کہنا بھول گیا اور شیطان ہی نے مجھے اس کا ذکر بھلا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی مقام کی ہمیں تلاش تھی۔ تب وہ اپنے نشانات قدم پر باتیں کرتے ہوئے لوٹے تو وہاں انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پایا۔ پھر ان کا وہی قصّہ ہے جو اللہ ﷻ نے اپنی کتاب قرآنِ حکیم میں بیان فرمایا ہے۔

علمی بات: مجمع البحرین کا معنیٰ "دو سمندروں کے اکٹھے ہونے کی جگہ" یا دو دریاؤں کے اکٹھے ہونے کی جگہ، قطعی طور پر قرآنِ کریم میں تعین نہیں کیا گیا، کیونکہ ایسے مواقع تو بہت آتے ہیں جہاں دو دریا اکٹھے ہوتے ہیں اور جس علاقہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام رہتے تھے وہاں بھی دو سمندر آپس میں ملتے ہیں، بحر فارس اور بحر روم اور اسی طرح جہاں جا کر دجلہ سمندر میں گرتا ہے وہ بھی مجمع البحرین ہے، فرات جہاں جا کر سمندر میں گرتا ہے وہ بھی مجمع البحرین ہے۔ دو سمندروں کا سنگم کے متعلق علماء کرام کے مختلف آراء ہیں۔ اکثر مفسرین کرام کے نزدیک وہ جگہ ہے جہاں خلیج عقبہ (Gulf of Aqaba or Litat) اور خلیج سوئز Gulf of (Suez) دونوں آکر ملتے ہیں اور بحر احمر میں ضم ہو جاتے ہیں۔ جن کے مابین صحرائے سینا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غرقابی فرعون کے بعد زندگی کا اکثر حصّہ اسی علاقہ میں گزارا تھا۔ اسی صحرا میں کوہِ طور ہے جہاں آپ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی گئی۔ یہ مختلف جگہیں ہو سکتی ہیں ہو سکتا ہے کہ جہت متعین کر دی گئی ہو کہ مشرق کی طرف، مغرب کی طرف، شمال، جنوب جو بھی ہے اور ایک علامت متعین کر دی گئی کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لیجئے، جہاں وہ مچھلی زندہ ہو کر کے گم ہو جائے سمجھ لینا کہ اسی علاقہ میں میرا مقصود ہے۔ بہر حال اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔

علمی و عملی بات: اس کائنات میں بہت سے ایسے واقعات روزمرہ انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں جن کا مقصد اس کی سمجھ میں نہیں آتا، حالانکہ کوئی واقعہ تو اللہ ﷻ کی کسی نہ کسی حکمت کے بغیر نہیں ہوتا۔ انسان کی نظر چونکہ محدود ہے، اس لئے وہ اس حکمت کو بسا اوقات نہیں سمجھتا، لیکن جس قادرِ مطلق کے دستِ قدرت میں پوری کائنات کی باگ ڈور ہے، وہی جانتا ہے کہ کس وقت کیا واقعہ پیش آنا چاہیئے۔

علمی بات: ان واقعات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ لوگ ظاہر بیں نگاہ سے جو کچھ دیکھ رہے ہوں وہ دراصل حقیقت نہیں اور جو حقیقت ہے وہ ان کی نگاہوں سے مخفی ہے۔ اس قصّہ میں پروردگار نے اپنی مشیت کے گوشے سے پردہ اٹھا کر یہ دکھایا ہے کہ لوگ جو کچھ ظاہر میں دیکھتے ہیں ضروری نہیں کہ حقیقت بھی وہی ہو، ان واقعات کے آئینہ میں دیکھیں کہ بظاہر واقعہ کیا پیش آیا ہے اور بعد میں اس کی تعبیر کیسی سامنے آئی ہے۔ اس سے یہ حقیقت سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ انسان جو کچھ بظاہر دیکھتا ہے ضروری نہیں کہ انجام کے اعتبار سے بھی وہی ہو۔

آیت نمبر ۶۱: دوران سفر دونوں اس مقام تک پہنچے جہاں دو دریا آپس میں مل رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ ﷻ کے حکم سے اپنے ساتھ ایک مچھلی رکھ لی تھی۔ مچھلی اس مقام پر زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی اور سُرنگ کی طرح راستہ چھوڑ گئی۔ شاگرد نے اس منظر کو دیکھ لیا مگر وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع دینا بھول گئے اور دونوں اس جگہ سے آگے روانہ ہو گئے۔

علمی بات: چلتے چلتے حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جگہ پر پہنچے، وہاں چٹان تھی اور وہ اس کے سائے میں کچھ دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے اور ان کے شاگرد یوشع بن نون جاگ رہے تھے اور ان کے سامنے وہ مچھلی توشہ دان میں سے زندہ ہو کے پھڑکی اور نکل کے دریا میں داخل ہو گئی اور جہاں سے وہ داخل ہوئی، وہاں راستہ اسی طرح بنا رہ گیا۔ یوشع بن نون تو چونکہ آئے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھتے تھے، ان کو یہ دیکھ کے حیرانی تو ہوئی کہ مچھلی زندہ ہو کے کیسے دریا میں داخل ہو گئی لیکن خیالات میں کچھ ایسے کھوئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو ان کو یہ ذکر کرنا یاد نہ رہا کہ مچھلی گم ہو گئی ہے۔

علمی بات: خادم کو ادب و احترام کے لئے خادم کے بجائے فَتٰی (نوجوان لڑکے) کے لفظ سے یاد فرمایا گیا۔ اس سے ہمیں یہ سکھایا گیا کہ فرق مراتب کے باوجود

ہمیں کوئی ایسا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیئے جس سے کسی اپنے سے کم درجہ کی تذلیل اور دل آزاری کا پہلو نکلتا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس انداز سے شاگرد کے ساتھ گفتگو کی ہے اس سے واضح ہے کہ اس کی حیثیت محض ایک خادم کی نہیں، بلکہ ایک نوجوان ساتھی اور شاگرد کی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو اِس کا ترجمہ لفظ "شاگرد" سے نہایت موزوں ہو گا۔

آیت نمبر ۶۲: سفر میں تھکاوٹ اور بھوک محسوس ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کھانا طلب کیا۔

علمی بات: یعنی جب دور نکل گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھوک معلوم ہوئی اور مشقت و تھکن بھی زیادہ محسوس ہوئی تب خادم سے ناشتہ طلب کیا۔ خلاصہ یہ کہ مجمع البحرین (دو دریاؤں کے میلاپ اور اکھٹا ہونے کی جگہ) پر سونے کے بعد اٹھے تو بھوک نہ تھی جو کھانا مانگتے مچھلی کا کوئی ذکر نہیں آیا خادم کو بھی مچھلی کا واقعہ یاد نہیں آیا۔ شاید اس تھکاوٹ کی وجہ اس نعمت کا احساس دلانا ہو کہ صحیح راستہ پر طلب علم کے لئے جاتے ہوئے اللہ ﷻ کی خاص مدد شامل ہوتی ہے، جس سے تھکن نہیں ہوتی اور جب اس کی مدد نہ ہو تو انسان تھک کر رہ جاتا ہے۔ نیز مقام مطلوب تک پہنچنے میں کوئی مشقت محسوس نہ ہوئی، مگر جب اس سے آگے چلے گئے تو پھر تھکاوٹ محسوس ہوئی۔ اس کی ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ بھوک محسوس ہونے پر مچھلی یاد آجائے اور اپنے مقصد اور مقام مطلوب کی طرف لوٹ آئیں۔

علمی بات: قرآن و سنت کی تصریحات سے واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت میں بھی ایک خاص امتیاز حاصل ہے اللہ ﷻ کی ہم کلامی کا خاص شرف ان کی مخصوص فضیلت ہے اور حضرت خضر علیہ السلام کی تو نبوت میں بھی اختلاف ہے اور نبوت کو تسلیم بھی کیا جائے تو مقام رسالت حاصل نہیں نہ ان کی کوئی کتاب ہے نہ کوئی خاص اُمّت اس لئے بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے بدرجہ افضل ہیں لیکن حق تعالیٰ اپنے مقربین کی خاص انداز سے تربیت کا اہتمام فرماتا ہے جس کا مظہر یہ ہے کہ ان کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا تھا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں تو حق تعالیٰ نے اس حوالہ سے اپنے ایک ایسے بندہ کا ان کو ذکر فرمایا جن کے پاس اللہ ﷻ کا دیا ہوا ایک خاص علم تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا علم ان کے علم سے درجہ میں بہت بڑھا ہوا تھا مگر بہر حال وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہ تھا۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے طلب علم کا ایسا جذبہ عطا فرمایا تھا کہ جب یہ معلوم ہوا کہ کہیں اور بھی علم ہے جو مجھے حاصل نہیں تو اس کے حصول کے لئے سفر پر جانے کو تیار ہو گئے اور حق تعالیٰ ہی سے اس بندہ (حضرت خضر علیہ السلام) کا پتہ پوچھا۔

علمی بات: معلوم ہوا سفر کے لئے کھانا ساتھ لے جانا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور توکل کے منافی نہیں۔ نیز بھوک، پیاس، تھکاوٹ، بھول، غرض انسان کو پیش آنے والی چیزیں بتقاضائے بشر انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی پیش آتی ہیں کیونکہ وہ بھی بشر ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی کو جو عارضہ پیش آئے، اس کا ذکر کر سکتا ہے، بشرطیکہ اس کا ارادہ اللہ ﷻ سے شکوہ کا نہ ہو۔ یعنی انسان کو جو تکلیف اور مرض ہو تو اس کو بتانا جائز ہے، یہ مقام رضا کے منافی نہیں ہے اور نہ اللہ ﷻ کی قضا کو تسلیم کرنے کے منافی ہے، لیکن یہ اس صورت میں جائز ہے جب اکتاہٹ اور ناراضگی کی بنا پر نہ ہو۔

آیت نمبر ۶۳: شاگرد نے مچھلی کے بھول جانے پر معذرت پیش کی۔ انہوں نے بھول جانے کی نسبت شیطان کی طرف کی۔ ہر بُری بات کی نسبت شیطان کی طرف کی جاتی ہے کیوں کہ اس کی ذات بُرائیوں کا مرکز ہے۔

علمی بات: آیت میں دلالت ہے اس امر پر کہ شیطان کے اثر سے وسوسہ و نسیان کا پیش آجانا ولایت بلکہ نبوت کے بھی منافی نہیں۔ بھول جانے کو شیطان کی طرف منسوب فرمایا ہے اس لئے کہ کسی نیکی کے کام سے غافل کرنا شیطان ہی کا کام ہے۔ انسان کو نیکی کے کاموں سے شیطان ہی غافل کرتا ہے، مگر اس کی مہلت اسے اللہ ﷻ کے اذن سے ملتی ہے۔ نسیان کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کہ گئی ہے کہ شیطان کسی بھی اچھے کام میں مُمِد و معاون نہیں ہوا کرتا۔ اس کے وساوس ایسے ہی ہوتے ہیں کہ یا تو کوئی کار خیر سرانجام ہی نہ پائے یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر جتنی بھی اس کار خیر میں زیادہ سے زیادہ تاخیر ہو وہی اس کا مقصود ہوتا ہے جیسے اللہ ﷻ کے ذکر سے غفلت کی نسبت قرآنِ کریم نے عموماً شیطان ہی کی طرف ہے۔

علمی بات: خادم نے عرض کیا آپ علیہ السلام نے ملاحظہ بھی فرمایا کہ جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں وہاں مچھلی رکھ کر بھول گیا اور مجھ کو یہ بات کہ میں آپ علیہ السلام سے اس کا ذکر کرتا اور اس کے واقعہ کو بیان کرتا سوائے شیطان کے اور کسی نے نہیں بھلایا اور اس مچھلی نے زندہ ہو کر عجیب طریقہ سے اپنا راستہ دریا میں

کر لیا اور دریا میں داخل ہو گئی۔ خادم کے تعجب کی وجہ یہ ہوئی کہ اوّل تو مچھلی کا زندہ ہو جانا پھر تھیلے میں سے نکل کر دریا میں گھس جانا پھر دریا میں گھسنا بھی اس انداز سے کہ سرنگ سی بناتے ہوئے دریا میں چلا جانا اور بطورِ خرق عادت دریا میں نشان کا بن جانا۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعلق انسانوں کی اصلاح اور تشریعی معاملات سے ہے۔ آپ علیہ السلام اللہ ﷻ کے نبی اور رسول ہیں، آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے، اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کو بہت سی خصوصیات سے نوازا۔ آپ علیہ السلام رسول ہونے کی حیثیت سے حضرت خضر علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ علم تشریع علم تکوین پر فضیلت حاصل ہے۔ البتہ آپ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس بھیجنا اس مقصد کے لئے تھا کہ علم کی کئی شاخیں ہیں۔ ایک انسانی اصلاح اور بھلائی کا علم ہے جسے علم شریعت کہتے ہیں۔ اور ایک علم تکوین ہے جس کے مطابق دنیا کا نظام چلتا ہے۔ آپ علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے علم شریعت تو دیا ہے اور یہ سب سے افضل ہے لیکن آپ علیہ السلام کو تکوینی معامات کا علم نہیں بخشا، کیونکہ آپ علیہ السلام کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس کی ایک جھلک آپ علیہ السلام کو اس لئے دکھائی گئی تاکہ آپ علیہ السلام کو علم کی وسعت کا اندازہ ہو اور یہ بھی معلوم ہو کہ بعض دفعہ ظاہری حالات سے نتائج کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہر طرح کے حالات میں صبر کا دامن تھامے رکھنا اور اللہ ﷻ سے مدد طلب کرتے رہنا اور ہر حال میں اسی کی رضا کا حصول ایک مومن کے ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۶۴: جس مقام پر مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں چلی گئی تھی وہی مطلوبہ مقام تھا جہاں ان کی اللہ ﷻ کے خاص بندہ سے ملاقات ہونی تھی۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھی کے ہمراہ قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس اس جگہ روانہ ہوئے۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ ﷻ کے بندے! جہاں مچھلی زندہ ہو کر غائب ہوئی تھی، وہی تو ہمارا مطلوبہ مقام تھا، جس کی تلاش میں ہم سفر کر رہے ہیں ہمیں تو اُسی جگہ جانا مقصود تھا۔ چونکہ ایسے ویران بیابان میں سفر کر رہے تھے جس میں نہ کوئی راستہ تھا اور نہ کوئی علامت و نشان اس لئے جس طرف سے آئے تھے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے اسی طرف کو پیچھے لوٹے اور اسی مجمع البحرین پر واپس آ گئے۔ قَصَصًا کے معنیٰ ہیں پیچھے لگنا، پیچھے پیچھے چلنا۔ یعنی نشانات قدم کو دیکھتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔

علمی بات: شاگرد نے تو بات ڈرتے ڈرتے بتائی کہ یہ سن کر معلوم نہیں کیا عتاب نازل ہو لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ مژدہ سن کر خوشی سے جھوم گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ منزل مقصود کا یہی نشان تو ہم کو بتایا گیا تھا۔ اس سے خود بخود یہ اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سفر اللہ ﷻ کے حکم سے تھا اور ان کو منزل مقصود کی علامت یہی بتائی گئی تھی کہ جہاں ان کے ناشتہ کی مچھلی غائب ہو جائے وہی مقام اس بندہ کی ملاقات کا ہے جس سے ملنے کے لئے وہ بھیجے گئے تھے۔

آیت نمبر ۶۵: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اللہ ﷻ کے ایک خاص بندہ حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ حضرت خضر علیہ السلام اللہ ﷻ کے ایک نہایت برگزیدہ اور مقبول بندے اور خاص نیک بندوں میں سے ہیں۔ رحمت سے مراد وہ خصوصی انعامات ہیں جو اللہ ﷻ نے اُنہیں عطا فرمائے تھے۔ اُنہیں اشیاء کی حقیقت کے علم سے بھی نوازا نیز اُنہیں تکوینی امور کے علم میں سے عطا کیا گیا۔

علمی بات: صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس چٹان کے پاس واپس پہنچے تو وہاں وہ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے نظر آئے۔ صحیح بخاری کی حدیث کا مفہوم ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی کہا تھا کہ اللہ ﷻ نے مجھے ایک ایسا علم دیا ہے جو آپ (علیہ السلام) کے پاس نہیں (یعنی تکوینیات کا علم) اور آپ (علیہ السلام) کو ایسا علم دیا ہے جو میرے پاس نہیں (یعنی شریعت کا علم)۔

علمی بات: تکوینی علم کی تفصیلی وضاحت اس واقعہ کے آخر میں آیت نمبر: ۸۲ میں ذیل میں دی گئی ہے۔

علمی بات: اس جگہ اللہ ﷻ نے اس خاص بندہ (جن سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں) کے دو وصف بیان کیئے ہیں اول "اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا"۔ "ہم نے ان کو اپنی خاص رحمت اور خاص عنایت سے سرفراز کیا تھا،" دوسرا وصف فرمایا "وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"۔ "اور ہم نے ان کو اپنے پاس سے ایک خاص علم عطا کیا تھا" یعنی ہم نے ان کو پاس سے ایک باطنی علم سکھایا تھا، وہ علم ہمارے ساتھ خاص ہے جو ہمارے بغیر سکھائے اور بتائے کوئی اس علم کو نہیں جان سکتا، اللہ ﷻ نے حضرت خضر علیہ السلام کو

اسرار غیبی اور باطنی حکمتوں اور مصلحتوں کا علم عطا فرمایا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکام شریعت وہدایت کا علم عطا فرمایا تھا۔

علمی بات: اگرچہ حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونے میں علماء کرام کی رائے مختلف ہے۔ تاہم جمہور علماء کے نزدیک ان کا نبی ہونا خود قرآنِ کریم میں ذکر کیئے ہوئے واقعات سے ثابت ہے کیونکہ حضرت خضر علیہ السلام سے اس سفر میں جتنے واقعات ثابت ہیں ان میں بعض تو قطعی طور پر خلاف شرع ہیں اور حکم شریعت سے استثنیٰ (اس حکم کے مطابق عمل نہ کرنا) صرف وحی الٰہی کے ہی ہو سکتا ہے جو نبی اور پیغمبر علیہ السلام ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ کسی ولی کو بھی کشف یا الہام سے کچھ چیزیں معلوم ہو سکتی ہیں مگر وہ کوئی حجت نہیں ہوتی ان کی بنا پر ظاہر شریعت کے کسی حکم کو بدلا نہیں جاسکتا۔ اس لئے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی اور پیغمبر علیہ السلام تھے ان کو بذریعہ وحی الٰہی بعض خاص احکام وہ دیئے گئے تھے جو ظاہر شریعت کے خلاف تھے انہوں نے جو کچھ کیا اس استثنائی حکم کے ماتحت کیا خود ان کی طرف سے اس کا اظہار بھی قرآنِ حکیم کے اس جملہ میں ہو گیا وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ "اور میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا" یعنی میں نے جو کچھ کیا اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ امر الٰہی سے کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جمہور اُمّت کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام بھی نبی ہیں مگر ان کے کچھ تکوینی خدمتیں من جانب اللہ سپرد کی گئی تھیں ان ہی کا علم دیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی اطلاع نہ تھی اسی لئے اس پر اعتراض کیا۔

آیت نمبر ۶۶: اپنی آمد کا مقصد بتاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو اپنے ساتھ رکھنے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم میں سے سکھانے کی درخواست کی۔

علمی و عملی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود اولوالعزم پیغمبر علیہ السلام ہونے کے حضرت خضر علیہ السلام سے تعظیم و تکریم کے ساتھ درخواست کی کہ میں آپ علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کا علم سیکھنے کے لئے ساتھ چلنا چاہتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ تحصیل علم کا ادب یہی ہے کہ شاگرد اپنے استاذ کی تعظیم و تکریم اور اتباع کرے اگرچہ شاگرد اپنے استاذ سے کسی اعتبار سے افضل واعلیٰ بھی ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندازِ تخاطب سے ادب واحترام کے چند نکات: ۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی لطیف پیرائے میں فرمایا: آیا میں آپ علیہ السلام کی پیروی کروں؟ اس طریقہ سے سوال کرنے میں انتہائی تواضع اور ادب واحترام ہے اور مخاطب کو اپنے سے بہت بلند مقام پر فائز کرنا ہے۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام نے ابتداءً پہچان لیا تھا کیونکہ انہوں نے کہا آپ (علیہ السلام) بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں! گویا انہوں نے جان لیا تھا یہ وہی نبی علیہ السلام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ شرف کلام سے نوازا ہے اور ان کو کثیر معجزات عطا فرمائے۔ اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اتنی زیادہ تواضع کی اس سے معلوم ہوا کہ جس کا رتبہ جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اہل علم کے سامنے اتنی زیادہ تواضع کرتا ہے اور ان کا اتنا زیادہ ادب اور احترام کرتا ہے۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: آیا میں آپ علیہ السلام کی اتباع کروں کہ آپ علیہ السلام مجھے تعلیم دیں۔ پہلے انہوں نے اپنی اتباع پیش کی اس کے بعد انہوں نے ان سے حصول تعلیم کی درخواست کی۔ گویا ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے اساتذہ کی تعظیم و تکریم کرے اگرچہ شاگرد اپنے استاذ سے افضل واعلیٰ بھی ہو۔ پھر ان سے علم طلب کریں۔ اس لئے ہر طالب کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس اُسوۂ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے اور اس پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ جب تک عزت واحترام کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا افادہ (فائدہ پہنچانے) اور استفادہ (فائدہ حاصل کرنے) کا سلسلہ بند رہتا ہے۔

آیت نمبر ۶۷: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ جو غیر معمولی کام انجام دیں گے ان کے ظاہری پہلو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں کر سکیں گے۔

علمی بات: حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تکوینی امور اور حکمتوں کا وہ علم عطا کیا ہے جو آپ علیہ السلام کو نہیں دیا گیا اور اس نے آپ علیہ السلام کو تشریعی علوم کا جو علم عطا فرمایا ہے وہ مجھ کو عطا نہیں ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام چونکہ اپنے علم و کمال کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کا کام شریعتِ خداوندی کی پابندی کرانا اور ظاہر شریعت اور احکام خداوندی کے خلاف کرنے والوں کو روکنا ہے۔ اگر کوئی ذرا سی بات ظاہری احکامِ شریعت کے خلاف دیکھیں گے تو برداشت نہ کر سکیں گے اور حقیقت حال معلوم ہونے سے پہلے رنجیدہ اور غمگین ہوں گے۔ اس لئے پہلے ہی اشارۃً آگاہ کر دیا کہ بعض امور فطرت اور مزاج کے خلاف پیش

آئیں گے اور فرمایا کہ ساتھ رہنے اور علم حاصل کرنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ میرے ان افعال کو دیکھ کر جو مخفی حکمتوں پر مبنی ہوں گے اپنے قواعد اور احکام ظاہری کے خلاف سمجھ کر بتقاضائے شان نبوت صبر نہ کر سکیں گے۔

علمی بات: حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: کہ آپ علیہ السلام میرے بعض افعال کو ظاہر شریعت کے خلاف پاکر ان پر روک ٹوک ضرور کریں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر جلیل القدر کے جوش ایمانی کا پورا اندازہ رکھتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ آپ علیہ السلام احکام شریعت کی خلاف ورزی پر خواہ وہ محض ظاہری ہی ہوں، ہرگز تحمل نہ کر سکیں گے۔

آیت نمبر ۶۸: حضرت خضر علیہ السلام نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جس بات کی حقیقت کا علم ہی نہیں اس پر وہ بے صبری کا اظہار کریں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ بات اس لئے کہی کہ وہ کام بظاہر شرعی امور کے خلاف ہوں گے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شرعی امور پر مامور ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ علیہ السلام کو جب ان بظاہر خلاف شرعی امور کے صحیح منشا کی اطلاع نہیں تو آپ علیہ السلام ان منکرات پر بغیر روک ٹوک کیئے کیسے رہ سکتے ہیں؟ اس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے عذر خواہی بھی خود ہی کر دی۔

علمی بات: حضرت خضر علیہ السلام کو معلوم تھا کہ ان اعمال پر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر نہیں کریں گے جن پر اُن کا علم محیط نہیں۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت ہیں اور احکام شرعیہ اعمال ظاہری پر وارد ہوتے ہیں۔ اس لئے تکوینی علوم کے جو راز اُن پر منکشف کیئے گئے ہیں ایک صاحب شریعت رسول اس پر سکوت اختیار نہیں کر سکتا۔ اس لئے پہلے ہی اس امر کی طرف اشارہ کر دیا کہ ایسے امور واقع ہوں گے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ضرور اعتراض کریں گے اور جہاں اعتراض کی نوبت آجائے وہاں افادہ اور استفادہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۶۹: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا تو وہ صبر کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور حضرت خضر علیہ السلام کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ چونکہ آپ علیہ السلام سے علم حاصل کرنا مقصود ہے اور امر خداوندی یہی ہے اس لئے میں ایسے امور پر صبر کروں گا، حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ جن باتوں کا علم آپ علیہ السلام کو عطا نہیں کیا گیا اور ان کی حقیقت آپ علیہ السلام پر منکشف نہیں کی گئی آپ علیہ السلام ان پر صبر نہ کر پائیں گے۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام تمام امور میں ارادہ و تقدیر خداوندی کے دخل کو پوری طرح سمجھتے ہیں اور اپنے اختیار اور رادہ کو بہت ہی ہیچ اور بے اعتبار جانتے ہیں اس لئے اپنے اوپر کوئی اعتماد و بھروسہ نہ کر کے ہر ایک کام کو اسی مالک الملک کے حوالہ کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے چاہا تو میں ضرور صبر کروں گا اور آپ علیہ السلام کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جب سمجھ لیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی طور پر رکنے والے نہیں اور ضرور ہی ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی کر لیا کہ ہر کام میں آپ علیہ السلام کی اطاعت کریں گے تب فرمایا کہ اچھا آپ علیہ السلام میرے ساتھ چلیں۔

علمی بات: یہ وعدہ کرتے وقت غالباً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب و مقبول بندہ سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جو علانیہ ان کی شریعت بلکہ عام شرائع و اخلاق کے بھی خلاف ہو۔ اسی لئے انہوں نے مطیع رہنے کی حامی بھر لی گویا دراصل ان کا وعدہ یہ تھا کہ امور جائز میں آپ علیہ السلام کا ساتھ دیتا رہوں گا اس پر بھی اتنی احتیاط رکھی کہ لفظ ان شاء اللہ کہہ لیا جس سے اقرار عہد و پیمان پیدا نہیں ہونے پایا۔ ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔

علمی بات: اس آیت سے معلوم ہوا کہ طالب علم کے لئے پہلی چیز یہ ہے کہ استاد کے احکام کی اطاعت کرے، اس پر اعتراض و مخالفت سے بچے اور اپنی طرف سے انتہائی فروتنی اور عاجزی اختیار کرے۔

آیت نمبر ۷۰: یقین دہانی کے بعد حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رکھنے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عطا کردہ علم میں سے سکھانے پر آمادہ ہو گئے۔ ساتھ ہی یہ شرط پیش کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی چیز کے متعلق سوال نہ کریں جب تک وہ خود اس کام کی حقیقت سے آگاہ نہ کر دیں۔

علمی بات: حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سفر میں میرے بعض قول و فعل اگر آپ علیہ السلام کو ناگوار اور عجیب معلوم ہوں اور ان کی حقیقت آپ علیہ السلام نہ سمجھ سکیں تو آپ علیہ السلام اس کے متعلق کچھ دریافت نہ کریں اور نہ کوئی اعتراض کریں جب تک کہ میں خود ہی اس کی تشریح نہ کر دوں اور سبب و حکمت نہ بتلا دوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ وہ خاص پوشیدہ علوم حاصل کرنے کا نہایت ہی شوق تھا جو اُنہیں معلوم نہ تھے اور ان کی تحصیل کو اللہ ﷻ کا حکم سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام کا بحیثیت اُستاد بھی ان کا ادب فرماتے تھے۔

علمی بات: یعنی اگر میں کوئی ایسا کام کروں جو آپ علیہ السلام کو ناپسند ہو تو جب تک میں خود ہی ابتداً اپنی طرف سے اس کا ذکر آپ علیہ السلام سے نہ کروں آپ علیہ السلام مجھ سے کوئی سوال نہ کریں کیونکہ سوال کرنے سے اعتراض کرنے کا گمان ہوتا ہے اور اعتراض کرنے سے استفادہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آداب میں سے یہ بھی ہے کہ شاگرد استاد کے افعال پر زبان اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی معاملات کی اس کی حکمت ظاہر فرمادے۔

آیت نمبر ۷۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علم سیکھنے کی درخواست پر حضرت خضر علیہ السلام کی اپنے ساتھ لے جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے اور حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا۔ اس منظر کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر نہ کر سکے اور اس فعل کو نہایت ہولناک قرار دیا۔ ان کا اعتراض اس بنا پر تھا کہ کشتی میں سوار لوگ ڈوب جائیں گے۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ کاروائی دیکھی تو وہ رہ نہ سکے۔ ان میں وہ جوش بھڑک اٹھا جو ان کے اندر اللہ ﷻ کی طرف سے غیرت دینی اور حمیت الٰہی کی وجہ سے رکھا گیا تھا اور اس کیفیت میں وہ حضرت خضر علیہ السلام سے اپنی طے شدہ بات بالکل بھول گئے۔

علمی و عملی بات: اچھی کشتی کو عیب دار بنانا اور چھوٹے بچے کو ہلاک کرنا بظاہر ایسے کام ہیں جو صحیح نہیں۔ مگر جیسا کہ آگے کی آیات بتاتی ہیں، اس میں نہایت گہری مصلحت چھپی ہوئی تھی۔ اگلی آیات میں بیان کیئے گئے واقعہ کے مطابق یہ بظاہر غلط کام حقیقت کے اعتبار سے بالکل صحیح اور مفید کام تھے۔

اس میں اس مسئلہ کا بھی ایک جواب ہے جس کو عام طور پر خرابی کا مسئلہ (Problem of evil) کہا جاتا ہے۔ انسانی دنیا کی بہت سی چیزیں جن کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ دنیا کے نظام میں خرابیاں ہیں، وہ گہری مصلحت پر مبنی ہوتی ہیں۔ موجودہ زندگی میں یقیناً اس مصلحت پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ مگر آخرت میں یہ پردہ باقی نہ رہے گا۔ اس وقت آدمی جان لے گا کہ جو کچھ ہوا وہی ہونا بھی چاہیئے تھا۔

آیت نمبر ۷۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض کرنے پر حضرت خضر علیہ السلام نے اُنہیں اپنے ساتھ رہنے کی شرط یاد دلائی۔

علمی بات: حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی شرط یاد دلائی کہ میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ میرے کسی عمل پر اعتراض نہیں کریں گے اس لئے کہ آپ علیہ السلام کو اس کا سبب معلوم نہیں ہے۔

آیت نمبر ۷۳: طے کردہ شرط بھول جانے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مواخذہ نہ کرنے اور درگزر کرنے کی درخواست کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان پر سختی نہ کریں اور اپنے ساتھ رکھیں تاکہ علم خاص میں سے سیکھ سکیں۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے عمل کو دیکھ کر جو ظاہراً معصیت تھا اس سے قدرتی طور پر اتنا متاثر ہوئے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی ہدایت کا بھی پاس ولحاظ نہ رہا۔ ذہن سے ان کی ہدایت نکل گئی اور آپ علیہ السلام ٹوک بیٹھے۔ ان سے طے کی ہوئی شرط بھی آپ علیہ السلام خلاف شریعت واقعہ کو دیکھ کر بھول گئے۔ آپ علیہ السلام کی طرف سے وعدہ تھا بھی تو خلاف شریعت معاہدہ کی پابندی ہی روا نہیں۔ یہاں بھول، بقول بعض مفسرین کرام ترک کے معنوں میں ہے کہ میں نے جو عہد آپ کے ساتھ کیا تھا اس پر عمل کرنا ترک ہوا۔ اس پر معذرت چاہتا ہوں۔ معلّم سے نامناسب عمل سرزد ہوتے دیکھ کر رد عمل کا ظاہر ہونا فطری اور اس پر برہم ہونا قدرتی بات تھی۔ ایک طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور معلّم میں معاہدہ ہے دوسری طرف اس خلاف ورزی پر رد عمل قدرتی و فطری ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد پر غالب آیا۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ میری بھول پر مجھ سے مواخذہ اور گرفت نہ کیجئے اور میرے اس کام میں مجھ پر سختی اور دشواری نہ ڈالیئے۔ یعنی جب کشتی سے اترے تو اس میں سوراخ کر دیا اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بول اُٹھے کہ اس میں کشتی والوں کا ضرر تو ظاہر ہی ہے اور ڈوب جانے کا بھی خطرہ ہے تو یہ واقعی بڑی

بھاری بات کی۔

آیت نمبر ۷۴: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو ساتھ رکھا۔ چنانچہ کشتی کا سفر طے کرنے کے بعد دونوں خشکی کے راستہ پر چل پڑے۔ اُنہیں راستہ میں ایک لڑکا ملا جسے حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کر ڈالا۔ ایک بے گناہ کو قتل کرنا تو کشتی کو عیب دار بنانے سے زیادہ سخت تھا۔ لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان پر نہ صرف اعتراض کیا بلکہ سخت ملامت بھی کی۔

علمی بات: حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کشتی سے اترنے کے بعد پیدل چلتے ہوئے ایک بستی کے قریب پہنچے وہاں ایک جگہ چند لڑکے کھیل رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام نے ان میں سے ایک نو عمر نابالغ لڑکے کو جو ان کے علم کے مطابق کافر تھا پکڑ کر قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کو دیکھ کو جو بظاہر کشتی کے واقعہ سے بھی سخت ظلم تھا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ کیوں کہ یہ بظاہر شریعت کے حکم کے خلاف تھا۔ فوراً حضرت خضر علیہ السلام سے کہنے لگے کہ آپ نے یہ کیا ظلم کیا، بلا قصور ایک ایسی جان کا خون کر دیا جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ تو آپ علیہ السلام نے بڑا غیر مناسب کام کیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ لڑکا جس کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا وہ طبعاً کافر پیدا کیا گیا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو زبردستی کفر اور سرکشی پر مجبور کرتا۔" (صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

آیت نمبر ۷۵: طے کردہ شرط کی دوسری بار خلاف ورزی کرنے پر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرط کی یاد دہانی کرائی۔ کہ ایسے حالات و واقعات دیکھنے میں آئیں گے جن پر وہ خاموشی کے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔ آخر وہی ہوا۔

علمی بات: احکام شریعت کی خلاف ورزی پر تحمل جب عام صالحین سے نہیں ہو سکتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ظاہر ہے کہ پیغمبر برحق تھے۔ اور آپ علیہ السلام کا کام ہی ہر قسم کی بدی کو روکنا اور نیکی کو پھیلانا تھا۔ آپ علیہ السلام بھلا کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔

علمی بات: خیال رہے کہ خوف کفر پر قتل کر دینا اب کسی کے لئے جائز نہیں خواہ کوئی ولی ہو یا عالم۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام کی خصوصیات میں سے تھا۔

آیت نمبر ۷۶: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو جواب دیا کہ اس بار بھی ان سے درگزر کر لیں اور آئندہ پھر اعتراض کرنے پر اُنہیں اپنے ساتھ نہ رکھیں کیونکہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام کے پاس معقول عذر ہو گا کہ وہ اُنہیں اپنے ساتھ نہ رکھیں۔

فرامین نبوی ﷺ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب دعا فرماتے تو پہلے اپنے آپ سے ابتدا فرماتے اور کہتے: رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْنَا وَعَلٰى مُوْسٰى "اللہ کی رحمت ہو ہم پر اور موسیٰ پر۔" پھر فرمایا: "اگر وہ صبر کر لیتے تو وہ اپنے صاحب (خضر علیہ السلام) سے بہت عجائب دیکھتے" لیکن انہوں نے خود ہی کہہ دیا: اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا "اگر میں تجھ سے اس کے بعد کسی چیز کے متعلق پوچھوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا، یقیناً تو میری طرف سے پورے عذر کو پہنچ چکا ہے۔" (سنن ابی داؤد، صحیح مسلم)

ایک روایت میں بھی یوں ہے کہ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ ﷻ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، میری آرزو تھی کہ کاش! حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے حتیٰ کہ اللہ ﷻ ہمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے مزید واقعات سناتا۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۷۷: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سفر کرتے ہوئے ایک بستی میں جا پہنچے۔ بستی والوں سے کھانا طلب کرنے پر بستی والوں نے انکار کر دیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے کی قریب تھی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی تعمیر کر کے اسے درست کر دیا۔ بستی والوں پر حضرت خضر علیہ السلام کے اس بلا معاوضہ احسان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام اس محنت کا معاوضہ بستی والوں سے وصول کر سکتے تھے۔

علمی بات: جمہور مفسرین کرام کے نزدیک یہ کام حضرت خضر علیہ السلام سے خرق عادت اور معجزانہ طور پر صادر ہوا۔ بعض مفسرین کرام کی رائے یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس کو گرا کر دوبارہ بنایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دونوں قول مروی ہیں۔ بہر کیف لفظوں میں دونوں کا احتمال موجود ہے اور دونوں میں دو عظیم درس موجود ہیں: ۱۔ پہلی صورت میں یہ ایک معجزانہ عمل ہو گا جو خرق عادت آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا گیا۔ ۲۔ دوسری صورت میں یہ مکارمِ اخلاق اور خدمت خلق کا ایک

اعلیٰ نمونہ اور نمایاں عملی مظہر ہو گا اور وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے ان کی مہمانی کرنے اور ان کو کھانا کھلانے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

علمی بات: اللہ ﷻ کے خاص بندوں کی یہی شان ہوتی ہے۔ اللہ ﷻ ہمیں بھی ایسے مکارمِ اخلاق اور خدمت خلق کے جذبۂ صادقہ سے نوازے اور سرفراز فرمائے۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ بھی درس ملتا ہے کہ کسی کے بارے میں محض ظاہر کے اعتبار سے کوئی حکم نہیں لگا دینا چاہیئے جب تک کہ اصل حقیقت کی پوری طرح چھان بین نہ کر لی جائے اور حقیقت حال پوری طرح واضح نہ ہو جائے۔

آیت نمبر ۷۸: معاہدے کی تیسری مرتبہ خلاف ورزی ہونے پر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ رکھنے سے معذرت کر لی۔ جدائی سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام نے تینوں واقعات کی حقیقت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کیا۔

آیت نمبر ۷۹: کشتی کا معاملہ یہ تھا کہ کشتی چند مسکین لوگوں کی معاش کا سہارا تھی۔ اس علاقہ میں ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر اس کشتی کو اپنے قبضہ میں لے لیتا جو صحیح سالم ہوتی تھی۔ اگر کشتی ان مساکین سے چھین لی جاتی تو ان کا روزگار ہی بند ہو جاتا۔ لہٰذا کشتی کو عیب دار بنا دیا گیا تاکہ وہ غصب ہونے سے بچ جائے۔

علمی بات: حضرت خضر علیہ السلام کا مقصود یہ تھا کہ اس کشتی کا تختہ اکھاڑنے سے میری غرض یہ نہیں تھی کہ اس میں بیٹھنے والے سواروں کو میں غرق کر دوں بلکہ اس سے میرا یہ مقصد تھا کہ جس راستہ پر یہ جا رہے ہیں اس میں آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ آتا ہے جو ہر اس کشتی کو چھین لیتا ہے جو بے عیب ہو اس لئے میں نے اس کشتی کو عیب دار بنا دیا تاکہ یہ کشتی اس ظالم بادشاہ کے چھیننے سے محفوظ رہے۔ معلوم ہوا کہ زیادہ نقصان سے بچنے کے لئے کم نقصان کو برداشت کر لینا بہتر ہے۔ کیونکہ انسان کسی بڑی مصیبت کے بجائے کسی چھوٹی مصیبت کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں بھی بیان ہوا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کو دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے اسی پر عمل کیا جو زیادہ آسان تھی۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو اور اگر وہ گناہ ہو تو رسول اللہ ﷺ لوگوں کی بہ نسبت اس سے بہت زیادہ دور ہونے والے تھے۔ (صحیح بخاری) معلوم ہوا کہ جب کسی معاملہ میں دو امر جائز ہوں مشکل اور آسان تو مشکل کام کو ترک کر کے آسان کام کو اختیار کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۰: لڑکے کے معاملہ کی حقیقت یہ ہے کہ لڑکے کے والدین مومن تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو علم عطا کیا گیا تھا کہ لڑکا بڑا ہو کر گمراہی کا راستہ اختیار کرے گا۔ بظاہر لڑکے کا قتل ناحق تھا لیکن وہ اپنے ساتھ اپنے نیک والدین کو بھی گمراہ کر دیتا۔

علمی بات: ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ ﷻ کس طرح اپنے مومن بندوں کی آنے والے فتنوں سے بھی حفاظت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا "بے شک اللہ ان لوگوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے جو ایمان لائے۔" (سورۃ الحج ۲۲، آیت: ۳۸)

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس لڑکے کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس پر کفر کی مہر لگا دی گئی تھی۔" (جامع ترمذی، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، صحیح ابن حبان)

آیت نمبر ۸۱: لڑکے کے قتل کا معاملہ بڑا سنگین تھا۔ نسبت اللہ ﷻ کی طرف کر کے بات بیان ہوئی ہے۔ اس لڑکے کے نعم البدل کے طور پر اللہ ﷻ اس کے والدین کو دوسری اولاد عطا کرے جو عمل و اخلاق میں پاکیزہ ہو اور والدین کی فرماں برداری میں اس سے بہتر ہو۔

علمی بات: اس قتل کو عام احکام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ ایک استثنائی صورت تھی جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھی اور جس کو صاحب شریعت موسیٰ علیہ السلام پر بھی واضح کر دیا گیا۔ یہ ایسا ہی استثنائی حکم تھا جیسا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نبی ہونے کی حیثیت میں ایک مخصوص حکم تھا۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو ایک کافر لڑکے کے قتل کرنے کا حکم ان کے نبی یا خاص برگزیدہ بندہ ہونے کی حیثیت میں مخصوص طور پر دیا گیا تھا۔ اس لئے نہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے اور نہ دوسروں کے لئے یہ وجہ جواز بن سکتا ہے۔ اگر ان امور کو انسان کے ظاہری علم ہی پر چھوڑ دیا جاتا تو انسان اس لڑکے کے بارے میں ظاہری فیصلہ ہی کرتا اور اس لڑکے کو قانوناً کچھ بھی نہ کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ اس نے شریعت کے مطابق ایسا کوئی جرم نہ کیا تھا کہ اسے قتل کر دیا جاتا۔ کوئی جج بھی اپنے ذاتی علم کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔ فیصلہ قانون کے مطابق ہی ہو گا۔ لیکن

یہ حضرت خضر علیہ السلام نے فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کیا اور یہ حکم مستقبل کے اعمال کے ساتھ وابستہ علم الٰہی کی وجہ سے کیا گیا۔

علمی بات: لڑکے کے والدین چونکہ صالح تھے اس لئے ان کے رب نے چاہا کہ اس لڑکے کی جگہ اُنہیں ایک ایسا فرزند عطا فرمائے جو پاکیزہ نفسی و پرہیز گاری میں اس سے بہتر اور مروّت و دردمندی میں اس سے بڑھ کر ہو۔ چنانچہ وقتی طور پر تو لڑکے کے فوت ہونے سے والدین پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو گا لیکن حقیقت میں یہ سب کچھ ان کی بہتری کے لئے ہی کیا گیا تھا۔

علمی بات: یہ واقعہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد کہاں کہاں سے فرماتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ ایسے معاملہ میں بھی ان کی مدد کرتا ہے جس کا اُنہیں علم تک نہیں ہوتا کہ وہ اس کے لئے اپنے رب سے درخوست کر سکیں۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ صبر و شکر کا رویہ اختیار کرے۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے خیر کی اُمید رکھے۔ اللہ تعالیٰ کلی علم رکھتا ہے، اس لئے وہ کسی بندے کی بھلائی کو اس سے زیادہ جانتا ہے جتنا انسان جزئی علم کی بنا پر نہیں جان سکتا۔

علمی بات: حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے ماں باپ کو اس سے بہتر بدل عطا فرمادے گا جو پاکیزہ سیرت کا حامل ہو گا اور رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہو گا۔ مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ مقتول لڑکے کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس کی شادی ایک پیغمبر سے ہوئی۔ جس کے بطن سے ایک نبی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ اس کے بطن سے دو نبی علیہم السلام پیدا ہوئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کے بطن سے پیدا ہونے والے نبی علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی اُمّت کو ہدایت فرمائی۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے عوض ایک لڑکی عطا فرمائی جس سے بہت پیغمبر علیہم السلام پیدا ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب

آیت نمبر ۸۲: دیوار کو بنا دینے کی حکمت یہ تھی کہ دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کی وراثت ایک خزانہ کی صورت میں دفن تھی جن کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ دیوار گر جاتی تو وہ خزانہ بستی والوں کے ہاتھ آجاتا۔ یتیم بچوں کے ساتھ یہ خیر خواہی اللہ تعالیٰ کی مہربانی تھی تاکہ بڑے ہو کر اُنہیں ان کا حق مل جائے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ تمام کام اپنی رائے اور مرضی سے نہیں کیئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انجام دیئے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مظاہر ہیں۔ یہ ہے ان واقعات کی حقیقت جن پر صبر نہ کرنے کی وجہ سے حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ نہ رکھ سکتے تھے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت خضر علیہ السلام سے جو جا کر ملے تھے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔“ پھر آخر تک حدیث بیان فرمائی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کیا میں آپ کو پہلے ہی نہیں بتا چکا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے) پہلا سوال تو بھول کر ہوا تھا، بیچ کا شرط کے طور پر اور تیسرا جان بوجھ کر ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہا تھا کہ ”میں جس کو بھول گیا آپ اس میں مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور نہ میرا کام مشکل بنایئے۔“ (صحیح بخاری)

علمی بات: بستی والوں کے ناروا سلوک کے باوجود دیوار بلا معاوضہ کھڑا کرنے کی خدمت حضرت خضر علیہ السلام نے اس لئے انجام دی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں یہ خبر دے دی تھی کہ اس دیوار کے نیچے یتیموں کا مال دفن ہے۔ اگر دیوار گر جاتی تو کوئی شخص بھی مال نکال کر ہڑپ کر سکتا تھا جبکہ بستی کے لوگ بد اخلاق تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بستی والوں کے سلوک کو جو ان کے ساتھ کیا گیا تھا خاطر میں نہ لاتے ہوئے دیوار کی مرمت کر دی۔ یہ بڑے خیر کا کام تھا جو حضرت خضر علیہ السلام نے انجام دیا۔

علمی بات: اس بات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ نبی علیہ السلام تھے کیونکہ یہ کام انہوں نے اپنی رائے اور اپنے اختیار سے نہیں کیئے تھے بلکہ حکم الٰہی سے کیئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت خضر علیہ السلام کو جو خاص علم بخشا گیا تھا اس کی بنا پر خاص طرح کی خدمت ان کے سپرد ہوئی تھی یعنی ایسی تدابیر اختیار کرنا جس کی مصلحت واضح نہ ہو لیکن نتیجہ کے اعتبار سے وہ کام خیر کا باعث اور لوگوں کی فلاح و بہبودی کا موجب ہو۔

علمی بات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سفر کی داستان جو ایک خاص علم کے حصول کے لئے تھا یہاں ختم ہو گئی۔ اس تفصیل کو بیان کرنے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے

کہ تکوینی طور پر ایسے واقعات پیش آتے ہیں اور ایسے حالات رونما ہوتے ہیں جن کے حقیقی مصالح پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ ظاہر بین نگاہیں ان کو دیکھ نہیں پاتیں لیکن اللہ ﷻ کی رحمت وربوبیت پس پردہ کام کر رہی ہوتی ہے۔ اس کی ایک جھلک ان واقعات میں دیکھی جاسکتی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے تعلق سے پیش آئے۔ لہٰذا کفر واسلام کی کشمکش میں اہل ایمان کو اگر ناسازگار حالات سے گزرنا پڑ رہا ہو تو اس سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ عجب نہیں کہ اس سے بہت بڑا خیر ابھر آئے اور اس کی رحمتوں کا جو بادلوں میں چھپی ہوئی ہیں ان پر نزول ہو۔ اس لئے اہل ایمان کو چاہیئے کہ اللہ ﷻ پر توکل کرتے ہوئے صبر سے کام لیں۔

دوسرا سبق جو اس قصّہ سے دینا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ یہ دنیا حادثات اور واقعات کی دنیا ہے اور اس کے پیچھے جو عظیم مصالح ہیں ان پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ضروری ہے کہ ایک دن ایسا آئے جب حقیقت کو بے نقاب کیا جائے تاکہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے کہ دنیا اندھیر نگری نہیں تھی بلکہ ایک علیم وحکیم ہستی کا منصوبہ تھا جس کی پشت پر عظیم مصلحتیں کار فرما تھیں۔ اللہ ﷻ نے قیامت کا دن اسی لئے مقرر کیا ہے تاکہ دنیا کے اسرار پر سے پردہ اٹھ جائے اور دنیا کے بارے میں صحیح اور غلط نقطہ نظر رکھنے والوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ ملے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ سے ہونے والے اہم اسباق: ۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو سائل کے جواب میں یوں فرمایا: کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں اور اس اعتبار سے ان کا فرمانا صحیح بھی تھا کہ وہ صاحب شریعت تھے، ایک بہت بڑی قوم کے نبی تھے اور ان پر تورات شریف نازل ہوئی تھی لیکن چونکہ آپ علیہ السلام نے سب سے بڑے عالم ہونے کی نسبت اپنی طرف کی تھی اس لئے اللہ ﷻ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے وحی بھیج کر اس بات کی اصلاح فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کتنا ہی زیادہ عالم ہو اور حالات ظاہرہ کے اعتبار سے اس سے زیادہ کوئی دوسرا جاننے والا نہ ہو تب بھی اسے یہ نہ کہنا چاہیئے کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اس میں ایک تو دعویٰ ہے جو کاملین کی شان کے خلاف ہے دوسرا ہو سکتا ہے کہ اور شخص بھی اتنا بڑا یا اس سے بڑا عالم ہو جس کی اسے خبر نہ ہو۔ (خواہ اس کے اپنے علوم کے علاوہ دوسرے ہی علوم کا ماہر ہو)

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے جوان یعنی حضرت یوشع بن نون کو ساتھ لے کر چلے جو ان کے خادم تھے اس سے معلوم ہوا کہ کسی اپنے چھوٹے کو خدمت کے لئے ساتھ لینا اور کوئی خدمت سپرد کرنا درست ہے یوں بھی تنہا سفر کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ آنحضرت سرور عالم ﷺ کے خادموں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ مشہور ہیں جنہوں نے دس سال آپ ﷺ کی خدمت کی۔

۳۔ معلوم ہوا کہ طلب علم کے لئے سفر کرنا چاہیئے اور یہ کہ معلم کو اپنے پاس بلانے کی فکر نہ کرے بلکہ اس کے پاس خود جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تناظر میں لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ صحابی کے پاس ایک حدیث لینے کے لئے ایک ماہ کا سفر کر کے گئے۔ (صحیح بخاری)

۴۔ طلب علم کے لئے کوئی عمر مخصوص نہیں گو بچپن اور جوانی میں علم اچھی طرح حاصل ہوتا ہے لیکن بڑھاپے میں بھی اس سے بے نیاز نہیں ہونا چاہیئے علم صحیح جہاں ملے، جب ملے، اور جس سے ملے حاصل کرنا چاہیئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حوالہ سے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی عمریں ہو جانے کے بعد علم حاصل کیا ہے۔

۵۔ اگر کسی کو کسی بھی اعتبار سے کوئی فضیلت حاصل ہو اور اسے اپنے سے کم فضیلت والے کے پاس کوئی علم کی بات ملتی ہو تو اس میں عار نہیں ہونی چاہیئے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس اس علم کے حاصل کرنے کے لئے تشریف لے گئے جو ان کے اپنے علم کے علاوہ تھا۔

۶۔ طلب علم کے لئے سفر کرنے میں سستی اور کوتاہی اختیار نہ کی جائے جتنا بھی بڑا سفر ہو برداشت کیا جائے اور اس پر جو تکلیف پہنچے اسے برداشت کیا جائے۔

آیت نمبر ۸۳: قریش مکہ نے یہود کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ سے تین سوالات پوچھے۔ ایک سوال ذوالقرنین بادشاہ کے بارے میں تھا کہ ذوالقرنین کون تھے؟ جس کا جواب دیا جارہا ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: کہ وہ ایک نیک انسان تھے جو لوگوں کی خدمت کرنے کو سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے اور اتنے بڑے بادشاہ ہونے کے باوجود ان میں غرور تکبر نہ تھا۔

علمی بات: مشرکین نے حضور سرور دو عالم ﷺ سے تین سوالات کیئے تھے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ اس شخص کا حال بتائیں جس نے مشرق سے مغرب تک پوری دنیا کا سفر کیا تھا، یہاں سے اس سوال کا جواب دیا جارہا ہے۔ قرآنِ کریم نے بتایا ہے کہ اس شخص کا نام ذوالقرنین تھا، ذوالقرنین کے لفظی معنیٰ ہیں دو سینگوں والا۔ یہ کسی نامعلوم وجہ سے ایک بادشاہ کا لقب تھا، قرآنِ کریم نے اس بادشاہ کی تفصیلات نہیں بتائیں کہ وہ کون تھا؟ اور کس زمانہ میں تھا؟ البتہ ہمارے زمانہ کے بیشتر محققین کا رجحان یہ ہے کہ وہ ایران کا بادشاہ سائرس "ذوالقرنین" تھا۔

علمی بات: بعض مفسرین کرام نے ایک رومی فاتح سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے جو ایک بت پرست اور ظالم انسان تھا۔ اس کا دورِ حکومت ۳۴۵ قبلِ مسیح تا ۳۲۳ قبلِ مسیح ہے۔ اس کا استاد اور وزیر ارسطو تھا لیکن قرآنِ حکیم نے جس ذوالقرنین بادشاہ کا ذکر کیا ہے وہ اللہ ﷻ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا، نیک سیرت، عادل، بڑا فاتح اور خدا ترس انسان تھا۔ اللہ ﷻ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا ایک خدا ترس ایرانی بادشاہ خسرو گزرا ہے جس کا لقب "ذوالقرنین" بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا دورِ حکومت ۵۵۹ قبلِ مسیح تا ۵۲۹ قبلِ مسیح ہے۔ اِسے یونانیوں نے سائرس (Cyrus)، عبرانیوں نے غورش اور عربوں نے کیخسرو کہا ہے۔

علمی بات: جب اس نے ایران کو متحد کرنے کے بعد اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کیا تو سب سے پہلے عراق کو فتح کیا۔ مشرق وسطیٰ کا موجودہ نقشہ دیکھیں تو فلسطین، اسرائیل، شرق اردن کا مغربی کنارہ اور لبنان کے ممالک پر مشتمل پورے علاقہ کو اس زمانہ میں شام عرب یا شام اور اس سے مشرق میں واقع علاقہ کو عراق عرب یا عراق کہا جاتا تھا جبکہ عراق کے مزید مشرق میں ایران واقع تھا۔ عراق پر قبضہ کرنے کے بعد ذوالقرنین نے بابل میں اسیر یہودیوں کو آزاد کر دیا اور اُنہیں اجازت دے دی کہ وہ اپنے ملک واپس جا کر اپنا تباہ شدہ شہر یروشلم دوبارہ آباد کر لیں۔ چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام کی قیادت میں یہودیوں کا قافلہ بابل سے واپس یروشلم آیا۔ انہوں نے اپنے اس شہر کو پھر سے آباد کیا اور ہیکل سلیمانی کو بھی از سر نو تعمیر کیا۔ اس پس منظر میں یہودی ذوالقرنین کو اپنا محسن سمجھتے ہیں اور اسی سبب سے ان کے بارے میں انہوں نے حضور ﷺ سے یہ سوال پوچھا تھا۔

ذوالقرنین کی فتوحات کے سلسلہ میں تین مہمات کا ذکر تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ ان مہمات میں ایران سے مغرب میں بحیرہ روم (Mediterranian) تک پورے علاقہ کی تسخیر، مشرق میں بلوچستان اور مکران تک لشکر کشی اور شمال میں بحیرہ خَزر (Caspian Sea) اور بحیرۂ اسود (Black Sea) کے درمیانی پہاڑی علاقہ کی فتوحات شامل ہیں۔ ذوالقرنین کا یہ سلسلہ فتوحات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی فتوحات کے سلسلہ سے مشابہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی جزیرہ نمائے عرب سے مختلف سمتوں میں تین لشکروں نے پیش قدمی کی تھی۔ ایک لشکر شام اور پھر مصر گیا تھا۔ دوسرے لشکر نے عراق کے بعد ایران کو فتح کیا تھا جبکہ تیسرا لشکر شمال میں کوہِ قاف (Caucasus) تک جا پہنچا تھا۔

قدیم روایات میں ذوالقرنین کے بارے میں کچھ ایسی معلومات بھی ملتی ہیں کہ ابتدائی عمر میں وہ ایک چھوٹی سی مملکت کے شہزادے تھے۔ ان کے اپنے ملک میں کچھ ایسے حالات ہوئے کہ کچھ لوگ ان کی جان کے درپے ہو گئے۔ وہ کسی نہ کسی طرح وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور کچھ عرصہ صحرا میں روپوش رہے۔ اسی عرصہ کے دوران ان تک کسی نبی کی تعلیمات پہنچیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ زرتشت ہی اللہ ﷻ کے نبی ہوں اور ان ہی کی تعلیمات سے انہوں نے استفادہ کیا ہو۔ بہر حال قرآنِ حکیم نے ذوالقرنین کا جو کردار پیش کیا ہے وہ ایک نیک اور صالح بندۂ مومن کا کردار ہے اور اس کردار کی خصوصیات تاریخی اعتبار سے اس زمانہ کے کسی اور فاتح حکمران پر منطبق نہیں ہوتیں۔

علمی بات: اہل علم کی رائے ہے کہ اس کو ذوالقرنین اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ظاہری اعتبار سے دنیا کے دونوں کونوں یعنی مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا۔ وہ مشرق سے لے کر مغرب تک کی دنیا کا فرماں روا اور عظیم بادشاہ بن گیا اور ظاہری اور باطنی دونوں علوم کی روشنی سے منور و مالامال ہو گیا۔

علمی بات: یہود کے اس سوال سے یہ بات آپ ہی واضح ہے کہ ان کے نزدیک ذوالقرنین کی شخصیت معروف تھی اور اس کا یہ لقب پہلے سے چلا آرہا تھا اس لئے قرآنِ حکیم نے اس عالمگیر فاتح کی عظیم الشان فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے اس کی سیرت کے ان پہلوؤں کو نمایاں کیا جن سے اس کی خدا خوفی، عدل پسندی اور اللہ ﷻ کے حضور جواب دہی کے شدید احساس کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لقب سے اس کے مشہور ہونے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ اس کی سلطنت مغرب اور مشرق میں دور

دور تک وسیع ہو گئی تھی اور غالباً یہ پہلا حکمران ہے جس کی حکومت انسانی آبادی کے بہت بڑے حصے پر قائم ہو گئی تھی۔

علمی بات: عربی میں قَرن سینگ کو یا صدی یعنی سو(۱۰۰) سال کو کہتے ہیں۔ ذوالقرنین کے معنٰی دو سینگوں والا۔ دو سینگوں سے مراد مشرق و مغرب کے وہ دو کنارے ہیں جہاں انسانی آبادی ختم ہوتی تھی۔ اس کے بعد جو انسانی آبادی تھی وہ یا تو دوسری جہتوں میں تھی یا سمندر اور پہاڑ کو عبور کرنے کے بعد تھی۔ سائرس بادشاہ کا لقب ذوالقرنین کیوں پڑا؟ اس کے کئی اسباب بیان کیئے جاتے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ اُس نے پارس ("فارس" ریاستِ ایران) اور دوسری ایک ریاستِ میڈیا (Media) کو ملا کر عظیم ریاست "ایران" کی بنیاد ڈالی تھی۔ ۲۔ اُس نے مشرقی اور مغربی کناروں تک فتوحات حاصل کی تھیں۔ ۳۔ اُس کے تاج میں دو سینگ لگے ہوئے تھے۔ ۴۔ اُس کے دائیں بائیں دو زلفیں تھیں۔ اس کی قائم کی ہوئی عظیم ایرانی سلطنت دو سو(۲۰۰) سال تک برقرار رہی تھی۔

ذوالقرنین کی شخصیت نزول قرآنِ پاک کے وقت معروف تھی لیکن بعد میں پردۂ خفا میں چلی گئی اور جب مفسرین کرام نے اس کو متعین کرنے کی کوشش کی تو سکندر مقدونی کو جس کا دور ۳۴۵ قبل مسیح تا ۳۲۳ قبل مسیح رہا ہے اور جو ارسطو کا شاگرد تھا مشہور عالمگیر فاتح ہونے کی بنا پر اس کا مصداق قرار دیا۔ حالانکہ سکندر مقدونی کے بارے میں یقین کے ساتھ نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ مسلمان تھا اور نہ یہ کہ وہ عادل بادشاہ تھا اور نہ ہی اس کی مغرب میں کسی ایسی مہم کا تاریخی ثبوت ملتا ہے جس کا ذکر قرآنِ حکیم نے کیا ہے بلکہ اس کے برخلاف تاریخ اس کو ایک بت پرست اور توسیع پسند حکمران کی حیثیت سے پیش کرتی ہے اس لئے اس کو قرآنِ حکیم کا ذوالقرنین نہیں قرار دیا جا سکتا۔

چونکہ ذوالقرنین کی شخصیت یہود میں معروف تھی اس لئے اس کی تحقیق کے لئے قدیم صحیفوں ہی کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ موجودہ دور کے محققین اپنی تحقیق کی بنا پر خورس یعنی سائرس (Cyrus) کو جس کا دور ۵۵۹ قبل مسیح تا ۵۲۹ قبل مسیح تھا ذوالقرنین قرار دیتے ہیں۔

خورس فارس (ایران) کا حکمران تھا اس نے فارس اور میڈیا (شمالی ایران) کی متحدہ سلطنت بنانے کے بعد مغرب کا رخ کیا تھا اور اس کی فتوحات لیڈیا (ٹرکی) تک پہنچ گئی تھیں اور مشرق میں بھی اس کا دائرہ سلطنت وسیع ہو گیا تھا۔ اس نے بابل کو فتح کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو جب بخت نصر کے زمانہ سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے آزاد کر کے یروشلم جانے کی اجازت دے دی گویا بنی اسرائیل کے لئے خورس ایک نجات دہندہ کی حیثیت سے ظاہر ہوا تھا اس لئے بائبل میں اس کا ذکر ایک اچھے حکمران کی حیثیت سے ہوا ہے اور اس کو خدا کا چرواہا کہا گیا ہے (یسعیاہ ۴۴: ۲۸) اور عزرا کی کتاب سے اس کے خدا پرست ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ اس لئے اغلب ہے کہ خورس کی شخصیت ہی قرآنِ حکیم کا ذوالقرنین ہو گی۔

قدیم مورخ ہیروڈوٹس (Herodotus) نے سائرس کو فارس کی مقبول ترین شخصیت بتلایا ہے اور اس کی مہموں کا ذکر کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار اس کا تعارف اس طرح کراتا ہے۔ " سارس اخمینین شہنشاہیت کا بانی تھا۔ یہ شہنشاہیت پہلی عالمی ریاست (Word State) ہے جس میں بحر ایجین سے لے کر دریائے سندھ تک کا علاقہ شامل تھا۔ وہ ایک روادار اور مثالی حکمران تھا جسے قدیم اہل فارس نے بابائے قوم کے نام سے پکارا اور بائبل میں جسے بابل کے یہودی اسیروں کے تعلق سے نجات دہندہ کہا گیا۔"

علمی بات: مفسرین کے رائے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا اور ان کی دعا کی برکت سے حق تعالٰی نے خارق عادت سامان و وسائل عطا فرمائے تھے۔ جن کے ذریعہ سے اس کو مشرق و مغرب کے سفر اور محیر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔ اس نے آپ علیہ السلام کے ساتھ بیت اللہ شریف کی تعمیر کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے۔ آپ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا، آپ علیہ السلام کا فرماں برادر تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کے وزیر تھے۔ شاید اسی لئے قرآنِ حکیم نے حضرت خضر علیہ السلام کے قصّہ کے ساتھ اس کا قصّہ بیان فرمایا۔ قدیم شعرائے عرب نے اپنے اشعار میں " ذوالقرنین " کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے اور اس کے عرب ہونے پر فخر کرتے رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر عرب بادشاہ ہے۔

آیت نمبر ۸۴: ذوالقرنین کو اللہ ﷻ نے ایک عظیم سلطنت سے نوازا تھا۔ اس کے علاوہ علم، طاقت اور ایسے تمام وسائل مہیا کیئے تھے جن سے کام لے کر انہوں

نے بہت بڑی فتوحات حاصل کیں۔

علمی بات: لفظ "سبب" عربی لغت میں ہر اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس سے اپنے مقصد حاصل کرنے میں مدد لی جاتی ہے جس میں مادی آلات و وسائل بھی شامل ہیں اور علم و بصیرت و تجربہ وغیرہ بھی۔ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ سے مراد وہ تمام امور ہیں جن کی ضرورت نظامِ سلطنت کے لئے ایک بادشاہ اور حکمران کو پیش آتی ہے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے حضرت ذوالقرنین کو عدل وانصاف قائم کرنے اور امن عالم کے قیام اور فتوحات ممالک کے لئے جس جس سامان کی ضرورت اس زمانہ میں تھی وہ سب کے سب ان کو عطا کر دیئے گئے تھے۔

علمی بات: امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بادل کو ذوالقرنین کے حکم کے تابع بنا دیا گیا تھا، اَبر پر وہ سوار ہوتا تھا۔ اس کے ذرائع دراز کر دیئے گئے تھے۔ اس کے لئے روشنی پھیلا دی گئی تھی (یعنی رات بھی اس کے لئے روشن کر دی گئی تھی)۔ رات دن اس کے لئے برابر تھے۔ تَمۡکِیۡنٌ فِی الۡاَرۡضِ کا یہی معنیٰ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمین پر رفتار اس کے لئے آسان کر دی گئی اور سارے راستے اس کے لئے کھول دیئے گئے تھے۔ (راستے آسان کرنے کا شاید یہ مقصود ہو کہ ہر طرح کی سواری اس کو میسر تھی اور رات دن یا موسم کا اختلاف اس کے رفتار پر اثر انداز نہ ہوتا تھا)

علمی بات: یہاں سے ان باتوں کا بیان شروع ہے جو اللہ ﷻ نے ذوالقرنین کے بارے میں رسول کریم ﷺ کو بذریعہ وحی بتائی تھیں، اللہ ﷻ نے اسے فوجی طاقت، مال و دولت، فکر و نظر اور عظیم شہرت و دبدبہ دیا تھا، ہر چیز کو حاصل کرنے کا ذریعہ عطا کیا تھا، یعنی، علم، طاقت، آلات و اسلحہ اور دیگر تمام وسائل اسے مہیا تھے اور ان تمام وسائل و ذرائع کو استعمال کر کے انتہائے مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا۔

آیت نمبر ۸۵: ذوالقرنین نے نیکی اور عدل کے نظام کی توسیع کے لئے اطراف کے ممالک کی طرف مہم جوئی کا منصوبہ بنایا۔ ان کا پہلا سفر مغرب کی طرف تھا۔

علمی بات: "اتباع" کے معنیٰ پیچھے لگنے، درپے ہونے، تعاقب کرنے کے ہیں۔ "اَتۡبَعَ سَبَبًا" کے معنیٰ ہوں گے اس نے وسائل و ذرائع کا جائزہ لیا، اس کا اہتمام کیا۔ پھر یہیں سے ذرا وسیع معنیٰ میں یہ کسی مہم کی تیاری کے لئے استعمال ہوا۔

آیت نمبر ۸۶: ذوالقرنین بادشاہ کا زمین کی مغربی سمت کی انتہا تک پہنچنے کا بیان ہے۔ عین سے مراد چشمہ یا سمندر ہے۔ وہاں پہنچ کر غروب آفتاب کے وقت اُنہیں محسوس ہوا جیسے سورج سیاہی مائل گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے۔ ذوالقرنین نے وہاں ایک ایسی قوم پر غلبہ پایا جو کافر تھی۔ اُنہیں اختیار دیا گیا کہ وہ چاہیں تو قوم کے ساتھ سخت رویہ اختیار کریں یا دعوت و تبلیغ سے اُنہیں اسلام لانے پر آمادہ کریں۔

علمی بات: یعنی مغربی سمت خشکی کے آخری کنارے پہنچ گیا۔ اس کے بعد سمندر تھا جس نے سیاہ جھیل کی شکل اختیار کر لی تھی۔ وہاں اسے ایسا دکھائی دیا کہ سورج اس گدلے پانی میں ڈوب رہا ہے۔ سورج کا ڈوبنا عام محاورہ ہے اس کے لفظی معنیٰ کوئی بھی مراد نہیں لیتا۔

مطلب یہ ہے کہ ذوالقرنین مغربی مہم پر جب روانہ ہوا تو ملک پر ملک فتح کرتا ہوا ایک ایسے ملک پہنچ گیا جو خشکی کی آخری حد تھی۔ اس کے آگے جھیل نما سمندر تھا اس لئے اس سے آگے بڑھنے کا سوال ہی نہیں تھا۔

ذوالقرنین بادشاہ کی مغربی مہم: ذوالقرنین نے جب ریاستِ میڈیا (Media) کو فتح کر کے اپنی سابقہ ریاست پارس (یعنی فارس) کے ساتھ ملایا تو اس کے فوراً بعد ایشیائے کوچک (Asia Minor) (ترکی) کی ریاست لیڈیا (Lydia) کے بادشاہ کرویسس (Croesus) نے اس پر حملہ کر دیا۔ ذوالقرنین نے اس کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر تمام ایشیائے کوچک سمیت بحر روم (Mediterranean Sea) کے کنارے تک پورا مغربی حصّہ فتح کر لیا۔ ذوالقرنین ایک نیک اور رحم دل بادشاہ تھا اس نے اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے بعد اُنہیں قتل نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ نیک رویّہ اختیار کیا اور ان میں خصوصاً جو اللہ ﷻ پر ایمان لانے والے لوگ تھے ان سے بہت نرمی سے پیش آیا۔

علمی بات: ذوالقرنین نے سب سے پہلے مغرب کا رخ کیا اور مختلف ممالک فتح کرتا ہوا وہ ایشیائے کوچک (Asia Minor) کے مغربی ساحل تک پہنچ گیا جہاں زمین

اور آبادی ختم ہوگئی اور تاحد نگاہ پانی ہی پانی تھا جو چھوٹی چھوٹی خلیجوں کی وجہ سے سیاہ کیچڑ کے چشمے کی طرح نظر آتا تھا اور اس کی لہروں میں سورج ڈوب رہا تھا۔ اگرچہ سورج تو زمین اور سمندر سے بہت بڑا ہے اور وہ اپنے مدار میں متحرک رہتا ہے اور کہیں ڈوبتا نہیں مگر سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر غروب آفتاب کا نظارا کرنے والے کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔

علمی بات: ذوالقرنین کے بارے میں یہ بات یقینی نہیں ہے کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں، اگر وہ پیغمبر تھے تو اللہ ﷻ نے یہ بات ان سے براہ راست وحی کے ذریعہ فرمائی ہوگی اور وہ پیغمبر نہیں تھے تو ان کو اس زمانہ کے کسی پیغمبر کے ذریعہ یہ بات پہنچائی ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وحی کے بجائے الہام کے ذریعہ ان کے دل میں یہ بات ڈالی ہوگی۔ واللہ اعلم

علمی بات: مغرب میں سمندر کے قریب وہ قوم آبادی تھی جس نے ذوالقرنین کے ملک پر حملہ کیا تھا اور اس کا تاج و تخت چھیننے کی کوشش کی تھی۔ اب وہ قوم ذوالقرنین کے قبضہ میں آگئی تو اللہ ﷻ نے ذوالقرنین کے دل میں اس طرح بات ڈال دی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں ڈالی تھی۔ کہ وہ موسیٰ (علیہ السلام) کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیں۔ اسی طرح اللہ ﷻ نے ذوالقرنین کے دل میں بھی یہ بات ڈال دی کہ چاہے تو اس قوم سے بدلہ لے کیونکہ اس نے ذوالقرنین کے ملک پر حملہ کیا تھا اور چاہے تو اسے معاف کر دے۔

علمی بات: یہ قوم کافر تھی اس لئے اگلی آیات میں اللہ ﷻ نے ذوالقرنین کو اختیار دے دیا کہ تم چاہو تو ان سب کو پہلے ان کے کفر کی سزا دے دو اور چاہو تو ان سے احسان کا معاملہ کرو کہ پہلے دعوت و تبلیغ اور وعظ و پند سے ان کو اسلام و ایمان قبول کرنے پر آمادہ کرو پھر ماننے والوں کو اس کی جزا اور نہ ماننے والوں کو سزا دو۔ دوسری صورت کو اچھا رویہ قرار دے کر اللہ ﷻ نے اشارہ فرمادیا کہ یہ صورت بہتر ہے۔ چنانچہ ذوالقرنین نے دوسری ہی صورت کو تجویز کیا کہ اوّل ان کو وعظ و نصیحت سے صراطِ مستقیم پر لانے کی کوشش کرے گا پھر جو کفر پر قائم رہے ان کو سزا دے گا اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اس کو اچھا بدلہ دے گا۔

آیت نمبر ۸۷: ذوالقرنین نے دوسری راہ اختیار کی اور قوم کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ اسلام کی دعوت اور تعلیم دی۔ انہوں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قوم میں سے جو کفر اور بدامنی کر کے اپنے اور دوسروں پر ظلم کرے گا اسے دنیا میں سزا دی جائے گی۔ پھر قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیش ہونے پر بھی سخت ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

علمی بات: ذوالقرنین کا مغربی قوم سے سلوک کا ذکر ہے۔ چنانچہ ذوالقرنین نے دوسری راہ اختیار کی کہ اس قوم کو پوری طرح سمجھایا جائے اور اُنہیں اسلام کی دعوت دی جائے اور یہ فیصلہ کیا کہ اس کے نتیجہ میں جو لوگ اکڑ جائیں گے اور ظالموں کی روش اختیار کریں گے ہم صرف اُنہیں ہی سزا دیں گے اور اُنہیں سے سختی کا برتاؤ کریں گے پھر موت کے بعد جب ایسا آدمی اللہ ﷻ کی بارگاہ میں پیش ہوگا تو وہ اسے سخت عذاب بھی دے گا لیکن جو لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں گے اور اپنا طرز زندگی بدل کر نیک کام کرنے لگیں گے ان کو اللہ ﷻ کے ہاں اچھا اجر ملے گا اور ہم بھی ان سے نرمی کا برتاؤ کریں گے جیسا کہ ہر عادل بادشاہ کی یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ غلبہ پانے کے بعد بد کردار لوگوں سے سختی سے پیش آتے ہیں اور بھلے لوگوں سے مہربانی کرتے اور ان سے مہربانی سے پیش آتے ہیں۔

علمی بات: واضح رہے کہ ذوالقرنین نے جس وقت اقتدار سنبھالا اس وقت اس کے اطراف میں ظالمانہ حکومتیں قائم تھیں اور انسانیت ظالم حکمرانوں سے تنگ آگئی تھی۔ چنانچہ بابل کی حکومت ظلم و جور کا بدترین نمونہ تھی جس نے بنی اسرائیل کو قید و بند کی زندگی گزارنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ ان ظالم حکمرانوں کے ظلم اور بربریت سے نجات دلانے کا کام اللہ ﷻ نے جس کے ہاتھ سے لیا وہ ذوالقرنین تھا۔ قرآنِ حکیم نے ذوالقرنین کی جن فتوحات کا ذکر کیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اس نے انسانیت کو ظلم و فساد سے نجات دلانے کے لئے یہ اقدامات کیئے تھے اور یہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت ہے۔ اس کا مطلب ملک گیری اور اپنی شان و شوکت بڑھانا ہرگز نہ تھا۔ دنیا میں جہاں ظلم کی گھٹائیں چھاجاتی ہیں وہاں اللہ ﷻ کے کرشمۂ رحمت کا ظہور بھی ہوتا ہے اور انصاف کی ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔

آیت نمبر ۸۸: ذوالقرنین کے خطاب کا مزید بیان ہے۔ دعوتِ حق کو قبول کر کے ایمان اور نیک اعمال انجام دینے والے اللہ ﷻ کے یہاں بہتر اجر کے مستحق ہوں گے۔ دنیا میں بھی ان کے ساتھ نرمی اور خیر خواہی کا سلوک کیا جائے گا۔

علمی بات: اس سے واضح ہوا کہ ذوالقرنین کے پیش نظر صرف یہی مقصد نہیں تھا کہ مظلوم قوموں کو ظالم حکمرانوں کے پنجہ سے چھڑائیں بلکہ یہ اعلیٰ مقصد بھی پیش نظر تھا کہ لوگوں کو توحید کی راہ دکھادی جائے اور آخرت کی جوابدہی کا شعور پیدا کر کے ایک صالح زندگی گزارنے کے لئے آمادہ کیا جائے۔ ذوالقرنین کے ان اقدامات سے جن کا ذکر قرآنِ حکیم نے کیا ہے ایک بہت بڑی اصولی بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ اس پاکیزہ مقصد کے پیش نظر جنگی اقدامات کرنا جائز ہے۔

علمی بات: ذوالقرنین کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ میں اُنہیں راہ راست پر آنے کی دعوت دوں گا۔ جو لوگ اس دعوت کو قبول نہ کر کے ظلم کریں گے اُنہیں تو میں سزا دوں گا اور جو لوگ دعوت قبول کر کے ایمان عمل صالح اختیار کر لیں گے ان کے ساتھ میں رحمدلی اور آسانی کا معاملہ کروں گا۔ یعنی آخرت میں بھلائی ملے گی اور دنیا میں ہم اس پر سختی نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے کام کے لئے جب کوئی بات اس سے کہیں گے سہولت اور نرمی کی کہیں گے۔ فی الحقیقت جو بادشاہ عادل ہو اس کی یہی راہ ہوتی ہے۔ بُروں کو سزا دے اور نیکوں سے نرمی کرے۔ ذوالقرنین نے یہی طریقہ اختیار کیا۔

علمی بات: تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کا اپنی مفتوحہ قوموں کے ساتھ ایسا ہی رویہ تھا۔ اس کی فوج کے کسی سپاہی کی مجال نہ تھی کہ وہ مفتوحہ قوم کے کسی فرد پر ظلم کر سکتا۔ اس نے جن علاقوں کو بھی فتح کیا وہاں لوگوں کے ساتھ شفقت سے پیش آیا۔ جو پہلے سے ان پر بھاری ٹیکس عائد کیئے گئے تھے وہ اس نے سب معاف کر دیئے حتیٰ کہ خراج بھی لینا پسند نہ کیا جو ہر فاتح لیا کرتا ہے۔ اس کے بدترین دشمن بھی جب گرفتار کر کے اس کے سامنے لائے گئے تو اس نے اُنہیں معاف کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ جو علاقے اس نے فتح کیئے وہاں کے رہنے والے لوگ اس کے سلوک سے متاثر ہو کر دل کی گہرائیوں سے اس کے وفادار ثابت ہوئے اور کہیں بھی اسے بغاوت سے سابقہ پیش نہیں آیا۔ اس سفر میں اس نے جس بادشاہ کو شکست دی تھی اس کے ساتھ اس کا رویہ حیرت انگیز حد تک فیاضانہ تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ذوالقرنین نے اس بادشاہ کو اس کی موت تک اپنے محل میں رکھا اور اسے دس ہزار (۱۰۰۰۰) پیادے (پیدل، بغیر سواری کے) اور پانچ ہزار (۵۰۰۰) سوار عطا کیئے تا کہ اس کی ساکھ، معاشرتی حیثیت، شہرت اور عزت وغیرہ کو گزند نہ پہنچے۔

آیت نمبر ۸۹: مغرب میں فتح حاصل کرنے کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کی طرف دوسرا سفر اختیار کیا۔

علمی بات: مغرب کے سفر کے بعد ذوالقرنین نے مشرق کے ممالک کا رخ کیا اور مشرقی جانب کی راہ پر چل دیئے، چلتے چلتے جب ایسی جگہ پہنچے جہاں آفتاب طلوع ہونے کی جگہ تھی (یعنی جانب مشرق میں آبادی کی انتہا پر پہنچ گئے) تو دیکھا کہ سورج ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے کہ آفتاب کے اور ان کے درمیان اللہ ﷻ نے کوئی آڑ نہیں رکھی یعنی یہ قوم ایسی تھی جو دھوپ سے بچنے کے لئے کوئی مکان یا خیمہ نہیں بناتے تھے، کھلے میدان میں رہتے تھے (ممکن ہے کہ ان کے یہاں دھوپ کی تیزی زیادہ نہ ہوتی ہو اور دھوپ میں رہنے کی عادت پڑ گئی ہو جیسے جنگلی جانور اس دھوپ میں گزارہ کرتے ہیں اور رہتے سہتے ہیں) اور بارش بھی کم ہوتی ہو اور تھوڑی بہت بارش ہونے پر درختوں کے نیچے پناہ لے لیتے ہیں۔

آیت نمبر ۹۰: علاقے فتح کرتے ہوئے ذوالقرنین اس جگہ پہنچ گئے جہاں مشرق کی جانب کافی آبادی تھی۔ ہاں ایک ایسی قوم کو پایا جو دھوپ سے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں جانتی تھی۔

علمی بات: یہ ذوالقرنین کے دوسرے سفر کا ذکر ہے۔ اس سفر میں وہ دنیا کی انتہائی مشرقی آبادی تک جا پہنچے تھے۔ یہاں کچھ غیر متمدن لوگ رہتے تھے، ان میں مکان بنانے اور چھتیں ڈالنے کا دستور نہیں تھا، سب کھلے میدان میں رہتے تھے، اس لئے دھوپ سے بچاؤ کے لئے کوئی اوٹ نہیں تھی، بلکہ سورج کی کرنیں ان پر براہ راست پڑتی تھیں۔ یعنی اس سرزمین پر نہ قدرتی کچھ پہاڑ درخت ایسے تھے کہ ان کی آڑ سے وہ لوگ دھوپ سے بچ سکیں۔ وہ صحرا میں خانہ بدوشی کی زندگی گزار رہے تھے اور وحشی پن کے سبب سے نہ اتنی عقل ان لوگوں میں تھی کہ وہ مکان بنا دیں۔ زمین میں سرنگیں کھود رکھی تھیں، دھوپ کے وقت ان میں گھس جاتے تھے اور ٹھنڈے وقت میں ان سرنگوں سے نکل کر دنیا کا کچھ کام دھندا کر لیتے تھے۔

علمی بات: ذوالقرنین اپنی مشرقی مہم میں بلخ تک پہنچے جو افغانستان میں ہے اور دوسری طرف مکران تک جو بلوچستان میں ہے اس کے آگے پہاڑی سلسلہ تھا۔ یہاں خانہ بدوش قبائل رہتے تھے جو تہذیب و تمدن سے بالکل نا آشنا تھے۔ یہ وحشی قبائل ایران کی سرحد پر لوٹ مار کرتے اور فساد مچاتے رہے ہوں گے اس لئے

ذوالقرنین نے ان کے علاقہ کی آخری حد تک پہنچ کر ان کی سرکوبی کی۔

آیت نمبر ۹۱: کذالك (اسی طرح) کے دو مفہوم ہیں: ۱۔ ذوالقرنین نے جو طرز عمل مغرب والوں کے ساتھ کیا تھا وہی مشرق والوں کے ساتھ کیا کہ دعوتِ حق پر ایمان لانے والوں کے لئے آسانی اور انکار کرنے والوں کو سزا کی تنبیہ دی۔ ۲۔ اللہ ﷻ ذوالقرنین کی صلاحیتوں، اسباب، وسائل اور جن حالات سے اُنہیں سابقہ پیش آیا ان سے خوب باخبر ہے۔

علمی بات: ذوالقرنین بادشاہ کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے واقعہ اسی طرح ہے۔ اللہ ﷻ نے ذوالقرنین کو ایسے وسائل عطا فرمائے جن کی وجہ سے اس نے وقت کی معلوم دنیا کے مغرب سے لیکر مشرق تک غلبہ حاصل کر لیا۔ نیز اللہ ﷻ کے علم میں ہے کہ اس کے پاس کس قدر سپاہ تھی اور اس کے پاس کیا کیا سامان تھا۔ ذوالقرنین بادشاہ نے جس قوم کو مشرق کے آخری حصّہ میں پایا قرآنِ مجید میں ان کے بارے میں یہ نہیں بتایا کہ وہ مومن تھے یا کافر، اور نہ یہ بتایا کہ ان کے ساتھ ذوالقرنین نے کیا معاملہ کیا۔ اگر یہ لوگ کافر تھے تو بظاہر وہی معاملہ کیا ہو گا جو مغرب کی جانب رہنے والوں کے ساتھ کیا۔ (واللہ اعلم)

آیت نمبر ۹۲: مغرب و مشرق کی فتح کرنے کے بعد اب ذوالقرنین نے شمال کی طرف سفر کرنا شروع کیا۔

علمی بات: ذوالقرنین بادشاہ کی تیسری مہم اس علاقہ تک تھی جہاں یاجوج ماجوج کے حملے ہوا کرتے تھے۔ یہ یقیناً اس کی شمالی مہم تھی جس میں وہ بحر خزر (اسپین Spain) کو داہنی طرف چھوڑتا ہوا کاکیشیا کے سلسلہ کوہ تک پہنچ گیا تھا اور وہاں اسے ایک درہ ملا تھا جو دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا۔ اسی راہ سے یاجوج ماجوج آکر اس طرف کے علاقہ میں تباہی مچایا کرتے تھے اور یہیں اس نے دیوار تعمیر کی۔

آیت نمبر ۹۳: وہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں دو پہاڑ ایک دوسرے کے مقابل تھے اور ان کے درمیان گھاٹی تھی۔ وہاں اُنہیں ایک ایسی قوم پر فتح حاصل ہوئی جو لوگوں سے دوری کی وجہ سے اپنی زبان کے علاوہ کوئی اور زبان نہیں جانتی تھی۔

علمی بات: یہ ذوالقرنین بادشاہ کی تیسری مہم ہے۔ قرآنِ کریم نے اس مہم کی سمت متعین نہیں فرمائی، لیکن بیشتر مفسرین کرام کا خیال یہ ہے کہ یہ سفر شمال میں دنیا کی انتہائی آبادی کی طرف ہوا تھا، یہاں کے لوگوں کی زبان بالکل مختلف تھی اور شاید حلیہ بھی ایسا ہو کہ ان میں سمجھ کے آثار نظر نہ آتے ہوں اور آگے ان سے جو گفتگو ہوئی ہے وہ یا تو کسی ترجمان کے ذریعہ ہوئی ہو گی یا اشاروں سے۔

علمی بات: مشرقی جانب منتہائے آبادی پر رہنے والی قوم سے فارغ ہو کر ذوالقرنین آگے بڑھے، چلتے چلتے ایسے مقام پر پہنچے جو بین السدین (دو پہاڑوں) کے درمیان تھا۔ سدین سے دو پہاڑ مراد ہیں ان کے درمیان خالی جگہ تھی۔ چونکہ آگے یہ ذکر آرہا ہے کہ ان دونوں پہاڑوں کے اس طرف یاجوج ماجوج کا علاقہ تھا، اس لئے لامحالہ ان پہاڑوں سے مراد کاکیشیا کے وہ پہاڑی سلسلے ہی ہو سکتے ہیں جو بحر خزر (سپین) اور بحر اسود کے درمیان واقع ہیں۔ ان دونوں کے درمیان درہ سے جہاں یاجوج ماجوج حملہ آور ہوئے تھے۔ ان پہاڑوں سے قدرے دور ایک ایسی قوم کو دیکھا جو کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھی۔ سمجھ بوجھ بھی بس یونہی تھوڑی بہت تھی لیکن دشمنوں کی وجہ سے پریشان بہت زیادہ تھے۔

علمی بات: معلوم ہوتا ہے "سدین" سے مقصود کاکیشیا کا پہاڑی درہ ہے کیونکہ اس کے داہنی طرف بحر خزر ہے جس نے شمال اور مشرق کی راہ روک رکھی ہے۔ بائیں جانب بحر اسود ہے جو شمال مغرب کے لئے قدرتی روکاوٹ ہے۔ درمیانی علاقہ میں اس کا سر بہ فلک سلسلہ کوہ ایک قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے، پس اگر شمالی قبائل کے حملوں کے لئے کوئی راہ باقی رہی تھی تو وہ صرف اس سلسلہ کوہ کا ایک عریض درہ یا وسطی وادی تھی اور یقیناً وہیں سے یاجوج ماجوج کو دوسری طرف پہنچنے کا موقع ملتا تھا۔ اس راہ کے بند ہو جانے کے بعد نہ صرف بحر خزر سے لے کر بحر اسود تک کا علاقہ محفوظ ہو گیا بلکہ سمندروں اور پہاڑوں کی ایک ایسی دیوار قائم ہو گئی جس نے تمام مغربی ایشیا کو اپنی پاسبانی میں لے لیا اور شمال کی طرف سے حملہ کا کوئی خطرہ باقی نہ رہا اب ایران، شام، عراق، عرب، ایشیائے کوچک، بلکہ مصر بھی شمال کی طرف سے بالکل محفوظ ہو گیا تھا۔

نقشہ میں یہ مقام دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام مغربی ایشیا نیچے ہے اوپر شمال میں بحر خزر ہے۔ اس سے بائیں جانب شمال مغرب میں بحر اسود ہے۔ درمیان میں

بحر خزر کے مغربی ساحل سے بحر اسود کے مشرقی ساحل تک کا کیشیا کا سلسلہ کوہ چلا گیا ہے۔ ان دو سمندروں اور درمیان کے سلسلہ کوہ نے مل کر سینکڑوں میلوں تک ایک قدرتی روک پیدا کر دی ہے، اب اس روک میں اگر کوئی شگاف رہ گیا تھا جہاں سے شمالی اقوام کے قدم اس روک کو پھلا گن سکتے تھے تو وہ صرف یہی دو پہاڑوں کے درمیان کی راہ تھی ذوالقرنین نے اسے بھی بند کر دیا اور اس طرح شمال اور مغربی ایشیا کا یہ درمیانی پھاٹک پوری طرح بند ہو گیا۔

آیت نمبر ۹۴: یہ قوم یاجوج ماجوج کی لوٹ مار اور قتل و غارت سے عاجز آچکی تھی جو گھاٹی سے گزر کر آتی تھی۔ ذوالقرنین کے حُسنِ سلوک، قوت اور عقل و ہنر سے متاثر ہو کر قوم نے یاجوج ماجوج سے حفاظت کے لئے دیوار بنانے کی درخواست کی۔ اس سلسلہ میں آنے والی لاگت ادا کرنے کی پیش کش بھی کی۔ یاجوج ماجوج نہایت فسادی قوم ہے اور نسل انسانی میں سے ہے اور ان کی تعداد دوسری نسل انسانی کے مقابلہ میں زیادہ ہو گی۔ قیامت سے قبل ان کا ظہور بھی ہو گا اور یہ زمین پر خوب تباہی بھی مچائیں گے پھر ایک وبا سے ہلاک ہوں گے۔

علمی بات: ذوالقرنین کا اقتدار دیکھتے ہوئے قوم نے یاجوج ماجوج سے حفاظت کے لئے اور اپنی مصیبت سے چھٹکارا کے لئے (اشارہ وغیرہ کے ذریعہ) عرض کیا کہ اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ گھاٹی کے اس طرف رہتے ہیں یہ لوگ ہم پر حملہ آور ہو کر قتل و غارت گری کرتے ہیں اور ہم ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم آپ کے لئے کچھ مال جمع کر دیں اور اس شرط پر آپ کو دے دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان روکنے والی ایک آڑ بنا دیں۔ تاکہ وہ ہماری طرف نہ آسکیں۔

علمی بات: ذوالقرنین نے جواب دیا کہ مال جمع کرنے کی ضرورت نہیں مجھے میرے رب نے جو اختیار و اقتدار عطا فرمایا ہے جس میں مالی تصرفات بھی شامل ہیں وہ بہتر ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ تم اپنے ہاتھ پاؤں کی طاقت یعنی محنت و ہمت کے ذریعہ میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ بنا دوں گا۔ تم ایسا کرو کہ لوہے کے ٹکڑے لاؤ (چنانچہ ٹکڑے لائے گئے اور ان کو اینٹوں کی جگہ استعمال کیا اور اس طرح ان کی چنائی کی کہ ان کے درمیان لکڑی اور کوئلے رکھتے چلے گئے) یہاں تک کہ جب پہاڑوں کے درمیان والے خالی حصّہ کو پہاڑوں کے برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اب دھونکو (پھونکنے کے آلات رکھ دیئے گئے اور چاروں طرف آگ جلا دی گئی) چنانچہ ان لوگوں نے دھونکنا شروع کیا اور اتنا دھونکا اتنا دھونکا کہ وہ لوہا آگ بن گیا۔ اندر کی لکڑیاں اور کوئلہ تو جل گیا اور لوہے کے ٹکڑے آگ کی طرح لال ہو کر آپس میں جڑ گئے۔ مضبوط دیوار کے لئے تو یہی کافی تھا لیکن انہوں نے مزید مضبوطی کے لئے یہ کیا کہ تانبا طلب کیا اور ان لوگوں سے کہا کہ میرے پاس تانبا لے آؤ تاکہ میں تانبا کو اس پر ڈال دوں، چنانچہ پگھلا ہوا تانبا اس لوہے میں ڈال دیا جو خوب زیادہ گرم تھا اوّل تو وہ خود ہی آپس میں مل کر جام ہو چکا تھا پھر اس کے اوپر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا گیا جو لوہے کے ٹکڑوں کے اندر بچی کھچی جگہوں میں داخل ہو گیا۔ اور اس طرح سے ایک مضبوط دیوار بن گئی۔ اس دیوار کی بلندی اور پختگی اور چکنے پن کی وجہ سے یاجوج ماجوج نہ اس پر چڑھ سکے اور نہ اس میں نقب لگا سکے۔ جب ذوالقرنین دیوار بنا کر فارغ ہوئے تو کہنے لگے: هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّیْ (ذوالقرنین نے کہا) "یہ میرے رب کی رحمت ہے"۔ اور دیوار کا تیار ہو جانا مجھ پر اللہ ﷻ کی بڑی رحمت ہے مجھے اس نے اس کام میں لگایا اور ان لوگوں کے لئے بھی رحمت ہے جن کو یاجوج ماجوج دکھ دیتے تھے اور غارت گری کرتے تھے اب دیوار کے ادھر رہنے والوں کو اللہ ﷻ نے یاجوج ماجوج سے محفوظ فرما دیا۔

یاجوج ماجوج کے متعلق فرامینِ نبوی ﷺ: ۱۔ حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم باتیں کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو؟" ہم نے عرض کیا کہ قیامت کا ذکر کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کہ قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ دس نشانیاں اس سے پہلے نہیں دیکھ لو گے۔ پھر ذکر فرمایا دھوئیں، دجال، زمین کے جانور، سورج کے مغرب سے نکلنے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے، یاجوج ماجوج کے نکلنے، تین جگہ خسف یعنی زمین کے دھنسنے کا۔ ایک مشرق میں، دوسرے مغرب میں، تیسرے جزیرہ عرب میں۔ ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہو گی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی ان کے (میدان) محشر کی طرف لے جائے گی۔" (صحیح مسلم)

۲۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ان کے پاس گھبرائے ہوئے داخل ہوئے، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ "تباہی ہے

عربوں کے لئے اس بُرائی سے جو قریب آچکی ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اتنا کھل گیا ہے" اور آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے اور اس کی قریب والی انگلی کو ملا کر ایک حلقہ بنایا۔ اتنا سن کر حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ !تو کیا ہم اس کے باوجود ہلاک ہو جائیں گے کہ ہم میں نیک صالح لوگ بھی (موجود) ہوں گے ؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کہ ہاں جب بُرائی بہت بڑھ جائے گی۔" (صحیح بخاری)

علمی بات: یاجوج وماجوج (Gog & Magog) سے مراد وہ قومیں ہیں جو کوہ قاف (Caucasus) کے شمال میں آباد تھیں اور روس سے منگولیا تک پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ وحشی قومیں تھیں اور قریبی ممالک پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کرتی تھیں۔ قرآنِ حکیم نے ان کا ذکر اس طور سے کیا ہے کہ وہ زمین میں فساد مچاتے تھے۔ قدیم روایات کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے بعد نسل انسانی آپ علیہ السلام کے تین بیٹوں سام حام اور یافث سے چلی تھی۔ ان میں سے سامی نسل تو بہت معروف ہے۔ قومِ عاد، قومِ ثمود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سامی نسل میں سے تھے۔ حضرت یافث کی اولاد کے لوگ وسطی ایشیا کے پہاڑی سلسلہ کو عبور کر کے شمال کی طرف چلے گئے۔ وہاں سے ان کی نسل بڑھتے بڑھتے شمالی ایشیا اور یورپ کے علاقوں میں پھیل گئی۔ چنانچہ مشرق میں چین اور ہند چینی کی Yellow races مغرب میں روس اور سکنڈے نیوین ممالک کی اقوام مغربی یورپ کے Anglo Saxons مشرقی یورپ میں خصوصی طور پر شمالی علاقوں اور صحرائے گوبی کے علاقوں کی تمام آبادی حضرت یافث کی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ تورات میں حضرت یافث کے بہت سے بیٹوں کے نام ملتے ہیں۔ ان میں Mosc , Tobal Gog & Magog وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بہر حال یورپ کی اینگلو سیکسن اقوام اور تمام Nordic Races یاجوج ماجوج ہی کی نسل سے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ غیر متمدن اور وحشی لوگ تھے جن کا پیشہ لوٹ مار اور قتل وغارت گری تھا۔ وہ اپنے ملحقہ علاقوں پر حملہ آور ہوتے قتل وغارت کا بازار گرم کرتے اور لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے۔

علمی بات: ہمارا اس پر ایمان ہے کہ یاجوج ماجوج پیدا ہو چکے ہیں اور قربِ قیامت میں ان کا ظہور ہو گا۔ قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ میں ان کے مصداق کا تعین نہیں کیا اور نہ ان کی واضح اور حتمی صفات بیان کی ہیں۔ ان کی صفات اور مصداق کے متعلق جو کچھ بھی کہا گیا وہ سب ظن وتخمین اور اندازوں پر مبنی ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ جنت اور دوزخ موجود ہیں لیکن ہم قطعی طور پر ان کی کیفیات کو بیان نہیں کر سکتے۔ (بعض اخبار احاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے لیکن یہ بھی قطعی نہیں ہے۔)

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندے نکالے ہیں کہ ان سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں، لہٰذا آپ میرے مسلمان بندوں کو طور پر جمع کریں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نکالے گا، تو وہ ہر اونچائی سے نکل بھاگیں گے۔ ان کا پہلا حصّہ جب بحیرۂ طبریہ پر پہنچے گا تو جتنا پانی اس میں ہو گا وہ تمام کا تمام پی جائیں گے، پھر ان کے بعد والے آئیں گے تو کہیں گے، کبھی اس میں پانی موجود تھا۔ پھر آگے چلیں گے، یہاں تک کہ اس پہاڑ پر پہنچیں گے جہاں درختوں کی کثرت ہے اور کہیں گے: ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا، آؤ اب آسمان والوں کو بھی قتل کر دیں۔ چنانچہ وہ اپنے تیر آسمانوں کی طرف پھینکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے تیر خون آلود واپس پلٹائے گا۔ اس دوران میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے اصحاب محصور رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے نزدیک بیل کا ایک سر تمہارے نزدیک جو سو (۱۰۰) دینار ہیں، ان سے بہتر ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (یعنی یاجوج ماجوج) کی گردنوں پر کیڑے پیدا کر کے اُنہیں ایک لمحہ میں ایک نفس کی موت کی طرح ہلاک کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے، مگر زمین میں ہر جگہ سڑاند اور بدبو پھیلی ہو گی، چنانچہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجے گا جو اُنہیں وہاں سے لے جا کر دور پھینکیں گے، وہاں کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ہر مٹی اور خیمے والے گھر میں پہنچے گی اور اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ زمین کو اس طرح پاک صاف کر دے گا جس طرح زمین کوئی حوض یا باغ ہو۔ پھر زمین کو حکم ہو گا کہ اپنے پھل اگا اور برکتیں نکال، تو اس وقت ایک انار پوری جماعت کھا سکے گی اور اس کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی کا دودھ کئی جماعتوں کے لئے

کافی ہو گا۔ ایک دودھ دینے والی گائے کا دودھ ایک قبیلے کو کفایت کرے گا اور ایک دودھ دینے والی بکری کا دودھ ایک خاندان کو کافی ہو گا۔ لوگ اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ ﷻ ایک ہوا بھیجے گا جو ان کی بغلوں کے نیچے سے اثر کرتی ہوئی گزرے گی اور ہر مومن و مسلم کو فوت کر دے گی، پھر صرف بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح باہم جھگڑیں گے اور ان ہی پر قیامت قائم ہو گی۔ "(صحیح مسلم)

آیت نمبر ۹۵: اس قوم کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے ذوالقرنین بادشاہ نے ان سے مالی امداد لینے سے انکار کر دیا۔ کہا کہ جو مال و دولت اور سلطنت اللہ ﷻ نے عطا کی ہے وہ اس معاوضہ سے بہت ہی بہتر ہے۔ البتہ قوم، افرادی قوت اور تعمیراتی سامان مہیا کر دے تو وہ ایک مضبوط دیوار بنا دیں گے جس کو وہ مفسد قوم عبور نہیں کر سکے گی۔

علمی بات: ذوالقرنین بادشاہ نے ان لوگوں کی درخواست سنی اور اسی وقت دیوار کی منظوری دے دی اور ان کو کہا کہ میرے پاس اللہ ﷻ کا دیا ہوا مال بحمد اللہ تعالیٰ بہت ہے۔ تم میرے ساتھ مالی تعاون نہ کرو، نہ مجھے تمہارے اس تعاون کی ضرورت ہے۔ ہاں! تم مالی تعاون کے بجائے اپنی افرادی طاقت و قوت کا تعاون مجھے دو۔ اس لئے کہ میرے یہ سپاہی اتنا کام سرانجام نہیں دے سکتے اور افرادی قوت کی اس سلسلہ میں زیادہ ضرورت ہے میں تمہارے درمیان اور اس قوم یاجوج ماجوج کے درمیان دیوار کھڑی کروں گا اور ان شاء اللہ وہ اس دیوار کے مکمل ہو جانے کے بعد تم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں گے، اس سے ذوالقرنین کی سیر چشمی، فراخ دلی اور سخاوت نفس کے ساتھ ساتھ رعایا کو دشمن سے محفوظ رکھنے کے لئے مضبوط ترین دفاع کا بندوبست کرنا واضح ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے اس جگہ کی لمبائی، دیوار کی چوڑائی اور اونچائی کا خوب جائزہ لیا اور جو کچھ سامان اس کے لئے چاہیئے تھا اس کو اکٹھا کرنے کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا۔

علمی بات: فقہاء کرام نے یہاں دو مسئلے اخذ کیئے ہیں ایک یہ کہ بادشاہ کو جائز ہے کہ رعایا کی درخواست پر اس کی رفاہ عام و تحفظ کے سامان اور اثاثے وغیرہ لوگوں سے معاوضہ و اجرت لے کر درست کر دے۔ دوسرا یہ کہ اجرت جس طرح مال سے صحیح ہے محنت یا کام سے بھی صحیح ہے۔ جیسا کہ ذوالقرنین نے ان سے کہا کہ کام تم کرو دیوار میں بنوائے دیتا ہوں۔ اس میں معاوضہ کی صورت محنت و مشقت اور افرادی قوت کی صورت میں بھی آگئی اور مال کی شکل میں بھی۔ کسی بھی ملک کے سربراہ کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنی رعیت کی حفاظت کرے اور ان کی ضروریات کو پورا کرے اور ان کی سرحدوں کی اصلاح کرے، ان کے مال سے جو ان پر لازم کیئے گئے ہیں اور ان حقوق سے جو اس کے ذریعہ ان کے خزانہ میں جمع ہیں حتیٰ کہ اگر حقوق اس خزانہ کو ختم بھی کر دیں اور ضروریات اسے صفر تک پہنچا دیں تو ان کے اموال سے ٹیکس لیا جائے گا اور حکمران پر ضروری ہے کہ وہ رعیت کے بارے میں عمدہ اور بہتر انداز میں غور و فکر کرے۔ یہ تین شروط کے ساتھ ہے: ۱۔ وہ کسی چیز کے ساتھ اپنے آپ کو ترجیح نہ دے۔ ۲۔ پہلے اس مال سے حاجت مندوں پر خرچ کرے اور ان کی مدد کرے۔ ۳۔ ہر ایک کو اس کی قدر و منزلت کے مطابق عطا کرے۔ اس کے بعد اگر مال ختم ہو جائے اور خزانہ خالی ہو جائے اور حوادثات ظاہر ہوں تو حکمران لوگوں کو اموال کے خرچ کرنے سے پہلے اپنے جسموں کو پیش کرنے کے لئے کہے اگر جسمانی طاقت سے کام نہ چلے تو پھر تدبیر کے تصرف و تقدیر پر ان سے اموال لیئے جائیں گے۔

علمی بات: اس سے مفسرین کرام یہ بات بھی اخذ کرتے ہیں کہ کسی اچھی حکومت کے مناسب حال نہیں کہ وہ لوگوں سے بلاوجہ ٹیکس وصول کر کے اپنی عیاشی کے کاموں میں خرچ کرے، بلکہ اچھی حکومت وہ ہے جو ذوالقرنین کی طرح لوگوں کی بے لوث خدمت کرے۔

آیت نمبر ۹۶: ذوالقرنین بادشاہ نے دیوار بنانے کے لئے لوہے کی چادریں مہیا کرنے کا حکم دیا۔ لوہے کی چادروں سے دیوار اٹھا کر اسے دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر بلند کر دیا گیا۔ پھر لوہے کی چادروں کو خوب گرم کر کے پگھلا ہوا تانبا ان پر بہا دیا گیا جس سے دیوار مضبوط ہو گئی۔ اس طرح بھرپور فن تعمیر، بہترین ٹیکنالوجی اور زبردست وسائل کا استعمال ہوا جس سے آہنی دیوار تعمیر ہوئی۔

علمی بات: یہ سب کام اس زمانہ میں بظاہر خارق عادت طریقہ سے انجام پائے ہوں گے جسے ذوالقرنین بادشاہ کی کرامت سمجھنا چاہیئے۔ یا ممکن ہے اس وقت اس قسم کے آلات و اسباب پائے جاتے ہوں جن کا ہمیں اب علم نہیں۔

علمی بات: پہلے لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جمائی گئیں جب ان کی بلندی دونوں طرف کی گھاٹیوں تک پہنچ گئی تو لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ

دھونکو اور اس کے لئے لکڑی اور کوئلہ کو استعمال میں لایا گیا۔ جب لوہا آگ کی طرح سرخ ہو گیا تو پگھلا ہوا تانبا اوپر ڈالا گیا جو لوہے کی چادروں کی درزوں میں جم کر پیوست ہو گیا اور یہ سب کچھ مل کر پہاڑ سا بن گیا بظاہر ایسی دیوار کی تعمیر ایک حیران کن اور بالخصوص اس دور میں ایک خرقِ عادت واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم اہرامِ مصر اور ان کے دور تعمیر کی طرف نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایسے ایسے آلات تعمیر پائے جاتے تھے جن کا آج تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

علمی بات: اس دیوار کے آثار بحیرۂ کیسپین کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ داریال اور دربند کے درمیان اب بھی موجود ہیں۔ یہ دیوار پچاس میل لمبی انتیس فٹ اونچی اور دس فٹ چوڑی تھی۔ آج سے سینکڑوں سال پہلے لوہے اور تانبے کی اتنی بڑی کہ مصر کے اسوان ڈیم سے بھی بڑی دیوار تعمیر کرنا یقیناً ایک بہت بڑا کارنامہ تھا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ بنیادیں وغیرہ تو پتھر سے بھری گئی ہوں گی اور اوپر سے اس درہ کو لوہے کی چادروں کے دروازہ سے بند کیا گیا ہو گا۔ صدیوں بعد سیاحوں کے مشاہدہ میں ایک آہنی دیوار مقام دربند میں نظر آئی اور اس کا نام سد سکندری ہی مشہور تھا اور وہ پھاٹک بابُ الحدید (لوہے کا دروازہ) ہی کہلاتا تھا۔ دربند وسطِ ایشیا کے مشرقی حصّہ میں ضلع حصار میں واقع ہے۔ یہ بخارا سے کوئی ۱۵۰ میل جنوب و مشرق میں۔ ۳۸ درجہ عرض البلد شمالی اور ۶۷ درجہ طول البلد مشرقی پر واقع ہے۔ اس کا ذکر مشہور یورپین سیاح مارکوپولو نے اپنے سفر نامہ میں بھی کیا ہے۔

شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصّہ اب منگولیا کہلاتا ہے لیکن منگول لفظ کی ابتدائی شکل کیا تھی؟ اس کے لئے جب ہم چین کے تاریخی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں (اور ہمیں اسی طرف رجوع ہونا چاہیئے کیونکہ وہ منگولیا کے ہم سایہ میں ہے) تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم نام موگ تھا۔ یقیناً یہی موگ جو چھ سو برس قبل مسیح یونانیوں میں میگ اور مے گاگ پکارا جاتا ہو گا اور یہی عبرانی میں ماجوج ہو گیا۔

علمی بات: تمام تاریخی قرائن متفق طور پر شہادت دے رہے ہیں کہ اس سے مقصود صرف ایک ہی قوم ہو سکتی ہے اس کے سوا کوئی نہیں، یعنی شمال مشرقی میدانوں کے وہ وحشی مگر طاقت ور قبائل جن کا سیلاب قبل از تاریخ عہد سے لے کر نویں صدی مسیحی تک برابر مغرب کی طرف اُمنڈتا رہا، جن کے مشرقی حملوں کی روک تھام کے لئے چینیوں کو سینکڑوں میل لمبی دیوار بنانی پڑی تھی، جن کی مختلف شاخیں تاریخ میں مختلف ناموں سے پکاری گئی ہیں اور جن کا آخری قبیلہ یورپ میں میگر کے نام سے روشناس ہوا اور ایشیا میں تاتاریوں کے نام سے۔ اسی قوم کی ایک شاخ تھی جسے یونانیوں نے سیتھین کے نام سے پکارا ہے اور اسی کے حملوں کی روک تھام کے لئے ذوالقرنین نے سَدّ تعمیر کی تھی۔

آیت نمبر ۹۷: وہ مضبوط دیوار بن گئی۔ یاجوج ماجوج اس دیوار کو نہ پھلانگ سکتے تھے اور نہ ہی اس دیوار میں سوراخ کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔

علمی بات: ذوالقرنین نے ان کی خواہش کے مطابق ایسی مضبوط اور بلند دیوار تعمیر کر دی جس کو عبور کرنا یاجوج وماجوج کے لئے مشکل ہو گیا۔ انہوں نے اس کو پھاندنے یا اس کو گرانے کے جتنے جتن کیئے اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ آخر میں اس حقیقت کی طرف اُنہیں توجہ دلائی کہ یہ دیوار اسی وقت تک تمہیں ان وحشیوں کی دست برد سے بچا سکتی ہے جب تک اللہ ﷻ کی مرضی ہو گی اور جب اس کے نزدیک اس کی معیاد ختم ہو گئی اور ان کے خروج کا وقت آ گیا تو یہ مضبوط دیوار ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

آیت نمبر ۹۸ : اس حیرت انگیز فعل کو انجام دینے کے بعد ذوالقرنین نے اسے اللہ ﷻ کی طرف منسوب کیا۔ متاثر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ اللہ ﷻ کی رحمت ہے کہ اس نے مفسدوں کا راستہ بند کرنے کی توفیق بخشی۔ اگرچہ یہ مضبوط دیوار بنا دی گئی ہے لیکن اللہ ﷻ کے وعدہ کا وقت آنے پر اسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا جائے گا۔ وعدے کے وقت سے مراد دیوار کی تباہی کا وقت ہے یا قربِ قیامت کا وقت۔ کفار مکہ کے سوال کا جواب ہی نہیں دیا گیا بلکہ ان پر واضح کر دیا گیا کہ ذوالقرنین ایک طاقت ور بادشاہ ہونے کے باوجود توحید اور آخرت کا قائل تھا۔

علمی و عملی بات: ذوالقرنین نے دیوار بنا کر اسے اپنا کارنامہ قرار دینے کے بجائے اپنے رب کی رحمت قرار دیا، جس کی بدولت وہ لوگ یاجوج ماجوج کے حملوں سے محفوظ ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی اس کی مضبوطی کے باوجود اسے لازوال قرار دینے کے بجائے فرمایا: کہ جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو وہ اسے زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے۔ ذوالقرنین کی بات اور دو باغوں والے بے ایمان شخص کی بات کا موازنہ کریں، جو اپنے باغوں کو کبھی برباد نہ ہونے

والا کہہ رہا تھا تو مومن و کافر کی سوچ کا فرق صاف واضح ہو جاتا ہے ذوالقرنین کی اس بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ساری دنیا کی بادشاہت ملنے کے باوجود آخرت کی فکر ہر وقت رہنی چاہیئے، کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

علمی بات: دشمن کے مقابلہ میں " لوہے کی دیوار " کھڑی کرنا ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر عام طور پر لوگوں میں فخر اور گھمنڈ کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر ذوالقرنین نے ایسی ناقابل تسخیر دیوار کھڑی کرنے کے بعد بھی اپنی تواضع نہیں کھوئی اس کی نظر اپنی مصنوعات پر نہیں تھی بلکہ اللہ ﷻ کے اختیارات پر تھی اور اللہ ﷻ کے مقابلہ میں کسی انسان کو کوئی زور حاصل نہیں۔

آیت نمبر ۹۹: اس آیت کے دو مفہوم ہیں: ۱۔ جب دیوار ٹوٹ جائے گی تو یاجوج و ماجوج بے شمار تعداد میں نکلیں گے۔ ۲۔ روز قیامت صور پھونکے جانے پر لوگ قبروں سے اٹھ کر سمندر کی لہروں کی طرح ایک دوسرے میں گھس جائیں گے۔ پھر تمام لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا۔

علمی بات: اس سے مراد یاجوج ماجوج کا وہ ریلا بھی ہو سکتا ہے جو قیامت کے قریب نکلے گا اور مطلب یہ ہے کہ جب وہ قیامت کے قریب نکلیں گے تو ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں نکلیں گے اور موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قیامت کے وقت عام لوگوں کی بدحواسی کا بیان ہو کہ قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر لوگ بدحواسی میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے۔

علمی بات: ہر اہم دنیوی واقعہ و حادثہ میں آخرت کی یاد دلا دینا عین دستور قرآنی کے مطابق ہے۔

آیت نمبر ۱۰۰: روز قیامت جہنم کو کفار کے سامنے لایا جائے گا۔

علمی بات: آج لوگوں کو عقل کی آنکھ سے جہنم دکھائی جا رہی ہے تو وہ ان کو نظر نہیں آتی۔ قیامت میں لوگوں کو پیشانی کی آنکھ سے جہنم دکھائی جائے گی۔ اس وقت ہر آدمی دیکھ لے گا۔ مگر یہ دیکھنا کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔ کیونکہ نصیحت کے ذریعہ جس نے اپنی آنکھ کا پردہ ہٹایا وہی پردہ ہٹانے والا ہے۔ ورنہ قیامت کے دن پردہ ہٹایا جانا تو صرف اس لئے ہو گا کہ سرکشی کرنے والوں کو ان کے آخری انجام تک پہنچا دیا جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن جہنم کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار رسیاں ہوں گی جن سے اسے کھینچا جا رہا ہو گا، اور ہر رسی پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے جو اس کے ذریعہ اسے کھینچ رہے ہوں گے۔" (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۰۱: جہنم کا عذاب ان لوگوں کے لئے سامنے لایا جائے گا جن کی آنکھوں پر دنیا میں غفلت کے پردے پڑے ہوں گے اور جنہوں نے حق کے لئے کانوں کو بہرا بنا رکھا تھا۔ جس مقصد کے لئے اُنہیں آنکھ اور کان عطا کیئے گئے تھے ان سے انہوں نے وہ کام نہیں لیا۔

علمی بات: اس دن اللہ ﷻ جہنم کو کافروں کے سامنے لے آئے گا، وہ اسے دیکھیں گے اور اس کی غیظ و غضب بھری آواز سن کر شدید حزن و ملال میں مبتلا ہو جائیں گے۔ یہ وہ کفار ہوں گے جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردہ پڑ گیا تھا اور جن کی قوت سماعت یکسر جاتی رہی تھی، اس لئے نہ ان دلائل و براہین سے اُنہیں کوئی فائدہ پہنچا جو اللہ ﷻ کی وحدانیت پر دلالت کرتی تھیں۔ نہ اُنہیں قرآنِ کریم کی تلاوت اور اس کی آیات میں غور و فکر کی توفیق ہوئی، ان کی قوت سماعت ایسی معدوم ہو گئی تھی کہ حق و ہدایت کی بات سننے سے بالکل ہی محروم ہو گئے تھے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پھر قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص اللہ ﷻ کے سامنے کھڑا ہو گا۔ اس کے اور اللہ ﷻ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہو گا اور نہ ان کے درمیان کوئی ترجمان ہو گا۔ پھر اللہ ﷻ اس سے فرمائے گا، کیا میں نے تجھ کو (دنیا میں) مال نہیں دیا تھا؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں (بے شک تو نے دیا تھا)۔ پھر فرمائے گا، کیا میں نے تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا؟ وہ کہے گا، کیوں نہیں (تو نے بھیجا تھا)۔ پھر وہ شخص اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا، بائیں طرف دیکھے گا تو سوائے آگ کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ تو تم میں سے ہر شخص کو آگ سے ضرور بچنا چاہیئے، اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے کر سہی، اگر یہ بھی نہ ملے تو میٹھی بات کہہ کر سہی۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

علمی بات: اس دن سرکش منکر اور کفار مشرک جہنم کو صاف دیکھیں گے جو ایمان لانے سے اندھے بنے ہوئے تھے اور آواز حق سے بہرے تھے۔ چونکہ ذوالقرنین کا

واقعہ قریش مکہ کے سوال پر بیان کیا گیا تھا اور یہ سوال اُنہیں یہودیوں نے سمجھایا تھا اور جواب ملنے پر بھی نہ مشرکین مکہ نے اسلام قبول کیا اور نہ یہود مدینہ نے اس لئے آخر میں ان کو قیامت کا دن یاد دلایا اور بتایا کہ ہم سب کو ایک ایک کر کے جمع کر لیں گے اور کوئی بچ کر نہ نکل سکے گا، کافر دوزخ میں جائیں گے۔ انہوں نے اپنی آنکھوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور حق سننے کو تیار نہ تھے اپنی قوتِ سماعت وبصارت دونوں کو معطل کر رکھا تھا لہٰذا اُنہیں حق سے منہ موڑنے کی سزا ملے گی۔

آیت نمبر ۱۰۲: کفار اللہ ﷻ کے بجائے اللہ ﷻ کی مخلوق کو اپنا معبود اور کار ساز بناتے ہیں۔ پھر گمان کرتے ہیں کہ اس طرح وہ اللہ ﷻ کی گرفت سے بچا لیئے جائیں گے جو کہ ناممکن ہے۔ ان کی مہمان نوازی کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ (معاذ اللہ)

علمی بات: کافروں کے بارے میں فرمایا کہ اُنہیں پہلے سے بتا دیا گیا ہے کہ کفر کا انجام بُرا ہے، ان کے لئے دوزخ ہے پھر بھی کفر پر جمے ہوئے ہیں اور شرک اختیار کیئے ہوئے ہیں۔ میرے بندوں کو اپنا معبود اور کار ساز بنا رکھا ہے اور اس کو اپنے لئے بہتر سمجھتے ہیں۔ کفر اور شرک کو بہتر سمجھنا حماقت اور جہالت ہے۔ کافروں کے لئے جہنم کو تیار کیا گیا ہے۔ اسی سے ان کی مہمانی ہو گی۔

علمی بات: عبادی سے مراد اس جگہ فرشتے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن کی دنیا میں لوگوں نے پرستش کی اور ان کو اللہ ﷻ کا شریک ٹھہرایا جیسے حضرت عزیر اور مسیح علیہما السلام اور فرشتوں کی عبادت کرنے والے بعض عرب تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ نے خدا کا شریک قرار دیا اس لئے " الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا " سے اس آیت میں کفار کے یہی فرقے مراد ہیں اور جن مفسرین کرام نے اس جگہ عبادی سے مراد شیاطین لئے تو الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا سے وہ کفار مراد ہوں گے جو جنات و شیاطین کی پرستش کرتے ہیں بعض مفسرین نے اس جگہ لفظ "عبادی" کو مخلوق و مملوک کے معنیٰ میں لے کر عام قرار دیا جس میں سب معبوداتِ باطلہ بت، آگ اور ستارے بھی داخل ہو گئے۔

منکرین یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اللہ ﷻ کے خاص بندوں (مسیح علیہ السلام، عزیر علیہ السلام، روح القدس، فرشتوں) کی پرستش کر کے اپنی حمایت میں کھڑا کر لیں گے۔ جب کہ ایسا ہر گز نہیں ہو گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیئے تا کہ وہ ان کے لئے باعثِ عزت ہوں۔ ہر گز (ایسا) نہیں (ہے)! عنقریب یہ معبود خود ہی اُن کی پوجا سے انکار کریں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔" (سورۂ مریم ۱۹، آیات: ۸۱، ۸۲)

آیت نمبر ۱۰۳: سوالیہ انداز میں قیامت کے دن اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارہ پانے والے لوگوں کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

علمی و عملی بات: اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارہ اور نقصان میں وہ لوگ ہیں جو دن رات دنیا کے حصول کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں ان کی زندگی کا بس ایک ہی مقصد ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت جمع کی جائے۔ مکانات و محلات تعمیر کیئے جائیں۔ دنیا میں مناصب عالیہ پر فائز ہوں اُنہیں کبھی اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کا خیال ہی نہیں آیا۔ اُنہیں اپنی موت کو یاد کرنے کی کبھی فرصت ہی نہیں ملی۔ ان کی توانائی کا ایک ایک قطرہ متاعِ دنیا کے حصول میں ضائع ہو کر رہ گیا ہے اور اس کشاکش میں وہ تھک کر چور ہو گئے ہیں۔ اُخروی سعادت کے حصول کے لئے ان میں اب ذرا ہمت نہیں۔ خود غور فرمایئے! طالبِ دنیا کا یہ کتنا صحیح نقشہ ہے۔ اس کے باوجود اُنہیں اپنے کیئے پر کوئی ندامت نہیں بلکہ اپنی قابلیت پر نازاں ہیں اور اپنی جدوجہد کے ان نتائج پر بالکل مطمئن ہیں۔ اللہ ﷻ کی یاد سے روگردانی کر کے جو نقصان عظیم انہوں نے اٹھایا اس کا اُنہیں احساس تک بھی نہیں رہا۔

آیت نمبر ۱۰۴: یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی ساری محنتیں صرف دنیا پانے کے لئے ہیں اور جنہیں آخرت سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس کے باوجود وہ اپنی دُنیاوی کامیابیوں پر ناز کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ وہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔ جو شخص بھی آخرت کے مقابلہ میں صرف طالب دنیا ہے وہ اس آیت کا مصداق ہے۔

علمی بات: یہ آیات اپنے مفہوم عام کے اعتبار سے ہر اس فرد یا جماعت کو شامل ہیں جو کچھ اعمال کو نیک سمجھ کر اس میں جدوجہد اور محنت کرتے ہیں مگر اللہ ﷻ کے نزدیک ان کی محنت برباد اور عمل ضائع ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ صورت دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے ایک فساد اعتقاد، دوسرے ریاکاری یعنی جس شخص کا عقیدہ اور ایمان درست نہ ہو وہ عمل کتنے ہی اچھے کرے اور کتنی ہی محنت اٹھائے وہ آخرت میں بیکار اور ضائع ہے۔

اسی طرح جس کا عمل مخلوق کو خوش کرنے کے لئے ریاکاری سے ہو وہ بھی عمل کے ثواب سے محروم ہے۔ البتہ یہاں اس سے اصل مراد وہی کفار ہیں جو اللہ ﷻ اور قیامت اور حساب و کتاب کے منکر ہوں۔

علمی بات: کافروں کی کئی قسمیں ہیں ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں جو اللہ ﷻ کے وجود ہی کے قائل نہیں اور دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں اور اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ ﷻ کو مانتے ہیں لیکن شرک میں لگے ہوئے ہیں اور اللہ ﷻ نے جو دین بھیجا ہے اسے نہیں مانتے دوسرے دینوں کو اختیار کیئے ہوئے ہیں ان میں بعض وہ بھی ہیں جو عبادت کے عنوان سے بڑی بڑی محنتیں اور ریاضتیں کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو دنیا ہی پر پلے بڑھے ہیں ان لوگوں کی دُنیاوی محنتیں اور مذہبی ریاضتیں سب برباد ہیں یہ لوگ اعمال کے اعتبار سے بدترین خسارہ میں ہیں کیونکہ آخرت میں ان اعمال پر کچھ نہیں ملنا، نتیجہ یہ ہو گا کہ نہ صرف انعامات سے محروم ہوں گے بلکہ عذاب میں پڑیں گے اور سمجھ یوں رہے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۱۰۵: خسارہ پانے والوں نے اللہ ﷻ کی آیات اور اس کے سامنے حاضر ہونے کا انکار کیا۔ دنیاداری کرتے ہوئے جو ظاہری نیکیاں کرتے رہے وہ قبول نہ ہوں گی۔ روز قیامت ان کے ایمان اور اخلاص سے پہلو تہی اعمال اس قابل نہ ہوں گے کہ ان کا وزن کیا جائے۔

علمی بات: رب کی آیات سے مراد توحید کے وہ دلائل ہیں جو کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں اور وہ آیات شرعی ہیں اور جو اس نے اپنی کتابوں میں نازل کیں اور پیغمبروں نے تبلیغ و توضیع کی اور کھول کر ان کو بیان فرمایا۔ رب کی ملاقات سے کفر کا مطلب آخرت کی زندگی اور دوبارہ جی اٹھنے سے انکار ہے۔

اللہ ﷻ کے ہاں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہو گی یا یہ مطلب ہے کہ اللہ ﷻ ان کے لئے میزان کا اہتمام ہی نہیں فرمائے گا جس میں ان کے اعمال تولے جائیں، اس لئے کہ اعمال تو اللہ ﷻ کو ایک ماننے والوں کے تولے جائیں گے جن کے نامۂ اعمال میں نیکیاں اور بُرائیاں دونوں ہوں گی، جب کہ ان کے نامۂ اعمال نیکیوں سے بالکل خالی ہوں گے۔

عملی پہلو: ایسے لوگ جو بے شک اقرار کرتے ہوں کہ وہ اللہ ﷻ کو اور اُس کی آیات کو مانتے ہیں لیکن اگر حقیقتاً وہ آخرت کو بھلا کر دن رات دنیا سمیٹنے ہی میں مصروف ہیں تو اپنے عمل سے گویا وہ اللہ ﷻ کی آیات اور آخرت میں اس سے ہونے والی ملاقات کا انکار کر رہے ہیں۔ اللہ ﷻ کا فیصلہ تو یہ ہے: وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ۔ "اور بے شک آخرت کا گھر ہی (اصل) زندگی ہے"۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۶۴) لیکن دنیا کے طلب گاروں کا عمل اللہ ﷻ کی اس بات کی تصدیق کرنے کے بجائے اس کو جھٹلاتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ ﷻ کی آیات کو اور اس کے سامنے روز محشر کی حاضری کو عملی طور پر جھٹلا دیا ہے۔

علمی و عملی بات: قیامت کے دن ایسے لوگوں کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا۔ اگر انہوں نے اپنے دل کی تسلّی اور ضمیر کی خوشی کے لئے بھلائی کے کچھ کام کیئے بھی ہوں گے تو ایسی نیکیاں جو ایمان اور یقین سے خالی ہوں گی ان کی اللہ ﷻ کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہو گی۔ چنانچہ ان کی ایسی تمام نیکیاں ضائع کر دی جائیں گی اور میزان میں ان کا وزن کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اس بھیانک انجام کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ دنیا کی آرائش و زیبائش میں گم ہو کر انسان کو نہ اللہ ﷻ کا خیال رہتا ہے اور نہ آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔ واضح رہے کہ دنیا کی زیب و زینت کے حوالہ سے یہ مضمون اس سورت میں آیات: ۷، ۲۷ اور ۴۶ میں بار بار دُہرایا گیا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: ۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بھاری بھر کم آدمی آئے گا، لیکن اللہ ﷻ کے نزدیک اس کا وزن مچھر کے ایک پَر کے برابر بھی نہیں ہو گا۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو (بطور دلیل) اس آیت کی تلاوت کر لو: فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔ "پس ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔" (سورۃ الکہف: آیت: ۱۰۵) (صحیح بخاری)

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ کسی مومن پر ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا، اسے اس کا بدلہ دنیا میں بھی دے گا اور آخرت میں بھی دے گا اور کافر کو اس کی نیکیوں کا بدلہ جو اس نے اللہ ﷻ کے لئے کی ہوں گی، دنیا ہی میں دے دیا جائے گا، پھر جب وہ

آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں رہے گی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔ "(صحیح مسلم)

آیت نمبر۱۰۶: دنیا کو ہی مقصود بنانے والوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ انہوں نے اللہ ﷻ کے احکامات اور انبیاء کرام علیہم السلام کی باتوں کو نہ مانا اور ان کی تعلیمات کو انتہائی غیر سنجیدگی سے لیا۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر الہامی تعلیمات کا مذاق اڑانے لگے۔ (معاذ اللہ)

علمی بات: اس آیت میں بتایا گیا کہ ایسا کیوں ہو گا؟ فرمایا اس لئے کہ وہ دنیا کی زندگی پر مغرور تھے اور ان کے غرور کی حد یہ ہے کہ انہوں نے اپنے عمل سے بھی اور نظریہ سے بھی اللہ ﷻ کی آیات میں اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑایا (معاذ اللہ)۔ ظاہر ہے کہ کسی کے حکم اور اس کی مرضی کے خلاف اس کو دکھا کر عمل کیا جائے تو اس سے زیادہ بڑا مذاق اور ٹھٹھا اور کیا ہو سکتا ہے؟ ان لوگوں کے پاس اللہ ﷻ کی ہدایت آئی اور اللہ ﷻ کے رسول کی حدیث شریف پڑھی گئی لیکن انہوں نے ہر بات کو سن کر ان سنی اور ان سمجھی کر دیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ آج ان کی ایک نہ سنی جائے اور ان کو دوزخ میں جھونک دیا جائے۔

علمی بات: آخرت کا انکار حقیقتاً اللہ ﷻ کا انکار ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اللہ ﷻ کی ہستی کا قائل بھی ہو مگر آخرت کا قائل نہ ہو تو اس کے مکمل کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ کیونکہ اگر اللہ ﷻ کے حضور جواب دہی کا تصور ہی نہ ہو تو انسان کبھی راہ راست پر نہ آسکتا ہے اور نہ ہی آنے کی کوشش کرتا ہے اور یہی چیز اس کا اللہ ﷻ کی آیات اور اس کے رسولوں سے مذاق کا مصداق بن جاتا ہے اور نہ ہی وہ اللہ ﷻ کے ان احکام کی کوئی پروا کرتا ہے جو انسان کو راہ مستقیم پر رکھنے والے ہیں۔

علمی و عملی بات: اللہ ﷻ کی آیات اور رسولوں کے فرمودات کے مطابق تو اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے اور دنیوی زندگی کی کچھ اہمیت نہیں مگر دنیا کے طلب گاروں نے سمجھ رکھا تھا کہ اصل کامیابی اسی دنیوی زندگی کی ہی کامیابی ہے۔ چنانچہ اسی کامیابی کے حصول کے لئے انہوں نے محنت اور کوشش کی اور اسی زندگی کو سنوارنے کے لئے وہ خود کو ہلکان کرتے رہے۔ آخرت کو اہم نہ سمجھا اور نہ ہی اس کے لئے انہوں نے کوئی سنجیدہ محنت کی۔ اب ان کا انجام جہنم ہی ہے۔

عملی پہلو: ان آیات میں ان مسلمانوں کے لئے بھی عبرت اور سبق آموزی ہے جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کو پس پشت ڈال کر سرتاپا دنیا کے طالب بنے بیٹھے ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ مذکورہ مفہوم میں جو شخص بھی آخرت کے مقابلہ میں دنیا کا طالب ہے وہ ان آیات کا مصداق ہے۔ اسی مضمون کو کسی بزرگ نے "جو دم غافل سو دم کافر" کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ آخرت کی نجات کے سلسلہ میں یہ بات طے کرنا انتہائی ضروری ہے کہ بنیادی طور پر انسان طالب دنیا ہے یا طالب آخرت!

آیت نمبر۱۰۷: ایمان لا کر نیک اعمال انجام دینے والوں کی ضیافت کے لئے جنت الفردوس ہے۔ فردوس جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ جو اللہ ﷻ کے عرش کے بالکل نیچے ہے اور جہاں سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "کہ جب اللہ ﷻ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

علمی بات: کافروں کا انجام بیان کیئے جانے کے بعد اب ان لوگوں کا حال بیان کیا جارہا ہے جو اس دنیا میں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئیں گے، نبی کریم ﷺ پر نازل کردہ کتاب کی تصدیق کریں گے اور زندگی میں نیک اعمال کرتے رہیں گے کہ اللہ ﷻ نے ان کی میزبانی کے لئے فردوس بریں کو تیار کر رکھا ہے، جہاں وہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور کبھی اور کسی حال میں بھی وہاں سے نکلنا نہیں چاہیں گے۔ وہ جنت اتنی اعلیٰ اور خوب صورت ہو گی کہ وہاں کا رہنے والا جنتی اسے چھوڑ کر کبھی دوسری جگہ جانا نہیں چاہے گا۔

علمی بات: یہ ایمان و عمل صالح کی راہ اختیار کرنے کا صلہ بتایا ہے کہ ان کے لئے فردوس کی ضیافت تیار ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اس میں ہمیشہ رہنے کے باوجود کبھی اس سے اکتائیں گے نہیں۔ اس میں ان کے مدارج بھی ہمیشہ بلند ہوتے رہیں گے اور ان کے لئے نعمتیں بھی برابر ان کی خواہش کے مطابق بدلتی رہیں گی۔ اس وجہ سے وہ اس کو چھوڑ کر کہیں اور جانے کے خواہش مند کبھی نہیں ہوں گے۔

علمی بات: "فردوس" جنت کے لئے معروف ترین لفظ ہے جو قریب قریب تمام انسانی زبانوں میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔ سنسکرت میں پردِیشا، قدیم کلدانی

زبان میں پردیسا، قدیم ایرانی (ژند) میں پیری وائزا، عبرانی میں پردیس، ارضی میں پرویز، سُریانی میں فردیسو، یونانی میں پارادئسوس، لاطینی میں پاراڈائسس، اور عربی میں فردوس۔ یہ لفظ ان سب زبانوں میں ایک ایسے باغ کے لئے بولا جاتا ہے جس کے گرد حصار کھنچا ہوا ہو، وسیع ہو، آدمی کی قیام گاہ سے متصل ہو، اور اس میں ہر قسم کے پھل، خصوصاً انگور پائے جاتے ہوں۔ بلکہ بعض زبانوں میں تو منتخب پالتو پرندوں اور جانوروں کا بھی پایا جانا اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ قرآنِ حکیم کے نزول سے پہلے عرب کے کلام جاہلیت میں بھی لفظ فردوس مستعمل تھا۔ اور قرآنِ حکیم میں اس کا اطلاق متعدد باغوں کے مجموعے پر کیا گیا ہے۔ اس سے جو تصور ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ فردوس ایک بڑی جگہ ہے جس میں بکثرت باغ اور چمن اور گلشن پائے جاتے ہیں۔

علمی بات: اللہ ﷻ، اس کے رسول ﷺ اور آخرت پر سچے ایمان والے اور جنہوں نے نیک اعمال کیئے ان کی مہمان نوازی جنت الفردوس میں کی جائے گی۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کو کبھی اس سے نکالا نہیں جائے گا۔ نہ ہی وہ خود نکلیں گے۔ جنت کی ایک جھلک اور اس کی چھوٹی سے چھوٹی نعمت "دنیا و ما فیھا" سے کھرب ہا درجہ بہتر ہے۔ "جنت الفردوس" جنت کا وہ اعلیٰ حصّہ اور مقام ہے جس کے مقابلہ میں باقی جنت کی نعمتیں معمولی تصور ہوں گی۔ اس میں انبیاء کرام علیہم السلام، ان کے اصحاب، شہداء، صدیقین، صلحاء اور وہ لوگ داخل ہوں گے جو اللہ ﷻ کی خوشنودی کی خاطر نیکی کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کہ جب تم اللہ ﷻ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو کیونکہ یہ جنت کی وسط اور اعلیٰ مقام ہے۔" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۰۸: اہل جنت، جنت کی نعمتوں سے کبھی نہ اکتائیں گے۔ نہ ہی وہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ منتقل ہونے کی خواہش ظاہر کریں گے۔

علمی بات: وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور پھر ہمیشہ رہنے کے باعث وہ کبھی نہیں اکتائیں گے اور ان کو سیر و تفریح کی کھلی اجازت ہو گی اور ان کے درجات مزید بڑھا دیئے جائیں گے اور ان کے لئے ہر طرح کی نعمتیں تیار ہیں جن کو اگر کوئی گننا چاہے تو نہیں گن سکتا اور جس چیز کی ان کو اس وقت خواہش ہو گی وہ اسی وقت پوری کر دی جائے گی اور وہ اس سے نکلنا کبھی بھی گوارا نہیں کریں گے اور ہم آخر ان کو نکالیں گے بھی کیوں؟

علمی بات: مقصد یہ بتلانا ہے کہ جنت کا یہ مقام ان کے لئے لازوال دائمی نعمت ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ حکم جاری فرما دیا ہے کہ جو شخص جنت میں داخل ہو گیا وہ وہاں سے کبھی نکالا نہ جائے گا۔ مگر یہاں ایک خطرہ کسی کے دل میں یہ گزر سکتا تھا کہ انسان کی فطری عادت یہ ہے کہ ایک جگہ رہتے رہتے اکتا جاتا ہے وہاں سے باہر دوسرے مقامات پر جانے کی خواہش ہوتی ہے۔ اگر جنت سے باہر کہیں جانے کی اجازت نہ ہوتی تو ایک قید محسوس ہونے لگے گی اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ جنت کو دوسرے مقامات پر قیاس کرنا جہالت ہے جو شخص جنت میں چلا گیا پھر جو کچھ دنیا میں دیکھا اور برتا تھا جنت کی نعمتوں اور دل کش فضاؤں کے سامنے اس کو وہ سب چیزیں لغو معلوم ہوں گی اور یہاں سے کہیں باہر جانے کا کبھی کسی کے دل میں خیال بھی نہ آئے گا۔

علمی بات: قرآن و سنت کی تصریحات سے جنت کا جو تصور قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کی وسعت آسمانوں اور زمینوں کی وسعت کی طرح ہے اور ان میں درجوں کی بلندی ایسی ہے جیسے تارے جو نہایت بلندی پر نظر آتے ہیں۔ گویا جنت بجائے خود ایک وسیع عالم ہے اور اہل ایمان کی کوئی آرزو اور طلب ایسی نہ ہو گی جو وہاں پوری نہ ہو۔ اس لئے وہاں سے کہیں اور جانے یا منتقل ہونے کی وہ کبھی خواہش نہ کریں گے۔ یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں۔ ہر دم تازہ نعمتیں ملیں گی۔ کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

آیت نمبر ۱۰۹: کلمات سے مراد اللہ ﷻ کا علم، اس کی قدرت کے کمالات اور عجائبات ہیں جن میں ہر آن مزید وسعت ہوتی رہتی ہے۔ اگر زمین پر موجود تمام سمندر کا پانی سیاہی بن جائے اور اتنے ہی سمندر اور اضافہ کیئے جائیں تو بھی ناکافی ہیں۔ اس سیاہی کے ذریعہ اللہ ﷻ کے کلمات تحریر کیئے جائیں تو سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ ﷻ کے کلمات کی تحریر مکمل نہ ہو سکے گی۔

علمی بات: کلمات سے مراد اللہ ﷻ کی قدرت و حکمت کی وہ نشانیاں ہیں جو آفاق و انفس میں پھیلی ہوئی ہیں۔ کلمات سے مراد اللہ ﷻ کے کمالات اور عجائبات قدرت

ہیں اور یہ لامتناہی اور بے حد و حساب ہیں جن میں ہر آن مزید وسعت بھی ہوتی رہتی ہے اور سمندر یا سمندروں کا پانی خواہ کتنا ہی کثیر مقدار میں ہو بہر حال اس کی ایک حد ہے اور ایک محدود چیز کا لامحدود چیز سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا سمندروں کی سیاہی تو ختم ہو سکتی ہے لیکن اللہ ﷻ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ اللہ ﷻ کے کلمات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر اللہ ﷻ کے علوم و حکم کے کلمات لکھے جائیں اور سمندر کا پانی بطور روشنائی استعمال کیا جائے، تو کلماتِ الٰہی ختم نہ ہوں گے اور سمندر کا پانی ختم ہو جائے گا اور اگر اسی سمندر جیسا دوسرا سمندر بھی بطور روشنائی استعمال کیا جائے، تو وہ بھی ختم ہو جائے گا اور اللہ ﷻ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔

علمی بات: اگر اللہ ﷻ کے علم کے کلمات اور اس کے احکام کو لکھا جائے اور سمندر اس کے لئے سیاہی ہو تو اس کے تمام کلمات کو لکھا نہیں جا سکتا خواہ سمندر کتنا ہی وسیع و عریض کیوں نہ ہو، وہ بہر حال متناہی اور اللہ ﷻ کے کلمات اور اللہ ﷻ کی معلومات غیر متناہی ہیں اور متناہی غیر متناہی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

علمی بات: جو لوگ اللہ ﷻ کے پیغام کو نہیں مانتے وہ ایسی چیز کو نہیں مانتے جو تمام ثابت شدہ چیزوں سے زیادہ ثابت شدہ ہے۔ وہ اتنی مسلم ہے جس کو لکھنے کے لئے دنیا کے تمام درختوں کے قلم بھی ناکافی ثابت ہوں۔ تمام سمندروں کی سیاہی بھی خشک ہو جائے اس سے پہلے کہ اس کی فہرست ختم ہو۔ مگر انسان کیسا ظالم ہے کہ اس کے باوجود وہ حق کو نہیں پہچانتا۔ اس کے باوجود وہ اپنی زندگی کو حق کے مطابق نہیں ڈھالتا۔

آیت نمبر ۱۱۰: رسول اللہ ﷺ کی زبانی رسول کی بشریت کا اعلان کرایا گیا۔ ہر رسول نے دعوتِ توحید پیش کرنے کے ساتھ اپنے بندہ ہونے کا بھی ذکر فرمایا۔ اس کا مقصد توحید باری تعالیٰ کی وضاحت اور کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونے کے امکان کو ختم کرنا ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷻ کے چنے ہوئے بہترین بندے تھے۔ ان رسولوں پر وحی آتی رہی اور آخری پیغامِ الٰہی خیر البشر ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔ حکم دیا گیا معبود حقیقی، اللہ ﷻ ہی کی عبادت کی جائے۔ جو اللہ ﷻ سے ملاقات کا شوق رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک اعمال انجام دے اور خالصتاً اسی کی عبادت کرے۔ اللہ ﷻ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔ مادہ پرستی بھی شرک ہے اور ریاکاری بھی۔ ہر قسم کے شرک سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

علمی بات: یہ آیت دلیل ہے کہ اللہ ﷻ کے نزدیک عمل مقبول ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق ہو اور دوسری یہ کہ اس سے مقصود صرف اللہ ﷻ کی خوشنودی ہو، شہرت، نام و نمود، ریاکاری یا کوئی اور دُنیاوی غرض مقصود نہ ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "جو شخص (کسی نیکی کے کام کے نتیجہ میں) شہرت کا طالب ہو تو اللہ ﷻ اس کی بدنیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا، اسی طرح جو کوئی لوگوں کو دکھانے کے لئے کوئی نیک کام کرے تو اللہ ﷻ قیامت کے دن اس (کام) کو سب لوگوں کو دکھلا دے گا۔" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

علمی بات: کفار بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی کے لئے فرشتہ ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ انسانوں کے لئے انسان کو رسول بنا کر بھیجنا ان کے لئے زیادہ مفید ہے اور اس سے استفادہ کے لئے زیادہ سہل اور آسان ہے کیونکہ اگر فرشتہ، جن یا کسی اور جنس سے ان کے لئے رسول بھیجا جاتا تو وہ اس کو دیکھ سکتے نہ اس کی بات سن سکتے تھے۔ اور نہ اس کے اعمال کی اتباع اور اقتدار کر سکتے، یہ تو اللہ ﷻ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے ان کی جنس سے انسان کو رسول بنا کر بھیجا۔

علمی بات: ہر انسان کا مزاج یکساں نہیں ہوتا۔ بعض طبیعتیں اتنی غلط اندیش اور ان کی عقلیں اتنی اوندھی ہوتی ہیں کہ جہاں کہیں کمال کی ذرا سی جھلک دیکھی۔ اسے اپنا معبود اور خدا بنا لیا اور اس کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو فقط اس لئے اللہ ﷻ کا بیٹا کہنا شروع کر دیا کہ اُنہیں تورات نوک بر زبان تھی یعنی زبانی یاد تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چند معجزات دکھائے تو لوگوں نے اُنہیں کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ اس غلط فہمی کا سدباب کرنے کے لئے ہر نبی علیہ السلام نے جہاں اللہ ﷻ کی توحید کی دعوت دی اور اس کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اپنی نبوت کی کھلی نشانیاں دکھائیں اور اپنی تمام صلاحیتوں اور خوبیوں کے حوالہ سے کھلے اور واضح انداز میں یہ تصریح بھی فرمائی کہ بایں ہمہ کمال و خوبی خدا نہیں بلکہ یہ اللہ ﷻ کی عطا کردہ صفات ہیں۔ ہم اللہ ﷻ کے بندے ہیں۔ خالق نہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ معبود نہیں بلکہ عابد ہیں۔ جب جزوی کمالات سے ایسی غلط فہمیاں پیدا ہوں جن کی گرفت میں آج بھی بے شمار لوگ پھڑک رہے ہیں تو وہ

ذاتِ اقدس ﷺ جو جمال و کمال کا مظہر اتم بنائی گئی اس کے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں کا پیدا ہونا بعید از قیاس نہ تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس غلط فہمی کے سارے امکانات ختم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو تمام کمالات سے علیٰ وجہ الاتم متصف کرنے کے باوجود اس آیت میں یہ اعلان کرنے کا حکم دیا "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔" علماء کرام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اظہار تواضع کے لئے یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس فتنہ کو روزِ اوّل سے ہی ختم کر دیا جائے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ صاحب کمال کا اظہار تواضع بھی اس کا کمال ہوتا ہے۔

علمی و عملی بات: آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی عمل اللہ ﷻ کے لئے کرتا ہے لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کو نیکی کرتے دیکھیں یا لوگوں کے سامنے زیادہ نیکی کرتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف کریں تو ریاکاری اور شرک خفی ہے باقی جو شخص کوئی نیک کام اللہ ﷻ کے واسطے کرتا ہے اور لوگ اس کو دیکھ پاتے ہیں اور تعریف کرنے لگتے ہیں اور وہ اس سے خوشی محسوس کرتا ہے تو چونکہ وہ نیکی لوگوں کو دکھانے اور تعریف کرانے کے لئے نہیں کرتا۔ نہ لوگوں سے کوئی معاوضہ چاہتا ہے نہ لوگوں کے دکھانے کے لئے عمل خیر میں اضافہ کرتا ہے (اس لئے یہ ریاکاری نہیں بلکہ) یہ اس کے لئے فوری خوشی ہے اور اس کے لئے دوہرا اجر ہے ایک چھپا کر عبادت کرنے کا دوسرا ظاہر ہو جانے کا۔ واللہ اعلم بالصواب

علمی بات: جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا محبوب و مقرب بن کر میدانِ قیامت میں حاضر ہو تو نیک کام کرے جس میں سارے نبیوں اور خاص کر خاتم النّبیین ﷺ پر ایمان لانا اور ان کی شریعت کے مطابق عمل کرنا بھی شامل ہے۔

مشرک اور کافر کی نجات نہیں وہ اپنے خیال میں کیسے ہی نیک کام کرلے۔ اس آخری آیت میں وقوع قیامت کے عقیدہ کی بھی تلقین فرمادی اور یہ بھی بتادیا کہ وہاں وہ اعمالِ صالحہ کام دیں گے جن میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔

فرامینِ نبوی ﷺ : ۱۔ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم پر جس چیز کا سب سے زیادہ مجھے خوف ہے وہ شرک اصغر ہے۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: "ریاکاری۔" (مسند احمد)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ فرماتا ہے میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جو شخص کسی (نیک) عمل میں میرے ساتھ کسی کو ساجھے دار بناتا ہے (یعنی نیک عمل سے کسی اور کی بھی خوشنودی چاہتا ہے) میں اس کو اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دیتا ہوں"۔ دوسری روایت میں ہے، "میں اس سے بیزار ہوں اس کا عمل اسی کے لئے ہوگا جس کے لئے اس نے کیا ہوگا۔" (صحیح مسلم)

۳۔ حضرت ابو سعید بن ابی فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے ناقابل شک دن میں جب لوگوں کو اللہ ﷻ جمع کرے گا تو (اللہ ﷻ کی طرف سے) ایک منادی ندا دے گا جس نے اپنے کیئے ہوئے نیک عمل میں کسی کو اللہ ﷻ کا شریک بنایا ہو وہ اپنا ثواب اسی کے پاس جا کر طلب کرے، اللہ ﷻ شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔" (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، بیہقی)

۴۔ حضرت شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جس نے ریاکاری کرتے ہوئے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا، جس نے ریاکاری کرتے ہوئے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا، جس نے ریاکاری کرتے ہوئے صدقہ کیا، اس نے شرک کیا۔" حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا اس طرح نہیں ہوگا کہ اس کے وہ اعمال دیکھے جائیں جو اس نے خالصتاً اللہ ﷻ کے لئے کیئے ہوں اور ان کو قبول کر لیا جائے اور شرکیہ اعمال کو چھوڑ دیا جائے؟ حضرت شداد رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: رسول اللہ ﷺ نے (اللہ ﷻ کا قول نقل) فرمایا: "کہ جس آدمی نے میرے ساتھ شرک کیا، میں اس کا سب سے بہترین قسیم اور حصّہ دار ہوں، جس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرایا تو اس آدمی کے اعمال کی ساری جمع پونجی، وہ تھوڑی ہو یا زیادہ، اس کے اس ساجھی کے لئے ہو جائے گی، جس کے ساتھ وہ شرک کرے گا اور میں (اللہ) اس سے غنی ہوں گا۔" (مسند احمد)

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE MUFTI ISLAMIC RESEARCH FOUNDATION SALE OF THIS BOOK WITHOUT PERMISSION STRICTLY PROHIBITED

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ سے مراد ہے:

(الف) دو وادیوں کے ملنے کی جگہ (ب) دو پہاڑوں کے ملنے کی جگہ

✓(ج) دو سمندروں کے ملنے کی جگہ (د) دو نہروں کے ملنے کی جگہ

(۲) نَسِيَا حُوْتَهُمَا کی رو سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی بھول گئے:

(الف) کشتی (ب) غار ✓(ج) مچھلی (د) سرنگ

(۳) عَيْنٍ حَمِئَةٍ کا معنی ہے:

(الف) میٹھا چشمہ ✓(ب) گرم چشمہ (ج) کھارا چشمہ (د) ٹھنڈا چشمہ

(۴) زُبَرَ الْحَدِيْدِ کے معنی ہیں:

(الف) سونے کی چادریں ✓(ب) لوہے کی چادریں (ج) چاندی کی چادریں (د) پیتل کی چادریں

(۵) غِطَآءٍ کے معنی ہیں:

✓(الف) پردہ (ب) لباس (ج) چادر (د) برقعہ

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ آیت کریمہ میں سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا خضر علیہ السلام سے کیا فرمایا؟

ج: ان شاء اللہ آپ مجھے ہر معاملے میں نہایت صبر کرنے والا پائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ میں آپ کے کسی بھی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

۲۔ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾

آیت کریمہ میں سیّدنا خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کیا ہدایت کی؟

ج: یہ ہدایت کی کہ اگر آپ میری پیروی کرنا چاہتے ہیں تو میرے کسی بھی کام کے بارے میں سوال نہیں کریں گے۔ آپ کو اس وقت تک خاموش رہنا ہو گا جب تک کہ میں خود اس معاملے کی حقیقت اور اس کی حکمت آپ کے سامنے بیان نہ کر دوں۔

۳۔ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ﴿۷۹﴾

کشتی کو عیب دار کرنے کی سیدنا خضر علیہ السلام نے کیا وجہ بیان کی؟

ج: سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ کشتی چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ اس علاقے کا ظالم بادشاہ ہر صحیح سالم کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا، اس لیے میں نے اسے تھوڑا خراب کر دیا تاکہ عیب دار ہونے کی وجہ سے چھننے سے محفوظ رہ سکے۔

۴۔ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ آیت کریمہ میں بادشاہ ذوالقرنین نے دیوار کی کیا خصوصیت بیان کی؟

ج: ۱۔ یہ کہ وہ دیوار اتنی بلند اور ہموار تھی کہ یاجوج ماجوج اس پر چڑھ کر پھلانگنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اور ۲۔ یہ کہ وہ اتنی ٹھوس تھی کہ اس میں شگاف ڈالنا یا سوراخ کرنا ان کے لیے بالکل ناممکن تھا۔

۵۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ آیتِ کریمہ کی رو سے جنت الفردوس کے مہمان کون ہوں گے۔

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE FOUNDATION. SHOULD BE CRIMINALLY ENTAILED TO.

ج: آیتِ کریمہ کی رو سے جنت الفردوس کی مہمانی ان خوش نصیب لوگوں کے لیے جو سچے دل سے اللہ ﷻ پر ایمان لائے اور انہوں نے اپنی زندگی میں نیک اعمال کیے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْۤ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر کیا وہ کیا (یہ) خیال کرتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو مدد گار بنالیں گے بے شک ہم نے ایسے کافروں کی مہمانی کے لیے جہنّم تیار کر رکھی ہے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْکَهْفِ کی رو سے سیّدنا خضر اور سیدنا موسیٰ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ کے واقعہ میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

ج: انسان کو اپنے علم پر کبھی غرور نہیں کرنا چاہیے بلکہ ہمیشہ عاجزی، صبر، اور استاد کے فیصلوں پر اعتماد کے ساتھ علم حاصل کرنا چاہیے۔ یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ ہماری عقل کائنات کے تمام اَسرار نہیں سمجھ سکتی۔ ہم صرف وہ دیکھتے ہیں جو ہمارے سامنے ہے، جبکہ اللہ ﷻ انجام کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ کا ہر فیصلہ، چاہے وہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے، مصلحت اور بہتری پر مبنی ہوتا ہے۔ جس میں مخلوقات کے لئے خیر ہوتی ہے چنانچہ ہمیں بظاہر ناپسندیدہ حالات واقع ہونے پر بھی صبر کرنا چاہیئے اور اللہ ﷻ سے خیر و بھلائی کی امید رکھنی چاہیئے نیز اللہ ﷻ کے فیصلوں پر راضی رہنا چاہیئے۔

۲۔ (الف) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ؕ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝

آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: آپ (ﷺ) فرما دیجیے کیا ہم تمھیں بتائیں اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے (کون ہیں)۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں ضائع ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

(ب) سیّدنا خضر عَلَیْهِ السَّلَام نے دیوار درست کرنے کی کیا وجہ بیان فرمائی؟

ج: یہ دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا، جبکہ ان کا باپ ایک نیک انسان تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ بچے جوان ہو کر اپنا خزانہ خود نکالیں، اس لیے دیوار کو گرنے سے بچایا گیا تاکہ ان کا حق ضائع نہ ہو اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور اس کے حکم کے مطابق ہوا ہے۔

۳۔ (الف) قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: آپ (ﷺ) فرما دیجیے کہ اگر میرے ربّ کی باتوں (کے لکھنے) کے لیے سمندر سیاہی بن جائے تو سمندر (کا پانی) ضرور ختم ہو جائے گا اس سے پہلے کہ میرے ربّ کی باتیں ختم ہوں اگرچہ ہم اس کی مدد کے لیے ویسا ہی سمندر اور لے آئیں۔

(ب) سُوْرَۃُ الْکَهْفِ میں فعل مضارع کی کوئی دو مثالیں تلاش کریں اور ان کی گردان کریں۔

ج: فعل مضارع کی دو مثالیں مع گردان:

فعل مضارع کی گردان ''عَبَدَ'' (عبادت کرنا) مصدر سے

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر غائب	یَعْبُدُ	یَعْبُدَانِ	یَعْبُدُوْنَ
مؤنث غائب	تَعْبُدُ	تَعْبُدَانِ	یَعْبُدْنَ
مذکر حاضر	تَعْبُدُ	تَعْبُدَانِ	تَعْبُدُوْنَ
مؤنث حاضر	تَعْبُدِیْنَ	تَعْبُدَانِ	تَعْبُدْنَ

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD BE ENTIRELY CIVIL AND CRIMINAL

مذکر، مؤنث متکلم	اَعْبُدُ	نَعْبُدُ

فعل مضارع کی گردان ''لَبْس'' (پہننا) مصدر سے

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر غائب	یَلْبَسُ	یَلْبَسَانِ	یَلْبَسُوْنَ
مؤنث غائب	تَلْبَسُ	تَلْبَسَانِ	یَلْبَسْنَ
مذکر حاضر	تَلْبَسُ	تَلْبَسَانِ	تَلْبَسُوْنَ
مؤنث حاضر	تَلْبَسِیْنَ	تَلْبَسَانِ	تَلْبَسْنَ
مذکر، مؤنث متکلم	اَلْبَسُ	نَلْبَسُ	

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION.

سبق:۵ سُوْرَۃُ الزُّخْرُف آیات:۱تا۸۹

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ عربی زبان نہ جاننے والے قرآنِ حکیم سے کیسے ہدایت حاصل کریں؟ ۲۔ لوحِ محفوظ سے کیا مراد ہے؟
۳۔ دعوتِ دین پر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ لوگوں نے عموماً کیسا سلوک کیا؟ ۴۔ لوگوں کی مخالفت پر انبیاء علیہم السلام کا طرزِ عمل کیا رہا؟
۵۔ اللہ ﷻ کی قدرتوں میں زمین کے حوالہ سے کیا بات بیان کی گئی ہے؟ ۶۔ مُردہ زمین کو زندہ کرنے کی مثال سے کیا بات سمجھائی گئی ہے؟
۷۔ سواری پر سوار ہو کر اللہ ﷻ کا شکر کن الفاظ میں ادا کرنا چاہیئے؟ ۸۔ ہر سفر کرتے وقت ہمیں ہمیشہ کیا یاد رکھنا چاہیئے؟
۹۔ مشرکین کو بیٹیاں کیوں ناپسند تھیں؟
۱۰۔ مشرکین اپنے شرک یعنی بت پرستی کے صحیح ہونے کی کیا دلیل دیتے ہیں؟
۱۱۔ خوشحال لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا انکار اور شرک پر اصرار کیوں کرتے ہیں؟
۱۲۔ مشرکین مکہ نے قرآنِ حکیم کو جادو کیوں کہا؟ ۱۳۔ اللہ ﷻ کے نزدیک دنیا کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟
۱۴۔ شیطان کا ساتھی بننے سے کیا مراد ہے؟ ۱۵۔ قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھامنے کا کیا مطلب ہے؟
۱۶۔ بنی اسرائیل کن باتوں میں اختلاف میں پڑے ہوئے تھے؟ ۱۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کیا دعوت دی؟
۱۸۔ عقیدۂ تثلیث کیا ہے؟ ۱۹۔ اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو مشرکین سے کیا رویّہ اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی؟

ربطِ سورت: قرآنِ حکیم کی ترتیب کے مطابق سورۃ الزخرف سے پہلے سورۃ الشوریٰ ہے جس میں توحید، رسالت اور آخرت تینوں عقائد کا ذکر تھا۔ خصوصاً وحی اور رسالت کا ذکر تفصیل سے کیا گیا تھا۔ سورۃ الزخرف میں شرک کی مذمت کا بیان ہے اور تمام رسولوں کی مشترکہ دعوت یعنی دعوت توحید کا ذکر ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں اللہ ﷻ کی شریعت اور انسانوں کے خود ساختہ قوانین کا ذکر تھا۔ سورۃ الزخرف میں کائنات کے خالق اور مالک اللہ ﷻ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ زمین پر بھی اُس اللہ ﷻ کے احکامات پر عمل ہونا چاہیئے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: یہ کیسے حروف ہیں؟ ۱: یہ حروف مقطعات ہیں جو الگ الگ پڑھے جاتے ہیں۔
۲: ان حروف کے کیا معنی ہیں؟ ۲: حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

آیت نمبر ۲: ۱: کس کتاب کی قسم کھائی گئی ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم کی۔
۲: قرآنِ حکیم کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم ایک واضح کتاب ہے جس میں ہدایت کا پیغام وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳: ۱: قرآن حکیم کس کا کلام ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کا۔ ۲: قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ نے کس زبان میں نازل فرمایا؟ ۲: دیہات کی خالص عربی زبان میں۔ شہری علاقوں میں کسی ایک زبان میں دیگر زبانوں کے الفاظ کی آمیزش کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں دیہاتوں میں شہروں کی نسبت خالص عربی زبان بولی جاتی تھی۔ ۳: قرآنِ حکیم کو عربی زبان میں نازل کرنے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ i: ۳۔ عربی زبان بہت فصیح و بلیغ ہے۔ اہل عرب قرآن کے اولین مخاطب تھے اس لئے بھی قرآن عربی زبان میں نازل کیا گیا۔ عربی دنیا کی سب سے زندہ زبان ہے۔ دیگر کتابوں کی زبانیں اپنی اصل حالت میں موجود نہیں ہیں۔ ii۔ اُمت کو قرآن کے پیغام کو آگے پہنچانے کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔ ۴: عربی زبان نہ جاننے والوں کے لئے قرآنِ حکیم کیسے ہدایت بنے گا؟

COPYRIGHT RESERVED WITH THE IMPORTANT BOOKWORLD FOUNDATION. SATTAR EDHI WELFARE TRUST

۴: آج ہماری رہنمائی اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے اس کے تراجم اور تفاسیر موجود ہیں تاکہ ہم قرآنِ حکیم کو پڑھیں، سیکھیں اور سمجھیں۔

عملی پہلو: "اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان فرمادیا ہے تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا "(سورۃ القمر ۵۴، آیات:۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)

آیت نمبر ۴: ۱: قرآنِ حکیم کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ i:۱۔ قرآنِ حکیم لوحِ محفوظ میں ہے۔ "اُمّ الکتاب" سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ ii۔ اللہ ﷻ کے پاس ہے۔ iii۔ بہت بلند ہے۔ iv۔ بڑی حکمت والا ہے۔ ۲: لوحِ محفوظ سے کیا مراد ہے؟ ۲: یہ اللہ ﷻ کی کتاب ہے جس میں اللہ ﷻ نے ہر چیز کی تفصیل محفوظ فرمار کھی ہے۔

آیت نمبر ۵: ۱: اس آیت میں رحمتِ الٰہی کا تذکرہ کس طرح کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ لوگوں کی نافرمانیوں کے باوجود نزولِ کتاب اور نصیحت کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ ۲: اس آیت میں کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۲: نزولِ قرآن حق والوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ اور مجرموں کے لئے اِتمام حجت کا باعث ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱: کیا آپ ﷺ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے؟ ۱: جی ہاں۔ ۲: کیا ایک ہی علاقہ میں بھیجے گئے؟ ۲: جی نہیں۔ مختلف علاقوں میں۔ ۳: کتنے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے؟ ۳: ایک رائے کے مطابق کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے گئے جن میں سے ۳۱۳ یا ۳۱۵ رسول تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب) انبیاء کرام علیہم السلام کی ٹھیک تعداد اللہ ﷻ ہی جانتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانا لازمی ہے۔ ۴: تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی مشترکہ دعوت کیا تھی؟ ۴: دعوتِ توحید یعنی "اُعْبُدُوا اللہ" ایک اللہ کی عبادت کرو۔

آیت نمبر ۷: ۱: انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ لوگوں نے عموماً کیسا سلوک کیا؟ ۱: عموماً لوگ انبیاء اکرام علیہم السلام کی تعلیمات کو ماننے کے بجائے ان کا مذاق اُڑاتے رہے۔ ۲: کیا مذاق اڑانے پر انبیاء کرام علیہم السلام نے خیر و بھلائی کی طرف بلانے کا کام روک دیا؟ ۲: نہیں بلکہ وہ مسلسل دعوت کا کام کرتے رہے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی کسی کے مذاق اُڑانے اور طعنوں سے دل برداشتہ ہو کر دعوتِ دین کا کام چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

آیت نمبر ۸: ۱: اللہ ﷻ انبیاء کرام علیہم السلام کا انکار کرنے والوں کے ساتھ کیا معاملہ فرماتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ایسے لوگوں کو ہلاک فرمادیتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے کن طاقتور لوگوں کو ہلاک فرمایا؟ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، قوم عاد (حضرت ہود علیہ السلام کی قوم)، قوم ثمود (حضرت صالح علیہ السلام کی قوم)، عمورہ و سدوم (حضرت لوط علیہ السلام کی قوم)، اہل مدین (حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم) اور آلِ فرعون۔

آیت نمبر ۹: ۱: آپ ﷺ کو کن سے پوچھنے کا کہا گیا ہے؟ ۱: مشرکین مکہ سے۔ ۲: کیا مشرکین مانتے ہیں کہ آسمانوں اور زمینوں کو اللہ ﷻ نے پیدا فرمایا ہے؟ ۲: جی۔ ہاں۔

عملی پہلو: یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اللہ ﷻ کو خالق، غالب اور علیم مانے مگر پھر بھی اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے؟

۳: آیت میں اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: اَلْعَزِیْز اور اَلْعَلِیْم۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: اللہ ﷻ نے زمین میں ہمارے لئے کیا فوائد رکھے ہیں؟ i:۱۔ زمین کو ہمارے لئے بچھونا بنایا ہے۔ ii۔ اللہ ﷻ نے زمین میں ہمارے لئے راستے بنائے۔ ۲: اللہ ﷻ نے زمین میں ہمارے لئے راستے کیوں بنائے؟ ۲: تاکہ ہم راہ پاسکیں۔ یعنی ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے کے لئے راستے بنادیئے تاکہ کاروباری، تجارتی اور دیگر مقاصد حاصل کر سکیں۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: اللہ ﷻ آسمان سے کیا نازل فرماتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ آسمان سے ایک اندازہ کے مطابق پانی نازل فرماتا ہے۔ ۲: پانی نازل فرمانے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ۲: مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے۔ ۳: مُردہ زمین کے زندہ ہو جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: وہ مردہ زمین جہاں دور دور تک زندگی کے کوئی آثار نظر نہیں آتے بارش کے بعد وہاں پودے اُگ آتے ہیں۔ پانی دیکھ کر حشرات الارض، چرند پرند جمع ہو جاتے ہیں اور مردہ زمین آباد ہو جاتی ہے۔ ۴: مُردہ زمین کو زندہ کرنے کی مثال سے کیا بات سمجھائی گئی ہے؟ ۴: جو اللہ ﷻ مُردہ زمین کو زندہ فرما سکتا ہے وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ فرمائے گا۔

عملی پہلو: ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اللہ ﷻ کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہو کر اپنے تمام دنیاوی اعمال کا حساب دینا ہو گا۔ (سورۃ مریم ۱۹: آیت:۹۵)

آیت نمبر ۱۲: ۱: اللہ ﷻ کی قوتِ تخلیق کے کس پہلو کا ذکر ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے ہر طرح کے جوڑے پیدا فرمائے۔ ۲: جوڑوں سے کیا مراد ہے؟

۲: نر اور مادہ، مذکر اور مونث، مرد اور عورت، مذکر نباتات اور مونث نباتات، زمین و آسمان، رات اور دن وغیرہ۔ ۳: اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا بیان ہے؟

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE MADINA FOUNDATION BOOKWORLD SAFEED GUMBAD ENTALAND

۳: کشتیاں اور چوپائے۔ ۴: کشتیاں اور چوپائے انسانوں کے کس کام آتے ہیں؟ ۴: سواری کے کام آتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: ہمیں اللہ ﷻ کی عطا فرمائی ہوئی ان سواریوں پر بیٹھ کر کیا کرنا چاہیئے؟ ۱: اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

عملی پہلو: "اگر تم شکر کروگے تو میں نعمتوں میں اضافہ کردوں گا اور اگر نعمتوں پر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا شدید ہے"۔ (سورۃ ابراہیم: آیت: ۷)

۲: اللہ ﷻ کا شکر کیسے ادا کیا جائے؟ ۲: ان الفاظ کو پڑھ کر جو اللہ ﷻ نے ہمیں اس آیت میں سکھائے ہیں۔ یعنی سواری کی دعا: سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝

آیت نمبر ۱۴: ۱: ہر سفر کرتے وقت ہمیں ہمیشہ کیا یاد رکھنا چاہیئے؟ ۱: ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم ایک سفر اور کر رہے ہیں یعنی آخرت کی طرف سفر اور ایک دن ہمیں اللہ ﷻ کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ جس کے لئے اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا راستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ ہر سواری کو استعمال کرنے میں یہ امکان ہوتا ہے کہ شاید کوئی حادثہ اسی سفر کو آدمی کا آخری سفر نہ بنادے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہر مرتبہ وہ اپنے رب کی طرف واپسی کو یاد کر کے چلے تاکہ اگر مرنا ہی ہے تو بے خبر نہ مرے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اللہ ﷻ کا بڑا واضح ناشکرا کون ہے؟ ۱: مشرک۔ ۲: مشرکین نے اللہ ﷻ کی ناشکری کیسے کی؟ ۲: مشرکین نے اللہ ﷻ کے بندوں میں سے بعض کو اللہ ﷻ کا جز یعنی اولاد قرار دے دیا۔ ۳: مشرکین کی کوئی مثال بیان کریں؟ ۳: مشرکین مکہ نے فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں بنایا جب کہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا کہا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیا۔

عملی پہلو: "بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے"۔ (سورۃ لقمان: آیت ۱۳) ہمیں ہر قسم کے شرک سے بچنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: مشرکین اپنے لئے کیسی اولاد پسند کرتے تھے؟ ۱: بیٹے پسند کرتے تھے۔

۲: مشرکین نے اللہ ﷻ کے لئے اولاد کے طور پر کسے پسند کیا؟ ۲: مشرکین نے اللہ ﷻ کے لئے اولاد کے طور پر بیٹیوں کو پسند کیا۔ (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۱۷: ۱: مشرکین نے اللہ ﷻ کے لئے بیٹیاں تجویز کیں انہیں اپنے لئے بیٹیاں کیسی لگتی تھیں؟ ۱: مشرکین کو بیٹیاں شدید ناپسند تھیں۔

۲: جب کسی مشرک کو بیٹی کی خوشخبری دی جاتی تو اس کی کیا حالت ہوتی تھی؟ ۲: اس مشرک کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ غم و غصہ سے بھر جاتا تھا۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: بیٹیوں کی کن کمزوریوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: i۔ مشقت والے کاموں کے مقابلہ میں زیورات یعنی زیبائش اور آرائش میں زیادہ دلچسپی لینا۔

ii۔ جھگڑے کے موقع پر کھل کر بات نہ کر پانا۔ ۲: مشرکین کو بیٹیاں کیوں ناپسند تھیں؟ ۲: انہیں پسند نہیں تھا کہ کوئی ان کا داماد بنے، مشرکین کو بیٹے پسند تھے جو جنگ میں ہتھیار استعمال کر سکیں اور جھگڑوں میں واضح طور پر کھل کر بات کر سکیں۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ نے بیٹیوں کی اچھی پرورش کرنے والے کو جنت کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ (جامع ترمذی)

فرمانِ نبوی ﷺ: "جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر بتایا"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۹: ۱: مشرکین نے کسے اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دیا؟ ۱: فرشتوں کو۔ ۲: فرشتوں کا اللہ ﷻ سے کیا تعلق ہے؟ ۲: فرشتے بھی ہماری طرح اللہ ﷻ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ ۳: کیا فرشتے مونث ہوتے ہیں؟ ۳: فرشتے نہ مونث ہوتے ہیں نہ مذکر۔ ان کی کوئی جنس نہیں۔ فرشتے اللہ ﷻ کی نورانی مخلوق ہیں۔ وہ بغیر والدین کے محض اللہ ﷻ کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں۔ ۴: فرشتوں کے متعلق مشرکین کے اس غلط دعوٰی کا کیا جواب دیا گیا؟ ۴: مشرکین کچھ نہیں جانتے کیونکہ جب اللہ ﷻ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا تو مشرکین وہاں موجود نہ تھے کہ فرشتوں کی جنس کا مشاہدہ کر سکتے۔ ۵: اللہ ﷻ نے مشرکین کو کیا تنبیہ فرمائی ہے؟ ۵: ان مشرکوں کی کفریہ اور شرکیہ باتیں لکھ لی جائیں گی اور قیامت کے دن ان سے باز پرس ہوگی۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: مشرکین اپنے شرک یعنی بت پرستی کے صحیح ہونے کی کیا دلیل دیتے ہیں؟ ۱: مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ ﷻ چاہتا تو ہم بتوں کی پوجا نہ

کرتے گویا اگر اللہ ﷻ نہ چاہتا تو ہم بتوں کی پوجا نہ کر سکتے تھے۔ اکثر لوگ اپنی بے عملی یا برے کاموں کے لئے جھوٹے جواز اسی طرح پیش کرتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمارے معاشرے میں بھی اکثر لوگ کہتے ہیں کہ اگر اللہ ﷻ چاہے گا تو ہم نماز پڑھ لیں گے وغیرہ۔ حالانکہ دنیوی کام خود کرتے ہیں اور ان دنیاوی کاموں کے لئے ایسی بات نہیں کہتے۔ ۲: مشرکین کی یہ دلیل کیوں درست نہیں؟ ۲: اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا اللہ ﷻ کی مشیت یعنی اس کے ارادے سے ہوتا ہے۔ لیکن برے کاموں میں اس کا اذن یا رضا و پسند شامل نہیں ہوتی، جبکہ اچھے کاموں میں اللہ ﷻ کے ارادہ کے ساتھ اس کی رضا بھی شامل ہوتی ہے۔ بت پرستی اللہ ﷻ کو ناپسند ہے لیکن اللہ ﷻ نے انسان کو اچھے یا بُرے طریقہ کو اپنانے کا اختیار دیا ہے اس لئے وہ بت پرستوں کو اس بُرائی سے جبراً نہیں روکتا چنانچہ یہ بت پرستی کے جائز ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ۳: مشرکین کے غلط عقائد کے بارے میں اللہ ﷻ نے کیا فرمایا ہے؟ ۳: i۔ مشرکین کو حقیقت کا کوئی علم نہیں۔ ii۔ وہ محض جھوٹے اندازے لگاتے ہیں۔ ۴: مشرکین کے غلط اور جھوٹے اندازے کیا تھے ۴: اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دینا وغیرہ۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: مشرکین کے شرکیہ عقائد کس بنا پر تھے؟ ۱: مشرکین کے پاس کوئی الہامی کتاب نہیں بلکہ یہ ان کے اپنے بنائے ہوئے تصورات تھے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: مشرکین کے شرکیہ عقائد کس بنا پر تھے؟ ۱: مشرکین کے شرک کی اصل وجہ تھی اپنے مشرک و گمراہ باپ دادا کے طریقہ کی بغیر دیکھے پیروی کرنا کہ وہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟ اسے اندھی تقلید بھی کہتے ہیں۔

عملی پہلو: برے طریقے اختیار کرنے کی دلیل اپنے کافر و مشرک باپ دادا کے غلط طریقوں کو بنایا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: ان لوگوں کو شرک سے روکنے کے لئے اللہ ﷻ نے کیا اہتمام فرمایا؟ ۱: بستیوں میں انبیاء علیہم السلام کو ڈرانے والے بنا کر بھیجا۔

عملی پہلو: "انبیاء اور رسول علیہم السلام خوشخبری دینے والے اور بُرے انجام سے ڈرانے والے ہوتے ہیں تاکہ رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ ﷻ کے سامنے کوئی حجت نہ رہے" (سورۃ النساء ۴: آیت: ۱۶۵)

۲: انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا انکار اور شرک پر اصرار اکثر کن لوگوں نے کیا؟ ۲: خوشحال لوگوں نے۔

۳: انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کا انکار اور شرک پر اصرار خوشحال لوگ کیوں کرتے ہیں؟ ۳: اگر وہ رسول کی بات مان لیں تو اپنے غرور اور تکبر کو چھوڑ کر عام لوگوں کی صف میں شامل ہونا پڑے گا اور رسول کی اطاعت کرنا ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ رسول ان کے کسبِ معاش کے طریقوں پر بھی کئی طرح کی پابندیاں لگاتے ہیں۔ مال و دولت کے کمانے پر بھی اور اس کے خرچ کرنے پر بھی۔ اگر یہ پابندیاں قبول کر لیں تو ان کی ظاہری خوشحالی اور نمود و نمائش ہی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

۴: مشرکین اپنے غلط عقائد و اعمال کے لئے کیا دلیل پیش کرتے ہیں؟ ۴: ہم نے انہی طریقوں پر اپنے باپ دادا کو پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: انبیاء علیہم السلام مشرکین کو کیا تلقین فرماتے رہے؟ ۱: ہم تمہارے پاس اس سے بڑھ کر ہدایت کا راستہ لائے ہیں جن پر تم اپنے گمراہ باپ دادا کو پاتے ہو۔ ۲: مشرکین نے انبیاء علیہم السلام کی تلقین کا کیا جواب دیا؟ ۲: انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت و تعلیمات کا انکار کر دیا۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اللہ ﷻ نے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی دعوت کا انکار کرنے والے مشرکین کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ نے نبی کے ان گستاخوں سے بدلہ لے لیا۔ ۲: انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کی دعوت کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ ۲: ان پر اللہ ﷻ کا غضب اور عذاب نازل ہوا اور اللہ ﷻ نے انہیں عبرت کا نشان بنا دیا۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آپ ﷺ کی طرح اپنی قوم کو توحید کی دعوت دینے والے اور شرک سے منع کرنے والے تھے۔ ۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس کے سامنے اعلان بیزاری فرمایا؟ ۲: آزر اور اپنی قوم کے سامنے۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس چیز سے اعلان بیزاری فرمایا؟ ۳: ان باطل معبودوں سے اعلان بیزاری فرمایا جن کی پوجا آزر اور قوم کرتی تھی۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کس کا حق عبادت تسلیم فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ کا۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی توحید کے کیا دلائل پیش فرمائے؟ ۲: i۔ اللہ ﷻ ہی نے مجھے پیدا فرمایا۔ ii۔ اللہ ﷻ ہی میری رہنمائی فرماتا ہے۔

COPYRIGHT © RESERVED WITH THE FOUNDATION SAFEEQ ACADEMY BOOKS ENGLAND

آیت نمبر ۲۸: ۱: حضرت ابرہیم علیہ السلام نے اپنی کس بات کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا بنا دیا؟ ۱: کلمہ توحید کو۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توحید کی تعلیم کیوں دی؟ ۲: تاکہ ان کی اولاد صرف اللہ ﷻ ہی کی طرف رجوع کرے اور شرک و بت پرستی سے بچے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اللہ ﷻ نے آلِ ابراہیم علیہ السلام پر کیا احسان فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو دنیوی فائدے عطا فرمائے۔

۲: حق سے کیا مراد ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم ۳: واضح بیان کرنے والے رسول سے مراد کون ہیں؟ ۳: آپ ﷺ جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: جب قرآنِ حکیم مشرکین کے پاس آیا تو انہوں نے اس کے بارے میں کیا کہا؟ ۱: وہ کہنے لگے یہ قرآن جادو ہے۔ (معاذ اللہ)

۲: مشرکین مکہ نے قرآنِ حکیم کو جادو کیوں کہا؟ ۲: وہ جادو اس لحاظ سے کہتے تھے کہ قرآن کی تعلیم اور اس کی قرات دل میں اترنے اور تاثیر کے لحاظ سے ان لوگوں کے گمان کے مطابق جادو کا سا اثر رکھتی تھی، اور جو شخص قرآنِ حکیم کی دعوت کو قبول کر لیتا تھا وہ اپنے سب رشتوں کو چھوڑنا تو گوارا کر لیتا تھا مگر ایمان سے پیچھے ہٹنا کبھی گوارا نہ کرتا تھا۔

عملی پہلو: ہمیں بھی جائزہ لینا چاہیئے کہ آج قرآنِ حکیم کے ساتھ ہمارا تعلق کیسا ہے اور ہم پر اس کا کتنا اثر ہوتا ہے۔

۳: کیا مشرکین نے قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ کا کلام مان لیا؟ ۳: نہیں۔ انہوں نے قرآنِ حکیم کا انکار کیا۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: مشرکین نے قرآنِ حکیم پر کیا اعتراض کیا؟ ۱: مشرکین نے اعتراض کیا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ کیا گیا۔

عملی پہلو: فضیلت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے نہ کہ خاندانی حسب و نسب۔ کنبوں اور قبیلوں کی تقسیم صرف تعارف کا ذریعہ ہیں۔

(سورۃ الحجرات ۴۹، آیت: ۱۳)

فرمانِ نبوی ﷺ: آپ ﷺ نے آخری خطبہ میں فرمایا "سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو متقی ہے گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں"۔ (صحیح مسلم)

۲: دو بستیوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: مکہ اور طائف کی بستیاں جو قریب قریب واقع تھیں اور جن میں بڑے مال دار لوگ رہتے تھے۔ ۳: مشرکین نے نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل کیئے جانے پر کیوں اعتراض کیا؟ ۳: ان کا اعتراض تھا کہ نبی کریم ﷺ تو یتیم تھے جبکہ قرآن کسی مال دار شخص پر نازل ہونا چاہیئے تھا۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: اللہ ﷻ نے مشرکین کے اعتراض کا کیا جواب دیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرمایا ہے اور مشرکین کو اختیار نہیں دیا کہ وہ اللہ ﷻ کی رحمت کو تقسیم کرتے پھریں۔ ۲: لوگ جو مال و دولت اس دنیا میں جمع کرتے ہیں اس سے بہتر کیا ہے؟

۲: اللہ ﷻ کی رحمت ان سب سے کہیں بہتر ہے۔ ۳: رحمت سے کیا مراد ہے؟ ۳: مفسرین کے نزدیک یہاں رحمت سے مراد نبوت و رسالت ہے۔

۴: اللہ ﷻ نے لوگوں کے درمیان معیشت تقسیم کرتے ہوئے کسی کو مال زیادہ اور کسی کو کم کیوں دیا ہے؟ ۴: تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔

علمی بات: اللہ ﷻ نے دنیا میں کسی کو امیر بنایا کسی کو غریب تاکہ دنیاوی امور چل سکیں۔ اسی طرح کچھ انسانوں کو نبی اور رسول کے طور پر چُنا تاکہ باقی لوگ ان کی پیروی کریں اور اللہ ﷻ کو راضی کریں۔ یہ تمام فیصلے اللہ ﷻ ہی کے ہیں۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اللہ ﷻ کے نزدیک دنیاوی مال و دولت کی کیا حیثیت ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے نزدیک دنیاوی مال و دولت کی کوئی حیثیت نہیں۔ ۲: اللہ ﷻ نے کافروں کے گھروں کو چاندی یا سونے کا کیوں نہیں بنایا؟ ۲: اندیشہ تھا کہ سب لوگ کافر نہ ہو جائیں۔ ۳: اس بات کو کیسے واضح کیا گیا کہ اللہ ﷻ کے نزدیک دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے؟ ۳: اگر سب لوگوں کے کافر ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اللہ ﷻ کفار کے گھروں کی چھتوں اور سیڑھیوں کو چاندی کا بنا دیتا۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اس بات کو کیسے واضح کیا گیا کہ اللہ ﷻ کے نزدیک دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کافروں کے گھروں کے دروازوں اور تخت جن پر وہ بیٹھتے ہیں انہیں چاندی کا بنا دیتا۔

عملی پہلو: اکثر لوگوں کے لئے مال و دولت کی کثرت فتنہ بن جاتی ہے اور وہ اس میں مبتلا ہو کر اللہ ﷻ اور آخرت کو بھلا دیتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "ہر امت کا کوئی فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۳۵: ۱: اس بات کو کیسے واضح کیا گیا کہ اللہ ﷻ کے نزدیک دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کفار کے گھروں کی چھتوں، سیڑھیوں، دروازوں اور تختوں کو سونے کا بنا دیتا۔ ۲: اللہ ﷻ نے کافروں کو سونا چاندی دینے کا ذکر کیوں فرمایا ہے؟ ۲: کیونکہ یہ سب دنیا کی عارضی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے کفار کے گھروں کو بھی اگر سونے، چاندی کا بنا دیا جائے تو بھی وہ دنیا میں کتنے مزے کر لیں گے اور کتنے دن رہ لیں گے؟ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی زندگی بھی مختصر ہے اور یہاں کے مزے بھی تھوڑے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "اگر اللہ ﷻ کی نگاہ میں دنیا کی حقیقت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر کو پانی کا گھونٹ بھی نہ دیتا" (جامع ترمذی)

۳: آخرت میں اللہ ﷻ کے پاس ہمیشہ ہمیش رہنے والی نعمتیں کن لوگوں کے لئے ہیں؟ ۳: پرہیزگاروں کے لئے یعنی جو لوگ گناہوں سے پرہیز کرتے رہے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: جو رحمان کے ذکر سے غافل ہو اس کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ اس پر ایک شیطان مسلط فرما دیتا ہے۔

عملی پہلو: شیطان کے حملے غالب آجانے سے بچنے کے لئے ہر دم اللہ ﷻ کی یاد تازہ رکھنا ضروری ہے۔ اس کے لئے نماز، تلاوتِ قرآنِ حکیم اور نبی کریم ﷺ کی مسنون دعاؤں کا اہتمام ضروری ہے۔ ۲: شیطان اللہ ﷻ کی یاد سے غافل شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے؟ ۲: اس شخص کا ساتھی بن جاتا ہے۔ ۳: شیطان کا ساتھی بننے سے کیا مراد ہے؟ ۳: ہر وقت اس کے ساتھ رہنا، اس کے دل میں وسوسے ڈالنا اور اللہ ﷻ کی یاد سے غافل کیئے رکھنا حتیٰ کہ اسے دوزخ تک پہنچا کے چھوڑنا۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: شیطان اللہ ﷻ کی یاد سے غافل شخص کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے؟ ۱: سیدھے راستہ سے روکتا رہتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ اے اللہ! میں تیرے بندوں کے لئے لازماً تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا تاکہ ان کو سیدھے راستے سے بہکاؤں۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۱۶)

۲: اللہ ﷻ کی یاد سے غافل شخص گمراہی کے راستہ پر چلتے ہوئے کیا سمجھتا ہے؟ ۲: ہدایت پر ہوں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب انسان اللہ ﷻ کے احکامات کے خلاف اپنی مرضی پر عمل کرتا ہے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ کی یاد سے غافل شخص کیا حسرت کرے گا؟ ۱: وہ کہے گا کاش میرے اور شیطان کے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ ۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ کی یاد سے غافل شخص شیطان سے کیا کہے گا؟ ۲: تُو تو بہت ہی بُرا ساتھی ہے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: قیامت کے دن اللہ ﷻ کی یاد سے غافل شخص کا پچھتاوا اور شیطان کو بُرا کہنا کوئی فائدہ دے گا؟ ۱: کوئی فائدہ نہیں دے گا۔

عملی پہلو: عمل کا موقع اور مہلت دنیا میں ہے۔ قیامت کے دن اعمال کے نتائج دیئے جائیں گے۔ اس دن حسرت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ کی یاد سے غافل شخص کا کیا انجام ہوگا؟ ۲: شیطان ساتھ عذاب میں شامل ہوگا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: ہدایت سے منہ موڑنے والوں کی کیا مثال بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ بہرے اور اندھے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے کان حق سنتے نہیں ہیں اور ان کی آنکھیں حق دیکھتی نہیں ہیں۔ ۲: آپ ﷺ کو کیا تسلی دی گئی؟ ۲۔ بہروں کو زبردستی سنانا اور دل کے اندھوں کو جبر سے راہ حق پر لانا آپ ﷺ کے ذمہ نہیں۔

عملی پہلو: جو لوگ حق کو دیکھ کر اور اس کو سُن کر پھر بھی اسے قبول نہیں کرتے تو ایسے لوگ روحانی اعتبار سے بہرے اور اندھے ہوتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۷)

۳: کفار کے بارے اللہ ﷻ نے کیا فرمایا؟ ۳: کفار کھلی گمراہی میں ہیں۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: کفار و مشرکین کو اللہ ﷻ نے کیا تنبیہ فرمائی؟ ۱: اللہ ﷻ ان سے بدلہ لے کر رہے گا۔ ۲: اللہ ﷻ نے ان پر فوری عذاب کیوں نہیں نازل فرمایا؟ ۲: آپ ﷺ ان کے درمیان موجود تھے اور دعوت دے رہے تھے اور ان کے لئے توبہ کی مہلت موجود تھی۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: کفار و مشرکین کو اللہ ﷻ نے کیا تنبیہ فرمائی؟ ۱: اللہ ﷻ آپ ﷺ کی موجودگی میں ان پر عذاب لے آئے۔

۲: اللہ ﷻ نے کفار و مشرکین کو کیا وعید فرمائی؟ ۲: توبہ نہ کرنے پر عذاب نازل کرنے کی وعید فرمائی۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۱: آپ ﷺ قرآن کو مضبوطی سے تھامے رکھیئے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION
SEERAT BOOKS WOULD BE PUBLISHED

۲: قرآن حکیم کو مضبوطی سے تھامنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: i۔ قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ کا کلام ماننا۔ ii۔ اسکی تلاوت کرنا۔ iii۔ اسے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ iv۔ اس پر عمل کرنا۔ v۔ اسے دوسروں تک پہنچانا۔ ۳: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی؟ ۳: بے شک آپ ﷺ سیدھی راہ پر ہیں۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: قرآنِ حکیم کے نزول کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۱: یہ قرآن آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کی قوم کے لئے نصیحت اور یاددہانی کا ذریعہ ہے۔

۲: قرآنِ حکیم کی عظیم نعمت کے بارے میں ہمیں کیا بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے؟ ۲: عنقریب قرآنِ حکیم کے بارے میں ہم سے باز پرس ہو گی کہ آیا ہم نے اس کی قدر کی یا نہیں اور اس کو مضبوطی سے تھامایا نہیں۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: کیا کسی رسول نے بھی کبھی اللہ ﷻ کے علاوہ کسی کی عبادت کرنے کی دعوت دی؟ ۱: جی نہیں۔ ۲: الٰہ کے معنی کیا ہیں؟

۲: معبود یعنی وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے۔ ۳: عبادت سے کیا مراد ہے؟ ۳: شرعی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم ہے معبود کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی عاجز جاننا اور اس کے لئے انتہائی تعظیم کو تسلیم کرتے ہوئے عاجزی کا اظہار کرنا۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے کس کی طرف بھیجا تھا؟ ۱: فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں کو کیا دعوت دی؟ ۲: "بے شک میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے بھیجا ہُوا رسول ہوں۔"

۳: یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۳: یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس نسبت سے آیا ہے کہ فرعون بھی اپنے مقابلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیر سمجھتا تھا جس طرح قریش مکہ اپنے سرداروں کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کو حقیر سمجھ رہے تھے۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے کیا نشانیاں عطا فرمائی تھیں؟ ۱: عصا جو اژدھا بن جاتا اور ہاتھ کو جب بغل میں ڈال کر نکالتے تو وہ روشن چمکتا ہوا ہو جاتا۔ ۲: فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں نے نشانیاں دیکھ کر کیا کیا؟ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہنسنے لگے۔

عملی پہلو: دین کے احکامات اور دینی شعائر کا مذاق اُڑانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ ﷻ نے ایسی محفل میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جس میں اس کی آیات کا مذاق اڑایا جا رہا ہو۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۱۴۰) قیامت کے دن اللہ ﷻ کے حق میں کوتاہی کرنے والا شخص عذاب دیکھ کر کہے گا "کہ ہائے افسوس! میں تو مذاق اڑانے والوں میں رہا۔" (سورۃ الزمر ۳۹، آیت: ۵۶)

آیت نمبر ۴۸: ۱: اللہ ﷻ نے آلِ فرعون کو کیا نشانیاں دکھائیں؟ ۱: اللہ ﷻ نے اٰلِ فرعون پر سات عذاب پے در پے بھیجے یعنی قحط، پھلوں کا نقصان، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون کا عذاب۔ (سورۃ الاعراف ۷: آیات: ۱۳۳ تا ۱۳۵) ۲: اللہ ﷻ کی آیات کے انکار کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۲: انکار کرنے والوں پر اللہ ﷻ عذاب بھیجتا ہے۔ ۳: اللہ ﷻ قوموں پر عذاب کیوں بھیجتا ہے؟ ۳: تاکہ وہ شرک اور نافرمانی سے باز آجائیں اور اللہ ﷻ کی طرف رجوع کریں۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: آلِ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا گستاخی کی؟ ۱: اُنہیں جادوگر کہا۔ ۲: آل فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر کیوں مخاطب کیا؟ ۲: وہ لوگ معجزات اور عذاب کو موسیٰ علیہ السلام کا جادو سمجھتے تھے۔ ۳: آلِ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا درخواست کی؟ ۳: ہمارے لئے اپنے رب سے دعا فرمائیں کہ وہ عذاب ٹال دے۔ ۴: آلِ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عذاب ٹلنے پر کیا وعدہ کیا؟ ۴: وہ ایمان لے آئیں گے اور ہدایت حاصل کر لیں گے۔ ۵: حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ ﷻ نے کیا وعدہ فرمایا تھا؟ ۵: اللہ ﷻ آپ علیہ السلام کی دعائیں قبول فرمائے گا اور آپ علیہ السلام کی دعا کے سبب آلِ فرعون سے عذاب ٹال دے گا۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۱: آل فرعون سے عذاب ٹال دیا گیا۔ ۲: عذاب ہٹنے پر آلِ فرعون کی کیا روش رہی؟ ۲: عذاب ہٹتے ہی وہ اپنے عہد کو توڑ دیتے تھے۔ ۳: عہد توڑنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی عذاب ہٹنے پر بھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: فرعون نے اپنے تکبر کا اظہار کس طرح کیا؟ ۱: اس نے کہا کہ مصر کی بادشاہت اور پورا نہری نظام میرے قبضے میں ہے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ جب کسی کو دنیا میں اقتدار دیتا ہے تو اکثر لوگ شکر کے بجائے تکبر کرنے لگتے ہیں۔ اللہ ﷻ کو تکبر کرنے والے پسند نہیں۔ حدیث قدسی ہے

کہ "تکبر میری چادر ہے جس نے تکبر کیا اس نے میری چادر کو کھینچا" (ابو داؤد، ابن ماجہ)۔ صحیح مسلم کی روایت میں یوں بیان کیا گیا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا کہ: "عظمت میرا تہبند ہے اور کبریائی میری چادر ہے جو شخص ان میں سے کسی کو بھی مجھ سے لینا چاہے گا میں اسے جہنم رسید کر دوں گا"۔ یعنی بڑائی اور تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔

علمی بات: حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں اللہ ﷻ کا کلام نقل ہوتا ہے اور نبی کریم ﷺ اسے روایت فرماتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو گا"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۵۲: ا: فرعون نے اپنا موازنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیسے کیا؟ ا: اس نے کہا کہ میں بہتر ہوں اور موسیٰ حقیر ہیں۔ (معاذ اللہ)

۲: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے سے کم تر ثابت کرنے کے لئے کیا الزامات لگائے؟ ۲: i۔ مال کے اعتبار سے کم حیثیت ہیں۔ ii۔ بات واضح نہیں کر پاتے۔

آیت نمبر ۵۳: ا: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو کس طرح جھٹلایا؟ ا: وہ بولا: i۔ انہیں سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے۔ ii۔ ان کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں نازل کیئے گئے۔

آیت نمبر ۵۴: ا: اللہ ﷻ نے فرعون کی الزام تراشی کا نتیجہ کیا ذکر فرمایا؟ ا: فرعون نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا۔

۲: فرعون کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام تراشی کا آل فرعون پر کیا اثر ہوا؟ ۲: قوم نے فرعون کی بات مان لی۔

۳: ان لوگوں کو نافرمان کیوں کہا گیا؟ ۳: انہیں اس لئے نافرمان کہا گیا کہ انہوں نے گمراہ شخص کو حاکم مان کر اس کی تمام تر گمراہیوں کے باوجود اس کی پیروی کی۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ گمراہ اور باطل نظریات رکھنے والے افراد کی پیروی کرنا، ان کی حمایت کرنا یا انہیں درست سمجھنا گویا اپنے آپ کو ان کے جرم میں شامل کرنا ہے۔

عملی پہلو: نافرمان اور فاسق لوگوں کو صرف اپنے مفادات سے غرض ہوتی ہے۔ وہ ان مفادات کے حصول کے لئے ایسے حکمرانوں کی غلامی کو ہی بہتر سمجھتے ہیں اور ظالم، نافرمان حکمران بھی ان کی اس کمزوری کو جانتے ہیں لہذا وہ انہیں اپنی چالوں اور باتوں سے بے وقوف بناتے رہتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۵: ا: آل فرعون کی نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلا؟ ا: انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں توہین کر کے اللہ ﷻ کو ناراض کر دیا۔

۲: اللہ ﷻ نے آل فرعون سے کیسے انتقام لیا؟ ۲: اللہ ﷻ نے آل فرعون کو سمندر میں غرق کر دیا۔

آیت نمبر ۵۶: ا: آل فرعون کی نافرمانی کا کیا نتیجہ نکلا؟ ا: انھیں ماضی کا حصہ بنا کر بعد میں آنے والوں کے لئے عبرت کی مثال بنا دیا۔

آیت نمبر ۵۷: ا: اس آیت میں کس رسول کا ذکر ہے؟ ا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن مریم کیوں کہا گیا؟ ۲: کیوں کہ آپ بغیر والد پیدا ہوئے اس لئے آپ کی نسبت والدہ کی طرف کی گئی ہے۔ ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال دینے پر مشرکین مکہ کیوں خوش ہوئے؟ ۳: سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۹۸ میں اللہ ﷻ نے فرمایا کہ "تم اور جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ سب جہنم میں ڈالے جائیں گے" تو مشرکین کہنے لگے کہ پھر تو (معاذ اللہ) عیسیٰ (علیہ السلام) اور فرشتے بھی جہنم میں ڈالے جائیں گے کیوں کہ ان کو بھی پوجا گیا۔ اس کی نفی بھی سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۱۰۱ میں کر دی گئی کہ اللہ ﷻ کے نیک بندے جہنم سے بچائے جائیں گے۔

۴: کیا مشرکین مکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے اپنے دعوے میں سچے تھے؟ ۴: انبیاء علیہم السلام تو خود کفر و شرک سے منع کرنے کے لئے آئے۔ یہ تو لوگوں نے ظلم کیا کہ انہیں اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیا۔ لہذا انبیاء علیہم السلام اور فرشتے ہر گز جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے بلکہ جہنم میں تو وہ جھونکے جائیں گے جنہوں نے لوگوں کو گمراہ کیا اور خدائی کا دعویٰ کیا جیسے فرعون، نمرود یا وہ بے جان چیزیں جنہیں لوگوں نے معبود بنا لیا جیسے بت وغیرہ۔

آیت نمبر ۵۸: ا: قریش مکہ کس بات پر جھگڑ رہے تھے؟ اور انہوں نے اپنے معبودوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر کیوں کہا؟ ا: i۔ اپنے معبودوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑ رہے تھے کہ اگر اللہ ﷻ کے علاوہ دیگر بنائے ہوئے معبود جہنم میں جائیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی الٰہ قرار دیا گیا چنانچہ ان کو بھی (معاذ اللہ) جہنم میں ڈالا جانا چاہیئے۔ ii۔ ہمارے معبودوں کو زیادہ تکلیف نہیں ہو گی جہنم میں کیوں کہ وہ پتھر کے ہیں جب کہ عیسیٰ کو زیادہ تکلیف ہو گی۔ iii۔ جیسے عیسائیوں کے الٰہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو اچھا کہا جا رہا ہے تو پھر ہمارے معبودوں کو بھی اچھا کہا جانا چاہیئے۔ ۲: اللہ ﷻ نے مشرکین مکہ کے اس اعتراض پر کیا جواب ارشاد فرمایا؟ ۲: انہوں نے یہ بات محض جھگڑنے کے لئے بیان کی ہے اور وہ ہیں ہی جھگڑالو۔ بہر حال ان جھوٹی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا وضاحت فرمائی؟ ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ ﷻ کے بندے ہیں معبود نہیں اور نہ انہوں نے کبھی اپنے معبود ہونے کا دعویٰ کیا۔ البتہ عیسائیوں نے زیادتی کی کہ وہ انہیں اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ ۲: اللہ ﷻ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کیا انعام فرمایا؟ i۲:۔ معجزانہ ولادت۔ ii ۔ نبی بنایا۔ iii۔ معجزات عطا فرمائے۔ iv۔ روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام سے تائید فرمائی۔ v۔ یہودیوں کی سازشوں سے بچا کر آسمان پر زندہ اُٹھالیا۔ ۳: اللہ ﷻ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے لئے کیسے مثال بنایا؟ ۳: بغیر والد کے پیدا فرمایا۔ معجزات عطا فرمائے۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ انسانوں کو ختم کر کے فرشتوں کو زمین پر آباد کر دے۔ ii۔ اللہ ﷻ بعض انسانوں کو فرشتہ بھی بنا سکتا ہے۔ iii۔ اللہ ﷻ کی قدرت سے انسانوں کے ہاں فرشتے بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔

علمی بات: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش اور ان کے معجزات کی وجہ سے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دینا درست نہیں اللہ ﷻ کی قدرتیں تو بے شمار ہیں۔

آیت نمبر ۶۱: ۱: کس کو قیامت کی نشانی قرار دیا گیا ہے؟ ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔

۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی کیوں قرار دیا گیا؟ ۲: قیامت سے پہلے اللہ ﷻ انہیں زمین پر نازل فرمائے گا۔

۳: اس آیت میں کس سے خطاب کیا گیا ہے؟ ۳: قریش مکہ سے۔ ۴: قریش مکہ کو کس بات پر شک نہ کرنے کا کہا گیا؟ ۴: قیامت کے واقع ہونے پر۔

۵: قریش مکہ سے نبی کریم ﷺ نے کیا مطالبہ فرمایا؟ ۵: میری اتباع کرو۔ ۶: سیدھا راستہ کیا ہے؟ ۶: نبی کریم ﷺ کی پیروی کا راستہ ہے۔

علمی بات: صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ کتابُ اللہ یعنی قرانِ حکیم اور رسولُ اللہ ﷺ کی پیروی کا راستہ یعنی سنتِ رسول ﷺ ہے۔

آیت نمبر ۶۲: ۱: صراط مستقیم سے انسان کو بہکانے والا کون ہے؟ ۱: شیطان۔

۲: شیطان کے بارے میں اللہ ﷻ نے ہمیں کیسے متنبہ کیا؟ ۲: شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ ہمیں بھی اسے دشمن سمجھنا چاہیئے۔ (سورۃ الفاطر ۳۵، آیت:۶)

۳: شیطان کون ہے؟ ۳: ایک جنّ ہے جس نے تکبر کیا اور انسانوں کو گمراہ کرنے کا عزم کیا۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت:۱۶، سورۃ الکہف ۱۸، آیت:۵۰)

عملی پہلو: جو شخص بھی قیامت کے آنے میں شک کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے جال میں پھنس چکا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لے کہ شیطان کی سب سے بڑی دشمنی اور سب سے بڑی گمراہی یہی ہے کہ کوئی شخص قیامت کے بارے میں شک کرنے لگ جائے۔ شیطان سے بچنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ انسان اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل کرے۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے کیسے معجزات عطا فرمائے؟ ۱: حسی معجزات (یعنی ایسے معجزات جن کو حواسِ خمسہ سے محسوس کیا جا سکے) مثلاً مٹی سے پرندے بنانا، مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔ (سورۃ آلِ عمران ۳، آیت:۴۹) ۲: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی؟ ۲: میں تمہارے پاس حکمت کی باتیں لے کر آیا ہوں۔ پس اللہ ﷻ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ ۳: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے جانے کا ایک مقصد کیا بیان ہوا؟ ۳: بنی اسرائیل نے اللہ ﷻ کی شریعت کو چھوڑ رکھا تھا اور حرام چیزوں کو حلال کر رکھا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو شرعی احکام کے متعلق تمام حکمت کی باتیں بتائیں اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ جن جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے تھے اس کی حقیقت ان پر واضح کر دیں۔

۴: بنی اسرائیل کن باتوں میں اختلاف میں پڑے ہوئے تھے؟ ۴: یہود یا بنی اسرائیل بہت سے فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ انہوں نے ایسے عقائد گھڑ لیئے تھے جو اللہ ﷻ کے سامنے جوابدہی کے مقصد کو ہی ختم کر دیتے تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ اللہ ﷻ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ یا وہ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ لہٰذا جنت صرف انہی کا حق ہے۔ نیز یہ کہ انہیں دوزخ کی آگ چھو ہی نہیں سکتی مگر صرف چند دن کے لئے۔ اور کچھ اختلاف ان کے حلت و حرمت سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے خود ہی اپنے آپ پر بعض چیزوں کو حرام کر لیا تھا جنہیں اللہ ﷻ نے حرام نہیں کیا تھا۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کیا دعوت دی؟ ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ﷻ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے پس اسی کی عبادت کرو۔ ۲: اس آیت میں صراطِ مستقیم کس بات کو کہا گیا ہے؟ ۲: توحید باری تعالیٰ کو ماننے اور اللہ ﷻ ہی کی بندگی کرنے کو کہا گیا ہے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION OF SALAFI BOOKS AND ITS EDITORIAL BOARD

آیت نمبر ۶۵: ۱: گروہوں سے کون مراد ہیں؟ ۱: یہود و نصاریٰ اور نصاریٰ (عیسائیوں) کے مختلف فرقے۔ ۲: گروہوں نے کیا اختلاف کیا؟ ۲: یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اور ان کی والدہ حضرت مریم سلام علیہا پر زنا کا الزام لگا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز اولاد قرار دیا۔ (معاذاللہ) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ بنالیا۔ (معاذاللہ) ۳: عیسائیوں کے مختلف گروہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا اختلاف کیا؟ ۳: بعض نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ کا بیٹا قرار دیا۔ بعض نے تین معبودوں میں سے ایک قرار دیا اس کو عقیدہ تثلیث بھی کہتے ہیں اور بعض نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی خدا قرار دے دیا۔ ۴: عقیدہ تثلیث کیا ہے؟ ۴: عیسائی تین خداؤں کے قائل ہیں۔ اُن کے نزدیک خدا، جبرائیل علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینوں مل کر ایک خدا اور ان میں سے ہر ایک جدا جدا خدا ہے۔ عقیدہ تثلیث میں بعض عیسائیوں کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جگہ حضرت مریم سلام علیہا خدا ہیں۔ (معاذاللہ) ۵: ان تمام باطل تصورات رکھنے والے گروہوں کے بارے میں اللہ ﷻ نے کیا وعید ذکر فرمائی؟ ۵: ایسے ظالموں کے لئے ہلاکت ہے دردناک دن کے عذاب سے۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: ایمان نہ لانے والوں کی ہٹ دھرمی پر اللہ ﷻ نے ان کی کس کیفیت کو بیان فرمایا؟ ۱: کیا یہ قیامت آنے کا انتظار کر رہے ہیں؟ ۲: قیامت کیسے واقع ہو گی؟ ۲: اچانک واقع ہو گی اور اس طرح کہ انسان کو خبر بھی نہ ہو گی۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: قیامت کا کیا منظر کھینچا گیا ہے؟ ۱: گہرے مجرم دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے کوئی کسی کو پوچھے گا بھی نہیں۔ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے مگر پوچھیں گے نہیں۔ (سورۃ المعارج ۷۰: آیت: ۱۰، ۱۱) ۲: قیامت کے دن کیسے لوگوں کی دوستیاں قائم رہیں گی؟ ۲: متقین کی دوستیاں۔

عملی پہلو: ہمیں ہمیشہ متقین اور نیک لوگوں کو دوست بنانا چاہیئے۔ کیونکہ یہی دوستی اور تعلق قیامت میں بھی کام آنے والے ہیں۔ اصل رشتہ ایمان اور تقویٰ کی بنیاد پر ہے محض رشتہ داری یا دنیاوی تعلقات کام آنے والی شے نہیں۔

آیت نمبر ۶۸: ۱: قیامت کے دن متقین کے لئے کیا اعلان فرمایا جائے گا؟ ۱: آج نہ تمہیں خوف ہو گا اور نہ تم غمگین ہو گے۔ ۲: خوف کس کے بارے میں ہوتا ہے؟ ۲: مستقبل کے اندیشوں کے بارے میں کہ نہ جانے کیا معاملہ پیش آئے گا۔ ۳: غم کس کے بارے میں ہوتا ہے؟ ۳: ماضی کی محرومیوں اور نقصانات کا۔

آیت نمبر ۶۹: ۱: متقین کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: i۔ جو آیات پر ایمان لائیں۔ ii۔ فرمانبرداری اختیار کریں۔

عملی پہلو: اسلام کا مطلب ہی یہی ہے کہ اللہ ﷻ کی مرضی کے سامنے سر جھکا دینا۔ اسلام قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ ﷻ کی مرضی کے سامنے اپنی مرضی نہ چلائیں اور اسی کی فرماں برداری کو اختیار کریں۔

آیت نمبر ۷۰: ۱: متقین کے لئے کیا بشارت دی گئی؟ ۱: جنت میں داخل ہونے کی بشارت۔

۲: متقین کے لئے جنت کی کس نعمت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: i۔ تم اپنی بیویوں سمیت جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ii۔ وہاں خوشی ہی خوشی ہو گی۔

علمی بات: ازواج کا لفظ بیویوں کے لئے بھی استعمال ہو سکتا ہے اور اس کا دوسرا مطلب تمہاری ہی طرح کے تمہارے دوسرے ساتھی اور دوست، جن کی دنیا میں دوستی کی بنیاد محض تقویٰ پر تھی۔

آیت نمبر ۷۱: ۱: متقین کے لئے جنت کی نعمتوں کو مزید کس طرح بیان کیا گیا ہے؟ ۱: i۔ سونے کی پلیٹوں اور پیالوں کا دور چلایا جائے گا۔ ii۔ وہ کچھ ہو گا جو ان کے جی چاہیں گے۔ iii۔ ایسے حسین مناظر جن سے آنکھوں کو راحت ملے گی۔ iv۔ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

عملی پہلو: جب بھی جنت کی نعمتوں اور متقین کا ذکر قرآنِ حکیم میں آئے تو ہمیں "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ" اے اللہ! ہمیں ان میں شامل فرما"۔ پڑھنا چاہیئے اسی طرح جب دوزخ اور نافرمانوں کا ذکر آئے تو اللہ ﷻ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۷۲: ۱: جنت کے وارث کیوں بنایا جائے گا؟ ۱: نیک اعمال کے بدلے۔

عملی پہلو: ہمیں ایمان و تقویٰ اختیار کر کے جنت کا وارث بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تاہم یاد رہے کہ جنت میں داخلہ دراصل اللہ ﷻ کے فضل اور رحمت ہی سے ہو گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل کر کے جہنم سے نجات نہیں دلا سکتا جب تک کہ اللہ ﷻ کا فضل و کرم نہ ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھے بھی نہیں، سوائے اس کے کہ میرا رب مجھے اپنی مغفرت اور رحمت سے ڈھانپ لے"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۷۳: ۱: جنت کی کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: کثرت سے میوے ہوں گے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED. EMAIL: INFO@ILMFOUNDATION.ORG

۲: جنت کے میووں کے بارے میں کیا یقین دہانی کرائی گئی ہے؟ ۲: اہل جنت ان میووں میں سے کھائیں گے یعنی جنت کے میووں پر جنتیوں کو پورا اختیار ہو گا اور اہل جنت صرف دیکھ ہی نہ رہے ہوں گے بلکہ ان میووں کو استعمال کر رہے ہوں گے اور کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہو گا۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: مجرموں کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: مجرم جہنم کے عذاب میں ہوں گے۔

۲: مجرم کب تک عذاب میں رہیں گے؟ ۲: ہمیشہ ہمیش عذاب میں رہیں گے۔ (سورۃ فاطر ۳۵، آیت: ۳۶)

عملی پہلو: جہنم میں ہمیشہ کا عذاب کفار کے لئے ہو گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، (اور جو) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے" (سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۲۴) "گناہ گار اہل ایمان اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لئے جائیں گے"۔ لیکن حقیقی کامیاب وہ لوگ ہوں گے جو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں۔ (آلِ عمران ۳، آیت: ۱۸۵)

آیت نمبر ۴۵: ۱: جہنم کے عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: جہنم کا عذاب ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ ۲: جہنم والوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ جہنم میں مایوس پڑے ہوں گے۔ ۳: جہنم والے کس چیز سے مایوس ہوں گے؟ ۳: عذاب کے کم ہونے اور جہنم سے نجات پانے سے مایوس ہو جائیں گے۔

عملی پہلو: ہمیں جہنم کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ ہمیں بھی ایسے مقامات پر "اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ" "اے اللہ! بے شک ہم تجھ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور (دوزخ کی) آگ سے تیری پناہ مانگتے ہیں" پڑھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: اہل جہنم کا جہنم میں جانے کا کیا سبب تھا؟ ۱: انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ ۲: اہل جہنم کے خود اپنے پر ظلم کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: دین کا راستہ واضح ہونے اور انبیاء علیہم السلام کے صحیح راستہ پر چل کر دکھانے کے باوجود انہوں نے بُرائی کا راستہ اختیار کیا اور خود کو جہنم کا مستحق بنایا۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: اہل جہنم نے کسے پکارا؟ ۱: مالک کو۔ ۲: مالک کس کا نام ہے؟ ۲: جہنم پر مقرر فرشتے کا نام ہے۔

۳: اہل جہنم نے مالک سے کیا درخواست کی؟ ۳: اللہ ﷻ کی طرف سے موت دیئے جانے کی درخواست کی۔

۴: ان کی درخواست کا مالک نے کیا جواب دیا؟ ۴: تم ہمیشہ اسی حال میں جہنم میں رہو گے۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: مالک انہیں مزید کیا کہے گا؟ ۱: تم لوگوں کے پاس حق کا پیغام تو پہنچا مگر اکثر لوگوں نے حق کو پسند نہ کیا۔

۲: جہنم میں جانے کا کیا سبب بیان کیا گیا ہے؟ ۲: حق کو ناپسند کرنا۔ ۳: حق سے کیا مراد ہے؟ ۳: حق سے مراد اللہ ﷻ کا دین اور پیغام ہے جو وہ پیغمبروں کے ذریعہ لوگوں تک پہنچاتا ہے۔ آخری حق قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول ﷺ کی صورت میں موجود ہے جس کی پیروی میں ہی ہماری نجات ہے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: کن لوگوں کے فیصلہ کرنے کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: مشرکین مکہ کا۔

۲: مشرکین مکہ کے کس فیصلہ کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: لوگوں کو آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی دعوتِ اسلام سے روکنے کے فیصلے کا ذکر۔

۳: اللہ ﷻ نے مشرکین مکہ کی چالوں کا کیا جواب دیا؟ ۳: بے شک ہم بھی فیصلہ کرنے والے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں جاننا چاہیئے کہ بندوں کی تدبیریں ناقص ہوتی ہیں اور ان کو توڑا جا سکتا ہے جب کہ اللہ ﷻ کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے جسے نہ توڑا جا سکتا ہے اور نہ بدلا جا سکتا ہے (سورۃ اٰلِ عمران ۳، آیت: ۵۴)

۴: اللہ ﷻ کے فیصلہ سے کیا مراد ہے؟ ۴: آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی دعوت کی کامیابی اور مشرکین کی ناکامی۔

آیت نمبر ۸۰: ۱: اللہ ﷻ نے اہل مکہ کو کس بات سے ڈرایا؟ ۱: اللہ ﷻ ان کی ساری چالبازیوں، سرگوشیوں اور مکاریوں سے واقف ہے۔ اللہ ﷻ کے فرشتے سب کچھ لکھ رہے ہیں۔ ۲: انسانی اعمال کون سے فرشتے لکھتے ہیں؟ ۲: کراماً کاتبین۔ (سورۃ الانفطار ۸۲، آیت: ۱۱)

علمی پہلو: ہمارے ہر قول اور عمل حتیٰ کہ نیتوں کا بھی حساب ہو گا۔ ہمیں اپنے اعمال اور اقوال میں محتاط رہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ سب لکھا جا رہا ہے اور روزِ قیامت اعمال نامہ کی صورت میں پیش کر دیا جائے گا اور حساب کتاب کیا جائے گا۔ ۳: نجویٰ کسے کہتے ہیں؟ ۳: خفیہ سرگوشی کو۔

آیت نمبر ۸۱: ۱: آپ ﷺ سے کس چیز کا انکار کرایا گیا؟ ۱: اللہ ﷻ کے لئے اولاد کے تصور کا۔ ۲: اللہ ﷻ کی اولاد نہ ہونے کی کیا دلیل دی گئی؟ ۲: آپ فرما دیجیے کہ اگر بفرض محال اللہ کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلا عابد ہوں (مجھے اس کا علم ضرور ہوتا)

COPYRIGHT RESERVED FOUNDATION
THIS BOOK WAS CREATED BY
SAFETY OF THIS BOOK WAS VERIFIED BY

علمی بات: یہ بات عقل اور سمجھ سے باہر ہے کہ اللہ ﷻ کی کوئی اولاد ہو اور کائنات کے اختیار، حکمرانی میں اس کا کچھ بھی حصہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر ایسی صورت ہو تو کائنات کے پورے نظام میں جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے ایک سے زیادہ خداؤں کی صورت میں وہ برقرار نہ رہتی۔ جیسا کہ ارشاد ہے "اگر آسمان اور زمین میں خدا کے سوا اور معبود ہوتے تو (زمین و آسمان) درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں پس اللہ جو مالک ہے عرش کا ان سے پاک ہے"۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۲۲)

آیت نمبر ۸۲: ۱: اللہ ﷻ کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: آسمانوں، زمینوں اور عرش کا رب۔ ۲: اللہ ﷻ کس سے پاک ہے؟ ۲: ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔

آیت نمبر ۸۳: ۱: نبی کریم ﷺ کو مشرکین مکہ کے بارے میں اللہ ﷻ نے کیا تلقین فرمائی؟ ۱: انہیں چھوڑ دیں کہ وہ بے کار باتوں اور کھیل کود میں الجھے رہیں۔

۲: مشرکین مکہ کو ڈھیل کب تک کے لئے دی گئی؟ ۲: قیامت کے دن تک جس کا ان سے وعدہ کیا گیا۔

آیت نمبر ۸۴: ۱: اللہ ﷻ کی کن صفات کا بیان ہے؟ ۱: آسمانوں اور زمین کا معبود اللہ ﷻ ہے۔ وہ حکیم ہے اور علیم ہے۔

عملی پہلو: اکثر انسان اللہ ﷻ کو چھوڑ کر آسمان میں سورج، چاند، ستاروں اور زمین میں بتوں، پتھروں، دریاؤں، جانوروں کو معبود بناتے رہے جب کہ اللہ ﷻ آسمان اور زمین کا اکیلا معبود ہے۔ ہمیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۵: ۱: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: بہت بابرکت ذات ہے۔ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کی بادشاہت اللہ ﷻ ہی کے لئے ہے۔ ۲: قیامت کا حتمی علم کس کے پاس ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے پاس ہے۔ ۳: مرنے کے بعد ہم سب کہاں لوٹائے جائیں گے؟ ۳: اللہ ﷻ کی طرف۔

عملی پہلو: قیامت کے دن ہمیں اکیلے اکیلے اللہ ﷻ کے حضور پیش ہونا ہے۔ (سورۃ مریم ۱۹، آیت: ۹۵) اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

آیت نمبر ۸۶: ۱: مشرکین مکہ کے جھوٹے معبودوں کی قیامت کے دن کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکیں گے۔

وہ (معبود) سفارش کا اختیار نہیں رکھتے جنہیں وہ اس (اللہ) کے سوا پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ ۲: سفارش کا حق اللہ ﷻ کن لوگوں کو عطا فرمائے گا؟

۲: جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ جانتے بھی تھے۔ یعنی وہ نیک بندے جنہوں نے دنیا میں یقین کے ساتھ حق کی شہادت دی یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور صالحین۔

آیت نمبر ۸۷: ۱: مشرکین مکہ خالق کسے مانتے تھے؟ ۱: اللہ ﷻ کو۔

۲: اللہ ﷻ کو خالق ماننے کے باوجود مشرکین کی کیا روش تھی؟ ۲: حق سے پھر جاتے تھے اور اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک کرتے تھے۔

آیت نمبر ۸۸: ۱: اللہ ﷻ نے کس کی قسم فرمائی؟ ۱: نبی کریم ﷺ کے قول "اے میرے رب" فرمانے کی قسم فرمائی۔

علمی بات: اللہ ﷻ کا حضور نبی کریم ﷺ کے قول مبارک کی قسم فرمانا یہ آپ ﷺ کے عند اللہ اکرام اور وجاہت کا اظہار ہے۔

۲: نبی کریم ﷺ نے اپنی قوم کی کس کو تاہی کا ذکر فرمایا؟ ۲: یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

آیت نمبر ۸۹: ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو مشرکین کے بارے میں کیا حکم فرمایا؟ ۱: آپ ﷺ ان سے منہ پھیر لیجئے اور کہہ دیجئے (بس اب تو ہے) سلام۔ ۲: اس آیت میں سلام سے کیا مراد ہے؟ ۲: کسی کی شرارتوں اور بری حرکتوں سے بچنے کے لئے علیحدگی اختیار کرنے کا یہ مہذب طریقہ ہے کہ اسے یہ کہہ کر جدائی اختیار کر لی جائے کہ بس اب ہے ہمارا سلام۔ ۳: مشرکین مکہ عنقریب کیا جان لیں گے؟ ۳: انہیں عنقریب اندازہ ہو جائے گا کہ وہ غلطی پر تھے، اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(ا) الزُّخْرُفُ کے معنی ہیں:

(الف) چاندی ✓ (ب) سونا (ج) پیتل (د) تانبا

(۲) اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ میں انسان کی کیفیت بیان کی گئی ہے:

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IN ANY FORM IS ENTAILED WITH CIVIL LIABILITY

(الف) بہت جلد باز (ب) بڑا کمزور ✓(ج) واضح ناشکرا (د) سخت جھگڑالو

(۳) اِنَّنِیۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ (سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم:

(الف) مدد کرتے ہو ✓(ب) عبادت کرتے ہو (ج) حفاظت کرتے ہو (د) تجارت کرتے ہو

(۴) لِبُیُوۡتِہِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّۃٍ ان کے گھروں کی چھتوں کو بنا دیتے:

(الف) لوہے کی (ب) سونے کی ✓ (ج) چاندی کی (د) پیتل کی

(۵) ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِ اَلِیۡمٍ ﴿۶۵﴾ میں کلمہ "مِنۡ" ہے:

(الف) اسم (ب) فعل ✓ (ج) حرف (د) ضمیر

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ وَمَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ﴿۷﴾ آیت کریمہ کی رو سے اُمم سابقہ کی انبیائے کرام علیہم السلام کے حوالہ سے کیا روش بیان ہوئی ہے؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق جب بھی ان کے پاس اللہ ﷻ کا کوئی نبی تشریف لایا، عموماً لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیمات کو ماننے کے بجائے ان کا مذاق اُڑاتے رہے۔ اور ان کی تعلیمات کی تضحیک کی۔ (یہ رویہ ان کی سرکشی اور حق سے دوری کی علامت تھا)۔

۲۔ وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیۡنَ ہُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ آیت کریمہ کی رو سے ملائکہ کے حوالہ سے مشرکین کا کیا عقیدہ رہا؟

ج: مشرکین مکہ کا فرشتوں کے بارے میں یہ باطل اور من گھڑت عقیدہ تھا کہ وہ انہیں اللہ تعالی کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔

۳۔ وَمَنۡ یَّعۡشُ عَنۡ ذِکۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَیِّضۡ لَہٗ شَیۡطٰنًا فَہُوَ لَہٗ قَرِیۡنٌ ﴿۳۶﴾ آیت کریمہ کی رو سے کس پر شیطان کو مقرر کیا جاتا ہے؟

ج: جو شخص اللہ ﷻ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کی نصیحت سے جان بوجھ کر آنکھیں موند لیتا ہے، اللہ ﷻ اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتا ہے۔ وہ شیطان اس کا مستقل ساتھی بن جاتا ہے (جو اس کے ساتھ رہ کر گمراہی کی ترغیب دیتا ہے)۔

۴۔ اِنۡ ہُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَیۡہِ وَجَعَلۡنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۵۹﴾ آیت کریمہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا حقیقت واضح کی گئی؟

ج: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ ﷻ کے ایک برگزیدہ بندے تھے جن پر اللہ ﷻ نے اپنا خاص انعام و فضل فرمایا تھا۔ اللہ ﷻ نے انہیں اپنی قدرت کے اظہار کے لیے بنی اسرائیل کے لیے ایک عظیم نشانی اور مثال بنا کر بھیجا تھا تاکہ وہ حق کو پہچان سکیں۔

۵۔ لَا یُفَتَّرُ عَنۡہُمۡ وَہُمۡ فِیۡہِ مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾ آیت کریمہ میں مجرمین کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق جہنم کا عذاب مجرمین سے کبھی بھی ہلکا یا کم نہیں کیا جائے گا۔ وہ اس عذاب میں اس طرح گرفتار ہوں گے کہ بالکل ناامید اور مایوس ہو کر رہ جائیں گے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقۡرِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: وہ (اللہ) پاک ہے جس نے اس (سواری) کو ہمارے تابع کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو قابو میں لا سکتے۔ اور بے شک ہم اپنے ربّ کی طرف ضرور پلٹ کر جانے والے ہیں۔

(ب) سُوۡرَۃُ الزُّخۡرُفِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

ج: سُوۡرَۃُ الزُّخۡرُفِ مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوئی۔ یہ وہی زمانہ تھا جب نبی کریم ﷺ کے خلاف قریش کے سردار جادو وغیرہ کے الزامات لگا رہے تھے اور سب باہم مل کر (مَعَاذَ اللہ) نبی کریم ﷺ کو شہید کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ اس سورت کا مرکزی مضمون توحیدِ باری تعالیٰ کا بیان اور شرک کی مذمّت ہے۔

۲۔ (الف) قُلۡ اِنۡ کَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِیۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED. ENGLISH MEDIUM

ترجمہ: آپ فرما دیجیے کہ اگر بفرض محال اللہ ﷻ کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلا عابد ہوں (مجھے تو اس کا علم ضرور ہوتا)۔ پاک ہے آسمانوں اور زمینوں کا (اور) عرش کا ربّ ان (باتوں) سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

(ب) سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ کے بنیادی مضامین تحریر کریں۔

ج: ۱۔ اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی حقیقت۔ ۲۔ شرک کی مذمّت اور توحید کا ذکر۔ ۳۔ تین جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام یعنی سیّدنا ابراہیم علیہ السلام، سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوتِ حق کا ذکر۔ ۴۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور شرک سے منع کرنے والے تھے۔ ۵۔ آخرت کے حالات کا بیان۔ ۶۔ پرہیز گاروں کے اچھے اور مشرکین کے بُرے انجام کا بیان۔

۳۔ (الف) وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۵ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: اور بہت بابرکت ہے وہ (اللہ) جس کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کی) بادشاہت ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

(ب) سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ میں فعل امر کی کوئی دو مثالیں تلاش کریں اور اس کی گردان کریں۔

ج: فعل امر کی دو مثالیں اور ان کی گردان۔

۱۔ فَاسْتَمْسِكْ (تو آپ مضبوطی سے تھامے رکھیں)

۲۔ وَسْـَٔلْ (اور آپ پوچھئے)

فعل امر حاضر کی گردان: "اِسْتِمْسَاك" مصدر سے

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	اِسْتَمْسِكْ	اِسْتَمْسِكَا	اِسْتَمْسِكُوْا
مؤنث	اِسْتَمْسِكِیْ	اِسْتَمْسِكَا	اِسْتَمْسِكْنَ

فعل امر حاضر کی گردان: "سُؤال" سے

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	اِسْئَلْ	اِسْئَلَا	اِسْئَلُوْا
مؤنث	اِسْئَلِیْ	اِسْئَلَا	اِسْئَلْنَ

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE IM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD BE A CIVIL AND CRIMINAL ENTAILMENT

سبق:۶ سُوْرَۃُ الدُّخَان آیات:۱تا۵۹

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ "لَیْلَۃٌ مُّبٰرَکَۃٌ" سے کیا مراد ہے؟
۲۔ شبِ قدر میں کیا ہوتا ہے؟
۳۔ اللہ ﷻ کے احکامات کو رحمت کیوں کہا گیا ہے؟
۴۔ اللہ ﷻ اور مخلوق کی صفات میں کیا فرق ہے؟
۵۔ اللہ ﷻ کے بارے میں مشرکین مکہ کے کیا شکوک و شبہات تھے؟
۶۔ "دُخَان" سے کیا مراد ہے؟
۷۔ مشرکین کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا؟
۸۔ اللہ ﷻ کی پکڑ سے کیا مراد ہے؟
۹۔ قومِ فرعون کا ذکر کر کے کیا بات سمجھائی گئی ہے؟
۱۰۔ زندگی کے بارے میں صحیح عقیدہ کیا ہے؟
۱۱۔ قومِ تُبّع سے کون مراد ہے؟
۱۲۔ سابقہ قوموں کا ذکر کر کے کیا بات سمجھائی گئی ہے؟
۱۳۔ مولیٰ کا کیا مطلب ہے؟
۱۴۔ زقّوم کے درخت سے کیا مراد ہے؟
۱۵۔ اہل جنت کا اطمینان سے میوے طلب کرنے کا کیا مطلب ہے؟
۱۶۔ قرآنِ حکیم کو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر آسان کرنے کا کیا مطلب ہے؟
۱۷۔ قرآنِ حکیم کے حوالہ سے امّتِ مسلمہ کی کیا ذمہ داری ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الزخرف" میں اللہ ﷻ کے خالق و مالک ہونے کے ساتھ حاکم ہونے کا ذکر تھا کہ زمین پر اللہ ﷻ ہی کے احکامات کا نفاذ ہونا چاہیئے جب کہ سورۃ الدخان میں خدائی کا دعوی کرنے والے فرعون کی سرکشی اور اُس کی ہلاکت کا بیان ہے۔ سورۃ الزخرف میں متقین کی بہترین جزا اور مشرکین کے برے انجام کا ذکر تھا۔ سورۃ الدخان میں اہل جہنم کے مختلف عذابوں اور اہل جنت کے لئے مختلف انعامات کا بیان ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر۱: ۱: یہ کیسے حروف ہیں؟ ۱: یہ حروف مقطعات ہیں قطع کے لغوی معنی کاٹنا یا علیحدہ کرنا ہیں۔ یعنی وہ با معنیٰ حروف جن کو علیحدہ علیحدہ پڑھا جاتا ہے۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔ ۲: کسی ایک سورت میں حروف مقطعات کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم تعداد کتنی ہے؟ ۲: زیادہ سے زیادہ پانچ۔ مثلاً کھیعص۔ (سورۃ مریم) کم سے کم ایک۔ مثلاً صٓ (سورۃ صٓ)، قٓ (سورۃ قٓ)، نٓ (سورۃ القلم)

آیت نمبر۲: ۱: اللہ ﷻ نے کس چیز کی قسم فرمائی ہے؟ ۱: واضح کتاب کی۔ ۲: کتابِ مبین سے کیا مراد ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم جس کے احکامات بالکل واضح ہیں۔

آیت نمبر۳: ۱: لیلۃ مبارکۃ سے کیا مراد ہے؟ ۱: شبِ قدر۔ جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ (سورۃ القدر ۹۷، آیت:۳)

۲: اللہ ﷻ نے انسان کو کس چیز سے ڈرایا؟ ۲: اعمال کے نتائج سے۔ نیکی کا بہت اچھا اور بدی کا بُرا انجام ہو گا۔

۳: اللہ ﷻ نے انسان کو کن ذرائع سے خبر دار کیا؟ ۳: نیکی اور بدی کے شعور کے ذریعہ، انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کے ذریعہ اور الہامی کتابوں کے ذریعہ۔

آیت نمبر۴: ۱: شبِ قدر میں کیا ہوتا ہے؟ ۱: ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی رات ہے جس میں اللہ ﷻ افراد، قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کے فیصلے کر کے اپنے فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے اور پھر وہ انہی فیصلوں کے مطابق عمل کرتے رہتے ہیں۔

۲: شبِ قدر کس مہینے کی رات ہے؟ ۲: رمضان المبارک۔ ۳: شبِ قدر رمضان کے کس عشرہ کی رات ہے؟ ۳: آخری عشرہ کی۔

COPYRIGHT © RESERVED WITH THE FOUNDATION. SAFEGUARDING OF THIS SOFTWARE IS ENTAILED CIVIL AND CRIMINAL ACTION.

۴:رمضان کے آخری عشرہ میں کون سی رات ہے؟ ۴: آخری عشرہ کی طاق راتوں (۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ اور ۲۹) میں سے کوئی ایک رات۔

آیت نمبر۵: ۱:شبِ قدر میں احکامات کس کے حکم سے جاری ہوتے ہیں؟ ۱۔ اللہ ﷻ

عملی پہلو: شب قدر میں اللہ ﷻ نے قرآن حکیم نازل فرمایا اور اس رات کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے (سورۃ القدر ۹۷، آیات: ۱ تا ۳)

ہمیں ان طاق راتوں میں عبادت کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ۲: اللہ ﷻ نے کتابوں کے ساتھ اور کس کو ہدایت کے لئے بھیجا؟

۲:رسولوں کو۔ تاکہ وہ لوگوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں اور اللہ ﷻ کے نازل کردہ احکامات کو واضح کریں۔

آیت نمبر۶: ۱:احکامات کو رحمت کیوں کہا گیا ہے؟ ۱:اللہ ﷻ انسان کا خالق اور مالک ہے۔ اس نے انسان کے لئے احکامات عطا فرمائے جن پر چل کر دنیا اور آخرت میں کامیابی مل سکتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ ﷻ کی نعمت اور فضل ہی سے ممکن ہے اس لئے ان احکامات کو رحمت کہا گیا ہے۔

۲:اللہ ﷻ نے شریعت کے احکامات کے ساتھ رسولوں کے بھیجنے کو رحمت کیوں فرمایا؟ ۲:اللہ ﷻ نے کتب کے ساتھ (رسولوں کا بھیجنا) اپنی رحمت ہی کا ایک حصہ اس لئے قرار دیا تاکہ وہ اللہ ﷻ کی نازل کردہ کتابوں کو کھول کر بیان کریں اور احکام لوگوں تک پہنچائیں۔ اس طرح مادی ضرورتوں کی فراہمی کے ساتھ اللہ ﷻ نے اپنی رحمت سے لوگوں کے روحانی تقاضوں کی تکمیل کا بھی سامان مہیا فرمادیا۔

۳:اللہ ﷻ کی کن دو صفات کا ذکر ہے؟ ۳:"سمیع" یعنی سب کچھ سننے والا اور "علیم" یعنی سب کچھ جاننے والا۔ یعنی اللہ ﷻ تمام لوگوں کے حالات سے باخبر ہے اور ان کی پکار سنتا ہے۔ اسی لئے عین ضرورت کے وقت خاتم الانبیاء حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآنِ حکیم دے کر عالم کے لئے رحمت کبریٰ بنا کر بھیج دیا۔

۴:کیا انسان بھی سب کچھ سنتا اور جانتا ہے؟ ۴: نہیں۔ بلکہ انسان سننے اور جاننے کے لئے اللہ ﷻ کا محتاج ہے اور اللہ ﷻ کسی انسان کو جس قدر قوت سماعت اور علم عطا فرماتا ہے اسی کے مطابق وہ سنتا اور جانتا ہے۔

عملی بات: اللہ ﷻ اور مخلوق کی صفات میں یہ فرق ہے: i۔ اللہ ﷻ کی صفات ذاتی ہیں جبکہ مخلوق کی صفات اللہ ﷻ کی عطا کردہ ہیں۔ ii۔ اللہ ﷻ کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہنے والی ہیں جبکہ مخلوق کی صفات "حادث" یعنی ختم ہونے والی ہیں۔ iii۔ اللہ ﷻ کی صفات لامحدود ہیں جبکہ مخلوق کی صفات محدود ہیں۔

آیت نمبر۷: ۱:اللہ ﷻ کن کن چیزوں کا رب ہے؟ ۱: آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جتنی بھی چیزیں اور جو کچھ بھی ہے سب کا رب اللہ ﷻ ہی ہے۔

۲: رب کے کیا معنی ہیں؟ ۲:رب وہ ہے جو کسی شے کو آہستہ آہستہ منصب کمال تک پہنچائے۔ یعنی حقیقی رب اللہ ﷻ ہے جو تمام مخلوقات کو آہستہ آہستہ منصب کمال تک پہنچاتا ہے۔ ۳:یقین رکھنے والے کون ہوتے ہیں؟ ۳:جو اللہ ﷻ کو اپنا رب مانتے ہیں۔ اپنی ضرورتوں کے لئے اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُسی پر توکل کرتے ہیں۔ البتہ اللہ ﷻ کو ہی مسبب الاسباب سمجھتے ہوئے اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ ہی حقیقتاً اور مستقلاً مددگار ہے۔

آیت نمبر۸: ۱:معبود کسے کہتے ہیں؟ ۱: جس کی عبادت کی جائے۔ شرعی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم ہے معبود کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی عاجز جاننا اور اس کے لئے انتہائی تعظیم کو تسلیم کرتے ہوئے عاجزی کا اظہار کرنا۔

۲:عبادت کے لائق ہستی کون ہے؟ ۲: صرف اللہ ﷻ۔ ۳:زندگی اور موت دینے کا اختیار کس کو ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کو۔

۴:مشرکین مکہ کے آباؤاجداد کا ذکر کرکے کیا بات سمجھائی جارہی ہے؟ ۴: کہ تمہارے جن آباؤاجداد نے اللہ وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنائے، ان کا رب بھی حقیقت میں وہی ہے۔ جو زندگی دے سکتا اور مار سکتا ہے۔ انہوں نے اپنے حقیقی رب کے سوا دوسروں کی بندگی کرکے کوئی ایسا صحیح کام نہ کیا تھا کہ ان کی پیروی کرو۔

آیت نمبر۹: ۱:مشرکین کو کیا شکوک وشبہات تھے؟ ۱:اللہ ﷻ کی قدرت کے بارے میں کہ اللہ ﷻ کیسے تمام انسانوں کو جمع کرے گا؟ کیسے ایک ایک عمل نوٹ کیا جارہا ہے؟ کیا واقعی اللہ ﷻ نے کتابیں نازل کیں؟ کیا واقعی اللہ ﷻ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا؟ ۲:نافرمان اللہ ﷻ کی آیات کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟ ۲:اس کو کھیل بناتے ہیں یعنی ان پر دھیان نہیں دیتے، مذاق اڑاتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔ ۳:اللہ ﷻ کی آیات کو مذاق بنانے والوں کا انجام قرآنِ حکیم میں کیا بیان ہوا ہے؟ ۳: جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا، تو جس طرح یہ لوگ

اس دن کے آنے کو بھولے ہوئے تھے اور ہماری آیتوں سے منکر ہو رہے تھے اسی طرح آج ہم بھی انہیں نظر انداز کر دیں گے۔(سورۃ الاعراف ۷، آیت:۵۱)

آیت نمبر ۱۰: ۱:اس آیت میں کس دن کا ذکر ہے؟ ۱:عذاب کے دن کا۔ دنیا میں آزمائش اور عذاب دیئے جانے کا تذکرہ ہے۔

۲:"دُخَان" سے کیا مراد ہے؟ ۲:دھواں جو اہل مکہ پر بطورِ عذاب طاری کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قحط سالی کی وجہ سے اہل مکہ شدید بھوک اور مشکلات سے دوچار تھے اور انہیں زمین و آسمان کے درمیان دھواں سا نظر آتا تھا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱:دھواں لوگوں پر کیا کرے گا؟ ۱:لوگوں پر چھا جائے گا۔ ۲:دھویں کا سبب کیا تھا؟ ۲:یہ اللہ ﷻ کی طرف سے نافرمانوں کے لئے عذاب کی ایک شکل تھی۔

علمی بات: صحیح بخاری کی روایت کے مطابق مکہ والوں کے کفر و شرک اور مسلسل ہٹ دھرمی پر نبی کریم ﷺ نے دعاء ضرر فرمائی جس کے سبب اللہ ﷻ نے اہل مکہ پر قحط نازل فرمایا۔ بھوک کی وجہ سے وہ جب آسمان کی طرف دیکھتے تو انہیں دھواں نظر آتا۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: قوم نے عذاب آنے پر کیا کیا؟ ۱:اللہ ﷻ سے دعا کی۔

عملی پہلو: ہمیں مصیبت کے وقت اللہ ﷻ سے دعا کرنی چاہیئے کیوں کہ وہ ہی مصائب کا دور فرمانے والا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "اگر تمہیں جوتے کا تسمہ بھی مانگنا ہو تو وہ بھی اللہ ﷻ سے مانگو"(ترمذی) کیونکہ حقیقتاً اور مستقلاً دینے والا اور مشکلات حل کرنے والا اللہ ﷻ ہی ہے باقی جن کے واسطے سے یہ مشکلات حل ہوتی ہیں اور معاملات طے پاتے ہیں وہ سب اسباب واسطے اور ذریعے ہیں۔

۲: قوم نے کیا دعا کی؟ ۲:اے ہمارے رب! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے بے شک ہم ایمان لے آئیں گے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱:اللہ ﷻ نے ان کی دعا کا کیا جواب دیا؟ ۱:ان کو نصیحت کہاں فائدہ دے گی جب کہ ان کے پاس واضح ڈرانے والے رسول ﷺ آ چکے۔

۲:مشرکین کو نصیحت کیوں فائدہ نہیں دے گی؟ ۲:کیونکہ وہ واضح طور پر رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے تھے اور ان کی نصیحت کو قبول نہیں کرتے تھے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱:مشرکین کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ برتاؤ کیسا تھا؟ ۱: i۔ آپ ﷺ سے منہ موڑتے تھے۔ ii۔ آپ ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے۔(معاذ اللہ)

۲:مشرکین آپ ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے؟ ۲: i۔ جو آپ (ﷺ) بیان کر رہے ہیں وہ کسی سے سیکھ کر ہمیں بتاتے ہیں۔

ii۔ آپ (ﷺ) دیوانے ہیں۔(معاذ اللہ)

آیت نمبر ۱۵: ۱:عذاب کو کون ٹال سکتا ہے؟ ۱:اللہ ﷻ ۲:عذاب دور ہونے پر مشرکین کی روش کیا تھی؟ ۲:عذاب دور ہونے پر دوبارہ کفر کی طرف لوٹ جاتے۔

علمی بات: ناشکرے انسان کی بھی یہی روش ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا ہے۔"اور جب ہم انسان پر (اپنا فضل و) کرم کرتے ہیں تو وہ (ہماری طرف سے) منہ پھیر لیتا ہے اور (ہم سے) کنارہ کش ہو جاتا ہے اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے"۔(سورۃ حٰمٓ سجدہ ۴۱، آیت :۵۱)"اور انسان کو جب کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوب رجوع کرتے ہوئے اپنے رب کو پکارتا ہے، پھر جب اللہ ﷻ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس سے پہلے جو دعا کرتا تھا اسے بالکل بھول جاتا ہے"۔(سورۃ الزمر ۳۹، آیت:۸)

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں ہم اللہ ﷻ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری تو نہیں کر رہے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱:اللہ ﷻ کی پکڑ سے کیا مراد ہے؟ ۱:اللہ ﷻ، رسول اللہ ﷺ سے روگردانی اور آپ کی تعلیمات کو رد کرنے والے منکرین حق کو شدید عذاب سے دوچار کرے گا۔ اللہ ﷻ دنیا میں بھی ان کی پکڑ فرماتا ہے۔ جیسے بدر میں مشرکین کو سزا دی گئی۔ اور سب سے بڑی پکڑ اور سزا تو آخرت میں ہو گی۔ ۲:اللہ ﷻ اپنے رسول ﷺ کے منکروں اور نافرمانوں سے کیا سلوک فرمائے گا؟ ۲:اللہ ﷻ اُن سے انتقام لے گا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱:اس آیت میں کس قوم کا ذکر ہے؟ ۱: قوم فرعون کا۔

۲:قوم فرعون کی طرف اللہ ﷻ نے کس کو رسول بنا کر بھیجا؟ ۲:حضرت موسیٰ علیہ السلام کو۔

۳:قوم فرعون کا ذکر کر کے کیا بات سمجھائی گئی ہے؟ ۳:قومِ فرعون پر جب کوئی عذاب آتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کرتے

COPYRIGHT © THE IMFO FOUNDATION RESERVED WITH SALE OF THIS BOOK VOID ENTAILS LEGAL ACTION

کہ اللہ ﷻ سے دعا کرو کہ ہم پر سے یہ عذاب ہٹادے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ پھر جب عذاب دور کر دیا جاتا تو وہ اپنے وعدہ سے پھر جاتے۔ انہوں نے بار بار عہد شکنی کی۔ (سورۃ الاعراف: آیات ۱۳۴، ۱۳۵)

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم بھی اللہ ﷻ سے کیئے ہوئے وعدوں کی عہد شکنی تو نہیں کر رہے جس کی وجہ سے ہم پر بھی آئے روز مصائب و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں اور ہم مختلف عذابوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کے بندوں سے کون مراد ہیں؟ ۱: بنی اسرائیل۔

۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کیا تقاضا کیا؟ ۲: بنی اسرائیل کو میرے ساتھ جانے دو یعنی ان کو آزاد کر دو۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔

۳: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنا تعارف کیا کرایا؟ ۳: میں امانت دار رسول ہوں۔

عملی پہلو: امانت داری انبیاء و رسل علیہم السلام کی اعلیٰ صفات میں سے ایک صفت ہے۔ ہمیں بھی تمام معاملات میں اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے ایسا خطبہ شاید ہی دیا ہو گا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس آدمی میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں"۔ (مسند احمد)

آیت نمبر ۱۹: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کیا نصیحت کی؟ ۱: اللہ ﷻ کے خلاف سرکشی نہ کرو۔

۲: "سلطانٌ مبین" سے کیا مراد ہے؟ ۲: تورات یا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا دھمکی دی؟ ۱: رَجم (یعنی پتھر مار مار کر ہلاک) کرنے کی۔

۲: فرعون کی دھمکی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس کی پناہ لی؟ ۲: اللہ ﷻ کی۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ بہت اچھا کارساز اور بہت اچھا مددگار ہے جیسا کہ سورۃ الانفال ۸، آیت: ۴۰ میں بھی آیا ہے۔ اس لئے ہمیں اللہ ﷻ ہی کو حقیقتاً اور مستقلاً مددگار سمجھتے ہوئے مشکل وقت میں ہمیشہ اللہ ﷻ کی پناہ میں آنا چاہیئے۔ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے رب کی بارگاہ میں دعاؤں کا اہتمام بھی کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قومِ فرعون سے کیا فرمایا؟ ۱: اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ ﷻ سے کیا دعا مانگی؟ ۱: بے شک قومِ فرعون مجرم لوگ ہیں۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا حکم دیا؟ ۱: بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر بستی سے نکل جاؤ۔

۲: اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس بات سے آگاہ فرمایا؟ ۲: تمہارا پیچھا کیا جائے گا قوم فرعون کی طرف سے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا حکم فرمایا؟ ۱: سمندر کو ٹھہرا ہوا چھوڑ دینا۔ ۲: سمندر کے ٹھہرا ہوا چھوڑ دینے سے کیا مراد ہے؟

۲: عصا مارنے سے سمندر دو پہاڑوں کی مانند ہو جائے گا اور درمیان سے خشک راستہ نکل آئے گا جس سے آپ اپنی قوم کے ساتھ نکل کر سمندر کے پار چلے جائیں اور سمندر کو اسی حالت میں چھوڑ دیں تاکہ فرعون اور اس کی قوم بھی خشک راستہ میں آئے اور اللہ ﷻ کے حکم سے سمندر کو ملا دیا جائے اور فرعون اور اس کا لشکر سمندر میں غرق ہو ۳: اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا خوشخبری دی؟ ۳: فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گا۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: قومِ فرعون کو اللہ ﷻ نے کن چیزوں سے محروم کر دیا؟ ۱: باغات اور چشموں سے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: قومِ فرعون کو اللہ ﷻ نے کن چیزوں سے محروم کر دیا؟ ۱: کھیت اور عمدہ مقامات سے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: قومِ فرعون کو اللہ ﷻ نے کن چیزوں سے محروم کر دیا؟ ۱: دوسری نعمتوں سے جن میں وہ مزے کر رہے تھے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اللہ ﷻ نے قوم فرعون کے بعد کن کو ان نعمتوں کا وارث بنا دیا؟ ۱: بنی اسرائیل کو۔

علمی بات: اللہ ﷻ سب اختیار رکھتا ہے۔ قوموں کے عروج و زوال کا اختیار وہی رکھتا ہے۔ غالب کو مغلوب اور کمزور کو طاقت ور بنا دیتا ہے۔

۲: اللہ کا ایمان والوں سے کیا وعدہ ہے؟ ۲: جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ ﷻ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم فرمائے گا اور خوف کے بعد ان کو امن عطا فرمائے گا۔ (سورۃ النور ۲۴، آیت: ۵۵)

آیت نمبر ۲۹: ۱: آسمان اور زمین کے نہ رونے سے کیا مراد ہے؟ ۱: مراد یہ ہے کہ قوم فرعون نے نہ کوئی زمین پر نیک عمل کیا کہ زمین والے اُن کے غم میں روتے اور نہ آسمان تک اُن کا کوئی نیک عمل پہنچا کہ آسمان اُن کے لئے روتا۔

۲: قوم فرعون کو کس چیز کی مہلت نہ دی گئی؟ ۲: زمین پر مزید رہنے کی۔ بلکہ عذاب کے ذریعے سب کو غرق کر دیا گیا۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اللہ ﷻ نے کس کو ذلت والے عذاب سے بچا لیا؟ ۱: بنی اسرائیل کو۔ کیوں کہ فرعون کا وجود ایک مصیبت تھا۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کو کس سے نجات دی؟ ۱: فرعون کے عذاب سے۔ ۲: فرعون بنی اسرائیل کو کیا عذاب دیتا تھا؟

۲: بنی اسرئیل کے لڑکوں کو ذبح کر دیتا اور لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ ۳: فرعون میں کیا خرابیاں تھیں؟ ۳: سرکش تھا اور حد سے گزرنے والوں میں سے تھا۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: اللہ ﷻ نے ساری دنیا پر کن کو چُن لیا؟ ۱: بنی اسرائیل کو اس وقت کی اقوام میں چن لیا تھا۔

۲: اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کو کس لئے چُنا؟ ۲: انہیں لوگوں کی ہدایت کے لئے چُنا تا کہ انبیاء اور رسل کرام علیہم السلام کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں۔

۳: اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کو کس بنیاد پر چُنا؟ ۳: اپنے علم کی بنیاد پر۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنیٰ (صحابی رضی اللہ عنہ) پر"۔ (جامع ترمذی)

عملی پہلو: ہمیں دینی علم کے حصول کے لئے اپنی کوششیں صرف کرنی چاہئیں اور ایسا علم حاصل کرنا چاہیئے جو دوسروں کے لئے نافع ہو۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کو کیا نشانیاں عطا فرمائیں؟ ۱: فرعونیوں کو غرق کر کے نجات دینا، دریا کو پھاڑ کر خشک راستہ بنانا، بادلوں کا سایہ، من و سلوٰی کا نزول، ۱۲ چشموں کا پھوٹ نکلنا۔ ۲: ان نشانیوں میں بنی اسرائیل کے لئے کس طرح کی آزمائش تھی؟ ۲: آزمائش یہ تھی کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

علمی بات: "روز قیامت ہم سے دنیا کی ہر نعمت کے بارے میں سوال ہو گا"۔ (سورۃ التکاثر ۱۰۲، آیت: ۸)

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہیئے اور ان کو اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق استعمال کرنا چاہیئے اور خیال رہنا چاہیئے کہ شیطان کی پیروی کر کے ہم ان نعمتوں کا غلط استعمال تو نہیں کر رہے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: یہاں کون لوگ مراد ہیں؟ ۱: مشرکین مکہ۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: زندگی کے بارے میں مشرکین مکہ کا عقیدہ کیا تھا؟ ۱: مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔

۲: زندگی کے بارے میں صحیح عقیدہ کیا ہے؟ ۲: عالم دنیا میں موت کے بعد عالم برزخ میں تھوڑا عرصہ رہنا ہو گا پھر قیامت آنے پر عالم آخرت میں منتقل ہو جائیں گے جہاں لوگوں کے لئے ان کے اعمال کے حساب سے جنت و جہنم میں ہمیشہ کا ٹھکانہ ہو گا۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کو مشرکین مکہ کس طرح جھٹلاتے تھے؟ ۱: مشرکین مکہ کہتے تھے کہ موت کے بعد زندگی ہے تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے دکھاؤ۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: قوم تُبع سے کون مراد ہے؟ ۱: "تُبع" لقب تھا یمن کے بادشاہ کا جیسے مصر کے باشاہ فرعون اور روم کے بادشاہ قیصر کہلاتے تھے۔ "تُبع" بہت گزرے ہیں ان کی حکومت سبا اور حضر موت کے علاقوں پر تھی۔ ۲: قوم تُبع سے پہلے کون لوگ گزرے ہیں؟ ۲: عاد و ثمود

۳: اللہ ﷻ نے ان قوموں کو کیوں ہلاک کیا؟ ۳: کیوں کہ وہ مجرم لوگ تھے۔ ۴: یہاں ان قوموں کا ذکر کر کے کیا بات سمجھائی

COPYRIGHT © RESERVED WITH THE IMFOUNDATION SAFE COPY WOULD BE AVAILABLE ON INTERNET

جارہی ہے؟ ۴: کفار مکہ سے یہ پوچھا جارہا ہے کہ ان قوموں نے جب آخرت کا انکار کیا اور سرکشی کی راہ اختیار کی تو ان کو ہلاک کر دیا گیا تھا۔ حالانکہ وہ تم سے ہر لحاظ سے بہتر اور طاقت ور تھے جب وہ اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ نہیں سکے تو پھر تم کیسے بچ جانے کا دعویٰ کرتے ہو؟ اور کیا اللہ ﷻ تم کو ہلاک نہیں کر سکتا؟

عملی پہلو: جب کوئی قوم سرکش، نافرمان ہو جاتی ہے اور اللہ ﷻ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتی تو پھر وہ قوم صفحۂ ہستی سے مٹا دی جاتی ہے۔ ہمیں سابقہ قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمینوں کو کس مقصد سے بنایا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمینوں کو بے مقصد نہیں بنایا بلکہ بامقصد پیدا فرمایا تاکہ وہ انسانوں کے لئے اللہ ﷻ کی پہچان کا ذریعہ بنے۔ ۲: آسمان اور زمین کے درمیان کیا ہے؟ ۲: کائنات کی وسعتوں کے بیان کے لئے آسمان اور زمین کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ درمیان سے مراد کل کائنات ہے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اکثر لوگ آسمان اور زمین کی پیدائش کے حوالے سے کیا نہیں جانتے؟ ۱: اکثر لوگ نہیں جانتے کہ آسمان و زمین کو اللہ ﷻ نے بامقصد پیدا فرمایا۔ کائنات کی تخلیق کی طرح انسان کی تخلیق بھی بامقصد ہے۔

۲: حق کے ساتھ پیدا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۲: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کو ایک عظیم الشان مقصد کے لئے پیدا فرمایا ہے، پس اس کا لازمی تقاضا ہے کہ ایک ایسا یوم حساب قائم ہو جس میں اللہ ﷻ کے فرمانبردار اور نیکوکاروں کو انعام ملے، اور بدکاروں کو سزا سو وہی ہے قیامت کا دن۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: فیصلے کے دن سے کیا مراد ہے؟ ۱: قیامت کا دن۔ ۲: قیامت کے دن کے کیا حالات بیان کیے گئے ہیں؟ ۲: تمام لوگوں کی اللہ ﷻ سے ملاقات کا دن ہو گا۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: مولیٰ کا کیا مطلب ہے؟ ۱: اصل میں لفظ ''مولیٰ'' عربی زبان میں ایسے شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو کسی تعلق کی بنا پر دوسرے شخص کی حمایت کرے، قطع نظر اس سے کہ وہ رشتہ داری کا تعلق ہو یا دوستی کا یا کسی اور قسم کا۔ ۲: قیامت کے دن کے کیا حالات بیان کیئے گئے ہیں؟ ۲: جس دن محض کوئی دنیاوی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا اور نا ہی اللہ، رسول کے منکر مجرموں کو کوئی مدد پہنچے گی۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: قیامت کے دن کس کو اللہ ﷻ کی مدد حاصل ہو گی؟ ۱: جن پر اللہ ﷻ نے رحم فرمایا۔ ۲: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر کیا گیا؟ ۲: عزیز و رحیم۔ ۳: اللہ ﷻ کی صفت عزیز اور رحیم کی کیا حکمت ہے؟ ۳: عزیز یعنی اللہ ﷻ قیامت کے دن کسی کے حق میں جو فیصلہ کر دے گا وہ نافذ ہو کر رہے گا کیونکہ وہی سب پر غالب ہے۔ رحیم یعنی وہ فیصلہ کرتے وقت رحم تو فرمائے گا۔ مگر کسی پر ظلم اور زیادتی نہیں فرمائے گا کیونکہ اللہ ﷻ عادل بھی ہے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: کس درخت کا ذکر ہے؟ ۱: زقّوم کے درخت کا۔ ۲: زقّوم کے درخت سے کیا مراد ہے؟ ۲: زقوم کا درخت عرب میں اپنی تلخی کے لئے مشہور تھا اردو میں تھوہر کہتے ہیں۔ جو جہنم کی تہہ سے نکلے گا۔ ذائقہ میں نہایت زہریلا اور حلق میں پھنسنے والا ہو گا۔ جہنم کے بدترین عذابوں میں سے ایک عذاب ہو گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: ''اگر (جہنمی) زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں پڑ جائے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کی خوراکیں خراب ہو جائیں ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کے پاس اس کے سوا کوئی کھانا نہ ہو گا''۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

آیت نمبر ۴۴: ۱: زقوم کا پھل کیسے لوگوں کے لئے ہو گا؟ ۱: گناہگاروں کے لئے۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: زقوم کا پھل کھا کر لوگوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: پگھلے ہوئے تانبے کی طرح وہ پیٹوں میں کھولے گا۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: زقوم کا پھل پیٹوں میں کیسے کھولے گا؟ ۱: جیسا کھولتا ہوا پانی۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: کفر و شرک اور گمراہی کے گناہ میں مبتلا لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا؟ ۱: انہیں پکڑ کر گھسیٹ کر جہنم کے درمیان لے جایا جائے گا۔

آیت نمبر ۴۸: ۱۔ کفر و شرک اور گمراہی کے گناہ میں مبتلا لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا؟ ۱: ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

عملی پہلو: ہمیں جہنم سے بچنے کی دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ ''اے اللہ مجھے آگ سے بچا''۔ (ابو داؤد)

آیت نمبر ۴۹: ۱: گناہ گاروں کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا جائے گا؟ ۱: ان سے کہا جائے گا کہ لو اپنے گناہوں کا مزہ چکھو۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE INFO FOUNDATION SAFE OF THE QURAN ENGLISH AUDIO

۲:کافروں کے لئے یہ کیوں فرمایا گیا کہ تم تو معزز و مکرم ہو؟ ۲:بطور طنز اور ان کی ذلت میں اضافہ کے لئے۔

علمی بات: کفار و مشرکین دنیا میں بڑے معزز اور مکرم بن کر انتہائی غرور اور گھمنڈ کے ساتھ پھرا کرتے تھے۔ قیامت میں ذلت و رسوائی کا شکار ہوں گے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱:کفر و شرک اور گمراہی کے گناہ میں مبتلا لوگ کس بات میں شک کیا کرتے تھے؟ ۱:آخرت کے انجام اور اپنے گناہوں کی سزا کے بارے میں شک کیا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۵۱: ۱:پرہیز گار لوگوں کا کیا حسنِ انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۱:امن والی جگہ میں ہوں گے۔

۲:امن والی جگہ سے کیا مراد ہے؟ ۲:امن کی جگہ سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں کوئی پریشانی، کوئی خطرہ اور اندیشہ، کوئی مشقت اور تکلیف لاحق نہ ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ: " اہل جنت سے کہہ دیا جائے گا کہ یہاں تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے، ہمیشہ خوشحال رہو گے کبھی خستہ حال نہ ہو گے، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے" (مسند احمد)

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ سے جنت میں داخلے کا سوال کرتے رہنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۵۲: ۱:پرہیز گار لوگوں کے انجام کے حوالہ سے مزید کیا بیان کیا گیا ہے؟ ۱:باغات اور چشموں میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۵۳: ۱:پرہیز گار لوگوں کے لئے جنت کی کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱:ریشم کا لباس پہنے ہوں گے اور آمنے سامنے بیٹھے بے تکلف دوستوں کی طرح ہوں گے۔

آیت نمبر ۵۴: ۱:پرہیز گار لوگوں کے لئے جنت کی مزید کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱:پرہیز گاروں کو اللہ ﷻ حوریں عطا فرمائے گا۔

۲:حوروں سے کیا مراد ہے؟ ۲:حور سیاہ آنکھ والی سفید فام عورت کو کہتے ہیں۔ حور کا معنی رکی ہوئی بھی ہے یعنی ان کی آنکھیں اور خواہشات اپنے شوہروں پر رکی ہوں گی۔ جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہو گی کہ اللہ ﷻ پرہیز گاروں کو خوبصورت، خوب سیرت اور خوش مزاج ہم عمر جنتی بیویاں عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۵۵: ۱:جنت میں پرہیز گاروں کی کن مزید کیفیات کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱:بڑے اطمینان کے ساتھ ہر قسم کے میوے یعنی پھل وغیرہ اور دیگر میوہ جات منگوائیں گے۔ ۲:اطمینان سے میوے طلب کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۲:" اطمینان سے" طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز جتنی چاہیں گے بے فکری کے ساتھ جنت کے خادموں کو اس کے لانے کا حکم دیں گے اور وہ حاضر کر دی جائے گی۔ دنیا میں کوئی شخص ہوٹل تو درکنار، خود اپنے گھر میں اپنی چیز بھی اس اطمینان سے طلب نہیں کر سکتا جس طرح وہ جنت میں طلب کرے گا۔ جنت میں نعمتیں اللہ ﷻ کی ہونگی اور بندے کو ان کے استعمال کی کھلی اجازت ہو گی۔ کسی قسم کا اندیشہ نہ ہو گا، نہ میوے کے کم ہونے کا، نہ ختم ہو جانے کا، نہ بیماری یا نقصان پہنچنے کا۔

آیت نمبر ۵۶: ۱:پرہیز گاروں کے لئے جنت کی مزید کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱:موت کا مزہ جنت میں نہیں چکھیں گے۔

۲:پہلی موت سے کیا مراد ہے؟ ۲:دنیا میں آنے والی موت۔ یعنی دنیا میں انہیں جو موت آئی تھی، اس موت کے بعد انہیں موت کا مزہ نہیں چکھنا پڑے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: " موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لا کر دوزخ اور جنت کے درمیاں ذبح کر دیا جائے گا اور اعلان کر دیا جائے گا اے جنتیو! تمہارے لئے جنت کی زندگی دائمی ہے، اب تمہارے لئے موت نہیں اور اے جہنمیو! تمہارے لئے جہنم کا عذاب دائمی ہے موت نہیں"۔ (صحیح بخاری)

۳:اللہ ﷻ پرہیز گاروں پر کیا احسان فرمائے گا؟ ۳:دوزخ کی آگ کے عذاب سے بچائے گا۔

۴:جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد جہنم سے بچائے جانے کا ذکر الگ فرمانے میں کی حکمت ہے؟ ۴:جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد جہنم سے بچائے جانے کا ذکر خاص طور پر الگ فرمایا گیا ہے، حالانکہ کسی شخص کا جنت میں پہنچ جانا ہی اس بات کو لازم کرتا ہے کہ وہ جہنم میں جانے سے بچ گیا۔ لیکن الگ سے ذکر فرمانے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ فرماں برداری کے انعام کی قدر انسان کو پوری طرح اسی وقت محسوس ہو سکتی ہے جبکہ اس کے سامنے یہ بات بھی ہو کہ نافرمانی کرنے والے کہاں پہنچے ہیں، اور وہ کس بُرے انجام سے بچ گیا ہے۔

آیت نمبر ۵۷: ۱:جہنم سے بچ جانا کیسا ہے؟ ۱:یہ اللہ ﷻ کا بہت بڑا فضل ہے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE MUSLIM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED. ENTIRE CONTENTS ARE COPYRIGHTED.

فرمانِ نبوی ﷺ: "کوئی شخص بھی جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو سکے گا جب تک اللہ ﷻ کا فضل اور اس کی رحمت اسے ڈھانپ نہ لے"۔ (صحیح بخاری، مسند احمد)

عملی پہلو: اس لئے ہمیں اللہ ﷻ سے اس کے فضل کا سوال کرنا چاہیئے۔ ورنہ اللہ ﷻ باریک بینی کے ساتھ حساب لینے لگے تو کس کے لئے جنت میں داخلہ ممکن ہو گا؟

۲: شاندار کامیابی کیا ہے؟ ۲: آخرت کی کامیابی یعنی جنت اور اس کی نعمتوں کا مل جانا اور جہنم سے نجات پانا۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: اللہ ﷻ نے کس چیز کو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر آسان فرمایا؟ ۱: قرآنِ حکیم کو۔

۲: آپ ﷺ کی زبان مبارک پر آسان کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: جب آپ ﷺ قرآنِ حکیم کی تلاوت فرماتے تو اس کا سمجھنا آسان ہو جاتا۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک یعنی عربی زبان میں قرآنِ حکیم کو سمجھنا آسان ہے۔ اہل عرب کی زبان میں نازل ہونے کی وجہ سے اُن لوگوں کے لئے بھی سمجھنا آسان کر دیا گیا۔

عملی پہلو: امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ تمام انسانوں تک قرآن حکیم کا پیغام پہنچائے۔ اس کے لئے عربی زبان سیکھنا اہم ترین ہے۔ نیز ترجمہ اور تفسیرِ قرآن تمام زبانوں میں دستیاب ہے جس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ ان علوم کو سیکھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیئے۔

۳: اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم کو آسان کیوں کر دیا؟ ۳: تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ (سورۃ القمر: آیت: ۱۷)

آیت نمبر ۵۹: ۱: آپ ﷺ کو کس چیز کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی مدد اور کافروں پر اللہ ﷻ کے عذاب آنے کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۲: کافر کس بات کا انتظار کر رہے تھے؟ ۲: آپ ﷺ پر کسی مشکل کے آنے یا آپ ﷺ کے وصال کا انتظار کر رہے تھے۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) دُخَانٌ کے معنی ہیں:

(الف) بخارات ✓ (ب) دھواں (ج) پانی (د) بادل

(۲) بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝ بلکہ وہ شک میں پڑے:

(الف) غور کر رہے ہیں (ب) ہنس رہے ہیں ✓ (ج) کھیل رہے ہیں (د) رو رہے ہیں

(۳) يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ میں کلمہ الْبَطْشَةَ ہے:

(الف) معرفہ مذکر ✓ (ب) معرفہ مؤنث (ج) نکرہ مذکر (د) نکرہ مؤنث

(۴) اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ آیت کریمہ میں فرعون کا کردار بیان ہوا ہے:

(الف) ظلم کرنے والا ✓ (ب) حد سے گزرنے والا (ج) تکبر کرنے والا (د) قتل کرنے والا

(۵) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ بے شک امن والے مقام میں ہوں گے:

(الف) روزہ دار لوگ (ب) امانت دار لوگ ✓ (ج) پرہیز گار لوگ (د) سخی لوگ

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَي اللّٰهِ ۚ اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

آیات کریمہ کی رو سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے تین نکات بیان کریں۔

ج: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت یہ تھی کہ: ۱۔ اللہ ﷻ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو تاکہ وہ غلامی سے آزاد ہوں۔ ۲۔ میں تمہاری طرف اللہ ﷻ کا ایک امانت دار رسول بن کر آیا ہوں۔ ۳۔ اللہ ﷻ کے مقابلے میں سرکشی اور تکبر نہ کرو کیونکہ میں تمہارے پاس واضح دلیل کے طور پر (تورات اور دیگر معجزات) لے کر آیا

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION BOOK WORK SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED ENFORCEMENT

ہوں۔

۲۔ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۙ﴿۲۵﴾ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ﴿۲۶﴾ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿۲۷﴾

آیات کریمہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے آلِ فرعون کو کن چیزوں سے محروم کر دیا؟

ج: اللہ ﷻ نے آلِ فرعون کو ان کی سرکشی کی وجہ سے بے شمار نعمتوں سے محروم کر دیا جن میں جنّتی سرسبز باغات اور میٹھے پانی کے چشمے شامل تھے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے باغات، معزز مقامات اور اُس پُر آسائش زندگی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے جس میں وہ مگن تھے۔

۳۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۙ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۖ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ آیات کریمہ میں اہلِ جہنّم پر اللہ تعالیٰ کے کس عذاب کا ذکر ہے؟

ج: اہلِ جہنم کے لیے "زقّوم" کے درخت کا ذکر ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلے گا۔ ذائقہ میں نہایت زہریلا اور حلق میں پھنسنے والا ہو گا جو گناہگاروں کی خوراک ہو گا اور پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں کھولے گا۔

۴۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۙ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۚ﴿۵۲﴾ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۚ﴿۵۳﴾

آیات کریمہ میں اہل جنت پر اللہ تعالیٰ کی کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟

ج: اہلِ جنت کے لیے امن و سکون والے مقامات، گھنے باغات اور جاری چشموں کا ذکر ہے۔ ان کی ظاہری زیبائش کے لیے باریک اور دبیز ریشم کے لباس ہوں گے اور وہ (بے تکلف دوستوں کی طرح) ایک دوسرے کے سامنے (تختوں پر بیٹھے) ہوں گے۔

۵۔ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ آیت کریمہ کی رو سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا کہا؟

ج: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حق کی طرف بلاتے ہوئے واضح فرمایا کہ اگر تم مجھ پر ایمان لا کر میری بات تسلیم نہیں کرتے تو تم (کم از کم) مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

ا۔ (الف) اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ﴿۴﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ کریں۔

ترجمہ: بے شک ہم نے اس (کتاب) کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس (رات) میں ہر مستحکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

(ب) سُوْرَةُ الدُّخَانِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

ج: "دُخَانٌ" "دھویں" کو کہتے ہیں۔ اس سورت مبارکہ میں قیامت کے قریب ظاہر ہونے والے دھویں کا ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ الدُّخَانِ" ہے۔ یہ سورت مکّی دور میں نازل ہوئی اور اس کے مرکزی مضمون میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشرکینِ مکّہ کے شبہات کا رَدّ فرمایا گیا ہے۔

۲۔ (الف) وَ لَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۙ﴿۳۰﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو نجات عطا فرمائی ذلت والے عذاب سے۔ (یعنی) فرعون (کے ظلم) سے بے شک وہ بڑا سرکش حد سے گزرنے والوں میں سے تھا۔

(ب) سُوْرَةُ الدُّخَانِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

ج: ا۔ قرآنِ مجید کی عظمت کا بیان ہے یہ قرآنِ مجید عربی زبان میں برکت والی رات یعنی لَيْلَةُ الْقَدْرِ میں نازل ہوا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ ۳۔ اہل جہنّم پر مختلف عذابوں کا ذکر۔ ۴۔ اہل جنّت پر اللہ تعالیٰ کے مختلف انعامات کی خوش خبری۔

۳۔ (الف) فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: تو ہم نے آپ کی زبان میں اس (قرآن) کو آسان فرما دیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ تو آپ انتظار کیجیے

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION OF SAMA CIVIL ACADEMY

بے شک وہ لوگ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

(ب) سُوْرَۃُ الدُّخَانِ میں فعل امر کی کوئی دو مثالیں تلاش کریں اور کسی ایک فعل امر کی گردان لکھیں۔

ج: فعلِ امر کی دو مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

مثال:۱۔ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾ (پھر اس کے سر پر ڈالو کھولتے ہوئے پانی کا عذاب۔)

مثال:۲۔ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ (تو آپ انتظار کیجیے بے شک وہ لوگ بھی انتظار کرنے والے ہیں)

ان میں صُبُّوْا اور فَارْتَقِبْ فعل امر ہے۔

فعل امر کی گردان: "اِرْتَقَاب" (انتظار کرنا) مصدر سے

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	اِرْتَقِبْ	اِرْتَقِبَا	اِرْتَقِبُوا
مؤنث	اِرْتَقِبِیْ	اِرْتَقِبَا	اِرْتَقِبْنَ

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۷ سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃ آیات:۱تا۳۷

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ رزق سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ جھوٹ کے بارے میں کیا وعید بیان ہوئی ہے؟
۳۔ تکبر کرنے والے کا کردار کس طرح بیان کیا گیا ہے؟ ۴۔ ہم اللہ ﷻ کا شکر کن طریقوں سے ادا کر سکتے ہیں؟
۵۔ ایام اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۶۔ روزِ قیامت کن لوگوں کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا؟
۷۔ شریعت کیا ہے؟ ۸۔ شریعت کو جاننے کے دو بڑے ذرائع کون سے ہیں؟
۹۔ کیا بُرے اور نیک لوگوں کا انجام ایک جیسا ہو سکتا ہے؟ ۱۰۔ "انسانوں پر روزِ قیامت ظلم نہیں کیا جائے گا" اس سے کیا مراد ہے؟
۱۱۔ خواہش نفس کو معبود بنانے کا کیا مطلب ہے؟ ۱۲۔ منکرینِ آخرت کو کیا جواب دیا گیا ہے؟
۱۳۔ انسان کی زمین پر کیا حیثیت ہے؟ ۱۴۔ اصل کامیابی کیا ہے؟
۱۵۔ اللہ ﷻ کی آیات کا مذاق اڑانے سے کیا مراد ہے؟ ۱۶۔ قیامت کو بھلانے والوں کے ساتھ کیسا سلوک ہو گا؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الدخان" میں قیامت کے واقع ہونے سے قبل ظاہر ہونے والی ایک نشانی "دھویں" کا ذکر تھا۔ سورۃ الجاثیہ میں روز قیامت لوگوں پر طاری ہونے والے خوف اور بے بسی کا ذکر ہے۔ سورۃ الدخان میں فرعون اور اُن جیسے نا فرمانوں کی سرکشی اور تکبر کا ذکر تھا۔ سورۃ الجاثیہ میں ان نافرمانیوں کی وجہ یعنی اللہ ﷻ کے حکم کے بجائے خواہش نفس کی پیروی کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: یہ کیسے حروف ہیں؟ ۱: یہ حروف مقطعات ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔

آیت نمبر ۲: ۱: قرآنِ حکیم کس مہینے میں نازل ہوا؟ ۱: رمضان المبارک میں۔ ۲: اللہ ﷻ کی کن دو صفات کا ذکر ہے؟ ۲: عزیز یعنی غالب اور حکیم یعنی حکمت والا۔

عملی پہلو: عزیز اور حکیم کی صفت ایک ساتھ بیان کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ ﷻ اپنے فیصلوں کو نافذ کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس کی مشیت و رضا کے بغیر کوئی اس کے فیصلوں میں نہ دخل دے سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے۔ نیز وہ حکیم بھی ہے۔ انسان پورے اطمینان، رضا اور دلی رغبت کے ساتھ اس کی ہدایات اور اس کے احکام کی پیروی کرے، کیونکہ اس کے کسی حکم کے غلط یا نامناسب یا نقصان دہ ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اس کے تمام فیصلے اور احکام بنی نوع انسان کی اصلاح، فلاح اور حکمتوں پر مبنی ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۳: ۱: آسمانوں اور زمینوں کی نشانیوں سے استفادہ کون کرتے ہیں؟ ۱: اہل ایمان ۲: آیت کے معنی کیا ہیں؟ ۲: نشانی جس کو دیکھ کر اللہ ﷻ کی معرفت اور پہچان حاصل ہو۔ ۳: "یہ نشانیاں ایمان لانے والوں کے لئے ہیں" اس کا کیا مطلب ہے؟ ۳: ویسے تو یہ نشانیاں سارے ہی انسانوں کے لئے ہیں، لیکن انہیں دیکھ کر صحیح نتیجے پر وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جو ایمان لانے کے لئے تیار ہوں۔ ہدایت کے طالب ہوں اور اللہ ﷻ کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ لیکن اللہ ﷻ کی ہستی اور اس کی قدرت پر ایمان نہ لانے والے، غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کے لئے ان نشانیوں کا ہونا اور نہ ہونا یکساں ہے۔

آیت نمبر ۴: ۱: اس آیت میں کن نشانیوں کا ذکر ہے؟ ۱: انسان کی تخلیق اور زمین میں پھیلے ہوئے جانور۔ ۲: انسان کی تخلیق میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کیا نشانی ہے؟ ۲: انسان کی تخلیق توحید باری تعالیٰ کو بھی ظاہر کرتی ہے اور اس کی زبردست قدرت کو بھی۔ یعنی اگر انسان خود اپنے جسم کی اندرونی اور بیرونی ساخت پر غور کرے تو

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE IMAM FOUNDATION AND SAFEEUDDIN BOSAL EDUCATIONAL TRUST

اسے بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک ایک عضو کے عمل میں کئی کئی نشانیاں موجود ہیں۔

۳: جانوروں کی پیدائش کا ذکر کر کے کس بات کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے؟ ۳: انسانوں کی طرح جانور بھی زمین سے پیدا شدہ پیداوار سے اپنی غذا حاصل کرتے ہیں۔ یہ غذائیں بالکل بے جان ہوتی ہیں۔ انہیں غذاؤں سے جانداروں کی جسمانی ضروریات پوری ہوتی ہیں جسم بڑھتا ہے، خون بنتا ہے۔ اس طرح اللہ ﷻ ہر وقت مردہ اور بے جان غذاؤں کو کئی مراحل سے گزار کر جاندار چیزیں پیدا فرماتا اور انہیں زندہ رکھتا ہے۔ ۴: ان نشانیوں سے اللہ ﷻ کی معرفت کن کو حاصل ہوتی ہے؟ ۴: یقین رکھنے والوں کو۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنے سے بھی اللہ ﷻ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ مگر یہ معرفت صرف اسے حاصل ہوتی ہے جو اللہ ﷻ کی ذات اور اس کی قدرتوں پر یقین رکھتا ہو۔

آیت نمبر ۵: ۱: اس آیت میں کن نشانیوں کا ذکر ہے؟ ۱: رات اور دن کا آنا جانا، آسمان سے رزق، زمین کا زندہ کرنا اور ہواؤں کا پھیرنا۔ اللہ ﷻ نے یہ دن رات اور موسموں میں نظام بنایا ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کائنات کا پورا تصرف صرف ایک ہی ہستی کے اختیار میں ہے۔ ۲: اس آیت میں رزق سے کیا مراد ہے؟ ۲: یہاں رزق سے مراد بارش ہے جو تمام جاندار مخلوق کے رزق کا ذریعہ بنتی ہے۔ بارش کے برسنے اور اس کے پانی سے زمین کی پیداوار اگنے میں بہت سے عوامل کام کرتے ہیں۔ تب جا کر انسانوں اور جانداروں کو رزق حاصل ہوتا ہے۔ ۳: بارش کا نتیجہ کیا برآمد ہوتا ہے؟ ۳: وہ زمین جو بنجر تھی بارش کی وجہ سے اس میں ہریالی آجاتی ہے گویا وہ زندہ ہو جاتی ہے۔ ۴: ہواؤں کے بدلنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: اس فضا میں ہوائیں جس طرف اور جس طرح اللہ ﷻ کا حکم ہوتا ہے اسی انداز سے چلتی ہیں۔ یہی ہوائیں بارش سے بھرے ہوئے بادلوں کو اُٹھائے پھرتی ہیں۔ کچھ لوگوں پر رحمت کا پیغام لاتی ہیں اور کچھ لوگوں پر عذاب الٰہی بن کر چلتی ہیں۔ پھر یہ موسم میں تبدیلی لانے میں بھی مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ ۵: ان نشانیوں سے اللہ ﷻ کی معرفت کن کو حاصل ہوتی ہے؟ ۵: عقل رکھنے والوں کو۔

آیت نمبر ۶: ۱: یہ نشانیاں کس کی ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ کی قدرت کی۔ ۲: یہ نشانیاں کس سے ذکر کی جارہی ہیں؟ ۲: خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور آپ ﷺ کے ذریعہ پوری امت کو آگاہ کیا جارہا ہے۔ ۳: اس آیت میں ایمان لانے کے اعتبار سے کس کو جھنجوڑا جارہا ہے؟ ۳: کفار مکہ کو۔ ۴: کفار مکہ کو کیا بتایا جارہا ہے؟ ۴: یعنی اللہ ﷻ کا نازل کردہ قرآن، جس میں اس کی توحید اور قدرت کے دلائل ہیں اتنی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود اگر یہ اس پر ایمان نہیں لاتے تو اللہ ﷻ کی بات، اس کی نشانیوں کے بعد کون سی بات اور نشانیاں ہیں جن پر ایمان لائیں گے۔

آیت نمبر ۷: ۱: کن بُرائیوں کا ذکر ہے؟ ۱: کسی پر بہتان باندھنا اور کفر و شرک کی گمراہی اور سرکشی کے گناہ میں مبتلا ہونا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بولے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے"۔ (بخاری)

علمی بات: قرآن حکیم میں بھی اس گناہ پر سخت وعید آئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے "بے شک اللہ جھوٹے (اور) ناشکرے کو ہدایت نہیں دیتا"۔ (سورۃ الزمر ۳۹: آیت: ۳)

عملی پہلو: آج کا المیہ یہ ہے کہ جھوٹ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اور روزمرہ کی گفتگو اور معاملات میں جھوٹ بولا جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں ہم اس گناہ کبیرہ کے مرتکب تو نہیں ہو رہے اور اپنے ساتھیوں، بڑوں اور گھر والوں سے جھوٹ تو نہیں بولتے؟

۲: بہتان باندھنے والے جھوٹے اور کفر و شرک کے گناہ میں مبتلا شخص کی سزا کیا ہے؟ ۲: تباہی اور بربادی ہے۔

آیت نمبر ۸: ۱: بہتان باندھنے والے جھوٹے اور کفر و شرک کے گناہ میں مبتلا آدمی کی کن برائیوں کا ذکر ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی آیات کو سن کر تکبر کرتا ہے، کفر پر ایسے اڑا رہتا ہے جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ ۲: بہتان باندھنے والے جھوٹے اور کفر و شرک کے گناہ میں مبتلا آدمی کو عموماً کس بات کا تکبر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اللہ ﷻ کی آیات سے ہدایت حاصل نہیں کرتا؟ ۲: وہ اس گھمنڈ میں مبتلا ہوتا ہے کہ میں سب کچھ جانتا ہوں کوئی کیا سکھائے گا، اس لئے اللہ ﷻ کی جو آیات سے سنائی جاتی ہیں ان کو وہ سرے سے کسی غور و فکر کا مستحق ہی نہیں سمجھتا اور ان کے سننے کا حاصل بھی وہی کچھ ہوتا ہے جو نہ سننے کا تھا۔

عملی پہلو: ہمیں قرآنِ حکیم کی تلاوت ادب سے کرنی چاہیئے اور قرآن کو ہدایت کی طلب کے ساتھ سمجھ کر پڑھنا چاہیئے اور اللہ ﷻ سے عمل کی توفیق مانگتے رہنا چاہیئے۔

۳: بہتان باندھنے والے جھوٹے اور کفر و شرک کے گناہ میں مبتلا شخص کو کس چیز کی بشارت دی گئی ہے؟ ۳: دردناک عذاب کی۔ اس طرح کی آیات میں بشارت کا لفظ طنز کے انداز میں استعمال ہوتا ہے۔ جس سے نافرمانوں کی ذلت میں اضافہ ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: بہتان باندھنے والے جھوٹے اور کفر و شرک کے گناہ میں مبتلا شخص کی اللہ ﷻ کی آیات کے ساتھ کیا روش ہوتی ہے؟ ۱: ان کا مذاق بناتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی آیات کا مذاق بنانے والوں کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟ ۲: ذلت آمیز عذاب

آیت نمبر ۱۰: ۱: اللہ ﷻ کی آیات کا مذاق بنانے والوں کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟ ۱: جہنم کا عذاب ۲: اللہ ﷻ کے نافرمانوں کو کون سی چیزیں فائدہ نہ دیں گی؟ ۲: ان کی نافرمانیاں اور وہ مددگار جن کو اللہ ﷻ کو چھوڑ کر پوجتے ہیں۔ ۳: یہاں کون سے مددگار مراد ہیں اور ان کو پوجنے کا کیا مطلب ہے؟ ۳: یہ مددگار دو قسم کے ہیں ایک وہ دیویاں اور دیوتا اور افراد جن کے متعلق مشرکین نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ جس شخص کا ان سے تعلق ہے وہ خواہ دنیا میں کچھ ہی کرتا رہے، اللہ ﷻ کے ہاں اس کی پکڑ نہ ہوگی، کیونکہ ان کی مداخلت اسے اللہ ﷻ کے غضب سے بچالے گی۔ دوسرے وہ سردار، لیڈر اور اُمراء و حکام جن کی اللہ ﷻ کے احکام کے مقابلہ میں اس لئے اطاعت کی جاتی ہے کہ اطاعت کرنے والوں کے دنیوی مفادات ان سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی شخص وہاں کام نہ آئے گا۔ ۴: ایسے نافرمانوں کا کیا انجام ہوگا؟ ۴: بڑا عذاب ہوگا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: یہاں ہدایت سے کیا مراد ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم (جو بروقت تمہیں ڈرسنا رہا ہے کہ قیامت کے دن جھوٹے معبود کام نہ آئیں گے۔ نیز یہ قرآن زندگی گزارنے کا بھی وہ راستہ بتاتا ہے جس کی پیروی سے اُخروی عذاب سے نجات حاصل ہوگی)۔

۲: رب کی آیات کا انکار کرنے والوں کی کیا سزا ہے؟ ۲: سخت دردناک عذاب۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: سمندر کو مسخر کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۱: ہمارے فائدے کی چیزیں اس میں رکھ دیں اور ہمیں ان سے فائدہ اُٹھانے کی صلاحیت بھی عطا فرما دی۔ ۲: سمندر میں کشتیاں چلنے سے انسان کو کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ ۲: انسان سمندری جہازوں کے ذریعے تجارت کرتا ہے اور سمندر سے مچھلیاں اور دوسرے قیمتی جواہرات حاصل کرتا ہے۔ ۳: اللہ ﷻ ان نعمتوں کے عطا کرنے پر ہم سے کیا تقاضا کرتا ہے؟ ۳: شکر گزاری کا۔

۴: ہم اللہ ﷻ کا شکر کن اعضاء سے ادا کرسکتے ہیں؟ ۴: i۔ دل سے یعنی دل میں اللہ ﷻ کے انعامات کی قدر ہونی چاہیئے۔ ii۔ زبان سے یعنی زبان سے شکر کا آسان طریقہ نبی کریم ﷺ کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا ہے۔ iii۔ پورے وجود سے۔ یعنی اللہ ﷻ کی نعمتوں کو جائز طریقے سے حاصل کرکے جائز کاموں میں استعمال کریں۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: اللہ ﷻ نے انسان کے لئے کن چیزوں کو مسخر کیا؟ ۱: جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

۲: اہل ایمان کو کیا نصیحت کی گئی؟ ۲: غور و فکر کرنے کی۔ کائنات انسان کے لئے سجادی گئی ہے اور اس کی خدمت پر لگا دی گئی ہے۔ "اللہ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے"۔ (سورۃ الذاریات ۵۱، آیت: ۵۶)

آیت نمبر ۱۴: ۱: اہل ایمان کو کیا نصیحت کی گئی؟ ۱: اُن لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ ﷻ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے۔

۲: اس آیت میں ایام اللہ سے کیا مراد ہے؟ ۲: "ایام اللہ" کے لفظی اور لغوی معنی ہیں "اللہ کے دن"۔ اس سے وہ دن مراد لیئے جاتے ہیں جن میں اللہ ﷻ نے کسی قوم پر اپنی خاص نعمتیں فرمائی ہوں، اور اس نے اپنے بندوں پر انعام کیا ہو، یا کسی قوم پر اس کا عذاب نازل ہوا ہو۔ اس سے عموماً وہ دن مراد لیئے جاتے ہیں جن میں انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والے اہل ایمان پر اللہ ﷻ کے خاص فضل و کرم اور انعام کا ظہور ہوتا ہے جبکہ وہی دن منکرین کے لئے تباہی و بربادی کے دن ہوتے ہیں جن میں قوموں کو ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے تباہ کردیا گیا ہو مثلاً جس دن فرعون اور آلِ فرعون غرق ہوئے تو یہ دن ان کے لئے سب سے بُرا دن تھا لیکن وہی دن بنی اسرائیل کے لئے سب سے اچھا دن تھا کہ انہیں فرعون جیسے ظالم اور جابر حکمران سے نجات نصیب ہوئی۔ چونکہ شب معراج میں اللہ ﷻ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو اپنے بھرپور انعام و اکرام اور اپنے دیدار و ہم کلامی سے نوازا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لئے تو یہی

شب خصوصی اہمیت کی حامل ہے اور کفار کے لئے یہی شب حسرت کی شب تھی، کہ انہوں نے زمین پر راہ حق کو روکنے کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی تو اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اپنے قرب خاص سے نوازنے کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے اور اس میں امت محمدیہ کو نماز جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی۔ اس لئے یہ بھی ایام اللہ میں شامل ہے اور اسی طرح نبی کی پیدائش کا دن بھی سلامتی اور نعمت کا دن ہوتا ہے اس لئے یہ بھی ایام اللہ میں شامل ہے۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ جن قوموں پر اللہ ﷻ کا عذاب آیا تھا ان کی وجوہات تلاش کر کے واقعات سے عبرت اور سبق حاصل کریں۔

۳:اس آیت میں کن لوگوں کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ ان کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا؟ ۳: یہاں خطاب کفار اور مومنین دونوں میں سے ایک ہو سکتا ہے۔یعنی مومنین کافروں سے درگزر سے کام لیں۔اللہ ﷻ کفار سے نمٹ لے گا اور ان کے بُرے اعمال کی انہیں پوری پوری سزا دے گا۔

دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ اگر مومن صبر کریں اور کافروں سے درگزر کریں تو اللہ ﷻ انہیں اس صبر کا پورا پورا بدلہ عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: نیکی کا فائدہ کس کو ہوتا ہے؟ ۱:خود نیکی کرنے والوں کو۔اللہ ﷻ غنی ہے اسے بندوں کی نیکیوں کی ضرورت نہیں ہے۔

۲:بُرائی کا نقصان کس کو ہوتا ہے؟ ۲:خود بُرائی کرنے والوں کو۔ ۳: ہم سب کو کس کی طرف لوٹنا ہے؟ ۳:اللہ ﷻ کی طرف۔ہر شخص کو موت آنی ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے:"ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے"۔(سورۃ اٰلِ عمران ۳، آیت:۱۸۵)

عملی پہلو: چنانچہ ہمیں ہمیشہ موت کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور ہمیشہ نیکی کرنے اور بُرائی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱:بنی اسرائیل کون تھے؟ ۱: حضرت یعقوب علیہ السلام کے ۱۲ بیٹے تھے جن سے ۱۲ قبائل وجود میں آئے۔جو بنی اسرائیل کہلاتے ہیں۔آپ علیہ السلام کے بیٹوں میں سے حضرت یوسف علیہ السلام مشہور ہیں۔ ۲:اسرائیل کس کا لقب تھا؟ ۲:اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے جس کا معنی ہیں "اللہ کا بندہ"۔ ۳:بنی اسرائیل کو اللہ ﷻ نے کن چیزوں سے نوازا؟ ۳:کتاب، حکومت، نبوت، پاکیزہ چیزیں اور (اس وقت کے) تمام جہان والوں پر فضیلت۔

آیت نمبر ۱۷: ۱۔بنی اسرائیل کو اللہ ﷻ نے کن چیزوں سے نوازا؟ ۱۔دین کے واضح دلائل اور احکامات سے۔ ۲:بنی اسرائیل نے دین میں اختلاف کس وجہ سے کیا؟ ۲: آپس کی ضد کی وجہ سے۔تکبر اور دوسروں پر بڑا بننے کی ضد کی وجہ سے وہ حق کا انکار کرنے والے بن گئے۔ ۳:بنی اسرائیل نے دین میں اختلاف کب کیا؟ ۳۔علم یعنی قرآنِ حکیم آجانے کے بعد۔ ۴:لوگوں کے درمیان اختلاف کا فیصلہ کون کرے گا اور کہاں کرے گا؟ ۴:اللہ ﷻ قیامت کے دن فرمائے گا۔معلوم ہوا کہ تمام اختلافات کا خاتمہ اور تمام معاملات کا عملی فیصلہ درحقیقت آخرت میں ہو گا۔

آیت نمبر ۱۸: ۱۔اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کیا عطا فرمائی؟ ۱:شریعت۔

۲:شریعت سے کیا مراد ہے؟ ۲:شریعت کے معنی وہ راستہ جو منزل تک لے جاتا ہے۔مراد وہ احکام الٰہی جن کا انسان کو مکلف و پابند کیا گیا ہے جن کے کرنے پر اجر اور نہ کرنے پر گناہ ہے۔شریعت کی پابندی اللہ ﷻ کی رضا کی منزل تک بندہ کو لے جاتی ہے۔ ۳:شریعت کو جاننے کے دو بڑے ذرائع کون سے ہیں؟ ۳: قرآنِ حکیم و سنتِ رسول ﷺ ۴:اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کن امور کی طرف متوجہ فرمایا؟ ۴: آپ ﷺ شریعت کی اتباع کریں اور نادان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیں۔ ۵:نادان لوگوں کی کیا خواہشات تھیں؟ ۵:ان کی خواہش یہ تھی کہ آپ ﷺ ان کے طعنوں اور ظلم سے تنگ آکر دعوت و تبلیغ ترک کر دیں، یا مسلمانوں میں بھی ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کے احکامات کی پیروی میں کسی کی مخالفت کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔لوگوں کے بجائے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور اس کے احکام کو ترجیح دینی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱:کون لوگ اللہ ﷻ کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کے کام نہ آسکیں گے؟ ۱:حق کی مخالفت کرنے والے ظالم لوگ۔

۲:ظالموں کے کون دوست ہیں؟ ۲: ظالم لوگ ہی ظالموں کے دوست ہیں۔ ۳:اللہ ﷻ کس کا دوست ہے؟ ۳:متقین کا۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: قرآنِ حکیم کے کیا فضائل بیان ہوئے ہیں؟ ۱: i۔بصیرت افروز کتاب ii۔ہدایت کا ذریعہ iii۔رحمت الٰہی کے حصول کا ذریعہ

ہے۔ ۲: قرآنِ حکیم کے فضائل کن لوگوں کے لئے ہیں؟ ۲:یقین رکھنے والوں کے لئے۔

۳:یقین سے کیا مراد ہے؟ ۳:دل کا کسی شے پر ایسا اعتماد کہ جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو جو دلائل سے حاصل ہو۔

آیت نمبر ۲۱: ۱:بُرے کام کرنے والے کیا گمان کرتے ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ انہیں ایمان لانے اور نیک اعمال کرنے والوں کے برابر کر دے گا۔

۲: کیا بُرے اور نیک لوگوں کی زندگی اور موت برابر ہو گی؟ ۲:ہر گز نہیں۔ جیسا کہ ایک اور جگہ ارشاد ہے:"کیا ہم فرماں برداروں کو نافرمانوں کی طرح (نعمتوں سے محروم) کر دیں گے؟"(سورۃ القلم ۶۸، آیت:۳۵)

علمی بات: دنیا میں بھی ہم اچھائی کے اچھے بدلہ اور جرم کی سزا کی توقع رکھتے ہیں۔ ایک ملک کے فرماں بردار اور باغی شہری برابر نہیں مانے جاتے۔ اسی طرح اللہ ﷻ کے فرماں بردار اور باغی برابر نہ ہوں گے۔ بُرائی کرنے والوں کی موت عبرتناک ہوتی ہے جب کہ نیک لوگوں کی موت اللہ ﷻ کی رضا اور فضل کا پیغام بن جاتی ہے۔

۳:بُرے لوگوں کے اس گمان کا کہ "نیک وبد کی زندگی برابر ہے" اللہ ﷻ نے کیا جواب دیا؟ ۳:بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۲: ۱:اللہ ﷻ نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کا کیا مقصد بیان فرمایا؟ ۱: تاکہ ہر انسان کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے جو وہ دنیا میں کرتا ہے۔ زمین و آسمان کی تخلیق بھی آخرت کے واقع ہونے کی دلیل ہے۔ کائنات کا اتنا بڑا نظام بامقصد ہے۔ اسی طرح انسان کی تخلیق بھی بامقصد ہے۔ چنانچہ یہ ممکن نہیں کہ انسان سے کوئی مؤاخذہ نہ ہو اور آخرت میں کوئی بدلہ نہ ہو۔ ۲:انسان کے کون سے اعمال لکھے جا رہے ہیں؟ ۲:انسان کا ہر عمل لکھا جا رہا ہے جو قیامت کے دن انسان اپنی آنکھوں سے دیکھے گا۔ ۳:انسان کے تمام اعمال کون لکھ رہا ہے؟ ۳:اللہ ﷻ کے مقرر کردہ معزز فرشتے "کراماً کاتبین" (سورۃ الانفطار ۸۲، آیت:۱۱) ۴:انسانوں پر روزِ قیامت ظلم نہیں کیا جائے گا؟ اس سے کیا مراد ہے؟ ۴:انسان دنیا میں جو بھی عمل کرے گا اس کو اس کے مطابق بدلہ دیا جائے گا نیکی کرنے والے کی نیکی ضائع نہیں ہو گی اور بھرپور اجر عطا کیا جائے گا۔ جب کہ بُرائی کرنے والوں کو اس بُرائی کے برابر سزا دی جائے گی۔

آیت نمبر ۲۳: ۱:اس آیت میں اصل خطاب کس کو ہے؟ ۱: نبی کریم ﷺ سے۔ ۲:انسان اللہ ﷻ کو چھوڑ کر کس کو اپنا معبود بنا لیتا ہے؟

۲:اپنے خواہش نفس کو۔ ۳:خواہش نفس کو معبود بنانے سے کیا مراد ہے؟ ۳:خواہش نفس کو معبود بنا لینے سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی خواہش کا بندہ بن کر رہ جائے۔ جس کام کو اس کا دل چاہے اسے کر گزرے، خواہ اللہ ﷻ نے اس سے منع کیا ہو، اور جس کام کو اس کا دل نہ چاہے اسے نہ کرے، خواہ اللہ ﷻ نے اسے ضروری قرار دیا ہو۔ ۴: کیا گمراہ صرف وہی ہوتے ہیں جن کے پاس علم نہ ہو؟ ۴: نہیں۔ بلکہ وہ لوگ گمراہ ہوتے ہیں جو اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں اور علم کے باوجود ہدایت کی تڑپ نہیں رکھتے اور علم پر عمل نہیں کرتے۔ ۵: کیا اللہ ﷻ انسان کو زبردستی گمراہ کرتا ہے؟ ۵: نہیں۔ بلکہ جب انسان اللہ ﷻ کے احکامات سے جان بوجھ کر منہ موڑتا ہے اور کفر میں بڑھتا چلا جاتا ہے تو اللہ ﷻ اسے گمراہیوں میں بھٹکتا چھوڑ دیتا ہے۔ (سورۃ الصف ۶۱، آیت:۵) ۶:خواہشاتِ نفس کی پیروی کی دنیا میں کیا سزا ہے؟ ۶:سماعت اور دل پر مہر لگا دی جاتی ہے اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

۷:ہدایت کو پیدا کرنا اور لوگوں کو ہدایت دینا کس کا کام ہے؟ ۷: ہدایت کو پیدا کرنا اللہ ﷻ کے اختیار میں ہے کیونکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے ہی بھیجا جاتا ہے اور ہدایت کو قبول کرنا عام لوگوں کے ذمہ ہے۔ مختصر یہ کہ خلق ہدایت اللہ ﷻ کے اختیار میں ہے اور مخلوق کی ہدایت کے لئے رسولوں کو بھیجا جاتا ہے اور قبول ہدایت کا عام لوگوں کو حکم ہے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: آخرت کا انکار کرنے والوں کا کیا نظریہ ہے؟ ۱:اصل زندگی تو دنیا کی ہے۔ ہم خود ہی جیتے اور مرتے ہیں۔ ہمیں زمانہ ہلاک کرتا ہے۔

۲:اللہ ﷻ نے آخرت کے باطل نظریہ پر کیا جواب دیا؟ ۲:اُن کے پاس ان کے نظریہ کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ صرف گمان کر رہے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حدیثِ قدسی ہے اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے "ابن آدم مجھے دکھ پہنچاتا ہے جب وہ دہر (زمانہ) کو گالی دیتا ہے۔ حالانکہ دہر (زمانہ) میں خود ہوں۔ تمام معاملات اور اختیارات میرے ہی ہاتھ میں ہیں۔ میں ہی رات اور دن پھیر کر لاتا ہوں" (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۲۵: ۱:اللہ ﷻ کی آیات کو سننے پر کفار کی کیا دلیل ہوتی تھی؟ ۱:وہ کہتے کہ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

COPYRIGHTED MATERIAL
THE HOLY QUR'AN WITH
SAYYIDUNA MUHAMMAD
ETAALEEM

۲: باپ دادا کو زندہ کر کے لانے کی دلیل کا مطالبہ کس بات پر کیا گیا؟ ۲: جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کو آخرت کے برے انجام سے ڈرایا اور فرمایا کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جس میں تمام انسان زندہ کر کے اللہ ﷻ کے حضور حاضر کر دیئے جائیں گے تو وہ کہتے کہ لے آؤ ہمارے سامنے ہمارے اُن باپ دادا کو جو مر چکے ہیں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اللہ ﷻ نے کفار کے اس عقیدے پر کہ "ہم خود ہی جیتے ہیں اور خود ہی مرتے ہیں" کیا حقیقت بیان فرمائی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی زندگی دیتا ہے اور اللہ ﷻ ہی موت دیتا ہے پھر روزِ قیامت اللہ ﷻ انسانوں کو جمع کرے گا۔ یعنی جب انسان کچھ نہ تھا تو اللہ ﷻ ہی نے اسے پیدا فرمایا تھا۔ جو پہلی مرتبہ پیدا فرما سکتا ہے وہ ہی موت دے کر دوبارہ زندہ فرمانے پر بھی قادر ہے۔ ۲: انسانوں کی اکثریت کیا نہیں جانتی؟ ۲: قیامت کے قائم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: آسمانوں اور زمین کا اصل مالک کون ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ۲: انسان کی زمین پر کیا حیثیت ہے؟ ۲: انسان اللہ ﷻ کا خلیفہ یعنی نائب ہے۔ یعنی اللہ ﷻ کے احکامات کو عملی طور پر نافذ کرنے والا۔ ۳: قیامت کے دن کون نقصان اُٹھائیں گے؟ ۳: باطل کا ساتھ دینے والے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: روزِ قیامت ہر گروہ کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: گھٹنوں کے بل گرا ہو گا۔ قیامت کے مناظر کی دہشت اس قدر زیادہ ہو گی کہ مجرم کھڑے نہ رہ سکیں گے اور گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے اور سہمے ہوئے اس انتظار میں ہوں گے کہ ان کے حق میں کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے اس وقت تکبر کرنے والوں کی سب اکڑ ختم ہو جائے گی۔

۲: ہر گروہ کو کس طرف بلایا جائے گا؟ ۲: ان کے نامۂ اعمال کی طرف جو دنیا میں کیئے گئے اعمال پر مبنی ہو گا۔

۳: ہر انسان کو روزِ قیامت کس کا بدلہ دیا جائے گا؟ ۳: اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: انسان کے نامۂ اعمال کی کیا کیفیت بیان ہوئی؟ ۱: وہ انسان کے احوال سچ سچ بیان کرے گا۔

۲: انسان کے نامۂ اعمال کا اندراج کیسے اور کس کے حکم پر ہوتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے حکم سے دو فرشتے انسان کے تمام اچھے بُرے اعمال اور الفاظ کو لکھ لیتے ہیں۔

علمی بات: لکھنے اور لکھوانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کسی کاغذ پر قلم اور روشنائی کے ساتھ کچھ تحریر کیا جائے۔ انسان خود ایسی ایجادات کر چکا ہے جس سے کسی کے اعمال، حرکات و سکنات، گفتگو اور لب و لہجہ سب کچھ دوسروں کے سامنے آجاتا ہے اور دوسرے اسے دیکھ اور سن سکتے ہیں مثلاً موبائل فون، اور کیمرہ وغیرہ پر ہونے والی ریکارڈنگ اور سکیورٹی کیمرہ کے ذریعہ ریکارڈنگ کہ کون کس وقت کس انداز میں داخل ہوا وغیرہ۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اللہ ﷻ کن کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا؟ ۱: ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو۔ ایمان لانے کے ساتھ ساتھ نیک اعمال کی کوشش اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کو طلب کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

علمی بات: کوئی شخص صرف اپنے اعمال کی بنیاد پر جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جب تک کہ اللہ ﷻ کی رحمت شامل نہ ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل کر کے جہنم سے نجات نہیں دلا سکتا جب تک کہ اللہ ﷻ کا فضل و کرم نہ ہو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو بھی نہیں؟ فرمایا مجھے بھی نہیں سوائے اس کے کہ میرا رب مجھے اپنی مغفرت اور رحمت سے ڈھانپ لے"۔ (صحیح مسلم)

۲: اصل کامیابی کیا ہے؟ ۲: روزِ قیامت اللہ ﷻ انسان کو اپنی رحمت کے سائے میں لے کر اُسے جنت میں داخل کر دے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: کفار سے اللہ ﷻ روزِ قیامت کیا فرمائے گا؟ ۱: کیا دنیا میں میری آیات تمہیں سنائی نہ جاتی تھیں؟ ۲: کفار نے کیا جرم کیا؟ ۲: اللہ ﷻ کی آیات سے تکبر کیا یعنی جانتے بوجھتے غرور اور گھمنڈ کر کے حق کو جھٹلایا۔ ۳: اللہ ﷻ کی آیات سے تکبر کے کیا معنیٰ ہیں؟ ۳: اللہ ﷻ کی آیات کو مان کر اُن پر عمل نہ کرنا۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: کفار کو دنیا میں کیا سمجھایا جاتا تھا؟ ۱: بے شک اللہ ﷻ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت واقع ہو کر رہے گی۔ ۲: کفار کا دنیا میں حق کو سننے کے بعد کیا جواب ہوتا تھا؟ ۲: ہم نہیں جانتے قیامت کے بارے میں، بلکہ ہمیں قیامت سے متعلق گمان ہے کہ شاید ہو شاید نہ ہو اور ہم یقین کرنے والے نہیں۔

علمی بات: اہل ایمان قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۲: آیت: ۴)

۳: آخرت پر یقین کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ۳: انسان کا آخرت پر یقین جتنا بڑھے گا اتنا اس کا عمل درست ہوتا چلا جائے گا۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: روزِ قیامت بدکاروں پر کیا ظاہر کر دیا جائے گا؟ ۱: اُن کے بُرے اعمال۔ یعنی جب قیامت آئے گی تو ان کی تمام بدکاریاں اور ان کے

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION OF SAEED GHAMIDI

نتائج سامنے آجائیں گے اور عذاب کی دھمکیوں کا جو مذاق اڑایا کرتے تھے وہ سب ان پر ظاہر ہو جائے گا۔

۲: قیامت سے متعلق کفار کی کیا روش بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ قیامت کا مذاق اڑاتے تھے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں شیطان کے راستہ پر چل کر ہم وہ اعمال تو نہیں کر رہے جو کل قیامت میں ہمارے لئے عذاب کا باعث بن جائیں گے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: قیامت کے دن کفار کے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ انہیں بے سہارا چھوڑ دے گا۔ ii۔ جہنم میں ڈالا جائے گا۔ iii۔ کوئی مددگار نہ ہو گا۔

۲: کفار کو اللہ ﷻ روزِ قیامت کیوں بے سہارا چھوڑ دے گا؟ ۲: کیوں کہ انہوں نے قیامت کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: کفار کو اللہ ﷻ روزِ قیامت کیوں بھلا دے گا؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ کی آیات کو مذاق بنایا۔ ii۔ دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا۔

۲: اللہ ﷻ کی آیات کا مذاق اڑانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: i۔ اللہ ﷻ کی آیات کو نہ سننا۔ ii۔ اللہ ﷻ کی آیات کا جان بوجھ کر مفہوم بگاڑ دینا۔ iii۔ اللہ ﷻ کی آیات پر عمل نہ کرنا۔ ۳: دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ ۳: دھوکے کا سامان ہے اور امتحان کی جگہ ہے۔ اللہ ﷻ نے دنیا میں کشش رکھی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ کشش انسان کی آزمائش کے لئے ہے کہ وہ اس سے متاثر ہو کر اسی کو سب کچھ سمجھتا ہے یا اِس کی حقیقت کو جان کر اصل زندگی آخرت کی تیاری کرتا ہے۔ ۴: روزِ قیامت کفار کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ ۴: i۔ آگ سے نہ نکالے جائیں گے۔ ii۔ نہ توبہ کرنے کا موقع دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: تمام تعریف اور شکر کس کے لئے ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے لئے۔ ۲: حمد کا معنی و مفہوم کیا ہے؟ ۲: کسی کی خوبیوں پر تعریف و ثناء کرنا، چاہے اس نے تعریف کرنے والے پر اپنی نعمتوں کا کوئی احسان کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی نعمتوں اور احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا۔ ۳: اللہ ﷻ کس کا رب ہے؟ ۳: آسمانوں، زمینوں، تمام جہانوں اور جہان والوں کا۔ ۴: رب کے کیا معنی ہیں؟ ۴: رب وہ ہے جو کسی شے کو آہستہ آہستہ منصب کمال تک پہنچائے یعنی اللہ ﷻ حقیقی رب ہے جو کل مخلوقات کو آہستہ آہستہ منصب کمال تک پہنچاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: اصل بڑائی (کبریائی) کس کے لئے ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے لئے۔ گویا کبریائی اور تکبر ایسی صفت ہے جو صرف اللہ ﷻ ہی کے لئے جائز اور روا ہے۔ ایک مومن کبھی متکبر نہیں ہو سکتا۔ تکبر اور ایمان ایک دوسرے کی ضد ہیں جو کسی ایک انسان میں جمع نہیں ہو سکتے۔

۲: اللہ ﷻ کی کن دو صفات کا ذکر ہے؟ ۲: عزیز اور حکیم۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اَلْجَاثِيَةُ کے معنی ہیں:

(الف) ہاتھ جوڑنے والی (ب) ماتھا ٹیکنے والی ✓(ج) گھٹنے ٹیکنے والی (د) ایڑیاں رگڑنے والی

(۲) وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ آیت کریمہ کی رو سے تباہی ہے ہر جھوٹے:

(الف) متکبر کے لیے (ب) سرکش کے لیے ✓(ج) گناہ گار کے لیے (د) ظالم کے لیے

(۳) اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ ظالم لوگ ایک دوسرے کے ہیں:

(الف) پڑوسی ✓(ب) دوست (ج) دشمن (د) رشتہ دار

(۴) وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ آیت کی رو سے پردے کا ذکر ہے:

(الف) کان پر ✓(ب) آنکھ پر (ج) دل پر (د) دماغ پر

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION WORLDWIDE. SALE OF THIS BOOK WITHOUT PERMISSION IS ENTAILED WITH CIVIL AND CRIMINAL ACTION

(۵) اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۹ آیت کریمہ میں کلمہ تَعْمَلُوْنَ ہے:

(الف) فعل ماضی ✓ (ب) فعل مضارع (ج) فعل امر (د) فعل نہی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

آیت کریمہ میں عقل والوں کے لیے کون سی نشانیاں بیان ہوئی ہیں؟

ج: اللہ ﷻ نے عقل رکھنے والوں کے لیے کائنات کے نظام میں اپنی معرفت کی کئی نشانیاں رکھی ہیں۔ ان میں رات اور دن کا باقاعدگی سے آنا جانا، آسمان سے رزق (بارش جو تمام جاندار مخلوق کے رزق کا بنیادی ذریعہ ہے) نازل ہونا، اسی طرح ہواؤں کا رخ بدلنا بھی شامل ہے۔

۲۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

آیت کریمہ میں سمندر کے کیا فوائد بیان کیے گئے ہیں؟

ج: اللہ ﷻ نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں اور جہاز بآسانی چل سکیں۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ تم سمندر کے ذریعے اللہ ﷻ کا فضل (تجارت، رزق اور ذریعہ معاش) تلاش کرو اور پھر ان نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرو۔

۳۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ آیت کریمہ میں نیکی اور برائی کے حوالہ سے کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟

ج: آیت کی رو سے ہر انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے اور جو کوئی برائی کرتا ہے اس کا وبال بھی اسی کی ذات پر ہو گا۔ آخر کار تم سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۴۔ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ آیت کریمہ میں خواہشِ نفس کی پیروی کرنے والوں کا کیا انجام بیان ہوا ہے؟

ج: خواہشاتِ نفس کی پیروی کی سزا یہ دی جاتی ہے کہ ان کے کانوں اور دلوں پر اللہ ﷻ مہر لگا دیتا ہے۔ ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

۵۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی کن صفات کا ذکر ہے؟

ج: ۱۔ "کبریاء" یعنی تمام عظمت اور اصل بڑائی آسمانوں اور زمین میں صرف اللہ ﷻ ہی کے لئے جائز اور روا ہے۔ ۲ "العزیز" یعنی وہ بہت غالب اور زبردست قوت والا ہے۔ ۳ "الحکیم" یعنی وہ کمال حکمت والا ہے جس کا ہر فیصلہ حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: کیا جنھوں نے بُرے کام کیے وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اِن کو اُن لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کیے ان سب کی زندگی اور موت برابر ہو جائے بُرا ہے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں۔

(ب) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

ج: جَاثِيَةٌ "عربی میں "گھٹنے ٹیکنے اور گھٹنوں کے بل بیٹھنے" کو کہتے ہیں۔ قیامت کے دن لوگ خوف اور بے بسی سے گھٹنوں کے بل بیٹھے اس بات کے منتظر ہوں گے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ اس سورۃ مبارکہ میں لفظ "جَاثِيَةٌ" ذکر ہوا ہے اس مناسبت سے اس کا نام "جَاثِيَةٌ" رکھا گیا۔ یہ سورت مکّی ہے۔ اس سورت میں مرکزی مضمون کے طور پر عقائد ثلاثہ کا بیان اور کافروں پر اتمام حُجّت کا ذکر کیا گیا ہے

۲۔ (الف) وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FILM FOUNDATION SHEET OF THIS PAGE IS PROTECTED BY COPYRIGHT LAW

ترجمہ: اور آپ دیکھیں گے کہ ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوگا ہر گروہ کو اس کی کتاب (نامۂ اعمال) کی طرف بلایا جائے گا آج تمھیں اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

(ب)۔ سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

ج:۱۔ قرآنِ مجید کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کو نظر انداز کرنے والوں کو شدید عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ ۳۔ نیک اور برے لوگوں کی نہ زندگی برابر ہے اور نہ موت۔ ۴۔ قیامت کے حالات کا بیان اور نافرمان قوموں پر عذاب کے اسباب کا بیان۔

۳۔(الف) فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ﴿۳۰﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: تو جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے تو اُن کا ربّ انھیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا یہی واضح کامیابی ہے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ میں فعل نہی کی ایک مثال تلاش کر کے اس کی گردان کریں۔

ج: مثال ۱: وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ (اور جو (حقیقت کا) علم نہیں رکھتے ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلیے)

فعل نہی حاضر کی گردان: "اِتِّبَاع" (پیروی کرنا) مصدر سے

جنس	واحد	تثنیہ	جمع
مذکر	لَاتَتَّبِعْ	لَاتَتَّبِعَا	لَاتَتَّبِعُوْا
مؤنث	لَاتَتَّبِعِیْ	لَاتَتَّبِعَا	لَاتَتَّبِعْنَ

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION.

سبق:۸ سُوْرَۃُ قٓ آیات:۱تا۴۵

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ کفار کو تعجب کس بات پر تھا؟ ۲۔ آسمان میں اللہ ﷻ کی کیا نشانیاں ہیں؟

۳۔ اللہ ﷻ نے زمین پر پہاڑ کیوں نصب کیئے؟ ۴۔ زمین میں اللہ ﷻ کی قدرت کی اور کیا کیا نشانیاں ہیں؟

۵۔ رجوع کرنے والے سے کیا مراد ہے؟ ۶۔ برکت والے پانی کا کیا مطلب ہے؟

۷۔ اللہ ﷻ نے بذریعہ بارش زمین کو زندہ کرنے کی مثال کیوں دی؟ ۸۔ اصحابُ الرَّس کون تھے؟

۹۔ شہ رگ سے کیا مراد ہے؟ ۱۰۔ موت سے متعلق انسان کے کس عمومی طرزِ عمل کا ذکر کیا گیا ہے؟

۱۱۔ صور کیا ہے اس کی کتنی اقسام ہیں؟ ۱۲۔ نامۂ اعمال سے کیا مراد ہے؟

۱۳۔ نامۂ اعمال کیوں لکھا جاتا ہے؟ ۱۴۔ روزِ قیامت انسان اور شیطان کا کیا جھگڑا ہو گا؟

۱۵۔ جہنم کی ہولناکیوں کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟ ۱۶۔ لفظ اَوّاب کا مفہوم کیا ہے؟

۱۷۔ جنت کی نعمتوں کا ذکر کیسے کیا گیا ہے؟ ۱۸۔ سابقہ قوموں کا شہروں میں پھرنے سے کیا مراد ہے؟

۱۹۔ نصیحت حاصل کرنے کے لئے کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟ ۲۰۔ تخلیق کائنات کے بارے میں اللہ ﷻ کی قدرت کا ذکر کیسے کیا گیا ہے؟

۲۱۔ سجدوں کے بعد تسبیح و حمد سے کیا مراد ہے؟ ۲۲۔ کفار کی بدکلامی پر نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی گئی؟

۲۳۔ قرآنِ حکیم کے حوالہ سے اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا نصیحت فرمائی؟

ربطِ سورت: سورۃ ق سے پہلے "سورۃ الحجرات" ہے جس میں بارگاہ رسالت ﷺ کے آداب واحترام کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی وہ عظیم بارگاہ ہے جہاں محض آواز بلند کرنے پر عمر بھر کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں لہذا آپ ﷺ کا مکمل طور پر ادب واحترام ضروری ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت اور اہل ایمان کے باہمی تعلقات کی درستگی اور ہر قسم کی دل آزاری سے بچنے کا حکم ہے۔ سورۃ ق میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی تکذیب وتوہین کرنے والوں کے عبرت ناک انجام کو بیان کر کے فکر آخرت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ذکر ہے کہ اللہ ﷻ لوگوں کے تمام اعمال سے واقف ہے۔ سورۃ ق میں ہے کہ انسان کا ہر قول وفعل بھی محفوظ ہے اور اللہ ﷻ دلوں میں آنے والے خیالات کو بھی خوب جانتا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ہے کہ سچے اہل ایمان اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد پھر کسی شک میں مبتلا نہیں ہوتے اور سورۃ ق میں کفار کی دل آزار باتوں پر صبر کرنے کے ساتھ اللہ ﷻ کی حمد وثنا بیان کرنے کی تلقین ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: حروف مقطعات قرآن حکیم میں کون کون سے استعمال ہوئے ہیں؟ ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ھ، ی۔ ۲: کسی ایک آیت میں استعمال ہونے والے حروف مقطعات کی زیادہ سے زیادہ تعداد کتنی ہے؟ ۲: پانچ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ ۳: اللہ ﷻ نے کس چیز کی قسم فرمائی ہے؟ ۳: قرآنِ مجید کی۔ ۴: مجید کا کیا معنی ہے؟ ۴: "مجید" کا لفظ عربی زبان میں دو معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ i۔ بلند مرتبہ اور باعظمت۔ ii۔ کریم اور بہت نفع پہنچانے والا۔ قرآن حکیم کے لئے یہ لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے۔ قرآن اس لحاظ سے عظیم ہے کہ دنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابلے میں نہیں لائی جا سکتی۔ اور اس لحاظ سے وہ کریم ہے کہ انسان جس قدر زیادہ اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کرے اسی قدر زیادہ وہ اس کو رہنمائی دیتا ہے اور قرآن حکیم کے فوائد ومنافع کی کوئی حد نہیں ہے۔ ۵: اس آیت میں قسم کس بات پر فرمائی جا رہی ہے؟ ۵: مشرکین نبی کریم ﷺ کو اللہ ﷻ کا رسول ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے

برحق رسول ہونے پر اللہ ﷻ کی طرف سے قسم فرمائی جارہی ہے۔

آیت نمبر ۲: ۱: کفار کو تعجب کس بات پر تھا؟ ۱: کہ اللہ ﷻ نے انسانوں میں سے رسول بنا کر بھیجا۔ کفار کا اعتراض یہ تھا کہ رسول انہی میں سے کیوں ہے؟ ان کا اعتراض یہ بھی تھا کہ ڈرانے کے لئے کوئی رسول کیوں بھیج دیا گیا پھر انہیں اس بات پر بھی تعجب تھا کہ ڈرانے والا اگر آیا ہے تو کوئی غیر انسان یا فرشتہ کیوں نہیں آیا؟

آیت نمبر ۳: ۱: کفار نے قیامت کو کس بنیاد پر جھٹلایا؟ ۱: کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم مر جائیں اور مٹی مٹی ہو جائیں اور دوبارہ ہمیں زندہ کر دیا جائے۔ یہ تو نہ سمجھ آنے والی بات ہے۔

عملی پہلو: آخرت کا انکار یا آخرت سے غفلت انسان کو سرکشی پر آمادہ کرتی ہے اور آخرت کی فکر اور جواب دہی کا تصور انسان کو نیکیوں پر آمادہ کرتا ہے۔

آیت نمبر ۴: ۱: کفار کے قیامت کے دن کو جھٹلانے پر اللہ ﷻ نے کیا جواب دیا؟ ۱: i۔ ہم جانتے ہیں کہ زمین ان کے جسموں کو کتنا کم کرتی جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ﷻ کا علم کتنا وسیع ہے اور وہ کتنی باریکی سے ہر شے کو جانتا ہے۔ ii۔ ہمارے پاس ہر چیز ایک کتاب میں لکھی ہوئی محفوظ ہے۔

آیت نمبر ۵: ۱: کفار نے کس کو جھٹلایا؟ ۱: حق کو یعنی اللہ ﷻ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کو۔ ۲: کفار کس معاملے میں الجھے ہوئے تھے؟ ۲: نبی کریم ﷺ کی رسالت اور قرآن حکیم کے حق ہونے میں۔ کبھی کہتے کہ یہ قرآن اللہ ﷻ کی کتاب نہیں کبھی کہتے کہ یہ محمد (ﷺ) کسی سے لکھوا کر لے آتے ہیں، کبھی آپ ﷺ کو ساحر (جادوگر) کہتے، کبھی مجنون کہتے اور کبھی شاعر کہتے۔ (معاذ اللہ)

علمی بات: معاذ اللہ کا مطلب ہے اللہ ﷻ کی پناہ۔

آیت نمبر ۶: ۱: اللہ ﷻ نے کن نشانیوں سے کفار کو توحید کی دعوت دی؟ ۱: آسمان، اس کی سجاوٹ اور اس کا بے عیب ہونا۔

۲: آسمان میں اللہ ﷻ کی کیا نشانیاں ہیں؟ i۲۔ اتنی بڑی چھت بغیر ستونوں کے۔ ii۔ آسمان میں کوئی شگاف نہیں۔ iii۔ آسمان کو ستاروں سے اللہ ﷻ نے مزین کیا۔

علمی بات: اسی بات کو سورۃ الملک ۶۷، آیات: ۳، ۴ میں بیان کیا گیا۔ "اللہ ﷻ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیئے تم اللہ ﷻ کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھو گے تو نگاہ ڈال کر دیکھ لو کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار غور کرو اور دیکھو تمہاری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تمہاری طرف لوٹ آئے گی"۔

آیت نمبر ۷: ۱: اس آیت میں کن نشانیوں کا ذکر ہے۔ ۱: زمین، پہاڑ اور خوش نما پودے۔

۲: زمین کی کس خاصیت کا ذکر ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے زمین کو پھیلایا اور اس میں خوش نما پودے اُگائے۔

۳: اللہ ﷻ نے زمین کو کیوں پھیلایا؟ ۳: تاکہ انسان اس میں آرام سے چل پھر کر اپنی ضروریاتِ زندگی کو پورا کر سکے اور اس کی زندگی برقرار رہ سکے۔

۴: اللہ ﷻ نے زمین پر پہاڑ کیوں نصب کیئے؟ ۴: پہاڑوں کے ذریعہ اللہ ﷻ نے زمین کو توازن دیا کہ کہیں وہ اِدھر اُدھر جھک نہ جائے تاکہ زمین انسانوں اور دیگر مخلوقات کی رہائش کے قابل ہو سکے۔ ۵: زمین میں اللہ ﷻ کی قدرت کی اور کیا کیا نشانیاں ہیں؟ ۵: زمین کا ٹکڑا ایک ہی ہوتا ہے۔ پانی بھی ایک جیسا، آب و ہوا اور موسم بھی ایک ہی لیکن کہیں پودے اگ رہے ہیں جن میں سے کسی کا پھل میٹھا، کسی کا کڑوا ہوتا ہے۔ طرح طرح کی فصلیں اور مختلف رنگوں اور اقسام کے درخت اُگ رہے ہیں۔ جن میں بعض پھل دار ہیں اور بعض خار دار۔ اور کہیں رنگ برنگ کے خوشنما اور خوشبودار پھول اُگ رہے ہیں۔

آیت نمبر ۸: ۱: اللہ ﷻ کی ان نشانیوں میں کیا فائدے ہیں؟ ۱: نصیحت اور بصیرت۔ یعنی اللہ ﷻ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی اس حکمتوں بھری کائنات کو طرح طرح کے ایسے عجائب اور کرشموں سے بھر دیا ہے، جو آنکھوں کو نور بصیرت سے نوازنے اور دلوں کو غفلت و لاپرواہی کے پردوں سے نکال کر ان میں تذکیر و یاد دہانی پیدا کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ ۲: بصیرت اور نصیحت کن کے لئے ہے؟ ۲: جو بندے اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

۳: رجوع کرنے والے سے کیا مراد ہے؟ ۳: "جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو (حقیقتاً) اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے"۔ (سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۷۱)

علمی بات: نبی اکرم ﷺ خطا سے معصوم ہونے کے باوجود کمال عاجزی کے اظہار اور تعلیم امت کے لئے اللہ ﷻ سے بے شمار دعائیں مانگا کرتے تھے جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ جو ہمیں بھی پڑھنی چاہیئے۔ "اے میرے پروردگار! مجھے اپنا فرمابردار بنا اور اپنے لئے رونے و گڑگڑانے والا بنا اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا۔ اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو دے اور میرے دل کو راہ راست پر رکھنا۔" (ابن ماجہ)

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ سے توبہ و استغفار کرتے ہوئے ہر وقت یہ دعا مانگتے رہنا چاہیئے تاکہ وہ ہمیں اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا دے۔

COPYRIGHT © RESERVED WITH STEM FOUNDATION AND SCHOOL OF THOUGHT

۴:ان نشانیوں میں نصیحت کا کیا سامان ہے؟ ۴:ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ ﷻ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱:اس آیت میں کن نشانیوں کا ذکر ہے؟ ۱:بارش کا برسنا، باغات، اناج۔ ۲:برکت والے پانی سے کیا مراد ہے؟ ۲:جس زمین پر بارش ہوتی ہے وہ بذات خود مٹی اور مردہ ہوتی ہے اور جو پانی برستا ہے وہ بھی بے جان ہوتا ہے۔ تاہم برکت والا اس لحاظ سے ہوتا ہے کہ ایسا پاک پانی ہوتا ہے جس سے زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات فائدہ اُٹھاتی ہیں۔ جس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں زندگی آجاتی ہے اور زمین سے مخلوق کے فائدے کے لئے کھیتیاں اور پھل وغیرہ اُگتے ہیں۔ اس پانی کو انسان، جانور پینے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں اور کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۰: ۱:اس آیت میں کس نشانی کا ذکر ہے؟ ۱: کھجوروں کا جو لمبی لمبی بھی ہوتی ہیں اور جن کے خوشے تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔

علمی بات: باغات میں کھجور کا پھل بھی آجاتا ہے۔ لیکن اسے الگ سے بطور خاص ذکر کیا، جس سے کھجور کی وہ اہمیت واضح ہے جو اسے عرب میں حاصل ہے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱:اللہ ﷻ کا رزق کس کے لئے ہے؟ ۱:اللہ ﷻ کے بندوں کے لئے۔ اللہ ﷻ چاہتا ہے کہ بندے اس کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھائیں اور پھر اس کا شکر بھی ادا کریں۔ ۲:رزق کے اصل معنی کیا ہیں؟ ۲:ہر وہ نعمت جو اللہ ﷻ اپنے بندے کو دے رزق ہے۔ مثلاً مال، جان، بولنے کی صلاحیت، لکھنے کی صلاحیت وغیرہ۔ ۳:بارش کے ذریعہ اللہ ﷻ کیا کرتا ہے؟ ۳:بنجر زمین کو زندہ کرتا ہے۔

۴:اللہ ﷻ نے بارش کے ذریعہ زمین کو زندہ کرنے کی مثال کیوں دی؟ ۴:انسان کو یہ سمجھانے کے لئے کہ جس طرح بارش سے مردہ زمین زندہ ہوگئی اس طرح اللہ ﷻ تمہیں موت دے گا تم زمین میں مٹی مٹی ہو جاؤ گے اور پھر روزِ قیامت اللہ ﷻ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

آیت نمبر ۱۲: ۱:کن قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے؟ ۱:حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، اصحاب الرس اور قوم ثمود۔ ۲:ان قوموں کا جُرم کیا تھا؟ ۲:اللہ ﷻ کے احکامات اور اس کے رسولوں کو جھٹلانا۔ ۳:اصحابُ الرس کون تھے؟ ۳: الرس کنویں کا نام ہے یعنی کنویں والے۔ یہ قوم ثمود کا کوئی قبیلہ تھا جنہوں نے اپنے نبی علیہ السلام کو جھٹلایا اور کنویں میں پھینک کر شہید کر دیا۔ پھر اللہ ﷻ کا ان لوگوں پر بھی عذاب نازل ہوا اور اللہ ﷻ نے اس کنوئیں سمیت اس بستی کو زمین میں دھنسا دیا۔ ۴:قوم ثمود کی طرف اللہ ﷻ نے کس رسول کو بھیجا؟ ۴:حضرت صالح علیہ السلام۔

آیت نمبر ۱۳: ۱:اس آیت میں کن قوموں کا تذکرہ کیا گیا ہے؟ ۱: قوم عاد، آلِ فرعون، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم۔

۲: قوم عاد کی طرف کس رسول کو بھیجا گیا؟ ۲:حضرت ھود علیہ السلام۔ ۳: آلِ فرعون کی طرف کس رسول کو بھیجا گیا؟ ۳:حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

آیت نمبر ۱۴: ۱:اس آیت میں کن قوموں کا تذکرہ ہے؟ ۱:اصحابُ الاَیکہ اور قومِ تبع۔ ۲:اصحابُ الاَیکہ سے کون سی قوم مراد ہے؟ ۲: قوم شعیب علیہ السلام۔

۳: قوم تبع کون تھے؟ ۳:"تُبع" لقب تھا یمن کے بادشاہ کا جیسے مصر کے باشاہ فرعون اور روم کے بادشاہ قیصر کہلاتے تھے۔ "تُبع" بہت گزرے ہیں ان کی حکومت سبا اور حضرموت کے علاقوں پر تھی۔ ۴:تمام قوموں کا جرم کیا تھا؟ ۴:اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ ۵:ان قوموں کے جرم کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۵:اللہ ﷻ کا عذاب آیا۔

آیت نمبر ۱۵: ۱:اس آیت میں مشرکین کی کس جہالت اور گمراہی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱:وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح ہم کام کرتے کرتے تھک جاتے ہیں اسی طرح اللہ ﷻ بھی اتنی بڑی کائنات پیدا کرنے کے بعد تھک چکا ہے۔ لہٰذا وہ دوسری بار کیسے لوگوں کو زندہ کرے گا؟

۲:اللہ ﷻ نے ان کی اس جہالت و گمراہی کا کیا جواب دیا؟ ۲:یہاں یہ جواب دیا گیا ہے کہ اصل بات یہ نہیں۔ یہ لوگ اللہ ﷻ کو تھکا ماندہ اور عاجز سمجھتے ہیں بلکہ ان کی عقل یہ بات قبول نہیں کرتی کہ انہیں دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں شک ہی میں مبتلا رہتے ہیں۔

۳: کیا مخلوق اور کائنات کو دوبارہ پیدا کرنا اللہ ﷻ کے لئے مشکل ہے جیسا کہ کفار کا گمان تھا؟ ۳:ہرگز نہیں۔ قرآن میں مختلف مقامات پر یہ بتایا گیا ہے کہ تمہارے نزدیک بھی ایک چیز کو دوسری بار بنانا پہلی بار سے آسان تر ہوتا ہے تو پھر اللہ ﷻ کے لئے دوسری بار زندہ کرنا کیسے مشکل ہوگا؟ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: "اور وہ (اللہ) وہی تو ہے جو پہلی بار پیدا فرماتا ہے مخلوق کو پھر وہی اس کو دوبارہ لوٹائے گا اور یہ اس کے لئے کہیں زیادہ آسان ہے"۔ (سورۃ الروم ۳۰، آیت:۲۷)

آیت نمبر ۱۶: ۱:انسان کا خالق کون ہے؟ ۱:اللہ ﷻ جو تمام مخلوق کا خالق ہے۔

۲:اس آیت میں اللہ ﷻ کے علم کی وسعت کا اظہار کیسے کیا گیا؟ ۲:اللہ ﷻ انسان کے دل میں آنے والے خیالات سے بھی واقف ہے۔

عملی پہلو: ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ جب دل میں آنے والے خیالات سے بھی واقف ہے تو ہمارے اقوال اور اعمال بھی اللہ ﷻ کے علم میں ہیں۔

۳:اللہ ﷻ انسان سے کتنا قریب ہے؟۳:انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔۴:شہ رگ سے کیا مراد ہے؟۴:رگِ گردن، رگِ جان (بڑی شریان) جو گلہ کے سامنے کی طرف ہوتی ہے جس کے ذریعہ خون جسم میں پہنچتا ہے جس کے کاٹنے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔اس کو Aorta بھی کہتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۷: ۱:اس آیت میں کن فرشتوں کا ذکر ہے؟ ۱:انسانی اقوال و اعمال کو لکھنے والے فرشتے۔ جنہیں کراماً کاتبین یعنی معزز لکھنے والے بھی کہا گیا۔ (سورۃ الانفطار ۸۲، آیت:۱۱) ۲:لکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۲:لکھنے سے مراد ریکارڈ میں لانا مراد ہے۔اس کے لئے تمام ممکنہ طریقے استعمال ہو سکتے ہیں۔جیسا کہ آج کے انسان نے اس کے کئی طریقے اور آلات ایجاد کر لیئے ہیں فرشتے تو اللہ ﷻ کی طرف سے اس کام پر معمور ہیں ان کو اللہ ﷻ ہماری سوچ سے بھی بڑھ کر ذرائع اور طریقے عطا فرمانے والا ہے۔ ۳:یہ فرشتے کتنے ہیں اور کہاں بیٹھے ہوتے ہیں؟۳:دو فرشتے ہیں اور انسان کے دائیں اور بائیں کاندھے پر۔ ۴:یہ دونوں فرشتے کیا لکھ رہے ہوتے ہیں؟ ۴:دایاں فرشتہ انسان کے نیک اقوال وافعال اور بایاں فرشتہ انسان کے بُرے اقوال وافعال لکھ رہا ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱:نگران فرشتہ کس بات کے لئے تیار رہتا ہے؟ ۱:انسان کے ایک ایک لفظ کو لکھ کر محفوظ کرنے کے لئے۔

زبان کی حفاظت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ:۱۔"انسانوں کو سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی شے یہ زبان ہے"۔(جامع ترمذی)

۲۔"دو چیزیں ہیں جن کے شر سے اللہ ﷻ کسی کو بچالے تو وہ جنت میں داخل ہو گا ایک تو وہ چیز جو دو جبڑوں کے درمیان ہے اور ایک وہ چیز جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے"۔(مسند احمد) ۳۔"مومن کی نجات زبان کی حفاظت میں ہے"۔(مسند احمد)

۴۔"تم میں سے جو اللہ ﷻ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا اسے چاہیئے کہ خاموش رہے"۔(صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۹: ۱:آیت میں کس حقیقت کا ذکر ہے؟ ۱:موت کی سختی کا جو آکر رہے گی۔

۲:موت سے متعلق انسان کے کس عمومی طرزِ عمل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲:موت سے بھاگتا ہے۔

علمی بات: اکثر لوگ دنیاوی زندگی میں کھو جاتے ہیں اور غافل ہو کر موت کو بھول جاتے ہیں۔حالانکہ موت سے بھاگنا ممکن نہیں۔جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے "تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں آہی پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو"۔ (سورۃ النساء ۴، آیت:۷۸)

آیت نمبر ۲۰: ۱:صور کیا ہے؟ ۱:سینگ نما آلہ ہے جس میں پھونکنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔۲:صور میں کون پھونکے گا؟۲: اللہ ﷻ کے حکم سے اسرافیل علیہ السلام۔ ۳:صور کتنی قسم کا ہو گا؟۳:تین قسم کا ہو گا:i۔نفخۃ الفزع۔(سورۃ النمل ۲۷، آیت:۸۷)ii۔نفخۃ الصعق۔ iii۔نفخۃ القیام (سورۃ الزمر ۳۹، آیت:۶۸) ۴:نفخۃ الفزع کیا ہے؟۴:پہلی دفعہ صور میں پھونکنا جس سے گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔

۵:نفخۃ الصعق کیا ہے؟ ۵:دوسری دفعہ صور میں پھونکنا جس سے تمام جانداروں پر موت طاری ہو جائے گی۔بعض مفسرین نے نفخۃ الفزع اور نفخۃ الصعق کو ایک ہی نفخۃ شمار کیا ہے۔۶:نفخۃ القیام کیا ہے؟ ۶:تیسری مرتبہ صور میں پھونکنا جس سے تمام انسان دوبارہ جی اُٹھیں گے۔اور اپنے رب کے سامنے حاضر کیئے جائیں گے۔

۷:انبیاء علیہم السلام انسانوں کو کس دن سے ڈراتے رہے؟ ۷:آخرت کے دن سے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱:ہر انسان کے ساتھ روزِ قیامت کتنے فرشتے ہوں گے؟ ۱:دو فرشتے۔

۲:روزِ قیامت ہر انسان کے ساتھ کون سے دو فرشتے ہوں گے؟ ۲:ایک ہانکنے والا اور ایک گواہ۔

آیت نمبر ۲۲: ۱:آخرت سے متعلق انسان کے کس رویہ کا ذکر ہے؟ ۱:آخرت کو بھلا دینا اور دنیا ہی کو مقصود بنالینا۔

۲:اس آیت میں پردے سے کیا مراد ہے؟ ۲:آخرت سے غافل ہو جانا اور اس کی تیاری نہ کرنا۔

عملی پہلو: آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ نیکیوں سے دوری ہے۔لہٰذا ہمیں اللہ ﷻ سے توبہ واستغفار کرتے ہوئے آخرت کی فکر کرنی چاہیئے۔اسی طرح قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے "اور انہیں اس رنج وافسوس کے دن کا ڈر سنا دیجیئے جبکہ کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا۔اور وہ غفلت میں ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے"۔(سورۃ

COPYRIGHTS©RESERVED WITH THE FMM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IN ANY FORM IS STRICTLY PROHIBITED

مریم۱۹، آیت:۳۹)

۳:اس آیت میں قیامت کے دن کی کس کیفیت کا بیان ہے؟ ۳:انسان اپنی آنکھوں سے آخرت کے مناظر کو دیکھ رہا ہوگا اور تمام حقائق اس کی آنکھوں کے سامنے موجود ہوں گے۔

آیت نمبر۲۳: ۱:روزِ قیامت ساتھی فرشتے کے پاس کیا ہوگا؟ ۱:ہر شخص کا نامۂ اعمال ۲: نامۂ اعمال سے کیا مراد ہے؟ ۲:انسان کی پوری زندگی کا ریکارڈ جو وہ پوری زندگی کرتا رہا۔ خواہ نیت ہو یا قول یا عمل۔ ۳: نامۂ اعمال کون تیار کرتا ہے؟ ۳: کراماً کاتبین فرشتے اللہ ﷻ کے حکم سے تیار کرتے ہیں۔

۴: نامۂ اعمال کیوں لکھا جاتا ہے؟ ۴: تاکہ قیامت کے دن انسان کے تمام اعمال اس کے سامنے بطورِ ثبوت پیش کیئے جاسکیں۔

عملی پہلو: قیامت کے دن ہر شخص اپنے تمام اعمال کو دیکھ لے گا جیسا کہ سورۃ الزلزال۹۹، آیت:۷،۸ میں ہے "پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا"۔ ہمیں یہ حقیقت ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے۔

آیت نمبر۲۴: ۱:اللہ ﷻ کے نافرمانوں کا کیا انجام ہوگا؟ ۱: جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ ۲: قیامت کے دن اللہ ﷻ کے حکم پر کون مجرموں کو جہنم میں پھینکیں گے؟ ۲:وہ ہی دو فرشتے جو انسان کے ساتھ ہوں گے۔ ۳:اہل جہنم کی کن بُرائیوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳:i۔ کفر کرنا۔ ii۔ سرکشی کرنا۔

آیت نمبر۲۵: ۱:اہل جہنم کی مزید کن بُرائیوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: i۔ بھلائی سے منع کرنا۔ ii۔ حد سے بڑھنا۔ iii۔ دین میں شک کرنا

علمی بات: لغوی اعتبار سے دین کا مفہوم ہے قانون اور طریقہ اور اصطلاحی اعتبار سے دین کا مفہوم ہے "اللہ کا مخلوق کے لئے عطا کردہ قانون اور طریقۂ زندگی۔"

عملی پہلو: ہمیں ایسے لوگوں اور ان بُری صفات سے خود بھی بچنا چاہیئے اور دوسروں کو بھی بچانا چاہیئے۔ ایسے لوگ نہ صرف خود بھی بھلائی کے کاموں سے رکے رہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی روکتے رہتے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ دنیا میں بھلائی کہیں پھیلنے نہ پائے۔

آیت نمبر۲۶: ۱:اہل جہنم کی مزید کن بُرائیوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱:شرک کرنا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور خوشخبری دی کہ جو شخص اس حال میں مرے گا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔ (جامع ترمذی) ۲: قیامت کے دن مندرجہ بالا بُرائیاں کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا؟ ۲:سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر۲۷: ۱:اس آیت میں ساتھی سے کون مراد ہے؟ ۱: شیطان۔ جو دنیا میں انسان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ (سورۃ الزخرف ۴۳، آیت:۳۶)

۲: شیطان قیامت کے دن انسان کی گمراہی کی کیا وجہ بیان کرے گا؟ ۲: میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود راستے سے بھٹکا ہوا تھا۔

آیت نمبر۲۸: ۱:اس آیت میں کس جھگڑے کی طرف اشارہ ہے؟ ۱:انسان اور شیطان کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے جو ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرا رہے ہوں گے۔ جیسا کہ ان کے جھگڑے کا ذکر سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت:۲۲ میں ہے کہ "شیطان کہے گا کہ تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو"۔

۲:اللہ ﷻ ان کے جھگڑے پر کیا فرمائے گا؟ ۲: میرے سامنے جھگڑا مت کرو۔ ۳: آخرت کے دن مجرم جہنم کے عذاب سے بچنے کے لئے جو عذر پیش کریں گے وہ قبول کیوں نہیں ہوں گے؟ ۳: کیونکہ اللہ ﷻ نے انہیں دنیا میں ہی آخرت کے عذاب سے ڈرایا تھا۔

آیت نمبر۲۹: ۱: "اللہ کے ہاں بات بدلی نہیں جاتی" اس سے کیا مراد ہے؟ ۱:اللہ ﷻ نے طے فرمادیا کہ نافرمانوں کے لئے عذاب ہے اور فرمانبرداروں کے لئے اجر ہے اور یہ بات کسی کے لئے بدلی نہیں جاتی۔ ۲:اس آیت میں کیا بیان فرمایا گیا ہے؟ ۲۔ اللہ ﷻ بندوں پر قطعاً ظلم نہیں فرمائے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے "یقیناً نیک لوگ (جنت کی) نعمتوں میں ہوں گے اور یقیناً بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔" (سورۃ الانفطار: آیت:۱۳،۱۴)

آیت نمبر۳۰: ۱:اللہ ﷻ جہنم سے روزِ قیامت کیا پوچھے گا؟ ۱: کیا تو بھر گئی؟ یہ انداز مجرموں کو ڈرانے کا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "یقیناً میں جہنم کو جنّوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ (سورۃ السجدہ ۳۲: آیت:۱۳) ۲: جہنم اللہ ﷻ کے سوال پر کیا جواب دے گی؟ ۲: کیا کچھ اور بھی ہے؟ یہ انداز جہنم کی وسعت کو بیان کرنے کا ہے۔ اللہ ﷻ ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "دوزخی دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ یہی کہتی رہے گی کہ کچھ اور بھی ہے تا آں کہ اللہ ﷻ اپنا قدم اس پر رکھ دے گا اس وقت وہ کہے

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION FOR QURANIC SCIENCE AND RESEARCH ENTAILED UNDER CIVIL AND CRIMINAL LAW

گی، بس بس (میں بھر گئی") (صحیح بخاری، مسند احمد)

آیت نمبر ۳۱: ۱: روزِ قیامت متقین پر اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ۱: جنت ان کے قریب کر دی جائے گی۔ مراد یہ ہے کہ جنت میں داخلہ کے لئے اب کوئی انتظار یا مشقت نہ ہو گی۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: نیک لوگوں سے اللہ ﷻ نے کیا وعدہ فرمایا ہے؟ ۱: جنت کا وعدہ۔ ۲: اہل جنت کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ i۲:۔ توبہ کرنے والے۔ ii۔ حفاظت کرنے والے۔ ۳: اس آیت میں لفظ اَوّاب استعمال ہوا ہے اس کا مفہوم کیا ہے؟ ۳: اس سے مراد ایسا شخص ہے جس نے نافرمانی اور خواہشات نفس کی پیروی کا راستہ چھوڑ کر اطاعت اور اللہ ﷻ کی رضا جوئی کا راستہ اختیار کر لیا ہو، جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے جو اللہ ﷻ کو ناپسند ہے، اور ہر اس چیز کو اختیار کر لے جو اللہ ﷻ کو پسند ہے۔ ۴: یہاں حفاظت کرنے والے سے کیا مراد ہے؟ ۴: جو اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھے اور ان سے استغفار کرے۔ جو اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کا حکم بجالائے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اہل جنت کی کیا مزید صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ سے ڈرنا۔ ii۔ اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنے والا دل لانا۔

۲: رجوع کرنے والے دل سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایسا دل جو اللہ ﷻ کو یاد رکھے۔

عملی پہلو: یہ آیت مومن کی دو بنیادی خوبیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ایک یہ کہ وہ محسوس نہ ہونے اور نظر نہ آنے کے باوجود اللہ ﷻ سے ڈرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ اللہ ﷻ کی صفت رحمت سے اچھی طرح واقف ہونے کے باوجود گناہوں پر بہادر نہیں ہوتا۔ یہی دو خوبیاں اسے اللہ ﷻ کے ہاں عزت کا مستحق بناتی ہیں۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: مندرجہ بالا صفات رکھنے والے نیک لوگوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

۲: سلامتی کے ساتھ داخل ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ۲: ایک معنی ہیں سلامتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کے رنج و غم اور فکر و آفات سے محفوظ ہو کر اس جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور دوسرے معنی ہیں سلام اس کا مطلب ہے کہ آؤ اس جنت میں اللہ ﷻ اور اس کے ملائکہ کی طرف سے تم کو سلام ہے۔ جیسا کہ جنتیوں کو کہا جائے گا: "سلام ہو (تم پر) مہربان رب کی طرف سے"۔ (سورۃ یٰس ۳۶، آیت: ۵۸)

۳: ہمیشہ رہنے کے دن سے کیا مراد ہے؟ ۳: اس دن جسے جو چیز ملے گی وہ ہمیشہ کے لئے ہو گی۔ جنت کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوں گی۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: جنت کی کن نعمتوں کا ذکر ہے؟ ۱: انسان جو چاہے گا وہ اُسے ملے گا۔ اس کے علاوہ مزید نعمتیں بھی ہوں گی۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حدیث قدسی ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا کہ "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال تک آیا ہے"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۶: ۱: اللہ ﷻ نے نافرمانوں کو کس بات سے عبرت دلائی؟ ۱: پچھلی قوموں کی ہلاکت سے۔

۲: اہل مکہ کا سابقہ قوموں سے کس لحاظ سے تقابل کیا گیا؟ ۲: سابقہ قومیں قوت میں مشرکین مکہ سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ ۳: اللہ ﷻ کا عذاب آنے پر نافرمان قوموں کی کس بے بسی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: شہروں میں چلنے پھرنے اور طاقت و قوت ہونے کے باوجود عذاب سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائی۔

۴: شہروں میں پھرنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: یہ قومیں اتنی طاقتور اور جنگجو تھیں کہ انہوں نے اپنے ملک پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا۔ بلکہ ارد گرد کے بھی کئی ملکوں پر حکمرانی کی۔ پھر جب اللہ ﷻ کا عذاب آیا تو انہیں کہیں بھی پناہ کی جگہ نہ مل سکی۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: سابقہ نافرمان قوموں کے حالات قرآنِ حکیم میں کیوں ذکر کیئے گئے؟ ۱: تاکہ نصیحت و عبرت حاصل کی جا سکے۔ مزید یہ کہ بُرے لوگوں کے حالات سے واقف ہو کر ان بُرائیوں سے بچنے کی کوشش کی جائے جن کی وجہ سے اُن پر عذاب آئے۔

۲: نصیحت حاصل کرنے کے لئے کن صفات کا ہونا ضروری ہے؟ ۲: i۔ قلب سلیم رکھنے والا ہو۔ ii۔ حاضر دماغی کے ساتھ غور سے سننے والا ہو۔

مراد یہ ہے کہ دل میں ہدایت کی تڑپ ہو تو انسان حق بات کو سمجھ لیتا ہے یا کم از کم توجہ سے سمجھانے والے کی بات کو سنے تو حق بات کو پا سکتا ہے۔

علمی بات: ہدایت (نصیحت) ان ہی لوگوں کو فائدہ دیتی ہے جو ہدایت کے طالب ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اور وہ اپنی طرف راستہ دکھا دیتا ہے جو

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION. SAVE TO BOOK WORLD AND ENTAILED ON

اس کی طرف رجوع کرتا ہے"۔(سورۃ شوریٰ ۴۲، آیت:۱۳)

آیت نمبر ۳۸: ۱: اللہ ﷻ کی کس تخلیق کا ذکر ہے؟ ۱: کائنات کا۔ سادہ انداز میں آسمان اور زمین کے الفاظ عموماً پوری کائنات کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ۲: آسمان اور زمین کے درمیان کیا ہے؟ ۲: پوری کائنات ۳: اللہ ﷻ نے کائنات کو کتنے دنوں میں تخلیق فرمایا؟ ۳: چھ دنوں میں۔

تاہم اس سے مراد ہمارے ۲۴ گھنٹوں کے چھ دن نہیں ہیں۔ ان چھ دنوں کی حقیقت اللہ ﷻ ہی کے علم میں ہے۔ ایک مقام پر ان دنوں کی کچھ وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔ "اللہ ﷻ نے چار دنوں میں زمین اور دو دنوں میں آسمان بنائے"۔(سورہ حٰم السجدہ ۴۱، آیات:۹ تا ۱۲)

۴: اللہ ﷻ نے اس آیت میں یہود و نصاریٰ کے کس گمراہ کن تصور کی نفی کی ہے؟ ۴: یہود و نصاریٰ کا تصور ہے کہ کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ ﷻ معاذ اللہ تھک گیا اور اللہ ﷻ نے ساتویں دن آرام کیا۔ یہاں وضاحت کی گئی ہے کہ کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ ﷻ کو تھکن نے چھُوا تک نہیں۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو کفار کے طرزِ عمل پر کیا تلقین فرمائی؟ ۱: i۔ آپ ﷺ صبر کیجیئے اس پر جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں۔ ii۔ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجیئے۔ اللہ ﷻ کی تسبیح اور حمد کرنے سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور مشکلات کو برداشت کرنے کی ہمت بڑھتی ہے ۲: تسبیح اور حمد آپ ﷺ کو کن اوقات میں کرنے کی رہنمائی کی گئی ہے؟ ۲: i۔ سورج طلوع ہونے سے پہلے یعنی تہجد اور فجر کی نماز ہے۔ ii۔ سورج غروب ہونے سے پہلے یعنی ظہر اور عصر کی نماز ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: آپ ﷺ کو کن اوقات میں تسبیح اور حمد کرنے کا حکم فرمایا گیا؟ ۱: رات کے اوقات میں یعنی مغرب اور عشاء کی نماز۔

۲: سجدوں کے بعد تسبیح و حمد سے کیا مراد ہے؟ ۲: سجدوں کی بعد کی تسبیحات سے مراد اذکارِ مسنونہ اور نوافل ہیں۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ نے نمازوں کے بعد کے اذکار بھی ہمیں سکھائے ہیں۔

علمی بات: نماز کے بعد مسنون اذکار کا صفحہ اس سورت کے نکات کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن ان مسنون اذکار کے ساتھ یہ خیال بھی رکھا جائے کہ جو ذکر بھی کیا جائے اس کے معنی اچھی طرح سمجھ لینے چاہئیں اور پھر معنی کو ذہن میں رکھتے ہوئے اِن کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: پکارنے والے سے کون مراد ہیں؟ ۱: صُور پھونکنے والے یعنی اسرافیل علیہ السلام ۲: قریب کی جگہ سے کیا مراد ہے؟ ۲: پوری دنیا میں آواز یکساں سنائی دے گی۔ ہر شخص محسوس کرے گا کہ آواز اس کے پاس ہی سے آرہی ہے۔ موجودہ سائنسی ایجادات کی موجودگی میں اس بات کو سمجھنا اب بہت آسان ہو گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: سخت چیخ کی آواز سے کیا مراد ہے؟ ۱: نفخۃ القیام یعنی صور کی آواز۔

۲: صور کی اس آواز کا نتیجہ نکلے گا؟ ۲: صور کی آواز سن کر سارے مُردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: اس آیت میں کس حقیقت کا بیان ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی زندگی عطا فرماتا ہے اور اللہ ﷻ ہی موت دیتا ہے اور اللہ ﷻ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: قیامت کے دن کا کیا نقشہ کھینچا گیا ہے؟ ۱: زمین پھٹ جائے گی اور انسان زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل پڑیں گے۔

۲: آخرت کے واقع ہونے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۲: یہ کام اللہ ﷻ کے لئے بہت آسان ہے۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: کفار کی بدکلامی پر نبی کریم ﷺ کو کیا تسلی دی گئی؟ ۱: اللہ ﷻ جانتا ہے جو یہ کہہ رہے ہیں۔ آپ ﷺ کا کام پیغام پہنچانا ہے زبردستی منوانا نہیں ہے۔ پھر جس کے دل میں ذرا بھی اللہ ﷻ کا خوف ہو گا وہ تو یقیناً اس نصیحت کو قبول کرلے گا اور جو لوگ قرآن سننا بھی گوارا نہ کریں تو ان کا معاملہ اللہ ﷻ کے سپرد ہے اور آپ ﷺ پر اِن کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۲: آپ ﷺ قرآن حکیم کے ذریعہ سے نصیحت فرمایئے۔ نبی کریم ﷺ قرآن حکیم کے ذریعہ تبلیغ فرماتے تھے۔(سورۃ المائدہ ۵، آیت:۶۷) آپ ﷺ نے پوری ذمہ داری کے ساتھ لوگوں کو دینِ حق کی دعوت دی اور ان تک قرآن حکیم کے احکام واضح طور پر پہنچائے اور اپنے ارشادات و عمل سے ان کی مکمل وضاحت فرمائی۔

عملی پہلو: ہمیں بھی قرآنِ حکیم کو سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے قرآن سیکھے اور سکھائے"۔(صحیح بخاری)

COPYRIGHTS RESERVED
THIS FOUNDATION
SAFEGUARD
ENGLISH QURANIC

۳: نصیحت سے فائدہ کون اُٹھائیں گے ؟ ۳: اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرنے والے۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ قوم تھی:

(الف) سیدنا نوح علیہ السلام کی (ب) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ✓(ج) سیدنا شعیب علیہ السلام کی (د) سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی

(۲) وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ﴿۱۶﴾ آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ انسان کے قریب ہے:

(الف) سوچ سے زیادہ (ب) دل سے زیادہ (ج) دماغ سے زیادہ ✓(د) شہ رگ سے زیادہ

(۳) وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ اور حق کے ساتھ آ پہنچی:

(الف) موت کی گھڑی ✓(ب) موت کی سختی (ج) موت کی پریشانی (د) موت کی پکار

(۴) مُعْتَدٍ مُّرِیْبِ ﴿۲۵﴾ آیت کریمہ میں کفار کی جہنم میں پھینکے جانے کی ایک وجہ بیان ہوئی ہے:

(الف) بھلائی سے روکنا ✓(ب) حد سے بڑھنا (ج) فساد پھیلانا (د) حق کو جھٹلانا

(۵) الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اس جملہ میں الَّذِیْ ہے:

(الف) اسم اشارہ (ب) اسم علم (ج) اسم ضمیر ✓(د) اسم موصول

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ بَلْ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۲﴾ آیت کریمہ کی رو سے کفّار نے کس بات پر تعجّب کا اظہار کیا؟

ج: اس بات کہ اللہ ﷻ نے ان کے پاس انسانوں میں سے ایک ڈرانے والا (نبی) بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اسے ایک عجیب بات قرار دیا (ڈرانے والا اگر آیا ہے تو کوئی غیر انسان یا فرشتہ کیوں نہیں آیا؟)

۲۔ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ ﴿۹﴾ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ﴿۱۰﴾ آیات کریمہ میں بارش کے کیا فوائد بیان کیے گئے ہیں؟

ج: آیاتِ کریمہ کے مطابق بارش کے ذریعے باغات اور کٹنے والی فصلیں (اناج) اگائی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ کھجور کے لمبے لمبے درخت پیدا کیے جاتے ہیں جن پر پھلوں کے تہہ بہ تہہ خوشے لگے ہوتے ہیں۔

۳۔ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾ آیت کریمہ کی رو سے رسولوں کو جھٹلانے کا کیا انجام بیان ہوا ہے؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق اس سرکشی کا انجام یہ ہوا کہ ان سب پر اللہ ﷻ کی طرف سے (عذاب) کی وعید ثابت ہو گئی اور وہ ہلاک کر دیے گئے۔

۴۔ قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۲۷﴾ آیت کریمہ کی رو سے قیامت کے دن شیطان کیا عذر پیش کرے گا؟

ج: شیطان کہے گا کہ "اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکشی پر مجبور نہیں کیا تھا بلکہ یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا"۔

۵۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِیْدٌ ﴿۳۷﴾ آیت کریمہ میں قرآن حکیم سے نصیحت حاصل کرنے کی کیا شرائط مذکور ہیں؟

ج: ۱۔ یہ کہ انسان قلب سلیم رکھنے والا (حق کو قبول کرنے والا نرم دل) ہو ۲۔ وہ پوری توجہ اور حاضر دماغی کے ساتھ کان لگا کر بات کو غور سے سننے والا ہو۔

COPYRIGHTS@RESERVED WITH THE FOUNDATION BOOK WORLD SALEEM ACADEMY ENTERPRISES

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔(الف) وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہی انسان کو پیدا فرمایا اور ہم جانتے ہیں جو خیالات اس کے دل میں آتے ہیں اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

(ب) سُوْرَةُ قٓ کا تعارف اور مرکزی مضمون بیان کیجیے۔

ج: سورت کی ابتدا حرف ق سے ہوئی ہے جو حروف مقطّعات میں سے ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ قٓ" ہے۔ اس کو سُوْرَةُ الْبَسِقٰتِ (بلند و بالا) بھی کہتے ہیں۔ یہ سورت مکّی ہے۔ اس سورت کا مرکزی مضمون توحید اور آخرت ہے۔

۲۔(الف) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۙ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: جو رحمٰن سے بغیر دیکھے ڈرتا رہا اور (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ (انھیں کہا جائے گا) اس (جنّت) میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔

(ب) سُوْرَةُ قٓ کے بنیادی مضامین تحریر کریں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان۔ ۲۔ ہم سب کو ایک دن مرنا ہے۔ ۳۔ ہمیں حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا۔ ۴۔ قیامت کا منظر اور صور پھونکے جانے کا ذکر ہے۔ ۵۔ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

۳۔(الف) فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ۝ وَ مِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں

ترجمہ: تو اس پر صبر کیجیے جو یہ (کفّار) کہتے ہیں اور اپنے ربّ کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔ اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجیے اور سجدوں (نماز) کے بعد بھی۔

(ب) سُوْرَةُ قٓ سے فعل امر اور اسماء اشارہ کی کوئی دو دو مثالیں تحریر کریں۔

ج: فعل امر کی مثالیں: ۱۔ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ۚ ۲۔ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝

ان آیات میں "فَاصْبِرْ" (آپ صبر کیجیے)، "سَبِّحْ" (آپ تسبیح کیجیے) اور "فَذَكِّرْ" (آپ نصیحت کیجیے) فعل امر استعمال ہوئے ہیں۔

اسماء اشارہ کی مثالیں: ۱۔ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ ۲۔ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۚ۝

ان آیات مبارکہ میں اسماء اشارہ "ذٰلِكَ" (اسم اشارہ دور کے لئے) اور "هٰذَا" (اسم اشارہ قریب کے لئے) کا استعمال ہوا ہے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۹ سُوْرَۃُ الذّٰرِیَات آیات:۱تا۶۰

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ قیامت کے واقع ہونے کے لئے کون سے دلائل بیان کیئے گئے ہیں؟ ۲۔ بادلوں میں اللہ ﷻ کی کیا قدرت نظر آتی ہے؟

۳۔ "آسمان راستوں والا ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۴۔ اہل جنت کی کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟

۵۔ سحر کے اوقات میں استغفار کی کیا اہمیت ہے؟ ۶۔ ہمارا رزق آسمان میں ہونے سے کیا مراد ہے؟

۷۔ انسانوں اور جنّات کو کس مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ قٓ" میں اللہ ﷻ کی قدرتوں کے بیان کے ذریعہ آخرت کے عقیدہ پر زور دیا گیا تھا۔ سورۃ الذاریات میں آخرت کے جھٹلانے والوں پر آنے والے دنیاوی عذابوں کو بیان کر کے عبرت دلائی گئی ہے۔ سورۃ قٓ میں آخرت کے جھٹلانے والوں کا مختصر ذکر تھا۔ سورۃ الذاریات میں جھٹلانے والی قوموں کا تفصیلی بیان ہے۔ سورۃ قٓ کے آخر میں قرآنِ حکیم سے یاد دہانی اور نصیحت کرانے کا ذکر تھا۔ سورۃ الذاریات میں فرمایا گیا ہے کہ یاد دہانی اور نصیحت اہل ایمان کو نفع دیتی ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: قسم کیوں کھائی جاتی ہے؟ ۱: بات میں وزن اور تاکید پیدا کرنے کے لئے۔ ۲: کن ہواؤں کی قسم کھائی گئی ہے؟ ۲: جو ذرات اُڑا کر بکھیر دیتی ہیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: بوجھ سے کیا مراد ہے؟ ۱: بادل۔

علمی بات: اللہ ﷻ کی کتنی بڑی قدرت ہے کہ پانی سے بھرے ٹنوں وزنی بادل آسمان و زمین کے درمیان معلق ہیں اور ہوائیں اللہ ﷻ کے حکم سے انہیں اُٹھائے پھرتی ہیں۔ نہ زمین کی کشش ثقل انہیں اپنی طرف کھینچ پاتی ہے اور نہ وہ اُڑ کر خلاؤں میں کھو جاتے ہیں۔ پھر یہ بادل اللہ ﷻ کے حکم سے جہاں وہ چاہتا ہے برستے ہیں۔

آیت نمبر ۳: ۱: اس آیت میں کس چیز کی قسم فرمائی گئی؟ ۱: کشتیوں کی جو اللہ ﷻ کے حکم سے چلتی ہیں۔

۲: کشتیوں اور ہواؤں کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ ۲: پہلے زمانے میں جب کہ انجن دریافت نہیں ہوئے تھے تو کشتیوں کی آمد و رفت کا انحصار ہواؤں کے چلنے پر تھا اور بڑے بادبانوں کے ذریعے کشتیاں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا کرتی تھیں۔

آیت نمبر ۴: ۱: اس آیت میں کس چیز کی قسم فرمائی گئی؟ ۱: فرشتوں کی جو مختلف کاموں پر مقرر کیئے گئے ہیں مثلاً موت، عذاب، بارش اور رزق وغیرہ پر مامور فرشتے۔ ۲: اللہ ﷻ کے حکم سے کس چیز کی تقسیم کا ذکر ہے؟ ۲: بارش۔

علمی بات: اس دنیا میں ہر کام اللہ ﷻ کی مشیت و ارادہ سے ہوتا ہے۔ بارش کہاں ہو گی؟ کب ہو گی؟ کتنی ہو گی؟ یہ حقیقی علم اور اِس کا اختیار اللہ ﷻ کے پاس ہے۔ (سورۃ لقمان ۳۱، آیت:۳۴) ۳: قسموں کے ذریعہ کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۳: یہ سمجھایا جا رہا ہے جو اللہ ﷻ یہ سارے کام کرا رہا ہے جو بظاہر مشکل اور ناممکن نظر آتے ہیں وہ اللہ ﷻ اس پر بھی قادر ہے کہ وہ اپنی پیدا فرمائی ہوئی مخلوق کو فنا کر کے قیامت کے روز دوبارہ زندہ فرمائے۔

آیت نمبر ۵: ۱: ابتدائی آیات میں قسم کس بات پر فرمائی گئی ہے؟ ۱: ایک سچے وعدے پر ۲: سچا وعدہ کیا ہے؟ ۲: آخرت کا دن جو واقع ہونے والا ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱: بدلے کے دن سے کیا مراد ہے؟ ۱: آخرت کا دن جس میں نیک لوگوں کو اچھا بدلہ اور بُرے لوگوں کو بُرا بدلہ ملے گا۔ ۲: یہاں ہواؤں اور بارش کے نظام کے بعد قسم کھا کر بدلہ کے دن کا ذکر کیوں کیا گیا ہے؟ ۲: ہواؤں اور بارش کا نظام گواہ ہے کہ آخرت کا وعدہ سچا ہے اور انصاف ہونا ضروری ہے۔

COPYRIGHTS@ RESERVED WITH THE FOUNDATION. SAFEDOOR BOOKS AND CRIMINAL EDUCATION.

جب اس دنیا میں ہوا تک بے نتیجہ نہیں چلتی تو کیا اتنا بڑا نظامِ زندگی یوں ہی بے نتیجہ چل رہا ہے؟ یقیناً نہیں۔ گویا لازماً اس کے انجام کا فیصلہ ہوگا وہ ہی آخرت ہے۔

آیت نمبر ۷: ۱: آسمان کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ **۱:** آسمان جو راستوں والا ہے۔ **۲:** راستوں سے کیا مراد ہے؟ **۲: i.** فرشتوں کی گزرگاہیں۔ **ii.** ستاروں کی گردش کے راستے۔ ان ستاروں کی گردش سے انسان بھی راستہ تلاش کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۸: ۱: لوگ کس کے بارے میں مختلف رائے رکھتے تھے؟ **۱:** آخرت کے دن کے بارے میں۔ **۲:** قیامت کے بارے میں اختلاف رائے کیا تھا؟ **۲:** اکثر لوگ سمجھتے تھے کہ آخرت کا واقع ہونا ناممکن ہے۔ کچھ لوگ آخرت کا صاف انکار کرتے ہیں۔ کچھ اس کے بارے میں تذبذب کا شکار ہیں۔ کچھ لوگ اس کا انکار تو نہیں کرتے لیکن باطل گمان رکھتے ہیں کہ ان کے جھوٹے معبود ان کو قیامت کے دن اللہ ﷻ کے عذاب سے بچالیں گے۔

آیت نمبر ۹: ۱: قیامت کا انکار کون لوگ کرتے ہیں؟ **۱:** ہٹ دھرمی کرنے والے اور جھوٹے لوگ جو زمین و آسمان کی بامقصد تخلیق پر غور نہ کرکے خود بے مقصد زندگی گزارتے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: آخرت کا انکار کرنے والوں کی کیا برائیاں بیان کی گئی ہیں؟ **۱:** بے سند اور بغیر دلیل کے باتیں کرنے والے ہیں۔

۲: بے سند باتیں کرنے والوں کی مذمت کیسے کی گئی ہے؟ **۲:** ایسے لوگوں کو ہلاکت کی بُری خبر سنائی گئی۔

۳: بے سند باتیں کرنے والوں سے کون مراد ہے؟ **۳:** وہ لوگ جن کے پاس آخرت کو جھٹلانے کی کوئی دلیل نہ ہو۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: آخرت کا انکار کرنے والوں کی کیا بُرائی بیان کی گئی ہے؟ **۱:** آخرت کو بھُلا دینا۔ **۲:** آخرت کو بھلا دینے سے کیا مراد ہے؟ **۲:** جان بوجھ کر آخرت کے بارے میں غفلت برتنا۔ یعنی آخرت کی کوئی تیاری نہ کرنا اور اس خیال میں رہنا کہ مرنے کے بعد نہ کوئی دوسری زندگی ہوگی اور نہ ہی کوئی حساب و کتاب۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: آخرت کے انکار کرنے والوں کے کس طرزِ عمل کا ذکر ہے؟ **۱:** دنیا کی دلچسپیوں میں مست ہیں۔ آخرت سے بالکل بے فکر اور بے نیاز ہوکر طنزاً سوال کرتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟

آیت نمبر ۱۳: ۱: آخرت کے انکار کرنے والوں کے سوال کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ **۱:** آخرت کا دن وہ ہوگا جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ کفار کا یہ سوال کہ روزِ جزا کب آئے گا، علم حاصل کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ طنزاً اور مذاق اڑانے کے لئے تھا۔ اس لئے ان کو سخت انداز سے جواب دیا گیا۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: آخرت کا انکار کرنے والوں کو کیا تنبیہ کی جائے گی؟ **۱: i.** چکھو اپنے کیئے کی سزا۔ **ii.** اسی کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: متقین کو کیا نعمتیں دی جائیں گی؟ **۱:** جنت اور چشمے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: متقین کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ **۱:** وہ خوشی خوشی وصول و قبول کرہے ہوں گے جو کچھ ان کا رب انہیں عطا فرمائے گا۔

۲: متقین کو یہ نعمتیں عطا کیئے جانے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ **۲:** وہ دنیا میں نیک زندگی گزارنے والے تھے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: جنت میں لے جانے والے کون سے کام بیان کیئے گئے ہیں؟ **۱:** رات کو کم سونا۔

۲: رات کو کم سونے سے کیا مراد ہے؟ **۲:** رات کا زیادہ حصہ عبادت میں گزارنا یعنی تہجد کی نماز کا اہتمام کرنا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "لوگوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، سلام پھیلاؤ اور رات کو اُٹھ کر نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے"۔ (مسند احمد)

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی راتوں کو اُٹھ کر اللہ ﷻ کی عبادت کا اہتمام کریں۔ نمازِ تہجد کا اہتمام کرنے والوں کی نمازِ فجر کی پابندی ہو ہی جاتی ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: جنت میں لے جانے والے کس کام کا ذکر ہے؟ **۱:** سحر کے اوقات میں استغفار کرنا۔

۲: سحر کے وقت سے کیا مراد ہے؟ **۲:** رات کا آخری حصہ یعنی صبح صادق سے پہلے کا وقت۔

علمی بات: سحر کا وقت قبولیتِ دعا کے بہترین اوقات میں سے ہے

COPYRIGHTS RESERVED
THE LIGHT FOUNDATION
SAFE FOR THIS BOOK WITH
EFFECTIVE ENVIRONMENT

فرمانِ نبوی ﷺ : جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو اللہ ﷻ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ندا فرماتا ہے کہ کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ میں اس کی توبہ قبول کروں؟ کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں کوئی سائل ہے کہ میں اس کے سوال کو پورا کردوں۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۹: ۱: جنت میں لے جانے والے کس کام کا ذکر ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی راہ میں باقاعدگی سے مال خرچ کرنا۔ ۲: اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنے کا کیا طریقہ بیان کیا گیا ہے؟ ۲: سوال کرنے والوں اور محروم لوگوں پہ خرچ کرنا۔ ۳: یہاں کون سے مال خرچ کرنے کا ذکر ہے؟ ۳: زکوۃ کے علاوہ مال خرچ کرنے کا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "بے شک مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حصہ مقرر ہے"۔ (جامع ترمذی)

۴: سائل کسے کہتے ہیں؟ ۴: اپنی ضرورت کے لئے دوسروں سے مانگنے والا۔

۵: محروم کسے کہتے ہیں؟ ۵: وہ لوگ جو مانگتے نہیں ہیں لیکن محتاج اور ضرورت مند ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: زمین میں کس کے لئے نشانیاں ہیں؟ ۱: یقین کرنے والوں کے لئے۔ ۲: نشانیوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی پہچان کی علامات۔

۳: زمین میں اللہ ﷻ کی کیا نشانیاں ہیں؟ ۳: زمین میں اللہ ﷻ کی بے شمار نشانیاں ہیں مثلاً اس کا اپنا وجود اور ساخت، سورج سے ایک خاص فاصلے پر اور ایک خاص زاویئے پر رکھا جانا، اس پر حرارت اور روشنی کا انتظام، مختلف موسموں کی آمد و رفت، ہوا، پانی کی فراہمی, طرح طرح کے بے شمار خزانوں کا مہیا کیا جانا، اس کی ذرخیزی، قسم قسم کی بے حساب نباتات، اس کے اندر خشکی، تری اور ہوا کے جانوروں کی بے شمار نسلیں جاری کرنا، ہر نوع کی زندگی کے لئے مناسب حالات اور موزوں خوراک کا انتظام کرنا۔ یہ سب زمین میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اللہ ﷻ کی نشانیاں زمین کے علاوہ اور کہاں ہے؟ ۱: ہماری اپنی ذات اللہ ﷻ کی بہت بڑی نشانی ہے۔ ہمارا نظام ہاضمہ، نظام تنفس، دل اور دماغ اور جگر کا نظام، سننے، دیکھنے اور بولنے کا نظام، جسمانی ساخت اور تخلیق کے مراحل اس کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں اشرف المخلوقات ہونا وغیرہ غرض یہ کہ سر سے لیکر پاؤں تک انسان کا پورا وجود اور اس کے سارے نظاموں میں اللہ ﷻ کی قدرت کی کئی نشانیاں ہیں۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: رزق سے کیا مراد ہے؟ ۱: رزق سے مراد وہ سب کچھ جو دنیا میں انسان کو جینے اور کام کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔

۲: ہمارا رزق آسمان میں ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ بارش ہے، آسمان سے بارش برستی ہے جن کے ذریعے فصلیں اُگتی ہیں جو ہمارے رزق کا ذریعہ بنتی ہیں۔ نیز ہر علاقے میں جتنی بارش ہونا مقدر ہو اس کا حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ ہر انسان کو کتنا رزق ملے گا یہ آسمانوں پر لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ مزید یہ کہ ہر بات کا حکم اوپر سے ہی اُترتا ہے۔ ۳: اس آیت میں اللہ ﷻ کے کس وعدہ کا ذکر ہے؟ ۳: قیامت کے ہونے کا وعدہ۔ یعنی جزا و سزا، اور جنت و دوزخ جن کے رونما ہونے کا وعدہ تمام کتب آسمانی میں اور اس قرآن میں کیا جاتا رہا ہے۔

عملی پہلو: انسان کو یہ سمجھایا جارہا ہے کہ جس طرح انسان کے رزق کا فیصلہ آسمانوں پر اللہ ﷻ کے ہاں سے ہوتا ہے اسی طرح یہ فیصلہ بھی وہیں سے ہوگا کہ اسے کب حساب کتاب اور اعمال کا بدلہ دینے کے لئے بلایا جائے۔ اس لئے ہمیں اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے رزق کو استعمال کرتے ہوئے آخرت کی فکر رکھنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: آسمان و زمین کی قسم ذکر فرما کر کس بات کی یقین دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: قیامت کے دن موت کے بعد زندہ کیئے جانے کی۔

۲: موت کے بعد زندہ کیئے جانے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۲: ہمارے بولنے کو بطور دلیل ذکر کیا گیا ہے۔

۳: ہمارا بولنا قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرنے کی دلیل کیسے بنتا ہے؟ ۳: جس طرح انسان کو اپنے بولنے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا ویسے ہی اس کلام میں بھی کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ قیامت ضرور قائم ہوگی۔ ہمارے بولنے میں بھی زندگی و موت ہے۔ جب بولتے ہیں تو زندگی، جب خاموش ہوتے ہیں تو گویا موت ہے۔ جس طرح ہم خاموش ہونے کے بعد دوبارہ بول سکتے ہیں اسی طرح اللہ ﷻ موت کے بعد دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اس آیت میں کس واقعہ کا ذکر ہے؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی آمد کا ذکر ہے۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: معزز مہمان۔ ۳: معزز مہمان کون تھے؟ ۳: بعض مفسرین کے نزدیک یہ

تین فرشتے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام جو انسانی شکلوں میں آئے تھے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: جب مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پہنچے تو سب سے پہلے کیا کیا؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سلام کرنے پر کیا کہا؟ ۲: سلام کا جواب دیا۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "ملاقات کے وقت پہلے سلام کرنا چاہیئے اور اس کے بعد بات چیت کرنی چاہیئے سلام کرنے سے پہلے بات چیت شروع کر دینا اچھا نہیں"۔ (جامع ترمذی) کھانا کھلانا اور سلام کو عام کرنا جنت میں داخل کرنے والے اعمال ہیں۔ جیسا کہ قرآن و حدیث میں بیان ہوا ہے: اسی طرح سورۃ الدھر میں کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ (سورۃ الدھر ۷۶، آیات: ۸،۹) "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رحمٰن کی عبادت کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور سلام کو خوب پھیلاؤ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے"۔ (جامع ترمذی)

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ہمیں سلام کو عام کرنا چاہیئے: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اسلام میں سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کھانا کھلاؤ (اور) جس سے جان پہچان ہو اس کو بھی اور جس سے جان پہچان نہ ہو اس کو بھی سلام کرو۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کو دیکھ کر کیا محسوس فرمایا؟ ۳: اُنہیں اجنبی محسوس کیا۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کے آنے پر کیا کیا؟ ۱: ان کی مہمان نوازی کا انتظام کیا اور ان کے لئے بھنا ہوا بچھڑا لے کر آئے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ اپنے مہمانوں کا اکرام کرے"۔ (صحیح بخاری)

عملی پہلو: ہمیں مہمانوں اور مسافروں کی مہمان نوازی کرنی چاہیئے کیوں کہ یہ دینی آداب میں سے ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمان نوازی کا حق کیسے ادا فرمایا؟ ۱: بھنا ہوا بچھڑا مہمانوں کے سامنے لا کر رکھا اور ان سے کھانے کا اصرار کیا۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دل میں اُن سے خوف کیوں محسوس فرمایا؟ ۱: i۔ کیوں کہ وہ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے تھے۔ حالانکہ وہ اجنبی تھے اور کسی دور علاقے سے آئے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انتہائی مہمان نواز تھے آپ علیہ السلام نے حسب معمول مہمان نوازی کا اہتمام فرمایا

ii۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گمان ہوا کہ یہ کسی بُرے ارادے سے آئے ہیں جب ہی میرے ہاں کھانا نہیں کھا رہے۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خوف زدہ ہونے پر مہمانوں نے کیسے تسلی دی؟ ۲: انہوں نے کہا کہ آپ نہ گھبرائیں۔

۳: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے والے مہمانوں کی حقیقت کیا تھی؟ ۳: وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے تھے جو انسانی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ ۴: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیا خوشخبری سنائی؟ ۴: ایک لڑکے کی خوشخبری دی۔

۵: لڑکے کی کیا صفت بیان کی گئی؟ ۵: بڑے علم والا، دانشمند۔ ۶: بڑے علم والے لڑکے سے کون مراد ہیں؟ ۶: حضرت اسحٰق علیہ السلام۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اس آیت میں کن خاتون کا ذکر ہے؟ ۱: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ سَلَامٌ عَلَیْهَا کا۔

۲: حضرت سارہ سَلَامٌ عَلَیْهَا نے اولاد کی بشارت پانے پر کس رد عمل کا اظہار کیا؟ ۲: انہیں بہت تعجب ہوا۔

۳: حضرت سارہ سَلَامٌ عَلَیْهَا کو اس خوشخبری پر تعجب کیوں ہوا؟ ۳: کیوں کہ وہ بوڑھی اور بانجھ یعنی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم تھیں۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: حضرت سارہ سَلَامٌ عَلَیْهَا کی حیرت پر فرشتوں نے انہیں کیسے تسلی دی؟ ۱: فرشتوں نے کہا کہ ایسا ہی ہو گا یعنی اُن کے ہاں اولاد ہو گی اور یہی آپ کے رب کا فرمان ہے۔ یہ ہمارا کہنا نہیں۔ ۲: رب کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟ ۲: وہ حکیم اور علیم ہے۔

۳: یہاں رب نے اپنی صفات حکیم اور علیم بیان کر کے کیا بات سمجھائی ہے؟ ۳: یہ سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کام کی حکمتوں کو خود ہی خوب جانتا ہے کہ کسی کو کیا کچھ کب عطا فرمائے جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنی نوازشات فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی باکمال اولاد دی جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ دنیا میں کوئی دوسرا انسان ایسا نہیں ہے جس کی نسل میں کم و بیش چار ہزار انبیاء کرام علیہم السلام پیدا ہوئے ہوں۔ وہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے جن کے ہاں کئی

COPYRIGHTED © THE FOUNDATION WORLD WIDE ALL RIGHTS RESERVED

پشتوں تک نبوت چلتی رہی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی ان کی نسل میں پیدا ہوئے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: خوف دور ہونے پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کیا سوال کیا؟ ۱: تم کس مقصد کے لئے بھیجے گئے ہو؟

آیت نمبر ۳۲: ۱: فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کا کیا جواب دیا؟ ۱: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

۲: مجرم قوم سے کون مراد ہیں؟ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر کس عذاب کا ذکر ہے؟ ۱: پکی مٹی کے پتھروں کی بارش کا ذکر ہے۔ یہی بات سورۃ ہود کی آیت: ۸۲ میں بھی بیان ہوئی۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: عذاب کے ان پتھروں کی کیا صفت بیان کی گئی؟ ۱: نشان زدہ تھے۔ ۲: پتھروں کے نشان زدہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس بات کا طے ہونا کہ کونسا پتھر کس مجرم کو لگے گا۔ ۳: سزا کے مستحق کون لوگ بیان کیئے گئے ہیں؟ ۳: حد سے بڑھ جانے والے۔ ۴: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کس معاملہ میں حد سے بڑھ گئی تھی؟ ۴: اللہ ﷻ کی مقرر کردہ دینی، اخلاقی، قانونی اور طبعی حدود سے بڑھ گئی تھی۔ ۵: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا جرم کیا تھا؟ ۵: ہم جنس پرستی۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: عذاب نازل کرنے سے پہلے اللہ ﷻ نے اس بستی میں رہنے والے مومنین کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ۱: تمام اہل ایمان کو اس بستی سے نکال لیا۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہاں آباد تھی؟ ۱: عمورہ اور سدوم کی بستیوں میں آباد تھی۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں میں اہل ایمان کے کتنے گھر تھے؟ ۲: صرف ایک گھر جو حضرت لوط علیہ السلام کا گھر تھا۔ ۳: حضرت لوط علیہ السلام کے رشتہ داروں میں سے کون اسلام لایا تھا؟ ۳: صرف ان کی بیٹیاں۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا کیا انجام ہوا؟ ۱: ان پر اللہ ﷻ کا عذاب آیا اور وہ عبرت کا نشان بنا دیئے گئے۔ ۲: اس آیت میں نشانی سے کیا مراد ہے؟ ۲: i۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا پورا واقعہ ہمارے لئے عبرت کا نشان ہے۔ ii۔ بحیرۂ مُردار (Dead Sea) جس کا جنوبی علاقہ آج بھی ایک عظیم تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے۔ جو سطح سمندر سے چار سو کلو میٹر نیچے چلا گیا اور اس کے اوپر کالا پانی چڑھ آیا۔ جو ایک سمندر کی شکل اختیار کر گیا۔ پانی کے اس ذخیرہ کو بحر میّت یا بحیرۂ مُردار کہا جاتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں ان جگہوں سے اور ان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے اور اللہ ﷻ کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کیوں بیان کیا گیا ہے؟ ۱: پڑھنے والوں کے لئے سبق و نشانی کے طور پر۔ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کس کی طرف بھیجا گیا تھا؟ ۲: فرعون کی طرف۔ ۳: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیا دے کر بھیجا گیا تھا؟ ۳: واضح دلائل یعنی نشانیاں۔ ۴: واضح دلائل سے کیا مراد ہے؟ ۴: معجزات یعنی ایسے معجزات (نشانیاں) جن سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واقعتاً اللہ ﷻ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ۹ نشانیاں عطا فرمائیں۔ ۱۔ عصا کا سانپ بن جانا۔ ۲۔ ہاتھ کا چمکتا ہوا ہو جانا۔ (سورہ طٰہٰ ۲۰، آیات: ۲۰، ۲۲) اور کئی قسم کے عذاب آل فرعون پر نشانی کے طور پر بھیجے جیسے: ۳۔ پھلوں کا نقصان ۴۔ قحط سالی۔ ۵۔ طوفان۔ ۶۔ ٹڈیاں۔ ۷۔ جوئیں۔ ۸۔ مینڈک۔ ۹۔ خون۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیات: ۱۳۰، ۱۳۳)

آیت نمبر ۳۹: ۱: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا کیا جواب دیا؟ ۱: وہ اکڑ گیا اور نہ مانا۔

۲: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کیا تہمت لگائی؟ ۲: حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہیں یا مجنون ہیں۔ (معاذ اللہ)

۳: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر یا مجنون کیوں کہا؟ ۳: جادوگر کہہ کر وہ اپنی قوم کو یقین دلانا چاہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزے بس جادو کے کرشمے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ مجنون اس لئے کہتا تھا کہ آپ علیہ السلام نے فرعون جیسے جابر اور طاقت ور بادشاہ سے کھلے الفاظ میں بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: فرعون اور اس کے لشکروں کا کیا انجام ہوا؟ ۱: اللہ ﷻ نے انہیں پکڑ لیا اور سمندر میں غرق کر دیا۔ ۲: فرعون کا ذکرِ عبرت کن الفاظ میں کیا گیا؟ ۲: وہ ملامت زدہ ہو کر رہ گیا۔ ۳: ملامت زدہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی جب یہ ظالم و جابر حکمراں اپنے لشکروں سمیت غرق ہو گیا تو کسی نے ان کی تباہی پر آنسو نہ بہائے۔ ہر کوئی انہیں ملامت کرتا اور بُرے لفظوں سے یاد کرتا تھا کہ اللہ ﷻ کا شکر ہے کہ ایسے ظالم سے جان چھوٹی۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: قوم عاد کا ذکر کیوں کیا گیا؟ ۱: تاکہ وہ پڑھنے والوں کے لئے ایک سبق اور نشانی بن جائے۔

۲: قوم عاد کا کیا انجام ہوا؟ ۲: اللہ ﷻ نے خیر سے نہایت خالی ایک ہوا (آندھی) بھیج کر ان سب کو تباہ و برباد کر دیا۔

آیت نمبر ۴۲: ا۔ قوم عاد پر بھیجی جانے والی ہوا کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ا۔ آندھی سے بھی زیادہ تیز جو بے قابو ہوئی جا رہی تھی۔ جس چیز پر سے بھی وہ ہوا گزرتی اس چیز کو بوسیدہ و برباد کر کے رکھ دیتی تھی۔

آیت نمبر ۴۳: ا: قوم ثمود کا ذکر کرنے کی کیا وجہ تھی؟ ا: تاکہ لوگوں کے لئے ایک سبق اور عبرت کا ذریعہ بن جائے۔

۲: قوم ثمود کے کفر و شرک اور نافرمانی پر انہیں کیا تنبیہ کی گئی؟ ۲: تھوڑی مدت اور فائدہ اُٹھالو۔

آیت نمبر ۴۴: ا: قوم ثمود کا کیا جرم بیان کیا گیا؟ ا: انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی۔

۲: قوم ثمود کا کیا انجام ہوا؟ ۲: ان کے دیکھتے ہی دیکھتے انہیں بجلی کی کڑک نے آپکڑا۔

آیت نمبر ۴۵: ا: قوم ثمود کی بے بسی کا ذکر کیسے کیا گیا؟ ا: ان میں نہ کھڑا ہونے کی سکت رہی اور نہ ہی وہ بدلہ لینے والے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قوم بڑے مضبوط جسم والی اور اپنی طاقت و قوت پر فخر کرنے والی تھی۔ جب ان پر عذاب نازل ہوا تو نہ ان میں کھڑا ہونے کی طاقت رہی اور نہ ہی بدلہ لینے کی ہمت رہی۔

آیت نمبر ۴۶: ا: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیوں کیا گیا؟ ا: لوگوں کے لئے سبق و عبرت کے طور پر۔ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کن قوموں سے پہلے گزری ہے؟ ۲: قوم عاد، قوم ثمود، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور آل فرعون سے بھی پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم گزری ہے۔

۳: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کیسے لوگوں پر مشتمل تھی؟ ۳: اللہ ﷻ کے نافرمان لوگوں پر مشتمل تھی۔

عملی پہلو: ہمیں یہ سمجھایا گیا ہے کہ جس قوم نے بھی اللہ ﷻ کے حکم سے سرکشی کی اور اکڑ دکھائی اس کا انجام تباہی و بربادی کی صورت میں ہوا۔ یہ تاریخی واقعات ان کے اسباب اور نتائج اس لئے سنائے جا رہے ہیں تاکہ باقی لوگ خود ہی سمجھ جائیں کہ اگر وہ بھی حق کی مخالفت سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی ایسا ہی ہو گا۔

آیت نمبر ۴۷: ا: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نشانی کا بیان ہے؟ ا: آسمان کا۔ ۲: آسمان کو اللہ ﷻ نے کیسے بنایا؟ ۲: اپنے ہاتھوں سے۔

۳: اللہ ﷻ کے ہاتھوں سے کیا مراد ہے؟ ۳: علماء نے اس سے مراد اللہ ﷻ کی قدرت اور قوت لی ہے اور اس کی اصل کیفیت اور تفصیل اللہ ﷻ ہی کے علم میں ہے۔ ۴: "اللہ وسعت دینے والا ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۴: i۔ اللہ ﷻ اپنی مشیت و حکمت کے مطابق مسلسل کائنات میں توسیع فرما رہا ہے۔ آج کی سائنسی ایجادات بھی اس بات کی تصدیق کر رہی ہیں کہ کائنات میں لمحہ بہ لمحہ توسیع ہو رہی ہے۔ مثلاً (Expanding of Universe) کائنات کے پھیلاؤ کا تصور۔ ii۔ آسمانوں سے بارش برسا کر اس زمین کے رزق میں وسعت دینے والا ہے۔ انسان جو اس کائنات کا سب سے اعلیٰ شاہکار ہے اس کی نسل بڑھ رہی ہے اور تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ iii۔ آسمان سے بڑھ کر بھی اللہ ﷻ وسیع چیزیں پیدا کرنے والا ہے۔

آیت نمبر ۴۸: ا: اللہ ﷻ کی کس نشانی کا بیان ہے؟ ا: زمین کا۔ ۲: زمین کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: زمین کو بطور فرش بچھایا۔

علمی بات: اللہ ﷻ نے زمین کو جانداروں کا گھر بنایا۔ اسی زمین سے ان کی غذا کا بندوبست فرمایا اور اسی سے ان کی تمام ضروریات مثلاً لباس، رہائش، سواری سب کا انتظام فرمایا۔ مرنے کے بعد زمین کو ہی اجسام کے ٹھکانہ لگانے کا ذریعہ بنایا۔ اللہ ﷻ نے کائنات میں زمین کو نہایت مناسب مقام پر رکھا۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ زمین سورج سے تھوڑی سی قریب ہوتی تو شدید گرمی سے ہر چیز جھلس جاتی اور تھوڑی دور ہوتی تو ہر چیز ٹھٹھر کر برف کی طرح جم جاتی۔

آیت نمبر ۴۹: ا: اس آیت میں مخلوقات کی کس صفت کا ذکر فرمایا؟ ا: اللہ ﷻ نے تمام مخلوقات جوڑوں کی صورت میں پیدا کیں۔ مثلاً مرد اور عورت کا جوڑا، حیوانات میں نر اور مادہ، نباتات میں جوڑے حتیٰ کے ایٹم میں الیکٹران اور پروٹان کے جوڑے ہیں۔ ۲: اللہ ﷻ نے تمام نشانیوں کا ذکر کیوں فرمایا؟ ۲: نصیحت حاصل کرنے کے لئے۔ ۳: اللہ ﷻ کا ہر چیز کو جوڑوں میں پیدا کرنا ہمارے لئے کیسے نصیحت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے ہمیں یہ سمجھایا ہے کہ: i۔ ان جوڑوں میں غور و فکر کرنے سے اللہ ﷻ کی قدرتِ کاملہ سے متعلق بہت سے اسباق ملتے ہیں اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ii۔ جس اللہ ﷻ نے انسانوں کے جوڑے بنائے۔ اسی نے دنیا اور آخرت کو بھی بنایا ہے۔

COPYRIGHT © QURAN FOUNDATION
THIS BOOK IS NOT FOR SALE
ALL RIGHTS RESERVED

iii۔ان سب جوڑوں کا پیدا کرنے والا صرف ایک اللہ ﷻ ہے، اس کا کوئی شریک، جوڑ، مدمقابل نہیں ہے جس کو معبود مانا جائے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱:اللہ ﷻ کی نشانیوں کو جان کر انسان کا کیا ردعمل ہونا چاہیئے؟ ۱:اسے اللہ ﷻ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ ۲:رسالت کی حقیقت کن الفاظ میں بیان کی گئی ہے؟ ۲:تمام پیغمبر اللہ ﷻ کی طرف سے واضح ڈر سنانے والے ہوتے ہیں۔ جو نافرمانوں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۱: ۱:اس آیت میں اللہ ﷻ نے کس چیز کا حکم فرمایا؟ ۱:اللہ ﷻ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بناؤ۔

علمی بات: مشرک وہ نہیں جو اللہ ﷻ کا انکار کرے بلکہ مشرک وہ ہوتا ہے جو اللہ ﷻ کے ساتھ دوسری ہستیوں کو معبود قرار دے۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی ذات وصفات اور حقوق میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیئے۔

۲:رسالت کی کس صفت کو نمایاں کیا گیا ہے؟ ۲:تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اللہ ﷻ کی طرف سے واضح طور پر بُرے انجام سے ڈرانے والے ہوتے ہیں۔ جو نافرمانوں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔

آیت نمبر ۵۲: ۱:تمام رسولوں پر ان کے نہ ماننے والوں کی اکثریت نے کیا الزام عائد کیا؟ ۱:جادوگر یا مجنون ہیں۔(معاذاللہ)

آیت نمبر ۵۳: ۱:انبیاء علیہم السلام کا انکار کرنے والوں کی کس روش کو بیان کیا گیا؟ ۱۔ ہر دور میں حق کے مخالفین موجود رہے ہیں اور اُن کی مخالفت سے ایسا لگتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو انبیاء ورُسل علیہم السلام کی مخالفت کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔

۲:انکار کرنے والوں کا ایک دوسرے کو کس بات کی وصیت کرنے کا ذکر ہے؟ ۲:انبیاء ورُسل علیہم السلام کو ساحر و مجنون کہنے کی۔(معاذاللہ)

علمی بات: تمام کافروں میں چند باتیں مشترک تھیں مثلاً آبائی مذہب سے محبت، عصبیت، ہٹ دھرمی، اکڑ اور شریعت کی پابندیوں سے آزادی کی خواہش۔ جو انہیں اس بات پر مجبور کر دیتی ہیں کہ پیغمبروں کی مخالفت میں انہیں بُرے القاب سے پکار کر ان کا مذاق اڑائیں۔

۳:ہر نبی کو ساحر اور مجنون کیوں کہا جاتا رہا ہے؟ ۳: کفار رسولوں کو ساحر تو اس لحاظ سے کہتے تھے کہ کبھی کفار کے مطالبہ پر اور بعض دفعہ مطالبہ کے بغیر پیغمبروں سے ایسے واقعات رونما ہوتے تھے جو خلاف عادت ہوتے تھے۔ جنہیں معجزات کہا جاتا ہے۔ کفار ان کو جادو کہہ دیتے تاکہ لوگ رسولوں کو نہ مانیں۔ مجنوں اس لحاظ سے کہتے تھے کہ پیغمبر جو دعوت پیش کرتے وہ ساری قوم کے مزاج اور اعتقاد کے خلاف ہوتی تھی اور پیغمبر یہ دعوت پیش کر کے ساری قوم کی مخالفت مول لے لیتے تھے۔ اور یہی بات لوگوں کی نگاہ میں دیوانگی ہوتی تھی۔

عملی پہلو: آج بھی دین پر چلنے والوں اور اس کی خاطر قربانیاں دینے والوں کو پاگل، بے وقوف کہہ کر اس راستے سے ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہمیں ایسے لوگوں کے طعنوں کو خاطر میں نہیں لانا چاہیئے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا مبارک طرزِ عمل سامنے رکھنا چاہیئے۔

۴:اللہ ﷻ نے انبیاء علیہم السلام کا انکار کرنے والوں کا اصل جرم کیا بیان کیا گیا ہے؟ ۴:وہ سرکش لوگ تھے۔

آیت نمبر ۵۴: ۱:اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو نافرمان لوگوں کے حوالے سے کیا نصیحت فرمائی؟ ۱: آپ ﷺ ان سے رخ پھیر لیں۔

۲:رخ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲:نافرمانوں کے پیچھے اپنے آپ کو شدید مشقت میں نہ ڈالیں۔(سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت:۲) ۳:اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی کیسے دلجوئی فرمائی؟ ۳:لوگوں کی نافرمانی، سرکشی اور کفر کا آپ ﷺ پر کوئی الزام نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی تبلیغ اور دعوت کا حق ادا کر دیا اور تمام دلائل کے ساتھ اللہ ﷻ کا پیغام ان تک پہنچا دیا۔ اب وہ خود ہی ہدایت کے طالب نہیں تو آپ ﷺ پر اس کا کوئی الزام نہیں۔

عملی پہلو: اس آیت میں دین کی تبلیغ کا ایک قاعدہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ایک داعیٔ حق جب کسی شخص کے سامنے معقول دلائل کے ساتھ اپنی دعوت صاف صاف پیش کر دے اور اس کے شبہات واعتراضات اور دلائل کا جواب بھی دے دے تو حق واضح کرنے کا جو فرض تھا وہ ادا ہو گیا۔ اس کے بعد بھی اگر وہ شخص اپنے عقیدہ و نظریہ پر جما رہے تو اس کی کوئی ذمہ داری دائی حق پر عائد نہیں ہوتی۔ اب لازمی نہیں کہ وہ اسی شخص کے پیچھے پڑا رہے، اب اپنی گمراہی کا وہ شخص خود ذمہ دار ہے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کس بات کا حکم دیا؟ ۱: نصیحت کرنے کا۔ ۲:اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو نصیحت کرنے کا حکم کیوں دیا؟ ۲: کیوں کہ

نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

علمی بات: اس آیت میں تبلیغ کا دوسرا قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ دعوتِ حق کا اصل مقصد ان لوگوں تک ایمان کی نعمت پہنچانا ہے جو اس نعمت کے قدر شناس ہوں اور اسے خود حاصل کرنا چاہیں۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ ہم دین کی دعوتِ عام کا سلسلہ برابر جاری رکھیں تاکہ جہاں جہاں بھی ایمان قبول کرنے یا اپنی اصلاح کرنے والے افراد موجود ہوں وہاں دین کا پیغام پہنچ جائے اور وہ حق قبول کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: جنات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد اللہ ﷻ نے کیا بیان فرمایا؟ ۱: تاکہ جنات اور انسان اللہ ﷻ کی عبادت کریں۔

۲: عبادت سے کیا مراد ہے؟ ۲: شرعی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم ہے معبود کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی عاجز جاننا اور اس کے لئے انتہائی تعظیم کو تسلیم کرتے ہوئے عاجزی کا اظہار کرنا۔

عملی پہلو: عبادت صرف اللہ ﷻ ہی کا حق ہے۔ یہ کسی اور کے لئے جائز نہیں جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے۔ ”اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو“ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۲۳)۔ البتہ اللہ ﷻ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنا اور زندگی کے تمام گوشوں اور شعبہ جات میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اور طریقہ کے مطابق دل کی پوری آمادگی کے ساتھ عمل کرنا ہی عبادت شمار ہوتا ہے جس پر اللہ ﷻ اجر عظیم عطا فرماتا ہے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

یعنی زندگی اللہ ﷻ کی بندگی کے لئے ہے۔ وہ زندگیاں جو اللہ ﷻ کی بندگی سے خالی ہوں گی روزِ قیامت شرمندگی کا باعث ہوں گی۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: اللہ ﷻ اپنی مخلوق سے کیا چاہتا ہے؟ ۱: کہ وہ اس کی فرمانبرداری کریں۔ دنیا کے آقا اور مالک اپنے غلاموں سے کام کاج کرانے کے محتاج ہوتے ہیں جب کہ اللہ ﷻ تو بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ مزید کہ اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کا فائدہ بندے ہی کو ہوتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کیوں نہیں چاہتا کہ اسے رزق دیا جائے؟ ۲: کیوں کہ وہ اللہ ﷻ ہی تمام جہانوں کا رازق ہے اور انہیں کھلانے والا ہے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: اللہ ﷻ کی کون سی شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ رازق ہے۔ بڑی قوت والا ہے اور مضبوط ہے۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: ظالموں کا کیا انجام ہوگا؟ ۱: ویسا ہی عذاب دیا جائے گا جیسے ان سے پہلے نافرمانوں کو دیا گیا۔

۲: اللہ ﷻ نے نافرمانوں کو کس بات سے ڈرایا ہے؟ ۲: وہ عذاب چاہنے میں جلدی نہ کریں۔ ۳: عذاب کی جلدی چاہنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: انبیاء علیہم السلام کے ڈرانے کے باوجود اپنے ظلم و کفر پر ڈٹے رہنا اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے عذاب کا مطالبہ کرنا۔

آیت نمبر ۶۰: ۱: کفار کو کس چیز سے ڈرایا گیا؟ ۱: ہلاکت اور بربادی سے ڈرایا گیا۔ ۲: ہلاکت کا کیا وقت بیان کیا گیا؟ ۲: ایک وعدہ کا دن۔

۳: وعدہ کے دن سے کیا مراد ہے؟ ۳: وعدہ کے دن سے مراد عذاب کے واقع ہونے کا دن ہے۔ یہ ان کی موت اور بدر کا دن بھی ہو سکتا ہے اور قیامت کا دن بھی جس دن سب سے بڑا عذاب ہوگا۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ میں کلمہ هٰذَا ہے:

(الف) اسم موصول (ب) اسم علم (ج) اسم ضمیر ✓(د) اسم اشارہ

COPYRIGHTS © RESERVED
THE ILM FOUNDATION WOULD
SALE OF THIS BOOK WHICH
ENTAILS CIVIL AND CRIMINAL ACTION

(۲) وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ آیت میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خوش خبری دی گئی:

✓(الف) علم والے لڑکے کی (ب) حلم والے لڑکے کی (ج) صحت والے لڑکے کی (د) صبر والے لڑکے کی

(۳) عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ کے معنی ہیں:

✓ (الف) بانجھ بڑھیا (ب) محتاج بڑھیا (ج) بیمار بڑھیا (د) نیک بڑھیا

(۴) وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ کی رو سے قومِ عاد پر عذاب آیا:

(الف) پانی کا ✓(ب) آندھی کا (ج) زلزلہ کا (د) کڑک کا

(۵) فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ کی رو سے قومِ ثمود پر عذاب آیا:

(الف) سیلاب کا (ب) زلزلہ کا (ج) کڑک کا (د) آندھی کا

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ وَ بِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ آیات کریمہ میں متقین کی کون سی صفات بیان ہوئی ہیں؟

ج: متقی لوگ سحر کے وقت (رات کے آخری حصے میں صبح صادق سے پہلے) اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں۔ ۲۔ ان کے مال و دولت میں مانگنے والے (سائل) اور نہ مانگنے والے محتاج اور ضرورت مند کا ایک طے شدہ حق ہوتا ہے جسے وہ خوش دلی سے ادا کرتے ہیں۔

۲۔ فَرَاغَ اِلٰۤى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ﴿۲۶﴾ آیت کریمہ کی رو سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کس شے سے مہمان نوازی فرمائی؟

ج: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نہایت اکرام کے ساتھ ایک موٹا تازہ بچھڑا (گائے کا بچہ) بھون کر ان کے سامنے پیش کیا سکے۔

۳۔ فَاَخَذْنٰهُ وَ جُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَ هُوَ مُلِیْمٌ ﴿۴۰﴾ آیت کریمہ میں فرعون اور اس کے لشکر کا کیا انجام بیان ہوا؟

ج: فرعون اور اس کے لشکر کو (سرکشی اور تکبر کے نتیجے میں) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی گرفت میں لے لیا اور ان سب کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اس حالت میں فرعون خود کو ملامت کر رہا تھا۔

۴۔ وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو کیا تلقین فرمائی گئی؟

ج: آپ (ﷺ) نصیحت کرتے رہیں اور حق کی یاددہانی کرواتے رہیں۔ کیونکہ یہ نصیحت اور یاددہانی یقیناً ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

۵۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ﴿۵۸﴾ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی کون سی صفات ذکر کی گئی ہیں؟

ج: ۱۔ "الرَّزَّاقُ" یعنی وہ تمام مخلوقات کو بے حساب رزق عطا کرنے والا ہے۔ ۲۔ "ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ" یعنی وہ بے پناہ قوت والا اور نہایت ہی مستحکم و زور آور ہے جس کی قدرت ہر لحاظ سے کامل ہے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ﴿۱۱﴾ یَسْـَٔلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ﴿۱۲﴾ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: ہلاک ہو جائیں (جھوٹے) اندازے لگانے والے۔ جو غفلت میں (پڑے حق کو) بھولے ہوئے ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں بدلہ کا دن کب ہو گا؟

اس دن جب وہ آگ میں جلائے جائیں گے۔

(ب) سُوْرَةُ الذّٰرِیٰتِ کا تعارف اور مرکزی مضمون لکھیں۔

ج: "الذّٰرِیٰتُ" ذرّات اور بخارات اُڑانے والی ہواؤں کو کہتے ہیں۔ اس سورت کی ابتدا میں الذّٰرِیٰتُ (گرد و غبار اُڑانے اور بکھیرنے والی ہواؤں) کی قسم کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ الذّٰرِیٰتِ" ہے۔ یہ سورت مکی دور میں نازل ہوئی۔ اس کا مرکزی مضمون عقائد ثلاثہ (توحید، رسالت، آخرت) کا اثبات ہے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FAIZ FOUNDATION TRUST AND SOLE OF THIS BOOK WOULD BE ETAIL OF CIVIL AND CRIMINAL ACTION

۲۔(الف) وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝
آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ج: اور اللہ ﷻ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ بے شک میں اس کی طرف سے تمھیں واضح ڈرانے والا ہوں۔ اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف جب بھی کوئی رسول آیا تو انھوں نے (بھی یہی) کہا (کہ یہ) جادوگر یا مجنون ہے۔

(ب) سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰت کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰت کے چند بنیادی مضامین درج ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ہواؤں کی قسمیں ذکر فرما کر قیامت کی یقین دہانی کرانا۔ ۲۔ اہلِ جنّت کی صفات اور عمدہ انجام کا ذکر۔ ۳۔ قیامت کا انکار کرنے والوں کی مذمّت کا بیان۔ ۴۔ قوموں کے عبرت ناک انجام کا بیان۔ ۵۔ جنّات اور انسانوں کی تخلیق کا مقصد۔

۳۔(الف) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ مَاۤ اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا فرمایا کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں اُن سے کوئی رزق نہیں چاہتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔

(ب) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے معزز مہمانوں کے قصہ میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

ج: یہ قصہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہمیں مہمانوں اور مسافروں کی مہمان نوازی کرنی چاہیئے کیوں کہ یہ دینی آداب میں سے ہے۔ مہمان چاہے اجنبی ہی کیوں نہ ہو، اس کی بہترین اور پُروقار ضیافت کرنا سنتِ ابراہیمی ہے۔ ساتھ ہی یہ سبق ملتا ہے کہ ایک مومن کو تکلّفات سے بچتے ہوئے عاجزی و انکساری اختیار کرنی چاہیے اور ناموافق حالات میں اللہ ﷻ کی قدرت اور اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۱۰ سُوْرَۃُ الطُّوْر آیات:۱تا۴۹

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ طور پہاڑ کی اہمیت کیا ہے؟ ۲۔ بیت المعمور کیا ہے؟

۳۔ قیامت کے دن آسمان اور پہاڑوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۴۔ ہر شخص کے اپنے اعمال کے بدلے رہن ہونے سے کیا مراد ہے؟

۵۔ اہل جنت کی کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۶۔ کون سے رشتہ دار جنّت میں ساتھ ہوں گے؟

۷۔ اللہ ﷻ کی قدرتوں کا جلالی انداز میں کس طرح ذکر کیا گیا ہے؟ ۸۔ سورت کے آخر میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو استقامت کے لئے کیا تلقین فرمائی؟

۹۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی دل جوئی کن الفاظ میں فرمائی؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الذاریات" میں آخرت کے جھٹلانے والوں پر دنیا میں آنے والے عذابوں کا ذکر تھا۔ سورۃ الطور میں سوالیہ انداز میں قیامت کے واقع ہونے کے دلائل کا بیان ہے۔ سورۃ الذاریات اور سورۃ الطور دونوں میں قسموں کے کھانے کے بعد قیامت کے واقع ہونے کا بیان ہے۔ دونوں سورتوں میں مشرکین کے سر داروں کی سر کشی کا ذکر ہے۔ دونوں سورتوں میں متقین اہل ایمان کو جنت میں خاص اعزاز و اکرام سے نوازے جانے کا ذکر ہے۔ سورۃالذاریات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیا کرام علیہم السلام کی عظمت اور ان کو جھٹلانے والوں کے عبرت ناک انجام کو بیان کیا گیا، اور سورۃالطور میں بھی کفارو مشرکین کی ہلاکت و بربادی کے ذکر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی یہ کہہ کر دلجوئی اور عظمت بیان فرمائی گئی کہ اے محبوب ﷺ آپ ان کی ایذارسانیوں سے رنجیدہ نہ ہوں آپ ہمارے مرکزِ محبت ہوتے ہوئے ہماری حفاظت ونگہبانی میں ہیں

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر۱: ۱: کس چیز کی قسم فرمائی گئی؟ ۱: طور کی قسم فرمائی گئی ہے۔ ۲: طور کیا ہے؟ ۲: پہاڑ کا نام ہے۔ ۳: اس پہاڑ کی اہمیت کیا ہے؟ ۳: طور وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ ﷻ سے ہم کلام ہوئے۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے تورات عطا فرمائی اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اللہ ﷻ نے اسی عزت اور شرف کی وجہ سے اس پہاڑ کی قسم فرمائی ہے۔ ۴: کوہ طور کا دوسرا نام کیا ہے؟ ۴: طور سینا (سورۃ التین ۹۵، آیت:۲)

آیت نمبر۲: ۱: کس کی قسم فرمائی گئی؟ ۱: کتابِ مسطور کی ۲: کتاب مسطور سے کیا مراد ہے؟ ۲: i۔ تورات۔ ii۔ زبور۔ iii۔ انجیل۔ iv۔ قرآنِ حکیم

آیت نمبر۳: ۱: کتاب کی کیا صفت بیان ہوئی ہے؟ ۱: کھلے اور کشادہ اوراق میں ہے۔ یعنی جن کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے۔

آیت نمبر۴: ۱: کس چیز کی قسم کھائی گئی ہے؟ ۱: بیت المعمور کی قسم فرمائی گئی ہے۔ ۲: بیتِ معمور کے کیا معنی ہیں؟ ۲: بیت کے معنی ہیں گھر اور معمور کے معنی ہی آباد اور بھرے ہوئے کے ہیں یعنی بھرا ہُوا آباد گھر۔ ۳: بیت المعمور کیا ہے؟ ۳: بیت المعمور، ساتویں آسمان پر وہ عبادت خانہ ہے جس میں فرشتے عبادت کرتے ہیں، یہ عبادت خانہ فرشتوں سے اس طرح بھرا ہوتا ہے کہ روزانہ اس میں ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے آتے ہیں جن کی پھر دوبارہ قیامت تک باری نہیں آتی۔ جیسا کہ معراج کے بیان پر مبنی احادیث معراج میں بیان کیا گیا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

آیت نمبر۵: ۱: کس چیز کی قسم فرمائی گئی؟ ۱: سقف المرفوع کی۔

۲: سقف المرفوع سے کیا مراد ہے؟ ۲: اونچی چھت یعنی آسمان۔ اور یہ آسمانِ دنیا بھی ہو سکتا ہے اور عرش عظیم بھی جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے۔

علمی بات: آسمان اللہ ﷻ کی قدرت کا شاہکار ہے۔ اللہ ﷻ نے سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت:۳۲ میں آسمان کو محفوظ چھت قرار دیا۔ آسمان زمین کے لئے چھت کی مانند ہے اور تابکاری مادوں اور زہریلی گیسوں سے حفاظت کا ذریعہ بھی ہے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE IMAM FOUNDATION AND WORLD WIDE SALAFI STUDENTS ASSOCIATION.

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی اس عظیم نعمت پر اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

آیت نمبر۶: ۱: کس چیز کی قسم کھائی گئی؟ ۱: اُبلتے ہوئے سمندر کی۔ ۲: اُبلتے ہوئے سمندر سے کیا مراد ہے؟ ۲: مختلف آراء ہیں۔i۔ زیرِ عرش پانی جس سے قیامت کے دن بارش ہو گی اور مردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ii۔ وہ سمندر جن میں قیامت کے دن آگ بھڑک اُٹھے گی۔ جیسے سورۃ التکویر ۸۱، آیت:۶ میں بیان ہوا ہے۔

علمی بات: پانی میں دو گیسیں شامل ہیں یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن۔ آکسیجن کے اندر آگ بھڑکانے کی صلاحیت ہے جب کہ ہائیڈروجن میں خود بھڑکنے کی صلاحیت ہے۔ ان دونوں کی ترکیب سے پانی جیسا مادہ پیدا کیا گیا ہے جو آگ بجھانے والا بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ ﷻ پانی کی اس ترکیب کو بدل دے۔ اور یہ دونوں گیسیں ایک دوسرے سے الگ ہو کر بھڑکنے اور بھڑکانے والی ہو جائیں۔

۳: آیات: ۱ تا ۶ میں کن چیزوں کی قسمیں فرمائی گئیں؟ ۳: تین روحانی نعمتوں یعنی کوہِ طور، لکھی ہوئی کتاب، اور بیت المعمور کی اور دو مادی نعمتوں کی قسمیں کھائی گئیں یعنی آسمان اور سمندر۔

آیت نمبر۷: ۱: مندرجہ بالا آیات میں موجود قسمیں کس بات پر فرمائی گئیں؟ ۱: اللہ ﷻ کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔

۲: واقع ہونے والے عذاب سے کیا مراد ہے؟ ۲: قیامت جو نافرمانوں کے لئے باعث عذاب ہو گی۔

آیت نمبر۸: ۱: قیامت کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: کوئی قیامت کو روکنے والا نہیں۔ جیسا کہ سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیت: ۴۷ میں ہے "اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ اللہ ﷻ کی جانب سے وہ دن آجائے جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے، تمہیں اس روز نہ تو کوئی پناہ کی جگہ ملے گی نہ چھپ کر انجان بن جانے کی"۔

آیت نمبر۹: ۱: قیامت کے دن آسمان کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: آسمان کانپ کر لرز اُٹھے گا۔ مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ وسیع و عریض آسمان جس کو اپنے مقام سے کبھی بال برابر سرکتے نہیں دیکھا گیا، وہ اس روز ایک معمولی اور ہلکی چیز کی مانند ڈول رہا ہو گا اور جھول رہا ہو گا۔

آیت نمبر۱۰: ۱: قیامت کے دن پہاڑوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر اُڑتے پھریں گے۔ (سورۃ القارعۃ ۱۰۱، آیت:۵) دوسرے الفاظ میں زمین کی کشش ثقل (Gravitational Force) جس نے پہاڑوں کو جما رکھا ہے، ڈھیلی پڑ جائے گی اور وہ اپنی جڑوں سے اکھڑ کر فضا میں اس طرح اڑنے لگیں گے جیسے بادل اڑتے پھرتے ہیں یا پھر دھنی ہوئی روئی۔

آیت نمبر۱۱: ۱: آخرت کا دن جھٹلانے والوں کے لئے کیسا ہو گا؟ ۱: ہلاکت کا باعث بنے گا۔

۲: جھٹلانے والوں سے کون مراد ہیں؟ ۲: جو نبی ﷺ کی تعلیمات کو جھٹلاتے ہیں۔

آیت نمبر۱۲: ۱: جھٹلانے والوں کی کس بُرائی کا ذکر ہے؟ ۱: فضول باتوں میں پڑ کر کھیلنے کا ذکر ہے۔ (سورۃ الزخرف ۴۳، آیت:۸۳)

عملی پہلو: ہمیں بھی فضول باتوں اور کاموں سے بچنا چاہیئے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جو شخص اللہ ﷻ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے"۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر۱۳: ۱: قیامت کے دن جھٹلانے والے لوگوں کا کیا حال ہو گا؟ ۱: دھکے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا یعنی نافرمان جہنم کی طرف جانے کو تیار نہ ہوں گے تو انہیں دھکے مار مار کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ جیسا کہ دنیا میں قیدیوں کے ساتھ جیل میں ڈالتے وقت سلوک کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر۱۴: ۱: جہنم پر پہنچا کر جھٹلانے والوں سے کیا کہا جائے گا؟ ۱: یہ ہے وہ آگ جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

آیت نمبر۱۵: ۱: جہنم کی حقیقت کو جہنم والوں پر کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ۱: یہ جادو نہیں بلکہ حقیقت ہے جو تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ جس طرح نافرمان دنیا میں پیغمبروں کو جادوگر کہا کرتے تھے ان سے روزِ قیامت پوچھا جائے گا کہ بتاؤ! کیا یہ بھی کوئی جادو کا کرتب ہے؟ یا جس طرح تم دنیا میں حق کے دیکھنے سے اندھے تھے یہ عذاب بھی تمہیں نظر نہیں آرہا ہے؟

آیت نمبر۱۶: ۱: جہنم والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: اُن سے کہا جائے گا کہ اس میں جھلس جاؤ ۲: جہنم والوں کو کیا تنبیہ کی جائے گی؟

COPYRIGHTS © RESERVED WITH FREE QURAN EDUCATION WEBSITE
SALT OF THE EARTH

۲:اب تم صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لئے برابر ہے۔ ۳:اہل جہنم کو سزا کیوں دی جائے گی؟ ۳:یہ ان کے بُرے کاموں کا بدلہ ہو گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

علمی بات: تافرمانوں نے دنیا میں یہ طے کر لیا تھا کہ جو کچھ بھی ہو وہ کبھی دعوت حق قبول نہیں کریں گے اور پھر وہ اپنی اس ہٹ دھرمی پر ڈٹ گئے تھے۔ اسی طرح روزِ قیامت ان کے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی چاہے وہ چیخیں چلائیں یا صبر کر کے عذاب برداشت کرتے جائیں۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱:متقین کا کیا انجام ہو گا؟ ۱:وہ باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱:متقین کا کیا انجام ہو گا؟ ۱:جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ ۲:اہل جنت کو جنت کی نعمتیں کون عطا فرمائے گا؟

۲:اللہ ﷻ ۳:متقین کو اللہ ﷻ کس چیز سے بچا لے گا؟ ۳:جہنم کے عذاب سے

علمی بات: پس جو شخص جہنم کی آگ سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔
(سورۃ ال عمران ۳، آیت:۱۸۵)

آیت نمبر ۱۹: ۱:اہل جنت کی مہمان نوازی کیسے کی جائے گی؟ ۱:ان سے کہا جائے گا کھاؤ پیو مزے لے کر۔

۲:اہل جنت کو جنت کی نعمتیں کیوں حاصل ہوں گی؟ ۲:اُن اچھے اعمال کے بدلے میں جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔

علمی بات: اسی بات کو سورۃ الحاقہ ۶۹، آیت:۲۴ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ "مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے"۔

آیت نمبر ۲۰: ۱:اہل جنت کی محفلوں کا کن الفاظ میں تذکرہ کیا گیا ہے؟ ۱:وہ ساتھ ساتھ بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اس انداز کی نشست اطمینان و خوشی اور مہمان کے اعزاز و اکرام کو ظاہر کرتی ہے۔ ۲:اہل جنت کا نکاح کن سے کیا جائے گا؟ ۲:حوروں سے

۳:حوروں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۳:وہ بڑی بڑی آنکھوں والی ہوں گی۔

آیت نمبر ۲۱: ۱:اہل جنت کی اولاد میں سے کن لوگوں کو جنت میں اُن کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا؟ ۱:اللہ ﷻ مومن اولاد کو بھی نیک والدین کے ساتھ جنت کے اعلیٰ درجہ میں ساتھ ملا دے گا۔ ۲:اہل جنت پر اللہ ﷻ کے کس احسان کا ذکر ہے؟ ۲:اعلیٰ درجات والے جنتی کے درجات کو کم نہیں کیا جائے گا۔

عملی پہلو: جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت قریبی رشتہ داروں کا ساتھ نصیب ہونا ہو گا۔ جس کی شرط ایمان اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ہے یعنی اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و اطاعت۔ اللہ ﷻ فضل فرمائے گا اور وہ جنتی جو اونچے درجات پر ہوں گے ان کی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کو اللہ ﷻ ان کے ساتھ اعلیٰ درجات عطا فرما کر ان کے ساتھ فرما دے گا۔ اعلیٰ درجات والے جنتی کے درجات کو کم نہیں کیا جائے گا۔

۳:صاحب ایمان والدین کو اولاد کے حوالہ سے کیا خوشخبری دی گئی ہے؟ ۳:اگر ان کی اولاد مومن ہے تو اسے اپنے نیک آباء و اجداد کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا۔ ۴:بُرے لوگ جنت میں کیوں نہیں جا سکیں گے؟ ۴:کیوں کہ ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں رہن ہے۔ اس بات کو سورۃ مدثر ۷۴، آیت:۳۸ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ ۵:رہن کسے کہتے ہیں؟ ۵:کسی کو قرض دیتے ہوئے اس کی کوئی قیمتی چیز بطورِ ضمانت بدلے میں رکھ لینے کو رہن کہتے ہیں۔ ۶:ہر شخص کے اپنے اعمال کے بدلے رہن ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۶: i۔یعنی وہ جیسا اچھا یا بُرا عمل کرے گا ویسا ہی اچھا بدلہ یا بُری سزا پائے گا۔ ii۔یعنی جس طرح کوئی شخص قرض ادا کیئے بغیر رہن رکھی چیز نہیں چھڑا سکتا اسی طرح کوئی شخص ایمان کے تقاضوں پر عمل کیئے بغیر اپنے آپ کو اللہ ﷻ کی پکڑ سے نہیں بچا سکتا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱:اہل جنت پر اللہ ﷻ کی کس عنایت کا بیان ہے؟ ۱:اللہ ﷻ انہیں مسلسل نعمتیں عطا فرمائے گا۔

۲:اہل جنت کو کون سی نعمتیں دی جائیں گی؟ ۲:طرح طرح کے میوے، مرغوب گوشت اور جو وہ چاہیں گے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱:جنت کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ۱:پاکیزہ شراب۔ ۲:اہل جنت کی کس کیفیت کا ذکر ہے؟ ۲:اہل جنت باہمی خوشی و دوستی میں ایک دوسرے سے شراب کے پیالے چھینتے اور جھپٹ کر لے رہے ہوں گے۔ ۳:جنت کی شراب کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۳:جنت کی شراب پی کر نہ کوئی بہکے گا کہ بے ہودہ بات کرے اور نہ کوئی گناہ کرے گا۔ (سورۃ الواقعہ ۵۶، آیت:۱۹)

COPYRIGHTS@RESERVED WITH THE FOUNDATION FOR QURANIC SCIENCE AND RESEARCH

آیت نمبر ۲۴: ۱: اہل جنت کی خدمت کرنے کے لئے کون مقرر کیئے جائیں گے؟ ۱: نوعمر نوجوان لڑکے۔ دوسرے مقامات پر بھی اسے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً (سورۃ الواقعہ ۵۶، آیت: ۱۷، سورۃ الدھر ۷۶، آیت: ۱۹) ۲: اہل جنت کے خادموں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: وہ اہل جنت کے ارد گرد ان کی خدمت کے لئے پھرتے رہیں گے۔ ایسے خوبصورت جیسے موتی، جسے ڈھک کر رکھا گیا ہو، تاکہ ہاتھ لگنے سے اس کی چمک دمک ماند نہ پڑے۔ وہ خدمت گزار بدوضع اور اکھڑ مزاج نہیں ہوں گے بلکہ بہت خوبصورت، صاف ستھرے اور اطاعت گزار ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اہل جنت کی کس کیفیت کا بیان ہے؟ ۱: وہ اہل جنت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر دنیا کے حالات کے بارے میں پوچھیں گے کہ انہوں نے دنیا میں کیسے زندگی گزاری کیا اعمال کیا کرتے تھے؟ جیسا کہ جب بے تکلف دوست کسی دعوت میں شرکت کرتے ہیں تو کھانا کھا کر چلے نہیں جاتے بلکہ اس کے بعد مل بیٹھتے ہیں۔ ہر ایک اپنے دل کی بات کہتا ہے اور دوسرے کی سنتا ہے۔ جنت میں جنتی بھی کھانے پینے سے فارغ ہو کر اسی طرح مل بیٹھیں گے اور سلسلہ گفتگو شروع ہو گا۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اہل جنت دنیا میں رہتے ہوئے اپنے کس طرزِ عمل کا ذکر کریں گے؟ ۱: وہ دنیا میں اپنے گھر والوں میں رہتے ہوئے اللہ ﷻ سے ڈرتے رہتے تھے۔ ۲: "گھر والوں میں ڈرتے رہتے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی دنیا میں گزرے ہوئے ایام کی یاد تازہ کرنا چاہیں گے اور کہیں گے ہمیں تو ہر وقت یہی خوف لگا رہتا تھا کہ ہم سے کوئی ایسا کام نہ ہو جائے جس پر اللہ ﷻ کے ہاں ہماری پکڑ ہو۔ یہاں خاص طور پر اپنے گھر والوں کے درمیان ڈرتے ہوئے زندگی بسر کرنے کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے انسان دنیا میں بہت سے گناہ کے کام محض اہل و عیال کی خاطر کرتا ہے۔ مثلاً مال و دولت کی ہوس کی وجہ سے اسے مال کمانے میں بعض اوقات حرام و حلال کی تمیز بھی نہیں رہتی۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اہل جنت اللہ ﷻ کے کس احسان کو یاد کریں گے؟ ۱: اللہ ﷻ نے انہیں گرم ہَوا کے عذاب سے بچالیا۔ اس گرم ہَوا "سموم" یعنی لُو جو دوزخ سے اُٹھ رہی ہو گی کا ذکر سورۃ الواقعہ ۵۶، آیت: ۴۲ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اہل جنت کی کس صفت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: وہ دنیا میں اس اللہ ﷻ ہی سے دعا مانگا کرتے تھے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اللہ ﷻ کے خوف کے ساتھ ساتھ جہنم کے عذاب سے اس کی پناہ مانگنی چاہیئے اور اس کے فضل و کرم کی دعا مانگنی چاہیئے۔

۲: اللہ ﷻ کی کن صفات کا بیان ہے؟ ۲: اللہ ﷻ خوب احسان فرمانے والا اور خوب رحم فرمانے والا ہے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا حکم فرمایا؟ ۱: آپ ﷺ نصیحت کرتے رہیئے۔ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی کیسے دلجوئی فرمائی؟ ۲: اللہ ﷻ کے فضل سے نہ تو آپ ﷺ کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ ۳: کاہن کسے کہتے ہیں؟ ۳: وہ شخص جس کے پاس کوئی خبر کوئی جن پہنچا دے۔ ۴: مجنون کسے کہتے ہیں؟ ۴: ایسا شخص جو ذہنی توازن کھو چکا ہو جسے عموماً پاگل یا دیوانہ کہتے ہیں۔

۶: مشرکین مکہ آپ ﷺ کو (معاذاللہ) کاہن اور مجنون کیوں کہتے تھے؟ ۶: یہ ان کی ہٹ دھرمی تھی کہ نبی کریم ﷺ کی بات ماننے کے لئے وہ تیار نہ تھے اور آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کا نبی ماننے کے بجائے کاہن اور مجنون کہہ کر بہتان لگاتے تھے معاذاللہ۔ ان کے اعتراضات کے جواب میں اللہ ﷻ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

علمی بات: سورۃ الذاریات کے نکات میں آیت: ۵۳ میں بھی انبیاء کرام علیہم السلام کو کاہن اور مجنون کہنے کی وجوہات بیان کی گئی ہیں۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: آپ ﷺ کے بارے میں مشرکین مکہ کیا بہتان لگاتے تھے؟ ۱: وہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ ایک شاعر ہیں اور آپ ﷺ بھی دیگر شاعروں کی طرح موت سے ہمکنار ہونے کے بعد بھُلا دیئے جائیں گے۔ (معاذاللہ) ۲: مشرکین مکہ آپ ﷺ کے بارے میں کس بات کے منتظر تھے؟ ۲: آپ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کا ذکر اور دین بھی مٹ جائے گا۔ (معاذاللہ)

آیت نمبر ۳۱: ۱: آپ ﷺ نے مشرکین کو کیا جواب دیا؟ ۱: تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں یعنی تم دیکھ لو گے کہ بالآخر غلبہ اور دائمی کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: نافرمانوں کی عقلیں انہیں کیا سکھاتی ہیں؟ ۱: کہ وہ نبی کریم ﷺ کا مذاق اُڑاتے رہیں اور ان کی دعوت کا انکار کرتے رہیں۔

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED. ETA

۲: نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے والوں کی کس خرابی کا ذکر ہے؟ ۲: اُن کی سرکشی کا۔ ۳: سرکشی سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کی قائم کردہ حدود کو پار کرنا۔ یعنی اللہ ﷻ اور رسولوں کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اپنی مرضی چلانا۔ انسان کی سرکشی کا ذکر سورۃ العلق ۹۶، آیات: ۶ تا ۸ میں بھی آیا ہے۔

علمی بات: کفار و مشرکین آپ ﷺ کو کاہن، جادوگر اور شاعر محض عقل کی بنا پر نہیں کہتے تھے جیسا کہ ان کو اپنے عقلوں پر بہت ناز تھا۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ آپ ﷺ پر صرف ایک الزام لگاتے۔ مختلف الزامات لگانا صرف ہٹ دھرمی، بغض، شرارت اور سرکشی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ حقیقت میں وہ سب کچھ جان چکے ہیں۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: نبی کریم ﷺ پر نافرمانوں کی طرف سے لگائے گئے کس الزام کا ذکر ہے؟ ۱: کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے۔ (معاذ اللہ)

۲: آپ ﷺ پر جھوٹا الزام لگانے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ لوگ قرآن حکیم اور نبی کریم ﷺ کی صداقت پر ایمان نہیں لا رہے تھے۔ اس سے اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ اپنے اس الزام کی صحت پر انہیں قطعاً یقین نہیں۔ کیونکہ وہ عربی جانتے تھے نیز جانتے تھے کہ یہ بندوں کا کلام نہیں ہے۔ لہٰذا وہ غلط بات کہہ رہے ہیں لیکن چونکہ انہوں نے طے کر رکھا تھا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے اس لئے کوئی نہ کوئی عذر اپنے ایمان نہ لانے کا تلاش کرتے رہتے تھے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم کی صداقت کو ثابت کرنے کے لئے جھٹلانے والوں کو کیا چیلنج دیا؟ ۱: اگر وہ اپنی بات اور دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسا قرآنِ کریم بنا کر لے آئیں۔

علمی بات: نبی کریم ﷺ کو قرآنِ حکیم کی صورت میں معجزہ عطا فرمایا گیا اور آپ ﷺ کا انکار کرنے والوں کو چیلنج دیا گیا کہ وہ قرآنِ کریم جیسا کلام لا کر دکھائیں۔ (سورہ یونس ۱۰، آیت ۳۸، سورہ ہود ۱۱، آیت: ۱۳، سورہ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۸۸، سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۲۳)

آیت نمبر ۳۵: ۱: اللہ ﷻ کو خالق تسلیم کرنے کے لئے کیا سوچنے کی دعوت دی گئی ہے؟ ۱: i۔ کیا وہ بغیر کسی خالق کے پیدا ہو گئے ہیں۔ ii۔ کیا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں۔

علمی بات: کوئی چیز بیک وقت خالق اور مخلوق نہیں ہو سکتی یعنی خود ہی بننے والی ہو اور خود ہی بنانے والی ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو بنانے والا یا پیدا کرنے والا کوئی اور ہے۔ بنی ہوئی چیز اپنے بنانے والے کے ہاتھوں بے بس ہوتی ہے وہ اس کے سامنے اکڑ نہیں سکتی، پھر لوگ کیسے اپنے خالق کے حکم سے سرکشی کرتے ہیں؟

آیت نمبر ۳۶: ۱: اللہ ﷻ کو خالق تسلیم کرنے کے لئے کیا سوچنے کی دعوت دی گئی ہے؟ ۱: کیا ان نافرمانوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے؟

۲: اللہ ﷻ کو خالق نہ ماننے کی اصل وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے یقین نہیں رکھتے۔ وہ محض اعتراف کرتے ہیں کہ وہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والے نہیں ہیں۔ اگر یقین ہوتا تو وہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول کا انکار کبھی نہ کرتے۔

علمی بات: اللہ ﷻ کی قدرت پر یقین کامل انسان کو ایمان باللہ کی دعوت دیتا ہے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: رب کے خزانوں سے کیا مراد لیا گیا ہے؟ ۱: i۔ رزق۔ ii۔ نبوت ۲: اس اسلوب میں مشرکین سے بات کرنے کی کیا وجہ ہے؟ ۲: اُنہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ رب کے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ نہ مشرکین ان کے مالک ہیں اور نہ نگران ہیں۔ اللہ ﷻ اپنے خزانوں سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

علمی بات: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "نبی کریم ﷺ مغرب کی نماز میں سورۃ الطور کی تلاوت فرما رہے تھے میں کان لگائے سن رہا تھا جب آپ ﷺ آیت اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمۡ هُمُ الۡمُصَيۡطِرُوۡنَ (سورۃ الطور ۵۲، آیت: ۳۷) تک پہنچے تو میری حالت یہ ہو گئی کہ گویا میرا دل اُڑا جا رہا ہے"۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم) بدری قیدیوں میں ہی یہ جبیر رضی اللہ عنہ آئے تھے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب یہ کافر تھے قرآن حکیم کی ان آیتوں کا سننا ان کے لئے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ بن گیا۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: مشرکین کا دعویٰ تھا کہ وہ نبی کی طرح خود بھی وحی لا سکتے ہیں۔ اس کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: کیا ان کے لئے کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ آسمان سے باتیں سن لیتے ہیں۔ اگر وہ اپنی بات میں سچے ہیں تو وہ اپنے دعوے کی واضح دلیل اور ثبوت لائیں۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: مشرکین مکہ نے اللہ ﷻ کے ساتھ کس کو شریک ٹھہرایا؟ ۱: فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دیا۔

۲: اس آیت میں مشرکین کے شرک پر کیا طنزیہ انداز اختیار کیا گیا؟ ۲: مشرکین نے ایک تو اللہ ﷻ کے لئے اولاد کا تصور گھڑا اور دوسرا اللہ ﷻ کے ساتھ

COPYRIGHTS@RESERVED WITH FOUNDATION
FREE AND NOT FOR SALE

اُسے پسند کیا جسے وہ خود پسند نہیں کرتے تھے یعنی انہیں خود بیٹے پسند تھے لیکن اللہ ﷻ کے لئے بیٹیاں پسند کیں۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اللہ ﷻ نے مشرکین مکہ کے کفر اور ایمان لانے سے انکار کرنے پر ان کی کس نادانی کو ذکر فرمایا؟ ۱: اے نبی (ﷺ)! آپ ان سے کوئی تاوان تو نہیں مانگ رہے کہ جسے یہ بوجھ سمجھ رہے ہیں۔ ۲: نبی کریم ﷺ کی دعوت کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: آپ ﷺ کی دعوت بے لوث تھی آپ ﷺ اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں فرما رہے تھے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: مشرکین کے کفر کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: ان کے پاس کوئی ایسا علم نہیں ہے جو انہیں بتاتا ہو کہ آخرت نہیں آئے گی۔ اور نہ وہ ان الزامات کی دلیل بتاتا ہو جو انہوں نے اللہ ﷻ کے بارے میں قائم کر رکھے ہیں۔ ۲: علم غیب کس کے پاس ہے؟ ۲: کل علم غیب صرف اللہ ﷻ کے پاس ہے البتہ اللہ ﷻ اپنے رسولوں کو اپنے غیب سے آگاہ فرماتا ہے۔ جنہیں اللہ ﷻ نے غیب بتانے کے لئے پسند فرمایا۔ جیسا کہ سورۃ آلِ عمران: آیت: ۱۷۹، اور سورۃ جن: آیات: ۲۶، ۲۷ میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: نبی کریم ﷺ کی دعوت کے رد عمل پر کفار کی کس کیفیت کا ذکر ہے؟ ۱: وہ آپ ﷺ کے خلاف کوئی چال چلنا چاہتے تھے۔

۲: نبی کریم ﷺ کے خلاف چال چلنے والے کفار کا کیا انجام ہوا؟ ۲: وہ کفر کر کے خود ایسی چال میں پھنس گئے جس کے نتیجے میں ان کی دنیا اور آخرت تباہ برباد ہو گئی۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: مشرکین کے شرک پر اللہ ﷻ نے کیا تبصرہ فرمایا؟ ۱: ان کے لئے اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے واحد معبودِ حقیقی ہونے کا کیسے اظہار کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ پاک ہے ہر اس چیز سے جسے وہ اللہ ﷻ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: اہل مکہ کی ہٹ دھرمی اور توحید سے انکار کی شدت کا کیسے اظہار کیا گیا ہے؟ ۱: وہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے ہوئے دیکھ کر بھی اسے معجزہ نہیں مانیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔

علمی بات: کفار و مشرکین اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں اتنا آگے بڑھ گئے تھے کہ ان کے مطالبے کے مطابق بھی کوئی معجزہ دکھایا جاتا تو وہ اس میں تو کوئی نہ کوئی تاویل کر کے اس کو جھٹلا دیتے اور اس کو جادو قرار دیتے۔ جیسے کہ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا: "اور اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور یہ وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے"۔ (سورۃ الحجر ۱۵، آیات: ۱۴، ۱۵)

آیت نمبر ۴۵: ۱: آپ ﷺ کو ایسے کفار کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنے کا فرمایا گیا؟ ۱: پس آپ ﷺ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

۲: قیامت کے دن کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: قیامت کے دن کی شدت سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: قیامت کے دن کفار کا کیا حال ہو گا؟ ۱: i۔ نہ کفار کی چالیں ان کے کام آئیں گی۔ ii۔ نہ کوئی ان کی مدد کرے گا۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: ظالموں کو آخرت کے عذاب کے علاوہ اور کس عذاب سے ڈرایا گیا ہے؟ ۱: دنیا میں ملنے والے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔

سورۃ السجدہ ۳۲، آیت: ۲۱ میں بھی دنیا میں آنے والے عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲: اکثر ظالم کس بات سے واقف نہیں ہوتے؟ ۲: اللہ ﷻ ان کے ظلم کی سزا اس دنیا میں بھی دے دیتا ہے۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے کیا تلقین فرمائی؟ ۱: i۔ آپ ﷺ ان کی زیادتیوں پر صبر فرمایئے۔ ii۔ تسبیح کیجئے اپنے رب کی حمد کے ساتھ جب آپ ﷺ مجلس سے اُٹھا کریں۔ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی دلجوئی کن الفاظ میں فرمائی؟ ۲: پس آپ ﷺ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ ہر وقت اللہ ﷻ کی حفاظت میں رہے اور اس کی محبت کا مرکز ہیں۔

علمی بات: راہِ حق میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑے بڑے بہادر میدان سے بھاگ جاتے ہیں۔ اس لئے صبر کا حکم دینے کے بعد تلقین فرمائی کہ اپنے پروردگار کی حمد و تسبیح میں ہر وقت مشغول رہا کریں۔ ذکرِ الٰہی سے ایسی قوت پیدا ہوتی ہے کہ انسان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹتے ہیں اور وہ اُف

تک نہیں کرتا۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: آپ ﷺ کو کن اوقات میں اللہ ﷻ کی تسبیح کرنے کا حکم فرمایا گیا؟ ۱: کچھ حصہ رات میں اور ستاروں کے ڈوبتے وقت۔

۲: ستاروں کے ڈوبنے کا وقت کیا ہے؟ ۲: فجر کا وقت جب کچھ ہی دیر میں سورج نکل آتا ہے اور ستارے چھپ جاتے ہیں۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶ میں سمندر کی صفت بیان ہوئی ہے:

(الف) جمے ہوئے (ب) بہتے ہوئے ✓(ج) ابلتے ہوئے (د) رُکے ہوئے

(۲) كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝۲۱ آیت کی رو سے ہر شخص گروی ہے:

(الف) مال کے بدلے (ب) جان کے بدلے (ج) جائیداد کے بدلے ✓(د) عمل کے بدلے

(۳) اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝۲۲ آیت کریمہ کی رو سے اہل جنت کے کھانے کا ذکر ہے:

(الف) پھل اور سبزیاں (ب) گوشت اور سبزیاں (ج) میوے اور سبزیاں ✓(د) میوے اور گوشت

(۴) وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝۲۵ میں "عَلٰی" ہے:

(الف) اسم (ب) فعل ✓(ج) حرف (د) نہی

(۵) عَذَابَ السَّمُوْمِ سے مراد ہے:

(الف) طوفان کا عذاب (ب) پتھروں کا عذاب ✓(ج) جھلسا دینے والی ہواؤں کا عذاب (د) آندھی کا عذاب

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝۱۷ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۱۸ آیات کریمہ میں بیان کردہ متقین کے لیے جنّت کی کن نعمتوں کا ذکر ہے؟

ج: متقین کے لیے جنت میں باغات اور بے شمار نعمتوں کا ذکر ہے جہاں وہ ان انعامات سے لطف اندوز ہوں گے جو اللہ ﷻ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔ اور (سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ) اللہ ﷻ انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمادے گا۔

۲۔ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝۲۰ آیت کریمہ میں اہلِ جنت کے لیے کن انعامات کا ذکر کیا گیا ہے؟

ج: اہلِ جنت قطار در قطار بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ اور اللہ ﷻ ان کا نکاح بڑی بڑی آنکھوں والی خوبصورت حوروں سے فرمادے گا۔

۳۔ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝۲۶ اہل جنت عذاب سے بچائے جانے کی کیا وجہ بیان کریں گے؟

ج: اہلِ جنت یہ تذکرہ کریں گے کہ وہ دنیا میں اپنے گھر والوں کے درمیان اللہ ﷻ کی پکڑ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارتے تھے۔

۴۔ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝۳۴ قرآن حکیم پر کفار کے اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے؟

ج: کفار کو چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو اس جیسی کوئی ایک بات یا کلام ہی بنا کر لے آئیں۔

۵۔ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝۴۸ آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو کیا تلقین فرمائی گئی ہے؟

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE FOUNDATION. BOOK WOULD SALEABLE ONLY IN PAKISTAN. CRIMINAL ACTION ENTAILED

ج: نبی کریم ﷺ کو تلقین کی گئی ہے کہ آپ (ﷺ) اپنے رب کے فیصلے کے لیے صبر کریں کیونکہ آپ (ﷺ) اللہ کی حفاظت اور نگرانی میں ہیں۔ اور جب آپ (ﷺ) بیدار ہوں اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔(الف) فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ جو بے ہودہ باتوں میں کھیل رہے ہیں۔

(ب) سُوْرَةُ الطُّوْرِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

ج: اللہ ﷻ نے اس سورت کی ابتدا میں الطُّوْر (کوہِ طور) کی قسم کا ذکر کیا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ الطُّوْرِ" ہے۔ یہ سورت مکی دور میں نازل ہوئی۔ اس سورت کا مرکزی مضمون عقائدِ ثلاثہ (توحید، رسالت، آخرت) کا اثبات ہے۔

۲۔(الف) اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: کیا انھوں نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے (ہرگز نہیں) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) وہ یقین نہیں رکھتے۔ کیا ان کے پاس آپ کے ربّ کے خزانے ہیں یا وہ حاکم بنے ہوئے ہیں۔

(ب) سُوْرَةُ الطُّوْرِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

ج: ۱۔ کوہِ طور کا ذکر ہے (طور وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا)۔ ۲۔ قیامت کے دن کا آنا برحق ہے۔ ۳۔ مشرکین کے توحید، رسالت اور آخرت پر اعتراضات کا جواب دیا گیا اور انہیں عذاب کی خبر دی گئی ہے۔

۳۔(الف) يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: جس دن اُن کی کوئی چال اُن کے کام نہیں آئے گی اور نہ اُن کی کوئی مدد کی جائے گی۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کے لیے اِس کے علاوہ (دنیا میں) بھی عذاب ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

(ب) سُوْرَةُ الطُّوْرِ میں مرکبِ توصیفی کی کوئی چار مثالیں تلاش کریں۔

ج: ۱۔ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (چھپا کر رکھے ہوئے موتی)، ۲۔ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ (لکھی ہوئی کتاب)، ۳۔ سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ (تہہ بہ تہہ (جما ہوا) بادل)، ۴۔ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ (اُبلتے ہوئے سمندر)

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۱۱ سُوْرَۃُ النَّجْم آیات:۱تا۶۲

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔واقعہ معراج کے بارے میں کیا بیان کیا گیا ہے؟ ۲۔وحی کسے کہتے ہیں؟

۳۔وحی جلی اور وحی خفی میں کیا فرق ہے؟ ۴۔اللہ ﷻ سے آپ ﷺ کی ہم کلامی اور ملاقات کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

۵۔اُفق سے کیا مراد ہے؟ ۶۔"سِدْرَۃُ الْمُنْتَھیٰ" کی حقیقت کیا ہے؟

۷۔جنت الماویٰ کیا ہے؟ ۸۔آپ ﷺ نے رب کی کن بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا؟

۹۔لات، عُزیٰ اور منات سے کون مراد ہے؟ ۱۰۔شرک کی نفی کس طرح کی گئی ہے؟

۱۱۔شفاعت کا صحیح عقیدہ کیا ہے؟ ۱۲۔فرشتوں کی سفارش کن لوگوں کے لئے ہو گی؟

۱۳۔بڑے اور چھوٹے گناہوں میں کیا فرق ہے اور اس میں عملی پہلو کیا ہے؟

۱۴۔انسان کی محنت کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۱۵۔اللہ ﷻ کے ہنسانے اور رُلانے سے کیا مراد ہے؟

۱۶۔ہمیں خوشی اور غم کے موقع پر کیا کرنا چاہیئے؟ ۱۷۔غنی اور فقیر کسے کہتے ہیں؟

۱۸۔زندگی اور موت کے بارے میں کیا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱۹۔"شعریٰ ستارے" کا ذکر کیوں فرمایا گیا ہے؟

۲۰۔مشرکین کے غلط عقیدے کی اصلاح کیسے فرمائی گئی ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الطور" میں قیامت کے واقع ہونے کے دلائل اور ایمان والوں کی عظمت کا ذکر تھا۔ سورۃ النجم میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں نجات کے لئے اللہ ﷻ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار اور اعمال صالحہ ضروری ہیں۔ سورۃ الطور میں فرشتوں کی عبادت گاہ بیت المعمور کا ذکر ہے اور سورۃ النجم میں ان کے مقام رفعت و پرواز کی انتہائی حد سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر ہے۔ سورۃ الطور میں حضور نبی کریم ﷺ کی اس عظمت کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کی حفاظت و نگرانی میں ہیں اور سورۃ النجم میں اس مقام محبت و قرب کے اظہار کے لئے عالم بالا کی سیر و مشاہدات اور اللہ ﷻ سے آپ ﷺ کی ہم کلامی و ملاقات کا ذکر ہے سورۃ الطور کے آخر میں بھی نوازشات ربانی کے شکر کے لئے اللہ ﷻ کی حمد و ثنا اور بندگی اختیار کرنے کا حکم ہے اور سورۃ النجم کے آخر میں بھی رب کائنات کی عبادت کرنے اور اس کے حضور سجدہ شکر بجالانے کی تلقین ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر۱: ۱:کس چیز کی قسم فرمائی گئی؟ ۱:ستارے کی۔ ۲:ستارے کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲:گرنے والا یا ڈوبنے والا۔

آیت نمبر۲: ۱:صاحب سے کون مراد ہے؟ ۱:رسول اللہ ﷺ۔ ۲:رسول اللہ ﷺ کو صاحب بتا کر کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۲:یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ رسول ﷺ جو تمہارے دن رات کے صاحب ہیں تمہارے لئے کوئی اجنبی نہیں ہیں۔ تم ان کے ماضی و حال اور اخلاق و کردار سے اچھی طرح واقف ہو۔ ۳:قسم کس بات پر فرمائی گئی ہے؟ ۳:نبی کریم ﷺ کے سیدھے راستے پر قائم و دائم رہنے پر۔

۴:کفار آپ ﷺ پر کیا الزام لگا رہے تھے؟ ۴:آپ ﷺ بھول گئے ہیں اور راہِ حق سے بہک گئے ہیں۔ (معاذ اللہ)

۵:اللہ ﷻ نے کفارِ مکہ کے الزام کا کیا جواب دیا؟ ۵:آپ ﷺ نہ راہِ حق کو بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔

آیت نمبر۳: ۱:آپ ﷺ کے اقوال کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۱:آپ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH FAIZ UL QURAN FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD BE AGAINST THE LAW AND ORGANIZATION ACTION.

علمی بات: یہاں یہ بات سمجھائی جارہی ہے کہ کوئی غلط قدم اٹھانا، کسی باطل عقیدہ کو اپنانا تو دور کی بات، نبی کریم ﷺ کا عالم تو یہ ہے کہ ان کی زبان پر کوئی ایسی بات بھی نہیں آتی جو ان کی ذاتی خواہشات پر مبنی ہو۔

آیت نمبر۴: ۱: آپ ﷺ کے اقوال کی اہمیت کو کیسے واضح کیا گیا؟ ۱: آپ ﷺ وہی ارشاد فرماتے ہیں جو آپ ﷺ کی طرف اللہ ﷻ وحی فرماتا ہے۔
۲: وحی کسے کہتے ہیں؟ ۲: لغوی اعتبار سے پوشیدہ طریقہ سے خبر دینے کو وحی کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں وحی اللہ ﷻ کا وہ کلام ہے جو اس نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام سے کسی طریقے سے کیا ہو۔ ۳: وحی کی بنیادی طور پر کتنی اقسام ہیں؟ ۳: i۔ وحی جلی / وحی متلو ii۔ وحی خفی / وحی غیر متلو۔
۴: وحی جلی اور وحی خفی میں کیا فرق ہے؟ ۴: وحی جلی یعنی قرآنِ حکیم جس کی نماز میں تلاوت کی جاتی ہے۔ جب کہ وحی خفی یعنی حدیث جس کی نماز میں تلاوت نہیں کی جاتی۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میری زبان سے کبھی کوئی بات حق کے سوا نہیں نکلی ہے"۔ (مسند احمد، ابوداؤد) یہ آیت حدیث کی اہمیت کو واضح کرتی ہے کہ جس طرح قرآن محفوظ ہے اور ہمارے لئے حجت و دلیل ہے اسی طرح حدیث بھی محفوظ ہے اور ہمارے لئے حجت و دلیل ہے۔ کیونکہ احادیث مبارکہ دراصل قرآنِ حکیم کی ہی تفسیر اور وضاحت کرتی ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں قرآن حکیم کی طرح نبی کریم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ پر بھی عمل کرنا چاہیئے۔ آپ ﷺ کے پاکیزہ و بلند اخلاق و کردار کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا چاہیئے۔

آیت نمبر۵: ۱: آپ ﷺ کی کس سے ملاقات کا ذکر ہے؟ ۱: اللہ ﷻ سے۔ ۲: آپ ﷺ اور اللہ ﷻ کی ملاقات کا ذکر کن آیات میں ہے؟ ۲: آیات: ۵ تا ۱۵ میں۔ ۳: آپ ﷺ کو کس نے تعلیم دی؟ ۳: اللہ ﷻ نے جو زبردست قوت والا ہے۔

آیت نمبر۶: ۱: اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ جو قوت والا ہے اس نے اپنی شان کے لائق عرش پر استوا فرمایا یعنی جلوہ فرما ہوا۔

علمی بات: کفار مکہ رسول اللہ ﷺ پر الزام لگاتے تھے کہ کوئی عجمی شخص اسے قرآن کی باتیں سکھا جاتا ہے۔ پھر یہ ہم کو سنا کر کہتا ہے کہ یہ اللہ ﷻ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ ﷻ نے فرمایا سب قوتوں والی بے مثل ذات رب رحمٰن خود اسے تعلیم فرماتا ہے۔

آیت نمبر۷: ۱: آپ ﷺ کو یہ شرف ملاقات کہاں نصیب ہوا؟ ۱: افق اعلیٰ میں یعنی آسمان کے بلند کنارے پر۔
۲: اُفق کا مطلب کیا ہے اور افق اعلیٰ سے کیا مراد ہے؟؟ ۲: اُفق (Horizon) کسی شے کے کنارے کو کہتے ہیں اور اس سے مراد ہے آسمان و زمین کے وہ اطراف جہاں نظر کی انتہا ہو جائے۔ افق اعلیٰ سے مراد ہے آسمانوں کے اوپر وہ بلندی جہاں عالم امکان کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں۔

آیت نمبر۸: ۱: اللہ ﷻ سے آپ ﷺ کے قرب و لقاء کی کیا کیفیت بیان کی گئی؟ ۱: اللہ ﷻ اپنی شان کے مطابق اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب ﷺ کے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔

آیت نمبر۹: ۱: اللہ ﷻ اور آپ ﷺ کے اس قرب کی کیا حد بیان کی گئی؟ ۱: دو کمانوں کا فاصلہ یا اس سے بھی کم۔ کمان کے دو کنارے۔

علمی بات: قوسین عربی زبان کا ایک محاورہ ہے جسے جانبین میں کامل یگانگت کے اظہار کے لئے پیش کیا جاتا ہے اس کی تفصیل تفاسیر میں موجود ہے۔ اس محاورے میں جس قرب کا اظہار کیا جاتا ہے۔ پس "او ادنیٰ" کے لفظ سے یہاں اس قرب اور یگانگت سے بھی بڑھ کر قرب کی بات کی جارہی ہے۔ پس یوں کہا جاسکتا ہے کہ قرب اپنے کمال کو پہنچا اور باادب احباء میں جو نزدیکی متصور ہو سکتی ہے وہ اپنی انتہا کو پہنچی۔

آیت نمبر۱۰: ۱: اس ملاقات کے موقع پر کیا ہوا؟ ۱: اللہ ﷻ نے اپنے بندے یعنی نبی کریم ﷺ کی طرف وحی فرمائی۔

آیت نمبر۱۱: ۱: اللہ ﷻ سے آپ ﷺ کے قرب و دیدار کی حقیقت کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ۱: سید عالم ﷺ نے آنکھ سے جو کچھ دیکھا، دل نے اسے جھٹلایا نہیں بلکہ اس کی تصدیق کی، اور اس رویت و معرفت میں شک اور تردد نے راہ نہ پائی۔ جمہور مفسرین کے مطابق صحیح بات یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے

رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا۔ جہاں ایک طرف حسن، شان صمدیت اور شان بندہ نوازی ہے اور دوسری طرف عشق و نیاز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس میں کیا تم تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو رویت باری تعالیٰ کا شرف حاصل ہو۔

آیت نمبر ۱۲: ا: مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے کس بات پر جھگڑتے تھے؟ ا: مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نبوت کے منکر ہونے کی بناپر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اس بات پر جھگڑتے تھے کہ اتنے مختصر وقت میں اتنا طویل سفر اور مشاہدات کیسے ممکن ہیں حالانکہ یہ بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ اور باری تعالیٰ سے ملاقات اور ہمکلامی کا شرف حاصل ہونا کوئی جھگڑنے کی بات نہیں کیونکہ یہ اسراء و معراج اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کی بھی دلیل ہے۔

آیت نمبر ۱۳: ا: دوسری مرتبہ دیکھنے سے کیا مراد ہے؟ ا: یہ نعمت دیدار فقط ایک بار نصیب نہیں ہوئی بلکہ واپس آتے ہوئے دوسری مرتبہ بھی نصیب ہوئی۔

آیت نمبر ۱۴: ا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم دوسری مرتبہ کس مقام پر رویت باری تعالیٰ سے مشرف ہوئے؟ ا: سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔

۲: سدرۃ المنتہیٰ کے کیا معنی ہیں؟ ۲: سدرۃ سے مراد بیری کا درخت ہے اور منتہیٰ سے مراد انتہائی سرا ہے یعنی بیری کا وہ درخت جو انتہائی سرے پر واقع ہے۔

۳: سدرۃ المنتہیٰ کی حقیقت کیا ہے؟ ۳: سدرۃ المنتہیٰ ساتویں آسمان کے اوپر وہ مقام ہے جس کے اوپر عرش باری تعالیٰ ہے جو آخری حد ہے۔ اس کے اوپر کوئی فرشتہ نہیں جاسکتا۔ فرشتے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکام بھی یہیں سے وصول کرتے ہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کی حقیقی کیفیت و نوعیت کا علم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہے۔

علمی بات: جس طرح جنت کے انگور، انار وغیرہ کو دنیا کے پھلوں اور میووں پر قیاس نہیں کرسکتے۔ اسی طرح اس بیری کے درخت کو بھی یہاں کی بیریوں پر قیاس نہ کیا جائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے کہ وہ بیری کس طرح کی ہوگی۔

آیت نمبر ۱۵: ا: سدرۃ المنتہیٰ کے پاس کیا ہے؟ ا: جنت الماویٰ ہے۔ ۲: جنت الماویٰ کیا ہے؟ ۲: وہ جنت جو مومنوں کی قیام گاہ بننے والی ہے۔ اسے جنت الماویٰ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ماویٰ یعنی ٹھکانا اور مسکن یہی تھا۔ ایک رائے ہے کہ روحیں یہاں آکر جمع ہوتی ہیں۔

آیت نمبر ۱۶: ا: سدرۃ پر کیا چھا رہا تھا؟ ا: ایسی تجلیات جن کا تصور کرنا اور جن کا انسانی زبان میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک تجلیات سے مراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ کے انوارات تھے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ فرشتوں کی نورانی تجلیات مراد ہیں۔

آیت نمبر ۱۷: ا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ان تجلیات کے مشاہدے کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مشاہدہ حق ویقین پر مبنی تھا اور ہر کمزوری و عیب سے پاک تھا۔

۲: نگاہ کی کن کمزوریوں کا بیان ہے؟ ۲: نگاہ کا مطلوبہ مقام سے ہٹ کر غیر اہم مقامات کی طرف بھٹکنا اور مطلوبہ چیزوں پر نگاہ کا مرکوز نہ رہنا۔ یعنی ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے کمال تحمل کا حال یہ تھا کہ ایسی زبردست تجلیات کے سامنے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نگاہ میں کوئی چکاچوند پیدا نہ ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پورے سکون کے ساتھ اُسے دیکھتے رہے۔ دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ضبط اور یکسوئی کا کمال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک تماشائی کی طرح ہر طرف نگاہیں دوڑانا نہیں شروع کیں بلکہ صاحب عزت و کرامت مہمان ہونے کی حیثیت سے اپنی نگاہوں کو مشاہدہ جمال حق پر ہی مرکوز رکھا۔

آیت نمبر ۱۸: ا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے معراج کے موقع پر اپنے رب کی کن نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا؟ ا: بڑی بڑی نشانیوں کا۔ ۲: رب کی بڑی بڑی نشانیوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: رب کی بڑی بڑی نشانیوں کی اصل تفصیل اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی جانتا ہے۔ البتہ ان کی کچھ وضاحت احادیث معراج میں بیان کی گئی ہے۔ مثلاً: i۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں۔ ii۔ جبرائیل علیہ السلام سمیت ملائکہ کا مشاہدہ۔ iii۔ جنت و جہنم کا مشاہدہ۔ iv۔ سدرۃ المنتہیٰ پر چھانے والی تجلیات اور انوارات کا مشاہدہ۔

آیت نمبر ۱۹: ا: لات سے کون مراد ہے؟ ا: مشرکین کا بت تھا۔ یہ بت طائف میں تھا۔ قبیلہ بنو ثقیف کے لوگ اس کے خاص معتقد تھے۔ ۲: عُزیٰ سے کون مراد ہے؟ ۲: یہ بھی مشرکین مکہ کا بت تھا۔ یہ بت مکہ اور طائف کے درمیان وادی نخلہ میں حراص کے مقام پر واقع تھا۔ یہ قبیلہ قریش اور بنی کنانہ کی خاص دیوی تھی۔

۳: ان پر غور و فکر کی دعوت کن کو دی جارہی ہے؟ ۳: مشرکین مکہ اور قرآن پڑھنے والوں کو۔ ۴: مشرکین مکہ نے اپنے بتوں کے نام مونث کیوں

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE FOUNDATION OF SALAFI DAWAH AND ISLAMIC EDUCATION

رکھے ؟۴: کیوں کہ وہ فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور اپنے خیال کے مطابق ان ہی کے بت بنا کر اُن کی پوجا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۲۰: ا: منات سے کون مراد ہے ؟ ا: یہ مشرکین مکہ کا تیسرا بت تھا۔ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے قدید کے مقام پر واقع تھا۔ بنو خزاعہ، اوس اور خزرج کے لوگ اس کے معتقد تھے۔ اس کا باقاعدہ حج اور طواف کیا جاتا تھا۔ اس پر قربانی اور نذر کے جانور قربان کیئے جاتے تھے۔

علمی بات: اگرچہ ان بتوں اور دیویوں کے مخصوص مندر مختلف مقامات پر تھے۔ لیکن انہی ناموں کے بت کعبے میں بھی رکھے ہوئے تھے اور دوسرے بتوں کی طرح ان کی بھی پوجا کی جاتی تھی۔ ان بتوں کو پوجنے والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے (معاذاللہ) اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں اور بت جنّیات کا مسکن ہیں اور یہ جنیات بھی اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں (معاذاللہ)

آیت نمبر ۲۱: ا: اللہ ﷻ نے ان مشرکانہ عقائد پر کیا فرمایا؟ ا: تمہارے لئے بیٹے ہوں اور اللہ ﷻ کے لئے بیٹیاں ہوں۔ گویا یہ ایک مذمت کا انداز ہے۔

علمی بات: یہاں کفارِ مکہ سے یہ کہا جارہا ہے کہ جو تمہارے نزدیک ایسی بُری چیز ہے کہ جب تم میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ بگڑ جاتا ہے اور رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے حتیٰ کہ تم بیٹیوں کو زندہ درگور کر ڈالتے ہو پھر بھی اللہ ﷻ کی بیٹیاں بتاتے ہو۔ (سورۃ الزخرف ۴۳، آیات: ۱۶ تا ۱۹، سورۃ النحل: آیات: ۵۸ اور ۵۹)

آیت نمبر ۲۲: ا: اللہ ﷻ نے ان مشرکانہ عقائد پر کیا فرمایا؟ ا: اللہ ﷻ نے اسے بڑی ناانصافی والی تقسیم قرار دیا۔

۲: اللہ ﷻ نے اس تقسیم کو بے انصاف کیوں قرار دیا؟ ۲: i۔ اللہ ﷻ کے لئے بیٹے یا بیٹی کا تصور شرک ہے اور شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ (سورۃ لقمان ۳۱، آیت: ۱۳) ii۔ انہوں نے اللہ ﷻ کے لئے وہ پسند کیا جو وہ اپنے لئے پسند نہیں کرتے تھے یعنی بیٹیاں۔

آیت نمبر ۲۳: ا: مشرکین مکہ کے شرک کی حقیقت کو کیسے کھولا گیا؟ ا: یہ تمہارے گمراہ باپ دادا کے گھڑے ہوئے نام ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور اس شرک کی کوئی دلیل اللہ ﷻ نے نہیں اُتاری۔ ۲: یہاں دلیل سے کیا مراد ہے؟ ۲: عقلی یا نقلی دلیل۔ ۳: شرک کے لئے عقلی دلیل نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۳: عقل اس کا انکار کرتی ہے کہ اللہ ﷻ کے ساتھ کوئی اور بھی صاحبِ اختیار ہستی ہو سکتی ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو کائنات میں ہی فساد نظر آتا۔ ۴: شرک کے لئے نقلی دلیل سے کیا مراد ہے؟ ۴: شرک کے لئے کسی الہامی کتاب سے کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ کوئی اور ہستی بھی اللہ ﷻ کی ذات وصفات میں شامل ہے۔ ۵: کوئی دلیل نہ ہونے کے باوجود لوگ شرک کیوں کرتے ہیں؟ ۵: صرف اپنے گمان اور نفس کی پیروی کرنے کے لئے۔ ۶: شرک کا کیا علاج ہے؟ ۶: الھدیٰ کی پیروی کرنا۔

۷: الھدیٰ سے کیا مراد ہے؟ ۷: الھدیٰ سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت بھی ہے جو سراپا ہدایت ہے اور جسے لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا اور قرآن حکیم بھی جسے اللہ ﷻ نے لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۲۴: ا: باطل تمناؤں کے بارے میں کیا فرمایا گیا ہے؟ ا: یعنی مشرکین جو آرزوئیں اپنے باطل معبودوں سے رکھتے ہیں وہ پوری ہونے والی نہیں ہیں۔ ایک اور مطلب یہ ہے کہ کیا انسان کو یہ حق ہے کہ جس کو چاہے معبود بنالے؟

آیت نمبر ۲۵: ا: کیا انسان اس پر قادر ہے کہ وہ جو آرزو کرے وہ اسے مل جائے؟ ا: نہیں بلکہ دنیا اور آخرت میں تمام امور اللہ ﷻ کی مشیت و مرضی کی مطابق ہوں گے۔ ۲۔ دنیا و آخرت اللہ کے لئے ہے، سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ دنیا و آخرت کا مالک اللہ ﷻ ہے اور کوئی کام بھی اللہ ﷻ کی مشیت وارادہ کے بغیر نہیں ہوتا تو عبادت کا مستحق بھی وہی ہے صرف اسی کی عبادت و بندگی ہونی چاہیئے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ایسا نہیں ہوا کرتا کہ انسان جو چاہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے۔ کچھ امیدیں پوری ہوتی ہیں اور کچھ نہیں۔ ہر چیز اللہ ﷻ کے اختیار میں ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کی مشیت وارادہ سے ہو رہا ہے اور عالمِ آخرت میں جو کچھ ہو گا اس کے حکم سے ہو گا۔ دونوں جہانوں کی بادشاہی اسی کے لئے مخصوص ہے۔

آیت نمبر ۲۶: ا: شفاعت کسے کہتے ہیں؟ ا: کسی کے حق میں سفارش کرنا۔ ۲: شفاعت کا غلط عقیدہ کیا ہے؟ ۲: یہ عقیدہ رکھنا کہ کفار و مشرکین اللہ ﷻ کی بجائے جن

COPYRIGHTS @ RESERVED WITH THE IMAM FOUNDATION SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED ITALIAN TRANSLATION

بتوں کی پوجا کرتے ہیں وہ ان کی شفاعت کر کے اللہ ﷻ کی سزا سے ہر صورت انہیں بچالیں گے۔ ۳: شفاعت کا صحیح عقیدہ کیا ہے؟ ۳: آخرت میں شفاعت ہو گی لیکن جسے اللہ ﷻ شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا اور جس کے حق میں شفاعت کی اجازت دے گا۔ (سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت: ۱۰۹)

۴۔ جب قیامت میں اللہ ﷻ نے ہی بخشنا ہے تو شفاعت کی ضرورت کیا ہے؟ ۴: شفاعت اس لئے ہو گی کیونکہ اللہ ﷻ اپنے حبیب ﷺ اور دیگر محبوب و مکرم بندوں کی شفاعت قبول فرما کر ان کی عظمت کو ظاہر فرمائے گا۔ ۵: فرشتوں کی سفارش کن لوگوں کے لئے ہو گی؟ ۵: فرشتوں کی سفارش تو اہلِ ایمان کے لئے ہو گی جیسا کہ اہلِ ایمان کے لئے ان کی دعاؤں کا ذکر سورۃ المومن کی آیت: ۷ میں ہے: "پس انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے"۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: مشرکین مکہ کی کن دو بُرائیوں کا ذکر ہے؟ ۱: i۔ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ii۔ فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کے مونث نام رکھتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: مشرکین مکہ کے پاس اپنے غلط عقائد کی کیا کوئی دلیل تھی؟ ۱: نہیں بغیر علم رکھے محض گمان کی وجہ سے شرک کرتے تھے۔ ۲: گمان اور حق کا کیا موازنہ کیا گیا ہے؟ ۲: گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔ یعنی نظریہ، عقیدہ اور عمل کے لئے ٹھوس علمی دلیل ہونی چاہیئے محض گمان کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کو کن لوگوں سے اعراض فرمانے کا حکم دیا گیا ہے؟ ۱: جو اللہ ﷻ کی یاد سے منہ موڑے اور وہ دنیاوی زندگی کا طلب گار ہو۔

علمی بات: ذکر سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے، محض نصیحت بھی مراد ہو سکتی ہے اور اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ ﷻ کا ذکر سننا ہی جسے گوارا نہیں ہے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اللہ ﷻ کے ذکر سے غافل لوگوں کے علم کی انتہا کیا ہے؟ ۱: صرف دنیاوی زندگی کی عیش و عشرت میں مگن رہنا۔ ۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کی صفت علم کا اظہار کس طرح کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ خوب جانتا ہے ان کو جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی جانتا ہے۔

۳: جو دنیاوی زندگی کا طلب گار ہو ایسے شخص کا کیا انجام ہو گا؟ ۳: ایسے شخص کا انجام سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ کی آیت ۱۸ میں بیان کیا گیا ہے: "جو کوئی فوری فائدہ (اسی دنیا میں) چاہتا ہے تو ہم جسے (دینا) چاہیں (اور) جتنا دینا چاہیں اسی (دنیا) میں اسے دے دیتے ہیں، پھر (آخر کار) ہم نے اس کے لئے جہنم (تیار) کر رکھی ہے جس میں وہ جھلسے گا بدحال اور ٹھکرایا ہوا"۔ ۴: جو آخرت کا طلب گار ہو ایسے شخص کا کیا انجام ہو گا؟ ۴: ایسے شخص کا انجام سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۱۹ میں بیان کیا گیا ہے: "اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لئے ہونی چاہیئے، وہ کرتا بھی ہو اور وہ ایمان والا بھی ہو، پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے ہاں پوری قدر کی جائے گی"۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اللہ ﷻ کی شان ملکیت کا اظہار کس طرح کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اس کا مالک ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی صفت علم اور شان ملکیت کو ماننے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ جو سب علم رکھنے والا ہر چیز کا مالک ہے وہ بُرے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں پر سزا اور نیک لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بہترین صلہ عطا فرمائے گا۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنے اعمال پر توجہ کرنی چاہیئے چاہے وہ ایک چھوٹی سی نیکی یا برائی ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ سورۃ الزلزال ۹۹ کی آیات: ۷ اور ۸ میں بیان کیا گیا ہے: "پس جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا"۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: نیک لوگوں کی کن صفات کا ذکر ہے؟ ۱: جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے رہتے ہیں۔

۲: بڑے اور چھوٹے گناہوں میں کیا فرق ہے؟ ۲: بڑے گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے جبکہ چھوٹے گناہوں میں سے جو اللہ ﷻ چاہے بغیر توبہ کے بھی معاف فرما دیتا ہے۔ مزید برآں نیکیوں سے بھی چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۱۱۴)

عملی پہلو: ہمیں چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے گناہوں سے بچنا چاہیئے اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو جلد از جلد اللہ ﷻ سے اس کی مغفرت مانگتے ہوئے آئندہ نہ

COPYRIGHT RESERVED WITH THE FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK VOID IF ITALICS OR THIS NOTICE ARE REMOVED

کرنے کا عہد کرنا چاہیئے۔

۴: گناہ ہونے پر ہمارا کیا طرزِ عمل ہونا چاہیئے؟ ۴: اللہ ﷻ سے معافی مانگنی چاہیئے اور سچی توبہ کرنی چاہیئے۔ ۵: اللہ ﷻ سے معافی کیوں مانگنی چاہیئے۔ ۵: اللہ ﷻ وسیع مغفرت والا ہے۔ ۶: کیا ہم اپنی بداعمالیاں اللہ ﷻ سے چھپا سکتے ہیں؟ ۶: نہیں کیوں کہ اللہ ﷻ ہم سے خوب واقف ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی پیدائش کے آغاز، رحم مادر میں اس کی تشکیل پانے اور اس کی زندگی کے ایک ایک جزئیات سے واقف ہے۔ ۸: زمین سے پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۸: ہمارا وجود اور اس کے تمام اجزاء اسی زمین سے تشکیل پاتے ہیں۔ انسان کو وجود میں لانے والا نطفہ اس کے والدین کے جسموں میں اسی زمین کی خوراک کھانے کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر انسان پیدائش کے بعد زمین سے پیدا ہونے والی غذا استعمال کرتا ہے جو اس کے جسم و جان کا حصہ بن جاتی ہے۔ ان معنیٰ میں انسان زمین سے پیدا کیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم) ۹: انسان کو کس دعویٰ سے روکا گیا ہے؟ ۹: اپنے آپ کو پاک صاف نہ سمجھو اور نہ اپنی پاکیزگی بیان کرو۔ ۱۰: انسان کی پرہیزگاری سے حقیقی واقفیت کون رکھتا ہے؟ ۱۰: اللہ ﷻ ہی خوب جانتا ہے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: اس آیت میں کیسے شخص کا ذکر ہے؟ ۱: اس آیت میں آخرت سے غافل شخص کا بیان ہے۔ اکثر مفسرین کی رائے ہے کہ یہاں ولید بن مغیرہ کا ذکر ہے۔ جو قریش کے بڑے سرداروں میں سے ایک تھا۔ ۲: آخرت سے غافل انسان کی کن بُرائیوں کا ذکر ہے؟ ۲: حق سے منہ پھیرنا۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: آخرت سے غافل انسان کی کن بُرائیوں کا ذکر ہے؟ ۱: تھوڑا خرچ کر کے رک جانا۔

علمی بات: آخرت پر یقین نہ ہو تو انسان بنیادی اخلاقیات کا مظاہرہ نہیں کرتا اور مال خرچ کرنے سے رک جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: آخرت سے غافل شخص کے بارے میں اللہ ﷻ نے کیا تبصرہ فرمایا؟ ۱: کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے یا مستقبل کو دیکھ رہا ہے کہ یہ حرکتیں کر رہا ہے۔ یعنی کیا وہ غیب کی بات دیکھ آیا ہے کہ آئندہ اس کو کفر کی سزا نہیں ملے گی اور دوسرے کو اپنی جگہ پیش کر کے چھوٹ جائے گا۔

شانِ نزول: آیات: ۳۳ تا ۳۵ میں بعض مفسرین کی نزدیک ولید بن مغیرہ کا ذکر ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کی دعوت سے متاثر ہو کر ایمان لانے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن اس کے ایک مشرک دوست نے کفر پر رہنے پر اسے تیار کیا کہ قیامت کے دن وہ ولید بن مغیرہ کی جگہ سزا بھگتے گا اور ولید بن مغیرہ کی طرف سے اس کے ساتھ ایک معاوضہ بھی طے کر لیا گیا۔ لیکن معاہدے کے بعد ولید بن مغیرہ نے اسے تھوڑی سی رقم ادا کی اور پھر روک لی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: حقیقت کا علم کہاں سے حاصل ہو سکتا ہے؟ ۱: الہامی کتابوں کے ذریعے۔

۲: حقیقت کا علم قرآن کے علاوہ اور کن کتابوں میں بیان کیا گیا ہے؟ ۲: صحفِ موسیٰ میں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں سے مراد تورات ہے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: حقیقت کا علم قرآن کے علاوہ اور کن کتابوں میں بیان کیا گیا ہے؟ ۱: صحفِ ابراہیم میں بیان کیا گیا ہے۔

علمی بات: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے تو آج دنیا میں کہیں موجود نہیں ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی مقدس کتابوں میں بھی ان کا کوئی ذکر نہیں پایا جاتا۔ صرف قرآن ہی وہ کتاب ہے جس میں دو مقامات پر صحفِ ابراہیم کی تعلیمات کے بعض اجزاء نقل کیئے گئے ہیں، ایک یہ مقام، دوسرے سورۃ الاعلیٰ کی آخری آیات۔

۲: حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کن الفاظ میں بیان کی گئی ہے؟ ۲: جنہوں نے عہد پورا کیا۔ ۳: عہد سے کیا مراد ہے؟

۳: ہر امتحان میں ثابت قدمی اور ہر حکم کے آگے سراپا اطاعت اور پیکر تسلیم و رضا۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۱۳۱ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طرزِ عمل کو بیان کیا گیا ہے: "اور جب ان کے رب نے ان سے فرمایا: (میری اطاعت و فرمانبرداری میں) گردن جھکا دو تو عرض کرنے لگے: میں نے سارے جہانوں کے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا"۔ یعنی فرمانبرداری اختیار کی۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: گناہوں کے بوجھ کے بارے میں کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟ ۱: قیامت کے دن کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ ہر شخص اپنا جواب دہ خود ہو گا۔ "اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے"۔ (سورہ مریم ۱۹، آیت: ۹۵)

علمی بات: اس آیت میں تین بڑے اصول بیان کیئے گئے ہیں: پہلا یہ کہ ہر شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ دوسرا یہ کہ ایک شخص کے فعل کی ذمہ داری

دوسرے پر نہیں ڈالی جاسکتی سوائے اس کے کہ اس فعل کے واقع ہونے میں اس کا اپنا کوئی حصہ ہو۔ تیسرا یہ کہ کوئی شخص اگر چاہے بھی تو کسی دوسرے شخص کے فعل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لے سکتا، نہ اصل مجرم کو اس بنا پر چھوڑا جاسکتا ہے کہ اس کی جگہ سزا بھگتنے کے لئے کوئی اور آدمی اپنے آپ کو پیش کر رہا ہے۔ اس سے یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ آیت کریمہ شفاعت کی نفی کر رہی ہے کیونکہ شفاعت کرنے والا اللہ ﷻ کی بارگاہ اقدس میں سفارش کرتا ہے اور اللہ ﷻ اپنے لطف و کرم سے اس کی شفاعت قبول کر کے اس گناہ گار کو بخش دیتا ہے۔ جس کے حق میں شفاعت کی جاتی ہے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: انسان کو کن اعمال کا بدلہ قیامت کے دن دیا جائے گا؟ ۱: انسان کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے خود کیئے ہوں گے یا وہ اعمال جن کی طرف اس نے دوسروں کو راغب کیا ہو گا یا صدقہ جاریہ جیسے اعمال جن میں انسان کی اپنی کوشش بھی شامل ہو گی ان کا اجر ان کو ملے گا۔ اسی طرح ان امور خیر کا اسے اجر ملے گا جو اس کی طرف سے کیئے جائیں گے۔ البتہ یہ ممکن نہیں ہو گا کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی نیکیاں از خود لے لے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میری ماں اچانک فوت ہو گئی، میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بول سکتی تو صدقہ کرتی تو کیا اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اسے ثواب ملے گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہاں" (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی وصیت کو پورا کرنے کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا جس کا خاتمہ کفر پر ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ فرمایا اگر وہ مسلمان ہوتا پھر تم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا تم اس کی طرف سے صدقہ کرتے یا تم اس کی طرف سے کوئی حج کرتے تو اسے یہ ثواب پہنچ جاتا۔ (مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد)

آیت نمبر ۴۰: ۱: انسان کے اعمال کا نتیجہ کب نکلے گا؟ ۱: عنقریب یعنی قیامت کے دن۔ دوسرے مقام پر قیامت کے منظر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"اور (ہر ایک کے سامنے) اَعمال نامہ رکھ دیا جائے گا پس (اے محبوب ﷺ) آپ مجرموں کو دیکھیں گے (وہ) ان سے خوفزدہ ہوں گے جو اس (اَعمال نامہ) میں درج ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری بربادی! اس اَعمال نامہ کو کیا ہوا ہے اس نے نہ کوئی چھوٹی (بات) چھوڑی ہے اور نہ کوئی بڑی مگر اس نے (ہر بات کو) شمار کر لیا ہے اور وہ جو کچھ کرتے رہے تھے حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ فرمائے گا"۔ (سورۃ الکہف ۱۸، آیت: ۴۹)

آیت نمبر ۴۱: ۱: آخرت میں انسانی اعمال کا کیسا بدلہ دیا جائے گا؟ ۱: پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ ۲: انسان کے بُرے اعمال کا پورا بدلہ دنیا میں کیوں نہیں دیا جاتا؟ ۲: دنیا میں پورا بدلہ دینا ممکن نہیں ہے جتنا ممکن ہے شریعت اس کا حکم دے دیتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے ۱۰ افراد کو قتل کیا تو قاتل کو ۱۰ جانوں کے بدلے ۱۰ مرتبہ مارنا چاہیئے جو کہ دنیا میں ممکن نہیں۔ آخرت میں مجرموں کو ان کے جرائم کا پورا بدلہ دینا ممکن ہو گا۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اس آیت میں فرماں برداروں اور نافرمانوں کو بیک وقت کیا پیغام دیا گیا ہے؟ ۱: یہ آیت فرماں برداروں کے لئے بشارت ہے کہ وہ دنیا میں نیکی کے راستے میں جو بھی تکلیفیں اُٹھا رہے ہیں تو وہ ختم ہونے والی ہیں اور بالآخر انہیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔ اس آیت میں نافرمانوں کے لئے تنبیہ ہے کہ جو وہ گناہ اور زیادتیاں کر رہے ہیں تو انہیں عنقریب اپنے رب کے پاس پہنچ کر ان کی سزا بھگتنی ہو گی۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر ہے؟ ۱: وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کے ہنسانے اور رُلانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی خوشی اور غمی کے اسباب اللہ ﷻ ہی کی طرف سے ہیں وہ جسے چاہتا ہے راحت، سکون اور خوشی عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے غم، صدمات اور مصائب سے دوچار کر دیتا ہے۔ ۳: ہمیں خوشی اور غم کے موقع پر کیا کرنا چاہیئے؟ ۳: ہمیں خوشی اور غمی کے موقع پر نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر عمل کرنا چاہیئے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "مجھے تو مومن کے معاملات پر تعجب ہوتا ہے کہ اس کے معاملے میں سراسر خیر ہی خیر ہے اور یہ سعادت مؤمن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے کہ اگر اسے کوئی بھلائی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے جو کہ اس کے لئے سراسر خیر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی سراسر خیر ہے"۔ (مسند احمد)

آیت نمبر ۴۴: ۱: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر ہے؟ ۱: وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔

۲: اس آیت کی کیا اہمیت ہے؟ ۲: اس آیت میں دنیا پرستی کا توڑ ہے۔ اللہ ﷻ کا انکار کرنے والوں اور دنیا پرستوں کو سمجھایا گیا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام خود بخود یا

حادثاتی طور پر نہیں ہوتا اور نہ وہ خود جینے اور مرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بلکہ اللہ ﷻ ہی ہے جو زندگی اور موت دینے والا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں وسائل واسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے کامل امید ویقین اللہ ﷻ کی ذات پر رکھنا چاہیئے جس نے یہ تمام اسباب ہمارے لئے پیدا فرمائے۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: اللہ ﷻ کی صفت تخلیق کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ وہ ہے جس نے ہر زندہ شے کو جوڑوں کی صورت میں پیدا کیا یعنی نر اور مادہ چاہے حیوانات ہوں یا نباتات۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: اللہ ﷻ کی صفت تخلیق کی اور کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ وہ ہے جو ایک ناپاک پانی کی بوند یعنی نطفہ سے انسان کو تخلیق فرما دیتا ہے۔

۲: آخرت میں دوبارہ اُٹھائے جانے کی کیا دلیل ہے؟ ۲: وہ اللہ ﷻ جو ایک نطفہ سے انسان بنا سکتا ہے وہ ایک انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ قیامت کے دن مُردوں کو زندہ فرمائے گا۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: اللہ ﷻ کی کن صفات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ غنی کرتا ہے اور دولت وثروت عطا فرماتا ہے۔

۲: غنی کسے کہتے ہیں؟ ۲: غنی اس شخص کو کہتے ہیں جو بے پرواہو کیونکہ دولت انسان کے اکثر مسائل حل کر دیتی ہے اس لئے دولت مند شخص کو بھی غنی کہتے ہیں۔

۳۔ فقیر کسے کہتے ہیں؟ ۳: وہ شخص جو زندگی کی بنیادی ضروریات کا محتاج ہو۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ تمام حاجات سے پاک ہے، وہی سب کی حاجتوں کو پورا فرمانے والا ہے۔ لہذا ہمیں اپنی تمام تر حاجات کے لئے اللہ ﷻ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے کیونکہ اللہ ﷻ ہی حقیقتاً اور مستقلاً مددگار ہے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی بڑائی کا کیسے بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ شعریٰ کا رب ہے۔ ۲: شعریٰ سے کیا مراد ہے؟ ۲: شعریٰ ایک بہت بڑا ستارہ ہے۔ ۳: "شعریٰ ستارے" کا ذکر کیوں فرمایا گیا ہے ۳: دراصل مشرکین عرب تین مشہور دیویوں لات، منات اور عزیٰ کے علاوہ آسمان کے دیوتاؤں میں سے شعریٰ ستارہ کی بھی پرستش کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ عالم کے احوال میں اس کی بہت بڑی تاثیر ہے۔

۴: مشرکین کے غلط عقیدے کی اصلاح کیسے فرمائی گئی ہے؟ ۴: مشرکین کو بتایا گیا کہ اللہ ﷻ ہی تمہاری قسمتوں کا مالک ہے جو شعریٰ ستارے کا بھی مالک اور رب ہے۔ کائنات کے تمام معاملات اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ "شعریٰ" بھی اس کا حکم بجالاتا ہے۔ اس میں مستقل تاثیر کچھ بھی نہیں۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: مجرم قوموں کو کس نے ہلاک کیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے۔ ۲: کس قوم کے ہلاک کرنے کا ذکر ہے؟ ۲: عادِ اُولیٰ کو۔

۳: عادِ اُولیٰ سے کون سی قوم مراد ہے؟ ۳: عادِ اُولیٰ سے مراد عادِ اِرم ہے جو قدیم قوم عاد ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے۔

۴: قوم عاد کس جرم کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی؟ ۴: یہ قوم شرک کرنے اور حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئی۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: اس میں کس قوم کے ہلاک کرنے کا ذکر ہے؟ ۱: قوم ثمود کو۔

۲: قوم ثمود سے کون مراد ہیں؟ ۲: قوم ثمود کا آغاز ان لوگوں سے ہوا جو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ سے بچ گئے لیکن بعد میں شرک میں مبتلا ہو گئے ان کی نسل کو تاریخ میں عادِ اُخریٰ اور عادِ ثانی بھی کہتے ہیں۔ قوم ثمود ان ہی بقایا میں سے تھے۔ ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو کس نے ہلاک کیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے۔ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کن سے پہلے گزرے ہیں؟ ۲: عاد، ثمود سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ ۳: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کیا جرم تھا؟ ۳: شرک اور نوح علیہ السلام کو جھٹلانا۔ ۴: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی کس بُرائی کا ذکر ہے؟ ۴: وہ سب لوگ اللہ ﷻ اور آخرت کے منکر تھے۔ ظالم اور حد سے بڑھنے والے سرکش تھے۔ انہوں نے اپنے رسولوں کو سخت تکلیفیں پہنچائیں۔ اللہ ﷻ نے ان سب کو تباہ کر ڈالا اور آنے والوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔

علمی بات: تمام قوموں کے مشترکہ جرائم انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانا، شرک، ظلم، اور اللہ ﷻ سے بغاوت وسرکشی تھے۔ جن کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیئے گئے۔

عملی پہلو: ہمیں سابقہ قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اللہ ﷻ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز رہنا چاہیئے اور حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت واتباع

COPYRIGHTS © RESERVED WITH FAIZ UL QURAN ONLINE. THIS BOOK OR ANY PART OF IT CANNOT BE SOLD.

کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: اس آیت میں کن کو تباہ کرنے کا ذکر ہے؟ ۱: الٹی ہوئی بستیوں کو۔ ۲: الٹی ہوئی بستیوں سے کون سی قوم مراد ہے؟ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم۔ ۳: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا کیا جرم تھا؟ ۳: شرک کرنا اور ہم جنس پرستی۔ ۴: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا کیا انجام ہوا؟ ۴: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر پہلے ان کی آنکھیں ایسے مٹا دیں گویا ان کے چہروں پر آنکھوں کے نشان تک بھی نہ تھے اور بعد ازاں ان کی بستیوں کو اُٹھا کر پٹخ دیا اور تباہ و برباد کر دیا۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو کس شے نے ڈھانپ لیا؟ ۱: اللہ تعالیٰ کے عذاب نے۔ ان پر پتھروں کی بارش ہوئی اور اس نے ان کو ڈھانپ دیا اور ہلاک کر دیا۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: انسان کی کس کو تاہی کا ذکر ہے؟ ۱: وہ اپنے رب کی نعمتوں میں شک کرتا ہے۔

۲: نعمتوں میں شک کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: انسان کی ناشکری اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اسے رب کی نعمتوں اور نشانیوں پر یقینِ کامل نہیں کیونکہ اگر انسان اللہ تعالیٰ کو حقیقتاً جان لے کہ وہی نعمتیں عطا فرمانے والا اور ان کو واپس لینے والا ہے تو وہ کبھی بھی اس کی نافرمانی اور ناشکری نہ کرے۔

۳: یہاں نعمتوں اور نشانیوں کا ذکر کر کے کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۳: ظالم قوموں کی تباہی بھی بنی نوع انسان کے لئے نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظالم اور سرکش قوموں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر کے انسانیت پر احسان فرمایا تاکہ باقی لوگوں کو ان کے ظلم و ستم سے نجات ملے اور وہ دنیا میں چین سے زندگی بسر کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس نعمت کا ذکر سورۃ البقرۃ ۲، آیت: ۲۵۱ میں بھی فرمایا ہے۔

۴: نافرمان قوموں پر عذاب بھیجنے کے ذکر کو نعمت باری تعالیٰ کیوں فرمایا گیا؟ ۴: قرآنِ حکیم میں نافرمان قوموں کے بُرے انجام کا ذکر کرنا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دور رہیں اور عذاب سے بچ سکیں۔

عملی پہلو: تاریخ سے اتنی مثالیں پیش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ سمجھایا ہے کہ کیا اس بات میں کچھ شک رہ جاتا ہے کہ جس قوم نے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے سرکشی دکھائی اسے آخر تباہی سے دوچار ہونا پڑا۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے وہ لوگ اپنے نبیوں سے جھگڑا کرتے رہے کیا ہم بھی اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی بجاآوری میں بحث و مباحثہ کرتے رہیں گے؟

آیت نمبر ۵۶: ۱: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کس صفت کو ظاہر فرمایا گیا؟ ۱: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح نذیر ہیں۔ قرآنِ حکیم میں متعدد جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مثلاً سورۃ الاحقاف ۴۶، آیت: ۹، سورۃ سبا ۳۴، آیت: ۴۶ وغیرہ ۲۔ نذیر کسے کہتے ہیں ۲۔ بُرے انجام سے ڈرانے والا۔ ۳: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو کس بات سے ڈرایا؟ ۳: کفر و نافرمانی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا۔ ۴: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے ڈرانے والوں میں سے ڈرانے والا کیوں کہا گیا؟ ۴: کیونکہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہدایت عطا فرمانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام علیہم السلام کے اس سلسلے کے آخری نبی خاتم الانبیاء ہیں۔ ۵: پہلے ڈرانے والوں سے کون مراد ہے؟ ۵: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: اٰزِفَۃُ "آنے والی گھڑی" سے کیا مراد ہے؟ ۱: قیامت کی گھڑی جو قریب پہنچنے والی ہے۔ یہ قیامت کا صفاتی نام ہے۔

۲: قیامت کا یہ نام ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا سمجھایا ہے؟ ۲: یعنی یہ نہ سمجھو کہ قیامت یا موت کی گھڑی ابھی بہت دور ہے اور سوچنے سمجھنے کے لئے ابھی بہت وقت پڑا ہے۔ انسان کو تو ایک پل کی بھی خبر نہیں اور جس کو موت آگئی بس اس کی قیامت تو اسی وقت قائم ہو گئی۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت موت کو یاد رکھنا چاہیئے اور اس آنے والی قیامت کی گھڑی کے لئے تیاری کرتے رہنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: قیامت کے دن کی کس حقیقت کو بیان فرمایا گیا ہے؟ ۱: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قیامت کو ظاہر فرمانے والا نہیں ہے۔

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH FIF IMFOUNDATION WORLDWIDE SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY FORBIDDEN

۲:"قیامت کو اللہ ہی ظاہر فرمانے والا ہے" اس سے کیا سمجھایا جارہا ہے؟ ۲:یعنی قیامت قریب ہی آلگی ہے جس کا ٹھیک وقت اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں بتاسکتا۔ اور جب وقت معین آجائے تو کوئی طاقت اس کو دفع نہیں کر سکتی۔

آیت نمبر۵۹: ۱۔اس آیت میں "بات" سے کیا مراد ہے جس پر کفار تعجب کررہے تھے؟ ۱:اس سے مراد وہ ساری تعلیم ہے جو رسول اللہ ﷺ قرآنِ حکیم کے ذریعہ سے پیش فرمارہے تھے۔ ۲:اس آیت میں انسانوں کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۲:کیا تم قیامت کے واقع ہونے کے بارے میں قرآنی تعلیمات پر حیرت کرتے ہو؟ ۳:کفار و مشرکین قرآن حکیم کی تعلیمات پر کیوں تعجب کر رہے تھے؟ ۳:دراصل تعجب سے مراد وہ تعجب ہے جس کا اظہار آدمی کسی انوکھی اور ناقابل یقین بات کو سن کر کیا کرتا ہے۔ کفار و مشرکین آپ ﷺ کی تعلیمات پر ایسے تعجب اور حیرت سے دیکھتے کہ گویا کوئی بڑی عجیب، انوکھی اور نرالی باتیں انہیں سنائی جارہی ہیں۔ جب کہ آپ ﷺ بھی سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح انہیں قیامت سے ڈرارہے تھے۔

آیت نمبر۶۰: ۱:انسانوں کی آخرت کے بارے میں کس غفلت کا بیان ہے؟ ۱:اپنے گناہوں اور عذاب سے ڈر کر رونے کے بجائے غفلت میں پڑے ہنستے رہتے ہیں اور حق و صداقت کا مذاق اڑاتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہم بھی آخرت سے غافل تو نہیں؟ لہٰذا ہمیں حق و صداقت کی راہ پر چلنے والوں کا ساتھ دینا چاہیئے اگرچہ لوگ اپنی جہالت اور سرکشی کی وجہ سے ہمارا مذاق اُڑارہے ہوں۔

آیت نمبر۶۱: ۱: آخرت سے غافل انسان کی کس روش کا ذکر ہے؟ ۱:وہ کھیل کود اور گانے بجانے میں اس قدر مصروف ہے کہ آخرت کی فکر سے غافل ہے اور آخرت میں کامیابی کے لئے کوئی محنت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

آیت نمبر۶۲: ۱: آخرت میں کامیابی کے لئے اللہ ﷻ نے کس چیز کا حکم فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ کو سجدہ کرنے اور اللہ ﷻ کی عبادت کرنے کا حکم فرمایا۔ سجدہ عاجزی اور بندگی کے اظہار کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے۔ ۲:سجدہ سے کیا مراد ہے؟ ۲:سجدہ کا لغوی معنی ہے تذلل اور خضوع کے ساتھ جھکنا۔ اللہ ﷻ کے حضور گڑگڑانا اور عاجزی اختیار کرنا۔ اس کی انتہا زمین پر پیشانی کا رکھ دینا ہے۔ سجدہ کا شرعی معنی ہے عبادت کے قصد سے پیشانی کو زمین پر رکھنا۔

۳۔عبادت سے کیا مراد ہے؟ ۳:شرعی اصطلاح میں عبادت کا مفہوم ہے معبود کے سامنے اپنے آپ کو انتہائی عاجز جاننا اور اس کے لئے انتہائی تعظیم کو تسلیم کرتے ہوئے عاجزی کا اظہار کرنا، اور اس سے مراد ہے ساری زندگی اللہ ﷻ کی مرضی اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق گزارنا۔

علمی بات: یہ نزول کے اعتبار سے پہلی آیت تھی جس پر سجدۂ تلاوت لازم ہوتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے"۔ ایک اور جگہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب انسان سجدہ والی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا اور ہائے افسوس کہتا ہوا اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے" اور دوسری روایت میں ہے شیطان کہتا ہے ہائے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم کیا گیا تو وہ سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں سجدے کا انکار کر کے جہنمی ہو گیا"۔ (صحیح مسلم)

عملی پہلو: ہمیں ساری زندگی اللہ ﷻ کی مکمل عبادت میں گزارنی چاہیئے۔ ہر معاملے میں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(ا) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ میں ستارے کی قسم ہے جب وہ:

(الف) طلوع ہو ✓(ب) غروب ہو (ج) روشن ہو (د) بے نور ہو

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION SALE OF THIS BOOK WITHOUT ENTAILS CANCELLATION

(۲) تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾ میں کلمہ تِلْكَ ہے:

(الف) اسم موصول (ب) اسم فاعل ✓(ج) اسم اشارہ (د) اسم ضمیر

(۳) اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ قیامت کے دن انسان بوجھ نہیں اٹھائے گا:

✓(الف) دوسروں کا (ب) صرف اپنا (ج) رشتہ داروں کا (د) دوستوں کا

(۴) وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ آیت کریمہ کی رو سے اللہ تعالیٰ ہی:

(الف) مارتا اور زندہ فرماتا ہے (ب) کھلاتا اور پلاتا ہے ✓(ج) ہنساتا اور رُلاتا ہے (د) بیماری اور صحت دیتا ہے

(۵) وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ میں الشِّعْرٰى سے مراد ہے:

✓(الف) ستارہ (ب) سورج (ج) چاند (د) شہاب ثاقب

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ آیات کریمہ کی رو سے نبی کریم ﷺ کی کیا صفت بیان ہوئی ہے؟

ج: آیتِ کریمہ کے مطابق آپ ﷺ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتے۔ وہ خالصتاً وہی "وحی" ہوتی ہے جو اللہ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل کی جاتی ہے۔

۲۔ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ آیت کریمہ میں بُتوں کی کیا حقیقت بیان کی گئی ہے؟

ج: یہ محض فرضی نام ہیں جو مشرکین اور ان کے آباؤ اجداد نے خود ہی گھڑ لیے ہیں۔ اللہ ﷻ نے ان کی معبودیت (شرک) کے حق میں کوئی دلیل عقلی یا نقلی نازل نہیں فرمائی۔

۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ آیت کریمہ میں آخرت کا انکار کرنے والوں کی کس برائی کا ذکر ہے؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں قرار دے کر ان کے مؤنث (عورتوں والے) نام رکھتے ہیں۔

۴۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو کس شخص سے اعراض فرمانے کی تلقین کی گئی ہے؟

ج: آیت کریمہ میں ہے کہ آپ (ﷺ) ایسے شخص سے اعراض کریں اور منہ پھیر لیں جو اللہ ﷻ کی یاد (ذکر) سے پیٹھ پھیرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تگ و دو اور رغبت کا مرکز صرف دنیاوی زندگی ہے۔

۵۔ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿۴۴﴾ آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی کن صفات کا ذکر کیا گیا ہے؟

ج: ان آیات کریمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی ہنساتا ہے اور وہی رُلاتا ہے۔ اسی طرح وہی موت دیتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

ترجمہ: اُن کی نگاہ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔ یقیناً انھوں نے اپنے ربّ کی (قدرت کی) بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(ب) سُوْرَةُ النَّجْمِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

ج: نَجْم "ستارہ" کو کہتے ہیں۔ اس سورت کی پہلی ہی آیت میں ستارے کی قسم بیان فرما کر آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دی گئی ہے، اس لیے اس کا نام سُوْرَةُ النَّجْمِ ہے۔ سُوْرَةُ النَّجْمِ مکی سورت ہے۔ اس سورت کا مرکزی مضمون عقائد ثلاثہ (توحید، رسالت اور آخرت) کا اثبات ہے۔

۲۔ (الف) وَ كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴿۲۶﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ کام نہیں آسکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ جس کے لیے چاہے اجازت دے دے اور پسند فرمائے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION OF THIS BOOK WORLD WIDE AND PRIVATE SELF OF THIS BOOK IS ALSO WITH THE FOUNDATION

(ب) سُوْرَۃُ النَّجْمِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

ج:۱۔ واقعۂ معراج کے سفر کا بیان۔ ۲۔ مشرکین کے باطل عقائد کی تردید۔ ۳۔ فرماں برداروں اور نافرمانوں کی صفات کا بیان۔ ۴۔ نبی کریم ﷺ اور قرآنِ مجید کے بارے میں شکوک و شبہات کو دور کیا گیا ہے۔ ۵۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کی تردید۔

۳۔ (الف) وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ۚ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: اور اللہ کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے تاکہ جنھوں نے بُرائیاں کیں وہ انھیں اُن کے اعمال کا بدلہ دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں انھیں اچھا بدلہ دے۔

(ب) سُوْرَۃُ النَّجْمِ میں مرکبِ اضافی کی کوئی چار مثالیں تلاش کریں۔

ج: ۱۔ قَابَ قَوْسَیْنِ (دو کمانوں کا فاصلہ)، ۲۔ سِدْرَۃِ الْمُنْتَهٰی (سدرۃ المنتہیٰ)، ۳۔ ذِكْرِنَا (ہمارا ذکر)، ۴۔ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ (بڑے بڑے گناہ)

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۱۲ سُوْرَۃُ الْقَمَر آیات:۱تا۵۵

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ شق القمر کا واقعہ کیا ہے؟ ۲۔ شق القمر کے معجزہ کے بارے میں مشرکین کا رویّہ کیا تھا؟

۳۔ روزِ قیامت مجرمین کی بُری حالت کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۴۔ گناہ گاروں کو روزِ قیامت قبروں سے کس طرح نکالا جائے گا؟

۵۔ قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ نے کس اعتبار سے آسان بنا دیا ہے؟ ۶۔ قرآنِ حکیم نصیحت حاصل کرنے کے لئے کس طرح آسان ہے؟

۷۔ گزشتہ نافرمان قوموں پر کون کون سے عذاب آئے؟ ۸۔ مجرمین کے ساتھ جہنم میں کیا بُرا سلوک ہو گا؟

۹۔ روزِ قیامت پرہیز گاروں کا حسین انجام کیسا ہو گا؟ ۱۰۔ مجرموں کو عموماً فوری سزا کیوں نہیں دی جاتی؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ النجم" میں نافرمان قوموں کی ہلاکت کا مختصر ذکر تھا۔ سورۃ القمر میں پانچ نافرمان قوموں کی ہلاکت کا تفصیلی بیان ہے۔ سورۃ النجم میں قرآنِ حکیم کے بارے میں شبہات کو دور کیا گیا تھا۔ سورۃ القمر میں چار مرتبہ ذکر ہے کہ قرآنِ حکیم نصیحت کے حصول کے لئے آسان ہے۔ سورۃ النجم میں نافرمانوں کی بدترین اور فرماں برداروں کی اچھی صفات کا ذکر تھا۔ سورۃ القمر میں نافرمانوں کے عبرت ناک اور فرماں برداروں کے بہترین انجام کا بیان ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر۱: ۱: قیامت کے قریب آجانے سے کیا مراد ہے؟ ۱: یعنی قیامت آنے کا وقت بہت قریب آچکا ہے جو کہ قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونے سے ثابت ہو رہا ہے۔ ۲: قیامت کی کس نشانی کا ذکر ہے؟ ۲: شق القمر یعنی چاند کے پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا جو کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

علمی بات: شق القمر کا واقعہ منیٰ میں پیش آیا جب آپ ﷺ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بہت سے مشرکین مکہ کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ مشرکین نے آپ ﷺ سے معجزے کا مطالبہ کیا اس پر آپ ﷺ نے انگلی سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا اور چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا نیچے آگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "دیکھو اور گواہ رہنا"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

آیت نمبر۲: ۱: معجزہ دیکھ کر مشرکین مکہ کا کیا ردعمل ہوا؟ ۱: انہوں نے ایمان لانے کے بجائے منہ موڑ لیا اور اپنے کفر پر قائم رہے۔ ۲: مشرکین مکہ نے اس معجزے کو دیکھ کیا کہا؟ ۲: انہوں نے کہا کہ یہ ہمیشہ سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ ابو جہل اس موقع پر کہنے لگا کہ پہلے ان کا جادو زمین پر چلتا تھا اب آسمان پر بھی چلنے لگا ہے۔ (معاذ اللہ)

۳: "ہمیشہ سے چلا آتا ہوا جادو" سے کیا مراد ہے؟ ۳: دراصل مشرکین مکہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام بھی ایسے جادو کے کرشمے دکھاتے رہے ان کا جادو بھی چل بسا اور وہ خود بھی چل بسے۔ اسی طرح یہ نبی اور اس کے کرشمے بھی عنقریب ختم ہو جائیں گے۔ (معاذ اللہ)

آیت نمبر۳: ۱: چاند کے پھٹنے کا معجزہ دیکھ کر مشرکین کا کیا طرزِ عمل رہا؟ ۱: انہوں نے جھٹلایا اور حقیقت کی جگہ انہوں نے اپنی خواہش نفس کی پیروی کی۔

۲: مشرکین مکہ کو معجزے اور آپ ﷺ کی دعوت کے جھٹلانے پر فوری سزا کیوں نہ دی گئی؟ ۲: کیونکہ اللہ ﷻ نے ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا ہے جس کے آنے پر وہ کام کیا جاتا ہے۔ اس طرح مشرکین مکہ کی سزا کا بھی وقت مقرر تھا۔

علمی بات: اس بات کا ذکر سورۃ النحل ۱۶ کی آیت ۶۱ میں بھی ہے کہ "اگر لوگوں کے گناہ پر اللہ ﷻ ان کی گرفت کرتا تو روئے زمین پر ایک بھی جاندار باقی نہ رہتا لیکن وہ تو انہیں ایک وقت مقررہ تک ڈھیل دیتا ہے جب ان کا وہ وقت آجاتا ہے تو وہ ایک ساعت نہ پیچھے رہ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں"۔ ۳: نبی کریم ﷺ کے معجزے کے انکار کی وجہ کیا تھی؟ ۳: وہ ایمان لا کر اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح نہیں کرنا چاہتے تھے اور اپنی خواہشات کے مطابق ہی من چاہی زندگی گزارنا چاہتے تھے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE IMPROVEMENT FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY ILLEGAL AND CIVIL ACTION.

علمی بات: قرآن حکیم میں ایسے شخص کے لئے جنت کی بشارت ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا ہو گا اور اپنے نفس کو خواہش کی پیروی سے روکا ہو گا۔(سورۃ النازعات ۷۹، آیات: ۴۰ تا ۴۱)

آیت نمبر ۴: ۱: کفار کو کس بات سے ڈرایا گیا؟ ۱: انہیں ان کے کفر اور نافرمانی پر عذابِ الٰہی سے ڈرایا گیا۔

۲: کفار کے پاس تنبیہ آمیز خبروں سے کیا مراد ہے؟ ۲: سابقہ نافرمان قوموں کی خبریں جن کو ان کے کفر کی وجہ سے دنیا میں تباہ و برباد کر دیا گیا اور آخرت میں اللہ ﷻ کا شدید عذاب آئے گا۔ مثلاً قومِ عاد، ثمود وغیرہ۔ ۳: سابقہ قوموں کی خبریں کفار کو کیوں دی گئیں؟ ۳: تاکہ وہ کفر و نافرمانی سے باز آ کر اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ جائیں۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے سابقہ قوموں کی تباہی و بربادی کا متعدد بار ذکر فرما کر ہمیں بھی ڈرایا ہے کہ ہمیں اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیئے ورنہ ہمارا حال بھی کہیں ان جیسا نہ ہو۔ لہٰذا ہمیں ان واقعات سے عبرت حاصل کر کے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۵: ۱: اس آیت میں قرآنِ حکیم کی کس صفت کا بیان ہے؟ ۱: قرآنِ حکیم مکمل حکمت کی بات ہے۔ ۲: حکمت کسے کہتے ہیں؟

۲: وہ باطنی بصیرت جس کے ذریعے چیزوں کی حقیقت پہچانی جائے نیز صحیح اور غلط میں تمیز ہو۔ سورۃ البقرۃ ۲ کی آیت: ۲۶۹ میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ "وہ جسے چاہے حکمت اور دانائی عطا فرماتا ہے اور جو شخص حکمت اور سمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا اور نصیحت صرف عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں"۔ ۳: کفار کی کس محرومی کا ذکر ہے؟ ۳: کفار قرآنِ حکیم جیسے پُر حکمت کلام کے متنبہ کرنے اور ڈرانے سے بھی فائدہ نہ اُٹھا پائے۔

آیت نمبر ۶: ۱: کفر پر اڑے رہنے والوں کے حوالہ سے نبی کریم ﷺ کو کیا تلقین فرمائی گئی؟ ۱: آپ ﷺ کو کفار سے رخ پھیر لینے کی تلقین فرمائی گئی

۲: اس آیت میں کس دن کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: قیامت کے دن کا۔ ۳: بلانے والے شخص سے کون مراد ہے؟ ۳: اکثر مفسرین کے نزدیک بلانے والے سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ ۴: حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن لوگوں کو کیسے بلائیں گے؟ ۴: وہ اللہ ﷻ کے حکم سے صُور پھونکیں گے۔ جس سے تمام جاندار مر جائیں گے پھر دوبارہ صور پھُونکیں گے اس کے نتیجے میں تمام لوگ زندہ ہو کر میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے۔ ۵: حضرت اسرافیل علیہ السلام کس چیز کی طرف بلائیں گے؟ ۵: ایک ناگوار چیز کی طرف۔ ۶: ناگوار چیز سے کیا مراد ہے؟ ۶: حساب کتاب جو ہر شخص کو دینا پڑے گا۔

آیت نمبر ۷: ۱: قیامت کے دن انسانوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: آنکھیں جھکائے اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ ۲: انسانوں کی آنکھیں کیوں جھکی ہوں گی؟ ۲: قیامت کی ہولناکی دیکھ کر اور اپنے جرائم پر شرمندگی کی وجہ سے۔ ۳: قبر سے کیا مراد ہے؟ ۳: مٹی کا گڑھا جس میں انسان کی لاش کو دفنایا جاتا ہے یا زمین کا حصّہ جہاں کہیں انسانی جسم کے ذرات موجود ہوں۔ ۴: قیامت کے دن انسانوں کے جمع ہونے کی کیا کیفیت ہو گی؟

۴: انسان ایک بڑی تعداد میں میدانِ حشر کی طرف بڑھ رہے ہوں گے جیسے کہ ٹڈی دل بکھری ہوئی ٹڈیاں۔

آیت نمبر ۸: ۱: حشر کے دن لوگ کس طرف بڑھ رہے ہوں گے؟ ۱: بلانے والے یعنی حضرت اسرافیل علیہ السلام کی طرف۔ ۲: قیامت کا دن کیسے لوگوں پر کٹھن ہو گا؟ ۲: کفار پر کٹھن ہو گا۔ ۳: کفار قیامت کے بارے میں کیا کہیں گے؟ ۳: یہ بڑا سخت دن ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کن آیات میں آیا ہے؟ ۱: ۹ تا ۱۷ آیات میں۔ ۲: اہل مکہ کو درسِ عبرت دینے کے لئے ان سے پہلے کی کس نافرمان قوم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۳: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے جرائم کیا تھے؟ ۳: انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا انہیں مجنون کہا۔ ۴: قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو کیا دھمکیاں دیں؟ ۴: رَجم کرنے اور قتل کرنے کی دھمکی کی۔

(سورۃ ھود ۱۱، آیت: ۱۱۶)

آیت نمبر ۱۰: ۱: قوم کے جھٹلانے اور دھمکیاں دینے پر حضرت نوح علیہ السلام نے کیا کیا؟ ۱: اللہ ﷻ سے دعا کی۔

۲: حضرت نوح علیہ السلام نے کیا دعا کی؟ ۲: اے اللہ! میں مغلوب ہوں تُو ہی بدلہ لے لے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا کیا نتیجہ نکلا؟ ۱: اللہ ﷻ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی قوم پر عذاب نازل کیا۔

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE IMRAN QURAN SOCIETY
SALE OF THIS SOCIETY IS STRICTLY PROHIBITED

۲:اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر کیا عذاب نازل کیا؟ ۲: آسمان سے موسلا دھار بارش کا عذاب نازل کیا۔

۳: اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کیوں قبول کی؟ ۳:سورۃ الصّٰفّٰت کی آیات:۷۱ تا ۷۳ میں اللہ ﷻ کا رسولوں سے وعدہ کا ذکر ہے کہ "اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے کہ یقیناً وہ ہی مدد کیئے جائیں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہے گا"۔

آیت نمبر ۱۲: ۱:اللہ ﷻ نے کس انداز سے اس قوم کو عذاب دیا؟ ۱:زمین سے چشموں کی صورت میں پانی جاری فرما دیا۔

۲:پانی کے عذاب کی کیا کیفیت تھی؟ ۲: آسمان پانی برسا رہا تھا۔ زمین پانی اُگل رہی تھی۔ اللہ ﷻ نے دونوں پانیوں کو ملا دیا۔ اس کام کے لئے جو مقرر ہو چکا تھا۔ ۳:"مقرر ہونے والے کام" سے کیا مراد ہے؟ ۳:حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر اللہ ﷻ کا عذاب جو مقرر ہو چکا تھا۔

آیت نمبر ۱۳: ۱:حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے اس عذاب سے کیسے بچایا؟ ۱:حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے کشتی میں سوار کرا کر اس عذاب سے بچا لیا۔

۲: کشتی کس چیز سے بنی تھی؟ ۲:لکڑی کے تختوں اور کیلوں سے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱:حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱:وہ کشتی اللہ ﷻ کی نگہبانی میں چل رہی تھی گویا وہ اللہ ﷻ کی حفاظت میں تھی۔ ۳:حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر آنے والے طوفان کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۳:یہ حضرت نوح علیہ السلام کے جھٹلانے کا بدلہ تھا جو اس نافرمان جھٹلانے والی قوم سے لیا گیا۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اللہ ﷻ نے کس چیز کو بطورِ نشانی کے چھوڑ دیا؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو نشانی کے طور پر۔ بعض مفسرین کے نزدیک نشانی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا پورا واقعہ ہے جو عبرت کا باعث ہے۔ ۲:نشانی سے نصیحت حاصل کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲:اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کفر و شرک سے توبہ کرے اور رسول اکرم ﷺ کی بات مان کر اللہ ﷻ کی فرماں برداری کرے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱:اللہ ﷻ کا عذاب اور اس کا ڈرانا کیسا ہے؟ ۱:اللہ ﷻ کا عذاب بہت سخت ہوتا ہے اور اللہ ﷻ نافرمانوں کو اچھی طرح ڈرانے کے بعد ان پر عذاب نازل فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ نے کس اعتبار سے آسان بنا دیا ہے؟ ۱: نصیحت حاصل کرنے کے لحاظ سے آسان بنا دیا ہے۔ یہ دنیا کی واحد کتاب ہے، جو لفظ بہ لفظ یاد کر لی جاتی ہے ورنہ چھوٹی سی کتاب کو بھی اس طرح یاد کر لینا اور اسے یاد رکھنا نہایت مشکل ہے۔ مزید یہ کہ بنیادی ہدایت کے حصول کے لئے یہ بہت آسان ہے۔ انسان کا خالق کون ہے؟ انسان کا مقصدِ زندگی کیا ہے؟ اصل زندگی کون سی ہے؟ اس زندگی کی تیاری کے لئے کیا کرنا ہے؟ وغیرہ۔ قرآنِ حکیم ان تمام بنیادی سوالات کے جوابات عطا کرتا ہے اور ہر انسان کو سیدھی راہ بھی بتاتا ہے۔ ۲: قرآنِ حکیم نصیحت حاصل کرنے کے لئے کس طرح آسان ہے؟ ۲: کیونکہ قرآنِ حکیم میں واقعات، مثالیں اور فطرت سے قریب رہ کر باتیں سمجھائی گئی ہیں۔ نیز قرآنِ حکیم کا انداز سادہ بھی ہے اور ہر انسان سے خطاب بھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الکھف کی آیت:۱ میں بیان ہوا ہے کہ "ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں (کسی طرح کی) کجی نہیں رکھی"۔ اللہ ﷻ نے ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے مطالب صاف صاف بیان کرتی ہے نہ اس کے مطالب میں کوئی پیچیدگی اور مشکل ہے اور نہ اس کے انداز بیان میں کسی قسم کا الجھاؤ ہے۔ تاہم یاد رہے کہ قرآنِ حکیم سے احکامات سمجھنا اور اخذ کرنا مفسرین اور علماء کرام کا کام ہے اور وہی اس کے اہل ہیں۔ لہٰذا احکامات اور مسائل میں رہنمائی کے لئے اُن سے ہی رجوع کیا جائے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: کس نافرمان قوم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: قوم عاد۔ ۲: قوم عاد کا ذکر کن آیات میں آیا ہے؟ ۲: آیات:۱۸ تا ۲۲ میں آیا ہے۔

۳: قوم عاد کی طرف کسے رسول بنا کر بھیجا گیا؟ ۳:حضرت ہود علیہ السلام۔ ۴: قوم عاد کا جرم کیا تھا؟ ۴:شرک اور رسول کو جھٹلانا۔

۵:اللہ ﷻ کا عذاب اور ڈرانے کا معاملہ کیسا ہوتا ہے؟ ۵:اللہ ﷻ نافرمانوں کو اچھی طرح ڈرانے کے بعد پھر ان پر سخت عذاب نازل کرتا ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: قوم عاد پر بھیجا جانے والا عذاب کیا تھا؟ : سخت آندھی کا عذاب جو آٹھ دن اور سات راتوں تک جاری رہا۔ (سورۃ الحاقۃ ۶۹، آیت:۷) ۲:عذاب

کس دن نازل کیا گیا؟ ۲: مسلسل نحوست والے دن نازل ہوا۔

عملی پہلو: تمام دن اللہ ﷻ کے بنائے ہوئے ہیں اور کوئی منحوس نہیں ہوتا۔ نحوست اصل میں کفر اور بُرے اعمال ہیں جن کی وجہ سے کوئی اللہ ﷻ کے عذاب کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں کسی دن کو منحوس نہیں سمجھنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے اعمال کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: عذاب نے قوم عاد کی کیا حالت بنادی ۱: آندھی نے لوگوں کو ایسے اُٹھا کر پھینک دیا جیسے وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔

عملی پہلو: ہمیں کبھی بھی اپنی طاقت پر کوئی گھمنڈ اور تکبر نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ اللہ ﷻ کی قدرت تھی کہ "قوم عاد" کے لوگ جو بڑے قد آور اور زور آور تھے، لیکن ہوا کا جھکڑ ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پھینک دیتا تھا جیسے کھجور کا تنا جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اللہ ﷻ کا عذاب اور اس سے ڈرانے کا معاملہ کیسا ہوتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کا عذاب بہت سخت ہوتا ہے جو نافرمانوں کو ڈرانے کے بعد ان پر نازل کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ نے کس اعتبار سے آسان بنادیا ہے؟ ۱: نصیحت حاصل کرنے کے لحاظ سے آسان بنادیا ہے۔

۲: قرآن حکیم نصیحت حاصل کرنے کے لئے کس طرح آسان ہے؟ ۲: کیونکہ قرآن میں واقعات، مثالیں اور فطرت سے قریب رہ کر باتیں سمجھائی گئی ہیں۔ نیز قرآنِ حکیم کا انداز سادہ بھی ہے اور ہر انسان سے خطاب بھی ہے۔ (مزید وضاحت اسی سورت کی آیت: ۱۷ میں دیکھ لیں)

آیت نمبر ۲۳: ۱: کس نافرمان قوم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: قومِ ثمود کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲: قومِ ثمود کا ذکر کن آیات میں آیا ہے؟ ۲: ۲۳ تا ۳۲ آیات میں ہے۔ ۳: قومِ ثمود کی طرف کسے رسول بنا کر بھیجا گیا تھا؟ ۳: حضرت صالح علیہ السلام کو۔ ۴: قومِ ثمود کا جرم کیا تھا؟ ۴: شرک اور رسول کو جھٹلانا۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: قومِ ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی بات کیوں نہ مانی؟ ۱: کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے ہی میں سے ایک معمولی آدمی کی پیروی کیوں کریں۔

۲: قومِ ثمود کے کفر و گمراہی کا اندازہ کس بات سے ہوتا ہے؟ ۲: وہ اپنے رسول کی پیروی کرنے کو گمراہی اور جنون سمجھتے تھے۔

۳: انہیں حضرت صالح علیہ السلام پر کیا اعتراض تھا؟ ۳: ایک عام سے معمولی آدمی ہیں۔ نہ سردار ہیں نہ مالدار ہیں۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: قوم نے حضرت صالح علیہ السلام پر کیا الزام لگایا؟ ۱: جھوٹا اور شیخی خورہ ہونے یعنی خود اپنے آپ کو بڑا کہنے اور حضرت صالح علیہ السلام کو کم تر کہنے کی جسارت کی۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اللہ ﷻ نے ان کے اس الزام کا کیا جواب دیا؟ ۱: انہیں دنیا میں آنے والے عذاب کے دن یا قیامت کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کون جھوٹا اور شیخی خورہ ہے۔

۲: شیخی خورہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: خود پسندی، اپنی بڑائی بیان کرنا، اپنے آپ کو بہت بڑا عقل مند ظاہر کرنا، اپنی تعریفیں کرنا اور ایسے کام کرنا جس سے اپنے آپ کو بڑا منوانا مقصود ہو اور ان سب کے ساتھ دوسروں کو حقیر اور کم تر سمجھنا۔

علمی بات: قریش مکہ پہلی قوموں کی طرح بالکل اسی طرح کے الزام نبی کریم ﷺ پر لگا کر آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کر رہے تھے۔ گویا تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر تقریباً ملتے جُلتے الزام ہی لگائے گئے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: حضرت صالح علیہ السلام کو کیا معجزہ دیا گیا؟ ۱: قوم کے مطالبے پر پہاڑ میں سے زندہ اونٹنی معجزانہ طور پر نکالی گئی۔ ۲: معجزہ دکھانے کا مقصد کیا تھا؟

۲: قوم ثمود کو آزمانا یا امتحان لینا۔ ۳: اللہ ﷻ نے حضرت صالح علیہ السلام کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۳: اللہ ﷻ نے نصیحت فرمائی کہ انتظار کیجیئے کہ قوم اونٹنی کے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہے اور حضرت صالح علیہ السلام کو صبر کرنے کی نصیحت فرمائی۔

عملی پہلو: ہمیں بھی ہر حال میں صبر کرنا چاہیئے۔ سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۱۵۳ میں ہے کہ " اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت بھی یہی رہی ہے جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے الفاظ سورۂ یوسف میں آتے ہیں کہ "صبر ہی بہتر ہے"۔ (سورۃ یوسف ۱۲، آیت: ۸۳)

آیت نمبر ۲۸: ۱: حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو اونٹنی کے سلسلے میں کیا سمجھایا؟ ۱: چونکہ قوم ثمود کے لئے پانی حاصل کرنے کی ایک ہی جگہ تھی لہذا

COPYRIGHT © RESERVED
THE FULMFOUNDATION
SALE OF THIS BOOK
ETA CIVIL WORK

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ پانی کے لئے ایک دن اونٹنی کی باری ہے اور ایک دن قوم کی۔ لہذا تم اپنی باری پر پانی حاصل کرو۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: قوم نے اونٹنی کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ۱: انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہہ کر اونٹنی کو ہلاک کرا دیا۔

۲: اونٹنی کو کیسے ہلاک کیا گیا؟ ۲: اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر ہلاک کیا گیا۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اللہ ﷻ کے عذاب اور اس سے ڈرانے کا معاملہ کیسا ہوتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کا عذاب بہت سخت ہوتا ہے اور اللہ ﷻ نافرمانوں کو اچھی طرح ڈرانے کے بعد ان پر عذاب نازل فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: قوم ثمود پر اللہ ﷻ نے کیا عذاب بھیجا؟ ۱: ایک زوردار چیخ کا عذاب تھا۔ قرآنِ حکیم میں دوسری جگہوں پر زلزلے کا بھی ذکر ہے۔ ۲: چیخ سے کیا مراد ہے؟ ۲: اکثر مفسرین کے نزدیک اللہ ﷻ کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے چیخ ماری

۳: عذاب نے قوم ثمود کا کیا حشر کیا؟ ۳: وہ لوگ باڑ لگانے والے کی روندھی باڑ کی طرح اُجڑ گئے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ نے کس اعتبار سے آسان بنا دیا ہے؟ ۱: نصیحت حاصل کرنے کے لحاظ سے آسان بنا دیا ہے۔

۲: قرآن حکیم نصیحت حاصل کرنے کے لئے کس طرح آسان ہے؟ ۲: کیونکہ قرآن میں واقعات، مثالیں اور فطرت سے قریب رہ کر باتیں سمجھائی گئی ہیں۔ نیز قرآنِ حکیم کا انداز سادہ بھی ہے اور ہر انسان سے خطاب بھی ہے (مزید وضاحت اسی سورت کی آیت: ۱۷ میں دیکھ لیں)

آیت نمبر ۳۳: ۱: کس نافرمان قوم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر کن آیات میں آیا ہے؟

۲: آیات: ۳۳ تا ۴۰ میں ہے۔ ۳: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہاں آباد تھی؟ ۳: جنوبی فلسطین۔ عمورہ اور سدوم کی بستیوں میں۔ ۴: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا کیا جرم تھا؟ ۴: شرک، ہم جنس پرستی اور رسولوں کو جھٹلانا۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوا؟ ۱: ان پر اللہ ﷻ کا عذاب آیا۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ ﷻ کا عذاب کس شکل میں آیا؟ ۲: پتھر برسانے والی آندھی کی صورت میں عذاب آیا تھا۔ ۳: اللہ ﷻ کے عذاب سے کون بچا؟ ۳: حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے یعنی ان کی بیٹیاں۔ ۴: حضرت لوط علیہ السلام اس بستی سے کب نکلے؟ ۴: رات میں سحر سے پہلے پہلے۔ ۵: بستی والوں پر عذاب کب شروع ہوا؟ ۵: سحر ختم ہوتے ہی۔ ۶: سحر کسے کہتے ہیں؟ ۶: رات کے آخری حصے کو۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: عذاب سے بچا لیا جانا بھی اللہ ﷻ کا ایک بہت بڑا احسان ہے۔ یہ اس کی خاص رحمت اور نعمت ہے جو ایمان اور نیک عمل کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ ۲: شکر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ﷻ کیا معاملہ فرماتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ان کے ساتھ اچھا معاملہ فرماتا ہے اور ان کو عذاب سے بچا لیتا ہے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر اللہ ﷻ کا عذاب کب آیا؟ ۱: حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے کے بعد اللہ ﷻ کا عذاب آیا۔ ۲: قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کے ڈرانے پر کیا کیا؟ ۲: وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور لوط علیہ السلام کے عذاب سے ڈرانے پر شک کرتے رہے۔ سورۃ التوبہ کی آیت ۴۵ میں ہے کہ جو لوگ اللہ ﷻ اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں جب بُرائیوں کے انجام سے متنبہ کیا جائے تو ہمیں بحث و مباحثہ میں پڑ کر اللہ ﷻ کے غضب کو دعوت نہیں دینی چاہیئے بلکہ اپنے آپ کو برائیوں سے الگ کر لینا چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کون مہمان آئے؟ ۱: عذاب کے فرشتے خوبصورت نوجوان لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے آپ سے مہمانوں کے بارے میں کیا مطالبہ کیا؟ ۲: قوم نے حضرت لوط علیہ السلام سے آپ کے مہمانوں کی سپردگی کا مطالبہ کیا تاکہ انہیں بھی وہ حسب عادت اپنی ہوس کا نشانہ بنائیں۔ ۳: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا کیا انجام ہوا؟ ۳: اس مطالبہ پر اللہ ﷻ نے ان کی آنکھیں ایسے مٹا دیں گویا ان کے چہروں پر آنکھوں

COPYRIGHTS © RESERVED FOUNDATION WITH ALL RIGHTS RESERVED SAFE GUARD THIS BOOK AND ITS CONTENT IN ANY FORM

کے نشان تک بھی نہ تھے اس کے بعد ان پر نشان زدہ پتھروں کی بارش کی گئی اور ان کی بستیوں کو زمین سے اٹھا کر پٹخ دیا گیا جس کی تفصیل سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں ہے۔ ۴: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب دینے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۴: تاکہ نافرمان قوم اللہ ﷻ کے ڈراوے اور عذاب کا مزہ چکھے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب کس وقت نازل ہوا؟ ۱: صبح سویرے۔

۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم عذاب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: ان کی ہلاکت تک قائم رہنے والا عذاب تھا۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آنے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: تاکہ لوگ اللہ ﷻ کے عذاب اور اللہ ﷻ کی ڈراوے کا مزہ چکھیں۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: قرآنِ حکیم کو اللہ ﷻ نے کس اعتبار سے آسان بنادیا ہے؟ ۱: نصیحت حاصل کرنے کے لحاظ سے آسان بنادیا ہے۔

۲: قرآن حکیم نصیحت حاصل کرنے کے لئے کس طرح آسان ہے؟ ۲: کیونکہ قرآن میں واقعات، مثالیں اور فطرت سے قریب رہ کر باتیں سمجھائی گئی ہیں۔ نیز قرآنِ حکیم کا انداز سادہ بھی ہے اور ہر انسان سے خطاب بھی ہے۔ (مزید وضاحت اسی سورت کی آیت: ۱۷ میں دیکھ لیں)

علمی بات: اس سورت میں اس آیت کا بار بار ذکر کرنے سے مقصود یہ بھی ہے کہ یہ قرآن اور اس کے فہم وحفظ کو آسان کر دینا، اللہ ﷻ کا احسان عظیم ہے۔ اس کے شکر سے انسان کو کبھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: اس آیت میں کس نافرمان قوم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: آلِ فرعون کا۔ ۲: آلِ فرعون کا ذکر کن آیات میں آیا ہے؟ ۲: آیات: ۴۱ اور ۴۲ میں ۳: آلِ فرعون کہاں آباد تھی؟ ۳: مصر میں۔ ۴: آلِ فرعون کو ڈرانے کے لئے کسے رسول بنا کر بھیجا گیا تھا؟ ۴: حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اللہ ﷻ کی نشانیوں سے کیا مراد ہے؟ ۱: وہ معجزات اور عذاب جو آلِ فرعون کو پے در پے دکھائے گئے۔ ۲: آلِ فرعون کا جرم کیا تھا؟ ۲: انہوں نے اللہ ﷻ کی تمام نشانیوں اور رسولوں کو جھٹلایا۔ ۳: آلِ فرعون کا کیا انجام ہوا؟ ۳: اللہ ﷻ کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا۔

۴: اللہ ﷻ کی پکڑ کیسی ہوتی ہے؟ ۴: ایک زبردست صاحب قدرت کی پکڑ ہوتی ہے جس سے کوئی ظالم بچ نہیں سکتا۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کا خطاب کس سے ہے؟ ۱: کفارِ مکہ سے۔ ۲: کفار مکہ کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرانے کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: نہ تو کفار مکہ اللہ ﷻ کی نظر میں سابقہ کافروں سے اچھے ہیں اور نہ ہی ان کے لئے سابقہ آسمانی کتابوں میں نجات کا کوئی وعدہ کیا گیا ہے۔ جب وہ اپنے کفر کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے، تو یہ کفارِ مکہ عذاب سے سلامتی کی امید کیوں رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: کفار مکہ کے ایمان نہ لانے کی ایک اور وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟ ۱: کفار مکہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمانوں پر غالب آجانے یعنی فتح پانے والی جماعت ہیں۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: کفار مکہ کی اس خوش فہمی کا کیا جواب دیا گیا؟ ۱: عنقریب وہ شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے جیسا کہ غزوہ بدر سے ثابت ہوا۔

علمی بات: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن آپ ﷺ ایک خیمہ میں مقیم تھے۔ آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: یا اللہ! میں تجھے تیرے عہد اور وعدہ کی قسم دیتا ہوں، یا اللہ! اگر تو چاہے تو (ان تھوڑے سے مسلمانوں کو ہلاک کر دے) تو پھر آج کے بعد کوئی تیری عبادت کرنے والا نہ رہے گا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا: یا رسول اللہ! اب بس کیجئے، آپ ﷺ نے اپنے پروردگار سے التجا کرنے میں حد کر دی۔ آپ ﷺ اس دن زرہ پہنے ہوئے چل پھر رہے تھے۔ آپ ﷺ خیمہ سے باہر نکلے تو یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ"۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۴۶: ۱: کفار پر حتمی عذاب کا مقررہ وقت کیا ہے؟ ۱: قیامت ان پر عذاب کے وعدے کا مقررہ وقت ہے۔

۲: قیامت کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: قیامت بڑی شدید، سخت اور تلخ ہے۔

علمی بات: قرآن حکیم میں کئی مقامات پر قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ سورۃ عبس کی آیات: ۳۴ تا ۳۷ میں بھی اس حوالے سے ذکر آتا ہے کہ: اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہو گا جو اسے (مصروفیت کے لئے) کافی ہو گا۔ یعنی اس

دن ہر شخص کو اپنی نجات کی فکر ہو گی اور کفار و مشرکین اور بدکاروں میں سے کوئی عزیز اپنے کسی عزیز کے کام نہ آئے گا اور نہ اس سے ہمدردی کر سکے گا۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: سُعُرْ کا کیا مطلب ہے؟ ۱: سُعُرْ کا لغوی معنی آگ کا بھڑکنا اور شعلے نکلنا۔ اس سے مراد ایسی دیوانگی ہے کہ کسی بات پر انسان فوراً مشتعل ہو کر غلط کام کرنے لگے اور اس کی عقل صحیح کام نہ کرے۔ ۲: مجرموں کے لئے سُعُرْ کا لفظ استعمال کر کے کیا سمجھایا گیا ہے؟ ۲: یعنی ان مجرموں کی کیفیت یہ ہے کہ ہدایت کی کسی بات پر غور کرنے سے پہلے ہی مشتعل ہو کر غصے میں ایسی حرکتیں کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے ان کے پاس عقل و دانش نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ گویا پاگل مجنون ہیں۔ ۳: مجرموں کا دنیا میں کیا انجام ہوتا ہے؟ ۳: مجرم لوگ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے اور صحیح عقل سے دور یعنی مجنون ہیں۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: مجرموں کا آخرت میں کیا انجام ہو گا؟ ۱: آگ میں منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے۔ ان سے کہا جائے گا کہ جہنم کا مزہ چکھو۔ جیسا کہ سورۃ الرحمٰن ۵۵ آیت: ۴۱ میں آیا ہے کہ: "مجرم لوگ اپنے چہروں کی سیاہی سے پہچان لیئے جائیں گے پس انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر کھینچا جائے گا۔"

آیت نمبر ۴۹: ۱: مجرموں کو عموماً فوری سزا کیوں نہیں دی جاتی؟ ۱: کیونکہ اللہ ﷻ نے ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ بنایا ہے۔ مجرموں کو عذاب بھی اللہ ﷻ کے مقررہ اندازے پر دیا جائے گا۔

علمی بات: ہر چیز کی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق وہ ایک مقرر وقت پر بنتی ہے، ایک خاص شکل اختیار کرتی ہے، ایک خاص حد تک نشوونما پاتی ہے، ایک خاص مدت تک باقی رہتی ہے، اور ایک خاص وقت پر ختم ہو جاتی ہے۔ اسی عالمگیر ضابطہ (Universal Truth) کے مطابق خود اس دنیا کی بھی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق ایک وقت خاص تک یہ چل رہی ہے اور ایک وقت خاص ہی پر اسے ختم ہونا ہے۔ جو وقت اس کے خاتمہ کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے نہ اس سے ایک گھڑی پہلے یہ ختم ہو گی، نہ اس کے ایک گھڑی بعد یہ باقی رہے گی۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: اللہ ﷻ کے حکم کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کا حکم اتنی تیزی اور آسانی سے پورا ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

علمی بات: قیامت برپا کرنے کے لئے اللہ ﷻ کو کوئی بڑی تیاری نہیں کرنی ہو گی اور نہ اسے لانے میں کوئی بڑی مدت صرف ہو گی۔ اللہ ﷻ کی طرف سے بس ایک حکم صادر ہونے کی دیر ہے۔ اس کے صادر ہوتے ہی پلک جھپکاتے وہ برپا ہو جائے گی۔

اس بات کا ذکر سورۃ یٰس کی آیت: ۸۲ میں ہے کہ "اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے"۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: اللہ ﷻ کے نافرمانوں کو کس بات سے ڈرایا گیا ۱: اللہ ﷻ پچھلی امتوں کے نافرمانوں کو ہلاک کر چکا اور تمہیں بھی تمہاری نافرمانی پر ہلاک کر سکتا ہے۔ ۲: سابقہ نافرمانوں کی ہلاکت کا ذکر کیوں فرمایا گیا؟ ۲: تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اپنی اصلاح کر کے اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ جائیں۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: آخرت کے انجام سے کیسے ڈرایا جا رہا ہے؟ ۱: جو کچھ ہم کر رہے ہیں ہمارے نامۂ اعمال میں لکھا جا رہا ہے۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: نامۂ اعمال میں کیسے اعمال لکھے جاتے ہیں؟ ۱: ہر چھوٹا اور بڑا عمل لکھا جاتا ہے۔ اس بات کا ذکر سورۃ الکھف کی آیت: ۴۹ میں بھی آتا ہے کہ: "اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ پس تم دیکھو گے کہ گناہگار اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے کوئی چھوٹا بڑا گناہ احاطہ کیئے بغیر باقی نہیں چھوڑا، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا"۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: متقین کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۱: متقین باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: متقین کو کیا مقام حاصل ہو گا؟ ۱: عظیم قدرت والے باشاہِ حقیقی کی قربت میں عزت والے اعلیٰ مقام میں ہوں گے۔ جہاں سب کے سب لوگ سچے ہوں گے۔ انہیں اپنی سچائی کی بدولت اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے سچے وعدوں کے مطابق یہ مقام حاصل ہو گا۔

علمی بات: سورۃ المائدہ ۵، آیت: ۱۱۹ میں ہے کہ: "اس دن (یعنی روزِ قیامت) سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی"۔ اور سورۃ التحریم آیت ۸ میں ہے۔ اس دن اللہ ﷻ نہ اپنے نبی کو رسوا کریگا اور نہ آپ پر ایمان لانے والوں کو (بلکہ ان کی شان یہ ہو گی کہ) ان کے آگے اور ان کے دائیں ان کا نور دوڑتا ہو گا۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION OF SALAFI CONTENT ENTAILED

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) جَرَادٌ کا معنی ہے:

(الف) مکھیاں (ب) کیڑے ✓(ج) ٹڈیاں (د) مچھر

(۲) وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا اور ہم نے جاری کر دیے:

(الف) دریا ✓(ب) چشمے (ج) سمندر (د) نالے

(۳) اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ آیت کریمہ کی رو سے اللہ ﷻ نے سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم کے لیے آزمائش بنایا:

✓(الف) اونٹنی کو (ب) بکری کو (ج) گائے کو (د) بھیڑ کو

(۴) وَ لَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ میں ''عَنْ'' ہے:

(الف) اسم (ب) فعل ✓(ج) حرف (د) ضمیر

(۵) وَ لَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ کی رو سے سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا:

(الف) رات ڈھلتے ✓(ب) صبح سویرے (ج) شام کے وقت (د) دن چڑھے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ آیت کریمہ کی رو سے آخرت کے دن مجرموں کا کیا حال ہو گا؟

ج: آیتِ مبارکہ کے مطابق آخرت کے دن مجرموں کی آنکھیں (خوف اور ذلت سے) جھکی ہوئی ہوں گی۔ وہ اپنی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہوں۔

۲۔ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ آیت کریمہ کی رو سے قرآن حکیم کی کون سی صفت بیان ہوئی ہے؟

ج: آیت کریمہ کے مطابق نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن حکیم کو ہر لحاظ سے نہایت آسان بنا دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

۳۔ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ آیت کریمہ میں اسم، فعل اور حرف الگ الگ کر دیں۔

ج: اسم : غَدًا، مَنْ، الْكَذَّابُ، الْاَشِرُ۔ اس آیت میں یہ الفاظ اسماء استعمال ہوئے ہیں۔

فعل : يَعْلَمُوْنَ (وہ جان لیں گے)۔ یہ فعل استعمال ہوا ہے۔

حرف : سَ (عنقریب کے لیے استعمال ہونے والا حرفِ استقبال)۔ اس آیت میں یہ حرف ہے

۴۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ آیت کریمہ کے مطابق قومِ ثمود کا کیا انجام ہوا؟

ج: قومِ ثمود پر اللہ تعالیٰ نے ایک سخت چنگھاڑ (زوردار چیخ) بھیجی جس کے نتیجے میں وہ سب کے سب کچلی ہوئی باڑ (خشک بھوسے) کی طرح چورا چورا ہو کر رہ گئے۔

۵۔ وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَ كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ آیات کریمہ میں اعمال کے حوالے سے کیا خبر دی گئی ہے؟

ج: آیاتِ مبارکہ میں انسانوں نے جو کچھ بھی دنیوی زندگی میں کیا ہے وہ سب ان کے نامہ اعمال (دفتروں) میں درج ہے۔ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات کو اس میں لکھ دیا گیا ہے۔

COPYRIGHT © THE FOUNDATION. ALL RIGHTS RESERVED WITH SALE FOR THIS BOOK ONLY AND ENTAILS CRIMINAL ACTION.

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔(الف) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور اگر وہ (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ موڑ لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ (العیاذ باللہ)

(ب) سُوْرَةُ الْقَمَرِ کا تعارف، مرکزی مضمون اور شانِ نزول تحریر کریں۔

"قَمَرٌ" "چاند" کو کہتے ہیں۔ اس سورت کے آغاز میں شَقُّ الْقَمَرِ یعنی چاند کے پھٹنے اور دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس لیے اس کا نام سورۃ القمر ہے۔ یہ سورت مکی دور میں اس وقت نازل ہوئی جب شَقُّ الْقَمَرِ کا واقعہ پیش آیا۔ یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال پہلے مکّۃ مکرّمہ میں مِنیٰ کے مقام پر پیش آیا تھا۔ اس کے مرکزی مضمون میں قرآن مجید کی حقانیت اور آخرت کی ہولناکی کا بیان ہے۔

۲۔(الف) فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ترجمہ: تو انھوں نے اپنے ربّ سے دعا کی بے شک میں مغلوب ہوں پس تو ہی بدلہ لے۔ پھر ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے زوردار بارش سے۔

(ب) سُوْرَةُ الْقَمَرِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

ج: ۱۔ بُرے انجام سے بچنے کے لیے نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ۲۔ قرآنِ مجید کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ ۳۔ آخرت کا بیان۔ ۴۔ نافرمانوں کے عبرت ناک انجام کے ساتھ فرماں برداروں کے اچھے انجام کا بیان۔

۳۔(الف) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

ج: عنقریب وہ جماعت شکست کھائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ بلکہ ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی تلخ ہے۔ بے شک مجرم گم راہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔

(ب) سُوْرَةُ الْقَمَرِ میں جملہ اسمیہ کی کوئی ایک مثال اور کوئی چار اسماء تلاش کریں۔

جملہ اسمیہ کی مثال: "اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ" اس میں "نَحْنُ جَمِيْعٌ" جملہ اسمیہ ہے (نَحْنُ: مبتدا، جَمِيْعٌ: خبر)

چار اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اَلْقَمَرُ (چاند)، ۲۔ اَلْاَنْبَآءُ (خبریں)، ۳۔ اَلسَّمَآءِ (آسمان)، ۴۔ اَلْقُرْاٰنَ (قرآن حکیم)۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۱۳ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن آیات:۱تا۷۸

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ اللہ ﷻ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر کیا ہے؟
۲۔ ہماری صلاحیتوں کا بہترین استعمال کیا ہے؟
۳۔ اس سورت میں ۳۱ بار دہرائے جانی والی آیت کون سی ہے؟
۴۔ یہ آیت کب کب اور کس حوالے سے دہرائی گئی ہے؟
۵۔ اس آیت کے پڑھنے یا سننے کے بعد کیا جواب دینا چاہیئے؟
۶۔ اس سورت میں کن دو مخلوقات سے خطاب ہے؟
۷۔ دو مشرقوں اور دو مغربوں سے کیا مراد ہے؟
۸۔ دو سمندروں کے درمیان آڑ کا کیا مطلب ہے؟
۹۔ اللہ ﷻ کے ہر آن نئی شان میں ہونے سے کیا مراد ہے؟
۱۰۔ پھلوں کی دو دو قسمیں ہونے سے کیا مراد ہے؟
۱۱۔ مجرمین کا انجام کیسے بیان کیا گیا ہے؟
۱۲۔ اللہ ﷻ سے ڈرنے والوں کا کیا حسین انجام ہو گا؟
۱۳۔ جنت کی نعمتوں کا ذکر کس کس انداز سے کیا گیا ہے؟
۱۴۔ جنتی عوتوں کی کون سی خصوصیات بیان کی گئی ہیں؟
۱۵۔ اللہ ﷻ کی عظمت و جلال کے حوالہ سے آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے نماز کے بعد کون سے عمل کی رہنمائی ملتی ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ القمر" میں ذکر تھا کہ قرآنِ حکیم نصیحت کے لئے آسان ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں بتایا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کی رحمت کے طفیل عطا کیا گیا ہے۔ سورۃ القمر میں پانچ نافرمان قوموں کی تکذیب یعنی حق کو جھٹلانے کا ذکر تھا۔ سورۃ الرحمٰن میں جنّات اور انسانوں سے ۳۱ مرتبہ سوال کیا گیا ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائیں گے۔ سورۃ القمر میں نافرمانوں پر آنے والے عذابوں کا ذکر زیادہ ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں جنّت کے انعامات کی تفصیل زیادہ بیان کی گئی ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: الرحمٰن کے کیا معنی ہیں؟ ۱: سب پر بے پناہ رحمت فرمانے والا۔ ۲: اللہ ﷻ کے کتنے اسماء حسنیٰ ہیں؟ ۲: یوں تو اللہ ﷻ کے اسمائے حسنیٰ بے شمار ہیں البتہ ۹۹ اسمائے حسنیٰ مشہور ہیں جو کتب احادیث میں مذکور ہیں۔

علمی بات: مسلم شریف کی ایک روایت کے مطابق اللہ ﷻ نے رحمت کے ۱۰۰ حصے فرمائے ایک حصہ دنیا میں رکھا۔ مخلوقات میں جو رحمت و محبت کے جذبات ہیں وہ اسی ۱۰۰/۱ حصہ کا اثر ہیں اور باقی ۹۹ حصے رحمت کے آخرت کے لئے رکھے ہیں۔

۳: الرحمٰن اللہ ﷻ کا کیسا اسم گرامی ہے؟ ۳: الرحمٰن اللہ ﷻ کا صفاتی اسم ہے۔

۴: اسمائے حسنیٰ میں کتنے اسماء صفاتی ہیں؟ ۴: اسم "اللہ" کے علاوہ جو کہ اسم ذات ہے باقی ۹۸ اسمائے حسنیٰ صفاتی ہیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: الرحمٰن کا تعارف کیسے کرایا گیا؟ ۱: الرحمٰن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا۔

۲: قرآنِ حکیم کیا ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم اللہ ﷻ کا وہ کلام ہے جو امین فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نبی کریم ﷺ کے قلبِ اقدس پر نازل کیا گیا جو قیامت تک کے لئے محفوظ ہے اور جس کا پڑھنا باعثِ ثواب ہے اور جس میں تمام انسانوں کے لئے مکمل ہدایت ہے۔

علمی بات: قرآنِ حکیم کا نازل ہونا محض اللہ ﷻ کی رحمانیت ہی کا تقاضا نہیں ہے، بلکہ اس کے خالق ہونے کا بھی لازمی اور فطری تقاضا ہے۔ خالق اپنی مخلوق کی رہنمائی نہ کرے گا تو اور کون کرے گا؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خالق جس چیز کو وجود میں لائے اسے اپنے وجود کا مقصد پورا کرنے کا طریقہ نہ سکھائے۔

آیت نمبر ۳: ۱: انسان کو کس نے پیدا کیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے ہی انسان کو پیدا فرمایا۔

COPYRIGHT SOUL RESERVED WITH THE FOUNDATION FOR QUR'ANIC SCIENCE AND SOCIAL ACTION ENTERPRISES

۲:انسان کیا ہے؟۲:انسان اشرف المخلوقات ہے۔(سورۃ التین ۹۵، آیت:۴) اور زمین پر اللہ ﷻ کا نائب اور خلیفہ ہے۔(سورۃ البقرہ ۲، آیت:۳۰)

۳: یہاں انسان سے مراد کون سی ذات مبارک لی گئی ہے؟ ۳:اللہ ﷻ کے حبیبِ مکرم، سید عالم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ۔

آیت نمبر ۴: ۱:انسان کی کس صلاحیت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱:بیان کرنے یعنی بولنے کی صلاحیت کا۔

۲:انسان کو بیان کی صلاحیت کس نے عطا کی؟ ۲:اللہ ﷻ نے ۳:آیات: ۱ تا ۴ کا باہمی ربط کیا ہے؟ ۳:اللہ ﷻ بے پناہ رحمت فرمانے والے نے بہترین مخلوق کامل انسان حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو عظیم کتاب قرآن سکھایا۔ تو ہمیں چاہیئے کہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو قرآن حکیم کو سیکھنے اور سکھانے کے لئے استعمال کریں۔

علمی بات: "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ" (متفق علیہ) "تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور اسے سکھائے"۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کا مصداق بنائے اور ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آیت نمبر ۵: ۱:اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا بیان ہے؟ ۱:سورج اور چاند کا بیان ہے۔ ۲:سورج اور چاند کے چلنے سے کیا مراد ہے؟ ۲:تمام اجرام فلکی اللہ ﷻ کے حکم سے اپنے اپنے مدار میں ایک حساب سے گردش کر رہے ہیں۔ چاند ۲۸ دن میں زمین کے گرد چکر مکمل کرتا ہے جس سے مہینے اور سال کا حساب بنتا ہے۔ اسی طرح سورج بھی اپنے پورے خاندان solar system کے ساتھ ایک حساب سے گردش کر رہا ہے۔ زمین سورج کے گرد ۳۶۵ دنوں میں ایک چکر مکمل کرتی ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱:اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا ذکر ہے؟ ۱:بیلوں اور درختوں کا بیان ہے۔ ۲:بیلوں اور درختوں کا اللہ ﷻ کو سجدہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲:اللہ ﷻ کی اطاعت۔ سجدہ ریز ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے جو طبعی قوانین ان کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ان کی نافرمانی نہیں کرتے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ فی الواقع اللہ ﷻ کو سجدہ کر رہے ہوں۔ لیکن انسان اس کیفیت اور ماہیت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ نیز انسان ان سے جو بھی فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس میں رکاوٹ نہیں بنتے۔

علمی بات: اسی بات کا ذکر سورۃ الحج ۲۲، کی آیت:۱۸ میں بھی آیا ہے کہ: "کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد اللہ کے حضور سربسجود ہے"۔

آیت نمبر ۷: ۱:اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا بیان ہے؟ ۱: آسمان اور میزان کا۔ ۲: آسمان کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲:اللہ ﷻ نے آسمان کو بلند فرمایا۔

۳: آسمان کیا ہے؟ ۳: آسمان فرشتوں کا مسکن اور اہل عالم کے لئے فیض و برکات کا منبع ہے۔ جب کہ قرآن سات آسمانوں کا ذکر کرتا ہے۔ "وہ (اللہ) ہے جس نے تہ بہ تہ (اوپر نیچے) سات آسمان پیدا فرمائے"۔ (سورۃ الملک ۶۷: آیت:۳) سائنس سات آسمانوں کی حقیقت کو ابھی تک نہیں پا سکی ہے۔ جس میں آسمانِ دنیا کو اللہ ﷻ نے ستاروں سے سجایا ہے۔ "اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو (ستاروں سے) سجا دیا۔ (سورۃ الحجر، آیت:۱۶) ۴:میزان کیا ہے؟ ۴:میزان ترازو یا توازن کو کہتے ہیں۔ ۵:میزان یا ترازو قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟

۵:یعنی اللہ ﷻ نے اس کائنات میں تمام چیزوں کے درمیان ایک عادلانہ توازن (Cosmic Balance) قائم فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۸: ۱:اللہ ﷻ نے ہمیں کس بات کا حکم دیا؟ ۱:تولنے میں زیادتی نہ کریں۔

۲:تولنے میں زیادتی نہ کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: چیزوں کا عدل کے مطابق وزن کرنا اور ناپنا ہوتا ہے۔ نہ زیادتی کی جائے اور نہ کمی۔

علمی بات: اس سے مراد وہ حقوق و فرائض بھی ہیں جو ہمارے ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں اور جن کے درمیان عدل نہ کرنا ظلم کا باعث ہوتا ہے۔

عملی پہلو: عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں۔ اللہ ﷻ نے ہر چیز کو حق و عدل کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ کے توازن و تناسب کے ساتھ قائم فرمایا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بندے بھی عدل قائم رکھیں۔ تمام معاملات میں انصاف کی ترازو کو اٹھنے یا جھکنے نہ دیں۔

آیت نمبر ۹: ۱:اللہ ﷻ نے ہمیں کیسے وزن کرنے کا حکم دیا؟ ۱:انصاف کے ساتھ وزن کرنے کا حکم دیا ہے۔

COPYRIGHT © RESERVED WITH THE FOUNDATION OF SAEED BOOKS (WORLD WIDE) ENTAILS CRIMINAL ACTION

۲:اللہ ﷻ نے کس میں کمی کرنے سے منع فرمایا ہے؟ ۲:اللہ ﷻ نے تولنے میں کمی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں ہمیشہ انصاف سے وزن کرنا چاہیئے کم تول کر دوسروں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیئے۔ اللہ ﷻ نے ایک پوری قوم یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو کم تولنے کے جرم پر تباہ و برباد فرمایا۔ جس کا ذکر قرآن حکیم کی کئی سورتوں میں موجود ہے۔ سورۃ المطففین ۸۳، آیت:۳ میں بھی کم تولنے والوں کے لئے روزِ قیامت ہلاکت کی خبر دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱۰: ۱:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ۱:نعمتِ زمین کا ذکر ہے۔

۲:زمین کی کس صفت یا خاصیت کو نمایاں کیا گیا ہے؟ ۲:اللہ ﷻ نے زمین کو اپنی مخلوق کے لئے بچھایا جس میں انواع و اقسام کی بے شمار مخلوقات بستی ہیں۔

علمی بات: زمین آگ کا ایک کرّہ تھا۔ جس کی سطح کو اللہ ﷻ نے ٹھنڈا کر کے زندہ حیات کے لئے موزوں ترین بنا دیا۔ زمین ہی ہمارا گھر ہے۔ زمین ہی سے ہماری خوراک پھلوں، سبزیوں کی صورت میں پیدا ہوتی ہے اور اسی سے ہمیں لباس، لکڑی، دھاتیں، شیشہ، پیٹرول، پانی اور زندگی گزارنے کے تمام دیگر اسباب حاصل ہوتے ہیں۔ یہی زمین موت کے بعد ہمارا ٹھکانا ہو گی۔ اسی سے ہمیں دوبارہ قیامت کے دن اُٹھا کھڑا کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱:زمین سے حاصل ہونے والی اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا ذکر ہے؟ ۱: پھل اور کھجوریں۔ ۲: کھجوروں پر غلاف اور پھلوں پر چھلکا ہونے کی کیا حکمت ہے؟ ۲:یہ قدرتی غلاف (Packing) ہے جس میں یہ نازک پھل محفوظ رہتے ہیں غلاف اور چھلکوں کی رنگت سے ان کے کچے یا پکے ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ جو پھلوں کی خوبصورتی اور پہچان کا باعث بنتے ہیں۔ ۳: پھلوں کے ساتھ کھجور کا الگ ذکر کرنے کی کیا حکمت ہے؟ ۳:اس لئے کہ کھجور میں دوسرے پھلوں کی نسبت زیادہ غذائی اجزاء پائے جاتے ہیں۔ اور کھجور اور پانی دو چیزیں مل کر مکمل غذا بن جاتی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "بعض دفعہ ہمارے گھر میں دو دو ماہ تک چولہا نہیں جلتا تھا اور ہمارا گزارہ صرف دو کالی چیزوں (کھجور اور مٹکے کا پانی) پر ہوتا تھا"۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۲: ۱:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا ذکر ہے؟ ۱: بھوسے والا غلہ اور خوشبودار پھول۔

علمی بات: غلہ میں دو چیزیں ہیں۔ دانہ، جو انسانوں کی غذا ہے اور بھوسہ جو جانوروں کے لئے ہے۔ اور بعض چیزیں زمین میں وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے مثلاً مختلف انواع و اقسام کے خوشبودار پھول۔

آیت نمبر ۱۳: ۱:اس آیت میں اللہ ﷻ کس سے مخاطب ہے؟ ۱:انسانوں اور جنات سے۔

علمی بات: یہ دونوں مخلوقات اللہ ﷻ کی عبادت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ (سورۃ الذاریات ۵۱، آیت:۵۶) نیز روزِ قیامت خاص کر ان دونوں سے حساب کتاب ہو گا۔

۲:انسانوں اور جنوں سے اللہ ﷻ کیا پوچھ رہا ہے؟ ۲:انسان اور جن اللہ ﷻ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائیں گے۔ ۳:اللہ ﷻ کی ہم پر کتنی نعمتیں ہیں؟ ۳:بے شمار نعمتیں ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النحل ۱۶، آیت:۱۸ میں اس بات کا ذکر آتا ہے کہ "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم اسے شمار نہیں کر سکتے۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے"۔ ۴:نعمتوں کے بارے میں کیوں سوال کیا جا رہا ہے؟ ۴:انسانوں اور جنوں کو اللہ ﷻ کی نعمتوں کی یاد دہانی کرانے کے لئے ۵:یہ آیت اس سورت میں کتنی دفعہ دہرائی گئی ہے؟ ۵:۳۱ مرتبہ دہرائی گئی ہے۔ ۶:یہ آیت کب کب اور کس حوالے سے دہرائی گئی ہے؟ ۶:یہ آیت ۸ مرتبہ اللہ ﷻ کی قدرت تخلیق کے بعد، ۷ مرتبہ جہنم کے ذکر کے بعد اور ۸ مرتبہ اصحابِ یمین (عام اہل جنت) کی جنتوں کے ذکر کے بعد ۸ مرتبہ مقربین کی جنتوں کے ذکر کے بعد دہرائی گئی ہے۔ ۷: جہنم کے ذکر کے بعد یہ کیوں پوچھا گیا کہ تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۷: جہنم کا پیشگی ذکر کرنا تاکہ انسان جہنم سے بچنے کی تیاری کر سکے یہ بھی ایک نعمت ہے۔ ۸:اس آیت کا نبی کریم ﷺ نے ہمیں کیا جواب سکھایا ہے؟ ۸:لَا بِشَیْءٍ مِنْ نِّعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ۔ "اے ہمارے رب! ہم تیری کسی بھی نعمت کو نہیں جھٹلاتے پس سب تعریف تیرے ہی لئے ہے"۔ (جامع ترمذی)

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی ہم پر بے شمار نعمتیں ہیں ہمیں ان نعمتوں کا احساس اور ان کی قدر کرنی چاہیئے اور ان نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیئے۔

۹:اٰلآء کے کیا معنی ہیں؟ ۹:اس کے معنی نعمت، قدرت اور نشانِ عظمت ہیں۔ ۱۰:رب کے کیا معنی ہیں؟ ۱۰: رب وہ ہے جو کسی شے کو آہستہ آہستہ

منصب کمال تک پہنچائے۔ حقیقی رب اللہ ﷻ ہے جو تمام مخلوقات کی تمام ضروریات کو پورا فرماتا ہے۔

ا۱:جنات کون ہیں؟ ا۱:جنات اللہ ﷻ کی مخلوق ہیں۔ جنہیں اللہ ﷻ نے آگ سے بنایا ہے۔ انہیں اللہ ﷻ نے انسانوں کی طرح ہی مکلف (ذمہ دار) ٹھہرایا ہے۔ ان میں بھی مذکر مؤنث، نیک اور بد ہوتے ہیں۔ ۱۲:اللہ ﷻ کی نعمتوں کو جھٹلانے سے کیا مراد ہے؟ ۱۲:اللہ ﷻ کی نعمتوں کو جھٹلانا دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک زبان سے جھٹلانا یعنی تکذیب قولی اور دوسرا نعمتوں کا غلط استعمال کرنا جو تکذیب عملی کہلاتا ہے۔

آیت نمبر ۱۴: ا:انسانوں کو کس چیز سے پیدا کیا گیا؟ ا: بجنے والی پکی مٹی سے۔

علمی بات: مٹی سے انسان (آدم) کی تخلیق کا مرحلہ قرآن میں مندرجہ ذیل سورتوں میں آیا ہے۔ تُرَابٌ "خشک مٹی سے" (سورۃ المومن ۴۰، آیت: ۶۷) اَرْض "عام مٹی یا زمین" (سورۃ نوح ۷۱، آیت:۱۷) طِیْن "گیلی مٹی یا گارا" (سورۃ الانعام ۶، آیت:۲) طِیْنٍ لَّازِبٍ "لیس دار اور چپک دار مٹی" (سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷، آیت: ۱۱) حَمَاءٍ مَّسْنُوْن "بدبودار کیچڑ" (سورۃ الحجر ۱۵، آیت:۲۶) صَلْصَال "ٹھیکرا یا حرارت سے پکائی ہوئی مٹی" (سورۃ الحجر: آیت:۲۶) صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ "ٹھیکری کی طرح بجنے والی (پکی) مٹی"۔ (سورۃ الرحمٰن ۵۵، آیت:۱۴)

آیت نمبر ۱۵: ا:جنات کو کس سے پیدا کیا گیا ہے؟ ا:اللہ ﷻ نے جنات کو Invisible Flame آگ کے شعلے کی لپٹ جو نظر نہ آئے اس سے پیدا فرمایا ہے۔

آیت نمبر ۱۶: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۱۷: ا:دو مشرقوں اور دو مغربوں سے کیا مراد ہے؟ ا:دو مشرقوں سے مراد ایک تو وہ مقام ہے جب سورج موسم گرما کے سب سے بڑے دن میں طلوع ہوتا ہے اور دوسرا وہ مقام ہے جہاں سے سورج موسم سرما کے سب سے چھوٹے دن طلوع ہوتا ہے۔ یہی دونوں مغربوں کا حال ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہر روز اس کا مشرق اور مغرب مختلف ہوتا رہتا ہے جس کے لئے سورۃ المعارج ۷۰، آیت: ۴۰ میں "رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ" (مشرقوں اور مغربوں کا رب) کے الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔ اسی طرح زمین کے ایک نصف کُرّے (Eastern Hemisphere) میں جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے اسی وقت دوسرے نصف کُرّے (Western Hemisphere) میں وہ غروب ہوتا ہے۔ یوں بھی زمین کے دو مشرق اور دو مغرب بن جاتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۸: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۱۹: ا:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ا:اللہ ﷻ نے اپنی قدرت سے دو سمندروں میٹھے اور کھاری کو ملا دیا کہ وہ باہم مل کر چلتے ہیں مگر آپس میں مل کر ایک دوسرے کی خاصیت کو زائل نہیں کرتے۔

سورۃ الفرقان ۲۵، آیت:۵۳ میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ: "اور وہی (اللہ) ہے جس نے دو دریا ملے ہوئے رواں کیئے، ایک (کا پانی) میٹھا مزیدار، دوسرا کھاری کڑوا اور دونوں کے درمیان (اپنی قدرت سے) ایک پردہ اور آڑ (حائل) کر دی (جو انہیں گڈمڈ ہونے سے روکے ہوئے ہے)"۔

آیت نمبر ۲۰: ا:دو سمندروں کے درمیان کس چیز کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا:برزخ کا ذکر ہے۔ ۲:برزخ کسے کہتے ہیں؟ ۲:برزخ آڑ یا پردے کو کہتے ہیں۔

۳:دو سمندروں کے درمیان آڑ سے کیا مراد ہے؟ ۳:جہاں دو مختلف سمندر آپس میں ملتے ہیں وہاں ان کے درمیان آڑ یعنی Pycnocline Zone ہوتا ہے۔ جس کی کثافت مسلسل گھٹتی بڑھتی ہے اور جو پانی کی مختلف پرتوں کو ایک دوسرے سے الگ رکھتی ہے۔ اس بات کا مشاہدہ دنیا کے کئی مقامات پر کیا جاسکتا ہے جہاں میٹھے اور کھاری پانی آپس میں باہم مل کر چلتے ہیں۔

علمی بات: بنگال میں اس طرح کے دریا پائے جاتے ہیں۔ "ارکان سے چاٹگام" تک دو دریا بالکل الگ تھلگ نوعیت کے نظر آتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور دوسرے کا سیاہ اور دونوں کے بیچ ایک دھاری چلی گئی ہے۔ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا۔ اس طرح بنگال کے ضلع "باریسال" میں دو ندیاں ایک ہی دریا سے نکلی ہیں، ایک کا پانی کھاری اور کڑوا اور دوسرے کا میٹھا ہے۔ خلیج فارس اور بحرین کے قریب بھی سمندر کی تہہ سے بہت سے چشمے نکلے ہیں جن سے لوگ میٹھا پانی حاصل کرتے ہیں۔

عملی پہلو: تفاسیر کے مطالعہ سے اس آیت سے جہاں اللہ ﷻ کی حکمت اور عظمت و کبریائی کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ مفہوم اور سبق بھی ملتا ہے کہ میٹھے پانی سے مراد حق ہے

اور کڑوے پانی سے مراد باطل ہے باطل اپنی ساری کثرت اور شوکت کے باوجود حق کو مٹا نہیں سکتا۔ گمراہی کے اندھیروں اور طوفانوں کے باوجود حق کا عَلم لہراتا رہے گا۔

آیت نمبر ۲۱: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: سمندر سے نکلنے والی اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: موتی اور مرجان۔ ۲: موتی کیا ہے؟ ۲: سب موتی پتھروں کی قسم ہوتے ہیں۔ جو سمندروں اور دریاؤں سے نکالے جاتے ہیں اور زیورات کے طور پر استعمال کیئے جاتے ہیں۔ ۳: مرجان کیا ہیں؟ ۳: مرجان پتھروں کی ایک قسم ہے جو نباتات کی طرح بڑھتا ہے۔ اس کی شاخیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ کئی شکلوں اور رنگوں کا ہوتا ہے اور زیورات وزیبائش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۳: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس نعمت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: سمندر میں چلنے والے بحری جہاز جو اللہ ﷻ کی بڑی نعمت ہیں۔

۲: بحری جہازوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: سمندر میں ایسے اونچے کھڑے ہیں جیسے پہاڑ۔

علمی بات: اللہ ﷻ نے پانی میں یہ خوبی پیدا کر دی ہے کہ وہ لاکھوں ٹن بوجھ اٹھائے رہتا ہے۔ اس نے ایسی چیزیں پیدا فرمائی ہیں جن سے کشتیاں اور جہاز بنتے ہیں۔ بھاری بھر کم ہونے کے باوجود ڈوبتے نہیں بلکہ تیرتے چلے جاتے ہیں اور اسی نے انسان کو وہ سمجھ عطا فرمائی جس سے اس نے جہاز سازی (Shipping) کی صنعت میں کمال حاصل کیا۔

آیت نمبر ۲۵: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: مخلوقات کے بارے میں کس حقیقت کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: تمام مخلوقات فنا ہونے والی ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: خالق کے بارے میں کس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

۲: اللہ ﷻ کی کن صفات کو بیان کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ جلال والا اور کرم والا ہے۔ ۳: اللہ ﷻ کی جلال کی صفت کن کے لئے ہے؟

۳: نافرمان بندوں کے لئے۔ ۴: اللہ ﷻ کی صفتِ کرم کن کے لئے ہے؟ ۴: فرماں بردار بندوں کے لئے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: ”دعا مانگتے وقت یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ضرور کہا کرو“۔

آیت نمبر ۲۸: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: اہل آسمان اور اہل زمین کس سے مانگتے ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ سے۔ ۲: اہل آسمان اور اہل زمین اللہ ﷻ سے کیسے مانگتے ہیں؟ ۲: اپنے حال سے بھی اور زبان سے بھی۔ یعنی مخلوقات کھانے پینے، سردی گرمی سے بچاؤ اور سانس لینے جیسی ان گنت نعمتوں کی محتاج ہیں اور اس حال میں ان کا پیدا کیا جانا ان مخلوقات کی محتاجی کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ ﷻ ہر ایک کی ضرورت پوری فرماتا ہے۔ اسی بات کا ذکر سورۃ محمد ۴۷، کی آیت: ۳۸ میں ہے کہ ”اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج“۔

۳: اللہ ﷻ کے ہر آن نئی شان میں ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۳: ہر آن کا مطلب ہے ہر وقت، ہر لمحہ اور شان کے معنی ہیں کام یا معاملہ یعنی ہر وقت اللہ ﷻ کسی کو زندگی دے رہا ہے اور کسی کو موت، کسی کو شفا دے رہا ہے تو کسی کو بیماری، کسی کو خوشحالی دے رہا ہے تو کسی کو تنگی وغیرہ۔

آیت نمبر ۳۰: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: ”ہم عنقریب تمہاری طرف اے جن وانس توجہ فرمائیں گے“ سے کیا مراد ہے؟ ۱: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ ہم جلد تمہارا حساب لیں گے۔ کیونکہ اللہ ﷻ بیک وقت ہر طرف توجہ فرما سکتا ہے کوئی چیز اس کو روکنے والی نہیں ہے۔ ۲: ثقلان سے کیا مراد ہے؟ ۲: ثقلان سے مراد دو بوجھ، وزن یا جماعتیں ہیں۔ یہاں مراد انسان اور جن ہیں۔ جنہیں ان کی کثیر تعداد کی وجہ سے یا ان کی کثیر تعداد کے مجرم ہونے کی وجہ سے بوجھ کہا گیا ہے۔ یا ان پر شریعت کا بوجھ ہونے کی وجہ سے انہیں ثقلان کہا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: آیت نمبر ۱۳ کے سوال وجواب ملاحظہ فرمائیں۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE UMEED FOUNDATION. SAFEGUARD BY COMMUNITY AND ENFORCEMENT

۲: حساب کتاب کیے جانے کو نعمت کیوں کہا گیا؟ ۲: حساب کتاب کا ہو جانا بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ تا کہ نیکو کاروں کو اجر مل سکے اور مجرم لوگوں کو سزا۔ اور پیشگی حساب کتاب کی خبر دینا بھی نعمت ہے تا کہ انسان و جن اپنے آپ کو بُرے انجام سے بچا سکیں۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: انسانوں اور جنوں کی بے بسی کا کیسے ذکر فرمایا گیا ہے؟ ۱: انسان اور جن اللہ ﷻ کی پکڑ سے بچنے کے لئے زمین اور آسمان کی حدود سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے۔ ۲: سلطان سے کیا مراد ہے؟ ۲: شدید قوت اور طاقت۔ اس کا اطلاق دنیا پر کیا جائے تو مراد ہو گی کہ کائنات کے کناروں تک پہنچنے کے لئے شدید قوت اور طاقت کی ضرورت پڑے گی اور اگر اس کا اطلاق آخرت پر کیا جائے تو اللہ ﷻ کے حساب کتاب سے بچنے کے لئے اللہ ﷻ ہی کی شدید قوت و طاقت کی ضرورت پڑے گی۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی؟ ۱: عظیم الشان کائنات کی نعمت جس کی حدود سے کوئی نہیں نکل کر بھاگ سکتا۔ اور اللہ ﷻ کی عظیم قوتیں اور طاقتیں بہت بڑی نعمت ہیں۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: مجرموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ ۱۔ ان پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائے گا۔

۲: آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑنے کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ۲: مجرم انسان اور جن ان سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکیں گے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: آخرت کا ذکر بھی ایک نعمت ہے کہ انسان و جن خود کو آخرت میں بُرے انجام سے بچا سکیں۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: اس آیت میں کس حقیقت کا ذکر ہے؟ ۱: قیامت کے دن آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر ہے۔

۲: قرآن حکیم میں اور کن مقامات پر "آسمان کے پھٹ جانے" کا ذکر ہے؟ ۲: سورۃ الحاقہ ۶۹، آیت: ۱۶، سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۲۵ اور سورۃ الانشقاق ۸۴، اور سورۃ الانفطار ۸۲، کی آیت: ۱ میں ذکر آتا ہے۔

۳: قیامت کے دن آسمان پھٹ کر کیسا ہو جائے گا؟ ۳: سرخ گلاب ہو جائے گا۔ سرخ چمڑے کی طرح۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ہنگامہ عظیم کے وقت جو شخص زمین سے آسمان کی طرف دیکھے گا اسے یوں محسوس ہو گا کہ جیسے سارے عالم بالا پر ایک آگ سی ہے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: قیامت کے دن ظاہر ہونے والی عظیم قدرتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اہل جہنم کا ذکر کن آیات میں کیا گیا ہے؟ ۱: آیات: ۳۹ تا ۴۵ میں۔

۲: قیامت کے دن انسانوں اور جنوں سے ان کے گناہوں کے بارے میں سوال کیوں نہیں کیا جائے گا۔ ۲: اللہ ﷻ کو تمام انسانوں اور جنوں کی نیتوں اور اعمال کا پورا پورا علم ہے اس لئے قیامت کے دن کسی مجرم سے گناہوں کی تحقیق کے لئے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔

علمی بات: قیامت کے دن مختلف مواقع پر مجرموں سے مختلف قسم کا سلوک ہو گا۔ ایک موقع پر ان سے ٹھیک طرح باز پرس ہو گی جیسے سورۃ الحجر ۱۵، آیت: ۹۲ میں ذکر آتا ہے کہ "تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے" اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب مجرم اپنے گناہوں سے مکر جائیں گے۔ اس وقت اللہ ﷻ مجرموں سے نہیں پوچھے گا جیسے سورۃ یٰس ۳۶، آیت: ۶۵ میں ذکر آتا ہے کہ "ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے، ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے"۔ اس طرح ان کے خلاف شہادت قائم ہو جائے گی۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: مجرموں کے انجام کی پیشگی خبر ہونا ایک نعمت ہے۔ اللہ ﷻ کے علم کی وسعت کا اندازہ ہونا بھی ایک نعمت ہے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: قیامت کے دن مجرم کیسے پہچانے جائیں گے؟ ۱: قیامت کے دن مجرم اپنے چہروں کی علامتوں سے پہچانے جائیں گے۔

۲: مجرموں کے چہروں پر کیا علامات ہوں گی؟ ۲: قرآنِ حکیم کی دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرموں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان کی آنکھیں پتھرائی ہوئی ہوں گی۔ ان پر شدید گھبراہٹ طاری ہو گی وغیرہ وغیرہ۔ سورۃ الغاشیہ ۸۸، آیات: ۱ تا ۷ میں تفصیلات دیکھ لیں۔ سورۃ القیامہ ۷۵، آیت: ۷ "پس جب

آنکھیں پتھرا جائیں گی"۔ ۳: مجرموں کو کیسے پکڑا جائے گا؟ ۳: مجرموں کو ان کی پیشانی کے بالوں اور پیروں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: مجرموں کے حشر کی پیشگی اطلاع دی گئی ہے۔ تاکہ انسان وجن اپنے آپ کو بُرے انجام سے بچا سکیں۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: مجرموں سے قیامت کے روز کیا کہا جائے گا؟ ۱: یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھٹلاتے تھے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: مجرموں کو کیا سزا دی جائے گی؟ ۱: چکر لگا رہے ہوں گے جہنم اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان۔ یعنی جہنم میں بار بار پیاس کے مارے ان کا برا حال ہو گا، بھاگ بھاگ کر پانی کے چشموں کی طرف جائیں گے، مگر وہاں کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا جس کے پینے سے کوئی پیاس نہ بجھے گی۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: مجرموں کے سزاؤں کی پیشگی خبر ہونا ایک نعمت ہے۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی نعمتوں کی قدر کرتے ہوئے اس کی اطاعت و فرماں برداری میں زندگی گزارنی چاہیئے تاکہ ہم اللہ ﷻ کے غیظ و غضب اور جہنم کی ہولناک سزاؤں سے بچ سکیں۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: مقربین کی جنت کا بیان کن آیات میں کیا گیا ہے؟ ۱: آیات: ۴۶ تا ۶۱ تک۔

۲: اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرنے والے کے لئے کیا انعام ہے؟ ۲: ایسے بندوں کے لئے دو باغ ہوں گے۔

علمی بات: جنت کے اصل معنی باغ کے ہیں۔ قرآن حکیم میں کہیں تو اس پورے عالم کو جس میں نیک لوگ رکھے جائیں گے جنت کہا گیا ہے، گویا کہ وہ پورا کا پورا ایک باغ ہے اور کہیں فرمایا گیا ہے کہ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس بڑے باغ میں بے شمار باغات ہوں گے۔ یہاں ارشاد ہوا ہے کہ ہر نیک شخص کو اس بڑی جنت میں دو دو جنتیں دی جائیں گی جو اسی کے لئے مخصوص ہوں گی۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: i۔ اللہ ﷻ سے ڈرنا۔ ii۔ جنت اور اس کی نعمتیں۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے۔ بیہقی شریف کی روایت ہے "رَأْسُ الْحِكْمَةِ مَخَافَةُ اللهِ "۔ یعنی حکمت کی چوٹی اللہ ﷻ کا خوف ہے۔ اسی طرح سورۃ الطور ۵۲، آیات: ۲۶ تا ۲۷ میں جنتیوں کی آپس میں گفتگو کا ذکر آتا ہے کہ "کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں کے درمیان بہت ڈرا کرتے تھے۔ پس اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تند و تیز گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا۔"

آیت نمبر ۴۸: ۱: مقربین کی جنتوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: ان جنتوں میں درخت بہت سی شاخوں والے ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: جنت اور اس کی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: مقربین کی جنتوں کی کیا تفصیل بیان کی گئی ہے؟ ۱: ان دو جنتوں میں دو چشمے جاری ہیں۔

۲: یہ دو چشمے کون سے ہوں گے؟ ۲: تسنیم اور سلسبیل۔ **علمی بات:** دونوں چشموں کی تفصیلات مندرجہ ذیل مقامات پر ملاحظہ فرمائیں۔
(سورۃ المطففین ۸۳، آیات: ۲۷، ۲۸) اور (سورۃ الدھر ۷۶، آیات: ۱۷، ۱۸)

آیت نمبر ۵۱: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: جنت کی نعمتوں یعنی چشموں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: مقربین کی جنتوں کے پھلوں کی کیا تفصیل بیان کی گئی ہے؟ ۱: ہر پھل کی دو دو قسمیں ہوں گی۔ ۲: پھلوں کی دو دو قسمیں ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: پھلوں کے رنگ ذائقے اور خوشبو دو الگ الگ طرح کی ہو گی یا معروف (پہچان میں آنے والے) اور غیر معروف (پہچان میں نہ آنے والے) پھل ہوں گے۔ یہ جنتیوں کے حق میں مزید نعمت ہے کیونکہ آدمی کی طبیعت ایسی جدت پسند واقع ہوئی ہے کہ وہ ایک ہی طرح کی چیز کھاتے کھاتے اکتا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۵۳: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: جنت کی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: اہل جنت کی کس کیفیت کا بیان ہے؟ ۱: اہل جنت تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ۲: "تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھنے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: وہ لوگ جنھوں نے ڈرتے ڈرتے اپنی ساری عمریں گزار دیں تھیں، یہاں بڑے مطمئن اور پر سکون ہوں گے۔ ہر فکر، پریشانی سے دُور، ہر اندیشہ اور خوف سے بے نیاز۔

۳:اہل جنت کے بستر کیسے ہوں گے؟ ۳:نہایت شاندار جن کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے۔ ۴:متقین کی جنت کے پھلوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۴:اہل جنت کے قریب پھل جھک رہے ہوں گے۔ ۵:"پھلوں کے قریب جھکنے" سے کیا مراد ہے؟ ۵:اہل جنت کو پھلوں کے حاصل کرنے میں کوئی مشقت نہیں اُٹھانی نہیں پڑے گی اور خواہش کرتے ہی جنت کے پھل ان کے قریب جھک جائیں گے جنہیں اہل جنت آسانی سے توڑ سکیں گے۔

آیت نمبر ۵۵: ۱:اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱:جنت کی نعمتوں اور وہاں کے عیش و آرام کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۵۶: ۱:اس آیت میں جنت کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ۱:جنت کی ایک نعمت حوروں کا ذکر ہے۔ ۲:حور کسے کہتے ہیں؟ ۲:بڑی آنکھوں والی سفید فام لڑکی کو حور کہتے ہیں۔ ۳:حور اور انسانی عورت میں کیا فرق ہے؟ ۳:حور جنت کی دیگر نعمتوں کی طرح اہل جنت کے لئے ایک نعمت ہو گی۔ جبکہ دنیاوی انسانی عورت اللہ ﷻ کے احکام کی مکلف اور اپنے رب کو جواب دہ ہے۔ ۴:حوروں کی کس صفت کا بیان کیا گیا ہے؟ ۴:نیچی نگاہوں والیاں ہوں گی اور اہل جنت سے پہلے انہیں کسی انسان و جن نے نہ چھُوا ہو گا۔ ۵:نیچی نگاہوں سے کیا مراد ہے؟ ۵:آنکھوں میں شرم وحیا کا ہونا اور بے باک نہ ہونا۔ ۶:"ان سے پہلے کسی انسان یا جن نے ان کو نہ چھوا ہو گا" سے کیا مراد ہے؟ ۶:ان کی پاکیزگی اور حیا کو ظاہر کرتی ہیں۔

علمی و عملی بات: بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی سے بڑے بڑے فواحش اور بے حیائی کے کاموں کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن حکیم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا۔ یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں، نگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں۔ (سورۃ النور ۲۴، آیات: ۳۰تا۳۱)

فرمانِ نبوی ﷺ: حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق "نگاہ شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کی حفاظت کرے گا میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت (مٹھاس) وہ اپنے دل میں پائے گا"۔ (طبرانی) ہمیں اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اس حدیث کا مفہوم ہمیشہ ذہن میں تازہ رکھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۵۷: ۱:اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کا ذکر ہے؟ ۱:جنت کی حوروں اور ان کی حسن سیرت کی نعمت کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱:حوروں کے حسن کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟ ۱:وہ دیکھنے میں یاقوت و مرجان کی طرح خوبصورت ہوں گی۔

۲:"یاقوت اور مرجان" سے کیا مراد ہے؟ ۲:"یاقوت اور مرجان" سے مراد ہیرے اور موتی ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: جنتی عورتیں اتنی حسین و جمیل ہوں گی کہ اگر ان میں سے ایک عورت اہل ارض کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا سارا حصہ چمک اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے۔ اور اس کے سر کا دوپٹہ اتنا قیمتی ہو گا کہ وہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

عملی پہلو: اصل خوبصورتی سیرت و کردار کی ہوتی ہے۔ یہاں پر بھی حوروں کے حسنِ سیرت کا ذکر ان کے حسن صورت سے پہلے کر کے اس حقیقت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی صورت سے زیادہ اچھی سیرت کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۵۹: ۱:اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱:اہل جنت کو ملنے والی اعلیٰ نعمت حوروں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر ۶۰: ۱:اس آیت میں آنے والے پہلے احسان سے کیا مراد ہے؟ ۱:بندوں کے بہترین اعمال یعنی نیکیاں اور اطاعت الٰہی مراد ہیں۔

۲:اس آیت میں آنے والے دوسرے احسان سے کیا مراد ہے؟ ۲:اللہ ﷻ کی طرف سے بہترین جزا۔ یعنی جنت اور اس کی نعمتیں مراد ہیں۔

۳:احسان کا بدلہ کیا ہے؟ ۳:احسان کا بدلہ احسان ہے۔ یعنی بندوں کے بہترین اعمال پر اللہ ﷻ بہترین جزا عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ السجدہ ۳۲، آیت: ۱۷ میں فرمایا: "کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے یہ ان (اَعمالِ صالحہ) کا بدلہ ہو گا جو وہ (زندگی بھر) کرتے رہے تھے"۔

علمی بات: اللہ ﷻ فرض بجالانے والوں، حرام سے بچنے والوں، حق کا ساتھ دینے والوں اور شر کا مقابلہ کر کے خیر کی حمایت کرنے والوں کی محنت اور قربانیوں کو

ضائع نہیں فرمائے گا اور بہترین بدلہ عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۶۱: ا: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: نیک اعمال پر اچھا اجر ملنے کی نعمت کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۶۲: ا: اصحاب یمین کی جنت کا بیان کن آیات میں ہے؟ ا: ۶۲ تا ۷۸ آیات میں۔

۲: مقربین کے دو باغوں کے بعد کن باغوں کا ذکر ہے؟ ۲: اصحاب یمین یعنی عام مومنین کے دو باغوں کا ذکر ہے۔

آیت نمبر ۶۳: ا: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: عام مومنین کو عطا کی جانے والی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۶۴: ا: اصحاب الیمین کے یہ دو باغ کیسے ہوں گے؟ ا: سیاہی مائل سبز ہوں گے۔ ۲: سیاہی مائل سبز ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایسی گھنی سرسبزی کو کہتے ہیں جو انتہائی شادابی کے باعث سیاہی مائل ہو گئی ہو۔ آیت میں مفہوم یہ ہے کہ ان دونوں باغوں کے درختوں کے پتے اتنے گہرے سبز ہوں گے جیسے سیاہ ہو رہے ہوں۔

آیت نمبر ۶۵: ا: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: عام مومنین کو عطا کی جانے والی نعمتوں میں سے دو سبز باغوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۶۶: ا: اصحاب الیمین کی جنتوں کی کیا تفصیل بیان کی گئی ہے؟ ا: ان کی جنتوں میں دو اُبلتے ہوئے چشمے ہوں گے۔

۲: چشموں کے اُبلنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: نَضَخَ کا معنی پانی کا چشمہ سے زور سے پھوٹنا۔ یہ اُبلنے اور جوش مارنے کی وجہ پانی کی کثرت اور دباؤ ہے مفہوم یہ ہے کہ چشموں کے سوراخ تنگ اور پانی کی کثرتِ روانی کی تیزی کی وجہ سے وہ چشمے جوش مارتے ہوئے اُبل رہے ہوں گے۔

آیت نمبر ۶۷: ا: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: جنت کی نعمتوں یعنی چشموں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۶۸: ا: اصحاب الیمین کی جنتوں کی کیا تفصیل بیان کی گئی ہے؟ ا: ان جنتوں میں میوے کھجور اور انار ہوں گے۔

۲: جنت میں ان میووں کی موجودگی کا ذکر خاص طور پر کیوں کیا گیا ہے؟ ۲: ویسے تو جنت میں ہر قسم کے پھل موجود ہوں گے جو اہل جنت چاہیں گے۔ بلکہ جو مانگیں گے عطا ہو گا۔ (سورۃ حٰم سجدہ ۴۱، آیت: ۳۱) ان پھلوں کا خاص طور پر ذکر اس لئے فرمایا گیا ہے عرب میں یہ پھل بکثرت پائے جاتے تھے اور اعلیٰ پھل سمجھے جاتے تھے۔ اس لئے ان کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ اللہ ﷻ اہل جنت کو ان سے کہیں اعلیٰ درجہ کے پھل عطا فرمائے گا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آیت نمبر ۶۹: ا۔ اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا۔ اہل جنت کو ملنے والے میووں کھجور اور انار کی نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۷۰: ا: جنت کی کس نعمت کا ذکر ہے؟ ا: جنت کی حوروں کا ذکر ہے۔ ۲: حوروں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۲: خوب سیرت اور خوب صورت ہوں گی۔

آیت نمبر ۷۱: ا: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: جنت کی نعمتوں میں سے حوروں کا بیان ہے۔

آیت نمبر ۷۲: ا: حوروں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ا: خیموں میں رہنے والی ہوں گی۔

عملی پہلو: خواتین کا اصل زیور اچھی سیرت و کردار ہے اور پردہ و چار دیواری ان کی حفاظت کے ذرائع ہیں۔ خواتین کو "شمع محفل" بننے کے بجائے "چراغ خانہ" بننے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسی بات کا ذکر سورۃ الاحزاب ۳۳، آیت: ۳۳ میں بھی آتا ہے کہ "اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اظہارِ زینت کر کے زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو"۔ عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر اور اس کی اولین ذمہ داری گھر کے حوالہ سے ہے۔ اس کو اسی دائرے میں رہ کر اطمینان کے ساتھ اپنے فرائض انجام دینے چاہئیں، اور گھر سے باہر صرف بقدرِ ضرورت ہی نکلنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۷۳: ا: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: خیموں میں ٹھہرے رہنے والی حوروں کی نعمت کی یاد دہانی کرائی ہے۔

آیت نمبر ۷۴: ا: اس آیت میں حوروں کی کس صفت کا بیان ہے؟ ا: اہل جنت سے پہلے انہیں کسی انسان و جن نے نہ چھوا ہو گا۔

۲: انسان و جن کے نہ چھونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی وہ حوریں کنواری ہوں گی۔

آیت نمبر ۷۵: ا: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: جنت کی ایک نعمت حوروں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۷۶: ا: اہل جنت کی کس کیفیت کا بیان ہے؟ ا: تکیہ لگائے ہوئے اعلیٰ و نادر قالینوں پر بیٹھے ہوں گے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION FOR QUR'ANIC KNOWLEDGE SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED

۲: اہل جنت کے قالین کیسے ہوں گے؟ ۲: سبز اور نہایت قیمتی اعلیٰ و نفیس ہوں گے۔

آیت نمبر ۷۷: ۱: اس آیت میں کن نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: جنت کی نہایت اعلیٰ و نفیس نعمتوں کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۷۸: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن صفات کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کا نام بابرکت ہے۔ اللہ ﷻ جلال والا اور عزت والا ہے۔

عملی پہلو: حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ ایک مرتبہ پھر تین بار اَسْتَغْفِرُ اللہ کہتے۔ پھر اس کے بعد یہ ذکر فرماتے: اَللّٰھُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ "اے اللہ! تو سلامتی والا ہے اور تجھ سے سلامتی حاصل ہوتی ہے تو بابرکت ہے، اے بزرگی اور عزت والے"۔ (صحیح مسلم)

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ کی رو سے منع کیا گیا ہے:

(الف) چوری سے (ب) وعدہ خلافی سے ✓(ج) تول میں کمی سے (د) ملاوٹ سے

(۲) الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ آیت کریمہ کی رو سے جنات کی پیدائش ہوتی ہے:

(الف) مٹی سے (ب) پانی سے ✓(ج) آگ سے (د) پتھر سے

(۳) فَانٍ کے معنی ہیں:

(الف) فرار ہونے والا (ب) فارغ ہونے والا ✓(ج) فنا ہونے والا (د) فروخت ہونے والا

(۴) نُحَاسٌ عربی قواعد کی رُو سے ہے:

✓(الف) نکرہ (ب) معرفہ (ج) ضمیر (د) حرف

(۵) يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ کی رو سے قیامت کے دن مجرم پہچانے جائیں گے:

✓(الف) چہروں سے (ب) ہاتھوں سے (ج) پاؤں سے (د) آنکھوں سے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ آیات کریمہ میں کن نعمتوں کا ذکر ہے؟

جواب: آیات کریمہ میں زمین کو مخلوقات کے لیے بچھانے، اس میں میوہ جات، خوشوں والی کھجوریں، بھوسے والا اناج اور خوشبودار پھولوں کا ذکر ہے۔

۲۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ آیات کریمہ میں کس حقیقت کا بیان ہے؟

جواب: آیات کریمہ کے مطابق زمین پر موجود ہر جاندار چیز کو فنا ہونا ہے اور صرف اللہ ﷻ کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ وہی جلال والا اور کرم والا ہے۔

۳۔ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ آیت کریمہ میں آسمان کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے؟

جواب: قیامت کے دن آسمان پھٹ کر سرخ گلاب ہو جائے گا۔ یعنی سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔

۴۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ آیت کریمہ کی رُو سے مجرمین کے ساتھ کیا سلوک ہو گا؟

جواب:۔ قیامت کے دن مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے اور پھر ان کو ان کی پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لیا جائے گا۔

۵۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ آیت کریمہ میں پرہیزگاروں کے لیے کیا انعام بیان کیا گیا ہے؟

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

جواب: جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر یعنی پرہیز گار بنا رہا تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو باغوں کا انعام تیار کر رکھا ہے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

ا۔(الف) یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اے گروہِ جن وانس! اگر تم قدرت رکھتے ہو کہ باہر نکل سکو آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے تو نکل جاؤ تم (ہماری عطا کردہ) طاقت کے بغیر نہیں نکل سکتے۔

(ب) سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

جواب: اس سورت کی ابتدا لفظ "اَلرَّحْمٰنُ" سے ہوئی ہے اور اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ" ہے۔ یہ سورت مدنی ہے۔ مرکزی مضمون اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور نعمتوں کا بیان ہے۔

۲۔(الف) فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۚ

آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: ان دونوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہوں گی۔ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (جنّتی لوگ) ایسے بستروں پر تکیہ لگائیں ہوں گے جن کے استر موٹے ریشم کے ہوں گے۔ اور دونوں باغوں کے پھل قریب (جھک رہے) ہوں گے۔

(ب) سُوْرَۃُ الرَّحْمٰن کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ا۔ انسانوں اور جنّات دونوں سے خطاب ہے۔ ۲۔ عظمتِ قرآنِ مجید کا بیان۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان۔ ۴۔ اہلِ جہنّم اور اہلِ جنّت کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔

۳۔(الف) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۚ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: نیکی کا بدلہ احسان کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ تو تم دونوں اپنے ربّ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اور ان دو کے علاوہ دو باغ اور بھی ہوں گے۔

(ب) سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ میں اہل جنت کے لیے بیان کی گئی چند نعمتیں ذکر کریں۔

جواب: وہاں پرہیز گاروں کے لیے خاص طور پر دو باغات کا انعام ہے، جن میں ہر طرح کے میوے اور لذیذ پھلوں کے جوڑے موجود ہیں اور ان باغات کی سیر ابی کے لیے دو بہتے ہوئے چشمے جاری ہیں۔ اہل جنت کے آرام و سکون کے لیے ایسے نفیس بستر بچھائے گئے ہیں جن کے استر موٹے اور قیمتی ریشم کے ہیں، مزید یہ کہ وہاں ان کے لیے پاکیزہ اور شرمیلی نگاہوں والی حوریں ہوں گی جن کی نزاکت اور خوبصورتی یاقوت اور مرجان کی مانند ہے، جو ان انعامات کی رونق کو مزید دوبالا کر دیں گی۔

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD NOT ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL

سبق:۱۴ سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃ آیات:۱تا۹۶

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ قیامت کے وقت کے مناظر کا ذکر کیسے کیا گیا ہے؟
۲۔ سبقت کرنے والے کون ہیں؟
۳۔ سبقت کرنے والوں کا حسین انجام کیا ہو گا؟
۴۔ دائیں ہاتھ والے کون ہیں؟
۵۔ دائیں ہاتھ والوں کا بہترین انجام کیا ہو گا؟
۶۔ بائیں ہاتھ والے کون ہیں؟
۷۔ بائیں ہاتھ والوں کا بُرا انجام کیا ہو گا؟
۸۔ جنت کی شراب کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟
۹۔ دنیا کی شراب میں کیا نقصانات ہیں؟
۱۰۔ زندگی اور موت کے بارے میں اللہ ﷻ کی قدرتوں کا ذکر کیسے کیا گیا ہے؟
۱۱۔ آگ اور پانی میں اللہ ﷻ کی کیا قدرتیں ہیں؟
۱۲۔ قرآنِ حکیم کی عظمتوں کا ذکر کس انداز میں کیا گیا ہے؟
۱۳۔ اللہ ﷻ کے ذکر کے بارے میں کس بات کی تلقین کی گئی ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الرحمٰن" کے آغاز میں قرآنِ حکیم کا ذکر تھا۔ سورۃ الواقعہ کے آخر میں قرآنِ حکیم اور اس کے آداب و احترام کا تذکرہ ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں اوّل نافرمانوں پھر عام اہل جنّت اور اس کے بعد خاص اہل جنّت کا ذکر تھا۔ سورۃ الواقعہ میں پہلے مقربین (خاص اہل جنّت) پھر دائیں ہاتھ والوں (عام اہل جنّت) اور پھر بائیں ہاتھ والوں (اہل جہنم) کا بیان ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں بار بار جنّات اور انسانوں سے نعمتوں کے جھٹلانے کے بارے میں سوال تھا۔ سورۃ الواقعہ میں تصدیق کرنے والے دو گروہوں مقربین اور دائیں ہاتھ والوں اور جھٹلانے والے گروہ بائیں ہاتھ والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: اس سورت میں کس حقیقت کا بیان ہے؟ ۱: قیامت کے آنے کا بیان ہے۔ ۲: قیامت کا کس نام سے ذکر کیا گیا ہے؟
۲: الواقعہ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ ۳: الواقعۃ کے کیا معنی ہیں؟ ۳: واقع ہونے والی۔

علمی بات: قیامت کے واقع ہونے کا ذکر متعدد جگہ پر کیا گیا ہے مثلاً سورۃ المعارج کی آیت: ۱ میں آتا ہے کہ "ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔" سورۃ الحاقہ ۶۹، آیت: ۱۵ میں بھی یہ حقیقت بیان کی گئی ہے۔ "اس دن واقع ہونے والی واقع ہو کر رہے گی"۔

آیت نمبر ۲: ۱: قیامت کے واقع ہونے کی حقیقت کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ۱: کوئی قیامت کے واقع ہونے کو جھٹلانے والا نہیں ہو گا۔
۲: "قیامت کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہو گا" سے کیا مراد ہے؟ ۲: مراد یہ ہے کہ وہ ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ جس سے انکار اور فرار ممکن نہیں اور نہ ہی اس کے واقع ہونے کو کوئی روک سکتا ہے۔ اس بات کی وضاحت سورۃ الشوریٰ ۴۲، آیت: ۴۷ میں آتی ہے کہ "اپنے رب کا حکم مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جو اللہ کی طرف سے ٹلنے والا نہیں اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہو گی اور نہ تم انکار کر سکو گے"۔

آیت نمبر ۳: ۱: قیامت کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: خَافِضَہ (قیامت کسی کو نیچا کرنے والی) اور رَافِعَہ (کسی کو بلند کرنے والی ہو گی)۔
۲: قیامت کی صفت خَافِضَہ کا اطلاق کن لوگوں پر ہو گا؟ ۲: کفار، مشرکین اور اللہ ﷻ کے نافرمانوں کے لئے قیامت ذلت و رسوائی بن کر آئے گی۔
۳: قیامت کن لوگوں کے لئے رَافِعَہ بن کر آئے گی؟ ۳: انبیاء کرام علیہم السلام، مومنین اور اللہ ﷻ کے فرماں بردار بندوں کے لئے قیامت عزت، شرف اور بلندی کا ذریعہ بن جائے گی۔ ۴: "نیچا کرنے والی اور بلند کرنے والی" سے کیا مراد ہے؟ ۴: اس سے مراد ذلت اور عزت ہے۔ یعنی یہ قیامت اللہ ﷻ کے اطاعت گزار بندوں کو بلند اور نافرمانوں کو پست کرے گی، چاہے دنیا میں معاملہ اس کے برعکس ہو۔

آیت نمبر۴: ا: قیامت واقع ہونے کی کیفیت کیسے بیان کی گئی ہے؟ ا: زمین ایک زلزلے کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔ اس بات کا ذکر سورۃ الزلزال۹۹، آیت:۱ میں بھی آتا ہے کہ "جب زمین بھونچال سے ہلا دی جائے گی"۔

علمی بات: زمین کی دیگر کیفیات کا ذکر بھی قرآن حکیم میں آتا ہے مثلاً یہ کہ "ہر گز نہیں! جب زمین کوٹ کوٹ کر برابر کر دی جائے گی"۔(سورۃ الفجر۸۹، آیت:۲۱) "اور زمین اپنے سارے بوجھ (خزانے اور جو کچھ اس کے اندر ہے) باہر نکال دے گی"۔ زمین اپنے خزانے اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے اُگل دے گی۔ (سورۃ الزلزال۹۹، آیت:۲) "اور آپ زمین کو صاف میدان دیکھیں گے"۔ زمین چٹیل میدان (حشر) بنا دے گی۔ (سورۃ الکھف۱۸، آیت:۴۷)

آیت نمبر۵: ا: قیامت کے دن پہاڑوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا: پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر۶: ا: قیامت کے واقع ہونے کا پہاڑوں پر کیا اثر ہو گا؟ ا: پہاڑ بکھرے ہوئے غبار کی مانند اُڑ رہے ہوں گے۔

اس بات کا ذکر قرآنِ حکیم کے دیگر مقامات کی طرح سورۃ القارعہ ۱۰۱، آیت ۵ میں بھی آتا ہے کہ "اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اُون۔"

علمی بات: ہر چیز میں تاثیر اللہ ﷻ کی طرف سے ہے۔ اللہ ﷻ جب چاہے اس کی تاثیر اور کیفیت کو بدل دے۔

عملی پہلو: ہمیں اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فکر کرنی چاہیئے کہ جب اللہ ﷻ پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز کو غبار میں تبدیل کر کے ہَوا میں اڑا سکتا ہے تو ہم انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا اور قیامت کا قائم فرمانا اس کے لئے کون سا مشکل کام ہو گا۔

آیت نمبر۷: ا: قیامت کے دن انسانوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا: انسان تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔

۲: انسان کن تین گروہوں میں تقسیم ہوں گے؟ ۲: i۔ دائیں ہاتھ والے۔ ii۔ بائیں ہاتھ والے۔ iii۔ سبقت لے جانے والے۔

آیت نمبر۸: ا: دائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ ا: دائیں ہاتھ والوں سے مراد نیکو کار لوگ ہیں جو آخرت میں کامیاب ہوں گے اور انہیں ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ۲: قیامت کے دن دائیں ہاتھ والوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: وہ بہت خوب ہوں گے یعنی سکھ، چین اور خوشی میں ہوں گے۔

علمی بات: دائیں ہاتھ والوں کا ذکر قرآنِ حکیم کے دیگر مقامات کی طرح سورۃ الحاقۃ ۶۹، آیات:۱۹ تا ۲۱ میں بھی آتا ہے کہ "تو جس کا (اعمال) نامہ اسکے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (دوسروں سے) کہے گا کہ لیجئے میرا نامہ (اعمال) پڑھیے۔ مجھے یقین تھا کہ مجھ کو میرا حساب (کتاب) ضرور ملے گا۔ پس وہ (شخص) پسندیدہ زندگی میں ہو گا"۔ سورۃ الانشقاق کی آیات:۷ تا ۹ میں بیان کیا گیا کہ "پھر جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور خوش خوش اپنے اہل (وعیال) میں لوٹے گا"۔

آیت نمبر۹: ا: بائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ ا: بائیں ہاتھ والوں سے مراد بدکار لوگ ہیں جو آخرت میں ناکام ہوں گے اور انہیں ان کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ ۲: بائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۲: وہ بہت بُرے حال میں ہوں گے یعنی ذلت، رسوائی اور غم میں ہوں گے۔

علمی بات: بائیں ہاتھ والوں کا ذکر قرآنِ حکیم کے دیگر مقامات کی طرح سورۃ الحاقۃ ۶۹، کی آیات:۲۵ تا ۲۷ میں بھی آتا ہے کہ "اور جس کا (اعمال) نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا اے کاش مجھ کو میرا (اعمال) نامہ نہ دیا جاتا۔ اور مجھے معلوم نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش موت (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے میرا کام) تمام کر چکی ہوتی"۔ سورۃ الانشقاق ۸۴، آیات:۱۰ تا ۱۲ میں بیان کیا گیا "پھر جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا گیا۔ تو وہ موت کو پکارے گا اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں جھلسے گا"۔

آیت نمبر۱۰: ا: سبقت لے جانے والوں سے کون مراد ہیں؟ ا: ہر دور میں ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے والے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا "جانتے ہو قیامت کے روز کون لوگ سب سے پہلے پہنچ کر اللہ کے سایہ میں جگہ پائیں گے؟" لوگوں نے عرض کیا اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ جن کا حال یہ تھا کہ جب ان کے آگے حق پیش کیا گیا انہوں نے قبول کر لیا، جب ان سے حق مانگا گیا انہوں نے ادا کر دیا، اور دوسروں کے معاملہ میں ان کا فیصلہ وہی کچھ تھا جو خود اپنی ذات کے معاملہ میں تھا" (مسند احمد)

۲: قیامت کے دن سبقت لے جانے والوں کی کیا کیفیت ہو گی ۲: وہ اللہ ﷻ کے اجر و انعامات کے حصول میں بھی دوسروں سے سبقت لے جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: سبقت لے جانے والوں کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ اللہ ﷻ کے مقرب ہوں گے۔ ۲: مقرب ہونے سے کیا مراد ہے؟

۲: یعنی وہ اللہ ﷻ سے قریب ہوں گے یعنی دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں اعلیٰ مقام و مرتبہ پر ہوں گے۔ قیامت کے دن جو اللہ ﷻ سے جتنا قریب ہو گا اتنا اعلیٰ مقام و مرتبہ کا حامل ہو گا۔ ۳: اللہ ﷻ کا قرب کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ ۳: تقویٰ اختیار کرنا یعنی گناہوں سے بچنا اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور دین کی اشاعت کے لئے جدوجہد کرنا جیسا کہ سورۃ المائدہ ۵، آیت: ۳۵ میں ارشاد ہے "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک (پہنچنے اور اس کے قرب کا) وسیلہ تلاش کرتے رہو اور اس کے راستہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: قیامت کے دن سبقت لے جانے والے کس جنت میں ہوں گے؟ ۱: جنت النعیم میں ہوں گے۔

۲: جنت النعیم سے کیا مراد ہے؟ ۲: نعمتوں بھری جنت۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: سبقت لے جانے والوں کی بڑی تعداد کس طبقہ سے ہو گی؟ ۱: پہلے لوگوں میں سے ہوں گے۔ ۲: پہلے لوگوں سے کون مراد ہیں؟

۲: اولین کے بارے میں مفسرین کے تین اقوال ہیں: i۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ سے قبل کے زمانہ تک۔ ii۔ آپ ﷺ کے دور میں سبقت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین۔ iii۔ ہر دور میں ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال اختیار کرنے میں دوسروں پر سبقت لے جانے والے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: "سبقت لے جانے والوں" کی تھوڑی تعداد کس طبقہ سے ہو گی؟ ۱: بعد کے لوگوں میں سے۔

۲: بعد کے لوگوں سے کون مراد ہے؟: آخرین کے بارے میں مفسرین کے تین اقوال ہیں: i۔ نبی کریم ﷺ سے لے کر قیامت تک ایمان لانے والے۔ ii۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین کے بعد ایمان لانے والے۔ iii۔ ہر دور میں سابقون کے بعد ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال اختیار کرنے والے لوگ۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: سبقت لے جانے والوں کی جنتوں کا ذکر کن آیات میں کیا گیا ہے؟ ۱: آیات: ۱۵ تا ۲۶ میں کیا گیا ہے۔

۲: جنت النعیم کی کس نعمت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: جنت النعیم کے تختوں کا بیان کیا گیا ہے۔

۳: جنت کے تختوں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۳: جنت النعیم کے تخت سونے کی تاروں سے بُنے ہوئے اُونچے ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: جنت النعیم میں "سبقت لے جانے والوں" کی کس شان کا بیان کیا گیا ہے؟ ۱: وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ۲: تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھنے سے کس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے؟ ۲: یعنی "سبقت لے جانے والے" نہایت آرام و اطمینان اور باہمی محبت اور دوستی کے ساتھ آپس میں ملاقاتیں کریں گے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱۔ "سبقت کرنے والوں" کے خدمت گاروں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱۔ وہ اہل جنت کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہیں گے اور ہمیشہ رہنے والے لڑکے ہوں گے۔ ۲: "ہمیشہ رہنے والے لڑکوں" سے کیا مراد ہے؟ ۲۔ جنت میں خدمت گار لڑکے بوڑھے نہ ہوں گے نہ ان کے خدوخال اور قد و قامت میں کوئی تغیر ہو گا بلکہ ایک ہی عمر اور ایک ہی حالت پر رہیں گے، جیسے نو عمر لڑکے ہوتے ہیں۔ سورۃ الطور ۵۲، آیت: ۲۴ میں ہے کہ "وہ ایسے (خوبصورت) ہوں گے جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں" اور سورۃ الدھر ۷۶، آیت: ۱۹ میں بھی بیان کیا گیا کہ تم انہیں بکھرے ہوئے موتی خیال کرو گے"۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: ہمیشہ رہنے والے لڑکے اہل جنت کی تواضع کیسے کریں گے؟ ۱: خدمت گار لڑکے اہل جنت کو شراب کے بھرے ہوئے پیالے پیش کریں گے۔

۲: جنت کی شراب کی کیا خوبی بیان کی گئی ہے؟ ۲: جنت کی شراب بہتی نہر کی صورت میں اللہ ﷻ کے حکم سے پیدا ہو گی نہ کہ دنیا کی شراب جو کہ انگوروں کو سڑا کر بنائی جاتی ہے۔ ۳: اس آیت میں جنت کے کن برتنوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: گلاس، جگ اور پیالوں کا ذکر کیا گیا ہے جو انتہائی قیمتی اور خوبصورت ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: جنت کی شراب کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: جنت کی شراب پینے سے نہ تو سر میں درد ہو گا اور نہ اہل جنت کے ہوش اُڑیں گے۔

COPYRIGHT © RESERVED WITH QURANIC FOUNDATION. SATTAR BOOKWORLD ENTERPRISES AND ITS SMILAND AUTHOR

قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر بھی اس شراب کی صفات کا بیان ہے مثلاً سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷، آیات: ۴۵ تا ۴۷ میں بیان کیا گیا ہے کہ: ”ان پر جاری شراب کے جام کا دور چل رہا ہو گا۔ سفید رنگ کی پینے والوں کے لذیذ ہو گی۔ نہ ان کے جسم کو اس سے کوئی ضرر ہو گا اور نہ ان کی عقل اس سے خراب ہو گی“۔

۲: دنیا کی شراب میں کیا نقصانات ہیں؟ ۲: دنیا کی شراب شدید بد مزہ اور بدبودار ہوتی ہے۔ پینے سے سر میں درد اور اُلٹیاں آتی ہیں۔ عقل میں فتور آجاتا ہے اور شراب پینے والا ناشائستہ اور نازیبا باتیں کرتا ہے اور بعض دفعہ ناشائستہ حرکات اور گناہ کے کام بھی کر بیٹھتا ہے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: خدمت گار لڑکے اہل جنت کی خاطر تواضع اور کس طرح کریں گے؟ ۱: خدمت گار لڑکے اہل جنت کو وہ پھل پیش کریں گے جو اہل جنت چاہیں گے۔ اس بات کا ذکر سورۃ الزخرف ۴۳، آیت ۷۳ میں بھی آتا ہے کہ ”تمہارے لئے وہاں بہت سے پھل ہیں ان میں سے تم کھاؤ گے۔“

آیت نمبر ۲۱: ۱: خدمت گار لڑکے اہل جنت کو شراب اور پھلوں کے علاوہ اور کیا پیش کریں گے؟ ۱: پرندوں کا گوشت جو اہل جنت خواہش کریں گے۔ اس بات کا ذکر سورۃ الطور ۵۲، آیت: ۲۲ میں بھی آتا ہے کہ ”اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا ہم ان کو عطا کریں گے“۔

علمی بات: پرندوں کا گوشت لذت، غذائیت اور قوت تینوں اعتبار سے چوپایوں کے گوشت سے اعلیٰ اور عمدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بالخصوص پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا گیا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: سبقت لے جانے والوں کی جنت النعیم کی کس نعمت کا بیان ہے؟ ۱: سبقت لے جانے والوں کی جنت میں بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: حوروں کی خوبصورتی کو کس مثال سے واضح کیا گیا ہے؟ ۱: وہ موتی کی طرح خوبصورت ہوں گی۔

۲: حوروں کی خوبصورتی کو مزید کس مثال سے واضح کیا گیا ہے؟ ۲: وہ قیمتی موتیوں کی طرح چھپا کر رکھی ہوں گی۔

سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷، آیت: ۴۹ میں بھی ان کی یہ صفت بیان کی گئی کہ: ”(وہ سفیدی اور دلکشی میں ایسے لگیں گی) گویا (گرد و غبار سے) محفوظ انڈے (رکھے) ہوں“۔

عملی پہلو: قیمتی اور خوبصورت چیزوں کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ انسان کی قدر و قیمت اور خوبصورتی اس کا پاکیزہ سیرت و کردار ہے جس کی حفاظت شرم و حیا اور ستر و حجاب یعنی پردے کے احکامات سے ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: جنت النعیم اور اس کی نعمتیں سبقت لے جانے والوں کو کیوں حاصل ہوں گی؟ ۱: یہ بدلہ ہو گا ان نیک اعمال کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: سبقت لے جانے والوں کی جنت النعیم کا ماحول کیسا ہو گا؟ ۱: وہاں وہ اہل جنت نہ کوئی بے کار بات اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات سنیں گے۔

۲: ”بے کار بات“ سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایسی بات جس میں نہ ثواب ہو نہ گناہ۔ نہ کوئی فائدہ نہ ہی بظاہر کوئی نقصان یعنی جنت میں وہ کوئی ایسی بات نہ سنیں گے جو اہل جنت کی طبیعت پر گراں گزرے۔ ۳: ”گناہ کی بات“ سے کیا مراد ہے؟ ۳: ایسی بات جو نافرمانی پر مبنی ہے مثلاً بیہودگی، جھوٹ، غیبت، چغلی، بہتان، گالی، مکر و فریب، ہیرا پھیری اور طنز وغیرہ جیسی باتیں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: سبقت لے جانے والوں کی جنت النعیم میں جنتی عموماً کیسی آوازیں سنیں گے؟ ۱: بے کار اور گناہ کی باتوں کے بجائے سلامتی ہی سلامتی کی بات سنیں گے۔ ۲: ”سلامتی والی بات“ سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اہل جنت بھی ایک دوسرے کو سلام کہا کریں گے۔ فرشتے بھی ان کے حق میں سلامتی کی دعا کریں گے اور اللہ ﷻ کی طرف سے بھی ان پر سلامتی نازل ہو گی اور سلام بھیجا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں متعدد جگہ پر سلام بھیجنے کا ذکر ہے۔ مثلاً سورۃ الزمر ۳۹، آیت: ۷۳، سورۃ یٰس ۳۶، آیت: ۵۸، سورۃ الاحزاب ۳۳، آیت: ۴۴، سورۃ قٓ ۵۰، آیت: ۳۴، سورۃ الحجر ۱۵، آیت: ۵۲، سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۳۲، سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۲۳، سورۃ ابراہیم ۱۴، آیات: ۲۳، ۲۴۔ وغیرہ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنتی آپس میں جو بات بھی کریں گے وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور سلامتی پر مشتمل ہو گی۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی جنت کا ذکر کن آیات میں کیا گیا ہے؟ ۱: آیات ۲۷ تا ۴۰ میں۔ ۲: دائیں ہاتھ والے قیامت کے دن کس حال میں ہوں گے؟ ۲: دائیں ہاتھ والے قیامت کے دن انتہائی قابل رشک و قابلِ دید حال میں ہوں گے۔ اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی جنت کی کس نعمت کا بیان ہے؟ ۱: دائیں ہاتھ والے بیریوں میں ہوں گے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE IMAM FOUNDATION SAFE OF ITS BOOK VOLUNTARY EFFORTS

۲: جنت کی بیریوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ بغیر کانٹوں کی بیریاں ہوں گی۔

علمی بات: کہتے ہیں کہ بیری کے درخت کے کانٹے جتنے کم ہوں اتنا ہی اس کا پھل اچھا اور مزے دار ہوتا ہے اور جنت کی بیریاں بالکل بے خار ہوں گی۔ یعنی ان بیریوں کا پھل دنیا کی بیریوں جیسا نہیں بلکہ بہت لذیذ ہوگا۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی جنت میں اور کیا نعمتیں ہوں گی؟ ۱: وہاں کیلوں کے درخت ہوں گے۔

۲: جنت کے کیلوں کے درختوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ تہہ بہ تہہ ہوں گے یعنی بڑی تعداد میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی جنت کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۱: وہاں کا موسم بڑا دلکش ہوگا۔ اہل جنت وہاں لمبے لمبے سایوں میں ہوں گے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جنت میں ایک درخت ایسا ہے کہ جس کے سائے میں چلنے والا انتہائی تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال تک چل کر بھی اسے طے نہیں کر سکتا"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۳۱: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی جنت کا کیا منظر ہوگا؟ ۱: اہل جنت بہتے ہوئے پانی سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ ۲: بہتے ہوئے پانی سے کیا مراد ہے؟

۲: جنت کی نہریں جو بہہ رہی ہوں گی اور اہل جنت جہاں چاہیں گے وہاں ان نہروں کو بہا کر لے جائیں گے۔ ۳: جنت میں کتنی قسم کی نہریں بہہ رہی ہوں گی؟

۳: سورۃ محمد ۴۷، آیت: ۱۵ سے پتا چلتا ہے کہ وہاں چار قسم کی نہریں ہوں گی یعنی پانی، دودھ، شراب اور شہد کی نہریں۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی جنت میں اور کیا نعمتیں ہوں گی؟ ۱: اہل جنت بہت سے پھلوں سے لطف اُٹھا رہے ہوں گے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی جنت کی کیا شان ہوگی؟ ۱: اہل جنت کے لئے پھل نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے روکا جائے گا۔ یعنی نہ تو جنت کے پھلوں کی فراوانی اور ترسیل کسی وقت بند ہوگی جس طرح دنیا میں پھل اپنے موسم میں ہی مل سکتے ہیں۔ آگے پیچھے نہیں ملتے۔ اور نہ ہی ان کو حاصل کرنے، توڑنے یا کھانے میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ پیش آئے گی۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: دائیں ہاتھ والے جنت میں کس کیفیت میں ہوں گے؟ ۱: وہ جنت میں اونچے اونچے فرشوں پر ہوں گے۔ فُرش، فراش کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں بستر یا فرش۔ فرش کی بلندی اول تو اس لئے ہے کہ یہ مقام خود ہی بلند ہے، دوسرے یہ فرش زمین پر نہیں بلکہ تختوں اور چارپائیوں کے اوپر ہوں گے۔ یہ قدر و منزلت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ و ارفع ہوں گے، باقی ان کی حقیقت اللہ ﷻ کو ہی معلوم ہے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: دائیں ہاتھ والوں کو عطا کیئے جانے والی جنتی عورتوں کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے انہیں نئے سرے سے پیدا فرمایا ہوگا۔ ۲: نئے سرے سے پیدا فرمانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ انہیں نوجوان اور نوخیز بنا دے گا، وہ کنواری بھی ہوں گی، وہ ہمیشہ خوبصورت اور جوان ہی رہیں گی۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی حوروں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے انہیں کنواریاں بنایا ہوگا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: ایک بڑھیا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے حق میں جنت کی دعا فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی۔ وہ روتی ہوئی واپس چلی گئی تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: اسے بتاؤ کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگی۔ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے کہ ہم انہیں خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اور انہیں کنواری بنا دیں گے۔ (شمائل ترمذی)

آیت نمبر ۳۷: ۱: دائیں ہاتھ والوں کی حوروں میں کیا خوبیاں ہوں گی؟ ۱: وہ محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہوں گی۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: یہ ساری نعمتیں کن لوگوں کے لئے ہوں گی؟ ۱: دائیں ہاتھ والوں کے لئے۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: پہلے لوگوں میں سے دائیں ہاتھ والے کتنے ہوں گے؟ ۱: وہ ایک بڑا گروہ ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: بعد والے لوگوں میں سے دائیں ہاتھ والے کتنے ہوں گے؟ ۱: وہ ایک بڑا گروہ ہوں گے۔

COPYRIGHTS @ RESERVED WITH THE FOUNDATION WHO SHOULD SALE OF THIS BOOK EITHER ANY ACTION

آیت نمبر ۴۱: ا: بائیں ہاتھ والوں کا ذکر کن آیات میں کیا گیا ہے؟ ا: آیات: ۴۱ تا ۵۶ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲: بائیں ہاتھ والے قیامت کے دن کس حال میں ہوں گے؟ ۲: بہت ہی بُرے حال میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۲: ا: بائیں ہاتھ والوں کو ملنے والے کن عذابوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: وہ سخت گرم ہوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۳: ا: اہل جہنم کیسے سایوں میں ہوں گے؟ ا: سیاہ دھویں کے سائے میں ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۴: ا: جہنم کے سائے کی کیفیت ہو گی؟ ا: وہ نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ آرام دہ۔

علمی بات: یہ عام مشاہدہ ہے کہ جب انسان کو گرم لُو جھلس دیتی ہے تو وہ پیاس محسوس کرتا ہے۔ ٹھنڈے پانی کی خواہش کرتا ہے اور گھنے سائے کی طرف بھاگتا ہے لیکن بائیں ہاتھ والے جب آتشِ جہنم میں بھونے جائیں گے اور پیاس کی شدت سے تلملانے لگیں گے تو انہیں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کے بجائے گرم اور کھولتا ہوا پانی ملے گا اور جب کسی گھنے سائے میں پناہ لینا چاہیں گے تو جہنم سے اٹھتے ہوئے سیاہ دھویں کے سایہ کے علاوہ اور کوئی سایہ اُنہیں نصیب نہ ہو گا۔

آیت نمبر ۴۵: ا: اہل جہنم دنیا میں کن حالات میں تھے؟ ا: وہ لوگ دنیا میں بڑے عیش میں تھے یعنی مالدار اور خوشحال لوگوں میں سے تھے۔

آیت نمبر ۴۶: ا: اہل جہنم کو جہنم میں لے جانے کا کیا سبب تھا؟ ا: وہ بھاری گناہ پر اڑے رہتے تھے۔

۲: بھاری گناہ سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرنا، انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانا، آخرت کو جھٹلانا وغیرہ جیسا کہ سورۃ النساء ۴، آیت: ۴۸ میں آتا ہے کہ "اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔"

آیت نمبر ۴۷: ا: اہل جہنم کا دنیا میں آخرت کے بارے میں کیا عقیدہ تھا؟ ا: وہ منکرین آخرت تھے۔ ۲: انہیں آخرت کے بارے میں کیا اعتراض تھا؟

۲: وہ کہتے تھے کہ جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیسے ممکن ہے کہ پھر زندہ کیئے جائیں۔

علمی بات: منکرین آخرت کے اس طرزِ عمل کو سورۃ یٰس ۳۶، آیات: ۷۷ تا ۷۸ میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ "کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو ایک نطفے سے پیدا کیا پھر بھی وہ کھلم کھلا (حقائق سے منہ موڑتے ہوئے) سخت جھگڑالو بن گیا۔ اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو ان کو کون زندہ کرے گا"؟

آیت نمبر ۴۸: ا: منکرین آخرت کو کس بات پر تعجب تھا؟ ا: انہیں تعجب تھا کہ کیا ان کے پچھلے گزرے ہوئے باپ دادا کو بھی زندہ کیا جائے گا؟

آیت نمبر ۴۹: ا: منکرین آخرت کے اعتراضات کا کیا جواب دیا گیا؟ ا: یقیناً ان کے پچھلے باپ دادا بھی اور بعد میں مرنے والے بھی سب کو قیامت کے دن زندہ کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۵۰: ا: آخرت کے حوالے کس بات کی یقین دہانی کرائی گئی ہے؟ ا: یقیناً تمام انسان قیامت کے دن زندہ جمع کیئے جائیں گے۔

۲: قیامت کب واقع ہو گی؟ ۲: ایک معین دن کے مقررہ وقت پر۔ ۳۔ قیامت کی گھڑی سے کون واقف ہے؟ ۳۔ اللہ ﷻ۔

علمی بات: قیامت کے واقع ہونے کے وقت کے بارے میں متعدد جگہ پر وضاحت فرمائی گئی ہے مثلاً: "لوگ آپ سے قیامت کے (وقت کے) متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجیئے اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔ اور (اے مخاطب) تجھے کیا خبر، شاید وہ قریب ہی آ پہنچی ہو"۔ (سورۃ الاحزاب ۳۳، آیت: ۶۳)

آیت نمبر ۵۱: ا: قیامت کا دن کیسے لوگوں کے لئے بہت شدید ہو گا؟ ا: گمراہ اور جھٹلانے والوں کے لئے۔ ۲: گمراہ لوگوں سے کون مراد ہیں؟

۲: وہ لوگ جو سیدھے راستے سے بھٹک کر دور ہو گئے ہوں۔ جیسے عیسائی۔ ۳: جھٹلانے والوں سے کون مراد ہیں؟

۳: وہ لوگ جو حقیقت کا انکار کریں اور حق بات کو تسلیم نہ کریں۔ ۴: تکذیب (جھٹلانے) کی اقسام بیان کریں؟ ۴: تکذیب کے معنی ہیں بات نہ ماننا۔ اس کی دو قسمیں ہیں: i۔ تکذیب قولی یعنی مسلّمات دین (توحید، رسالت، ارکان اسلام وغیرہ) کا زبان سے انکار کرنا (مثلاً نماز کے فرض ہونے کا انکار کرنا وغیرہ) ii۔ تکذیب عملی یعنی

COPYRIGHTS © RESERVED WITH FAITH FOUNDATION SALEEM SHAHZAD BOOKWOULTANIA

مسلّمات دین پر عقیدہ رکھتے ہوئے ان پر عمل نہ کرنا (مثلاً نماز کو فرض ماننے کے باوجود ادا نہ کرنا)۔ تکذیب قولی کا ارتکاب کفر ہے جبکہ تکذیب عملی کا ارتکاب نافرمانی اور گناہ ہے لہذا ہمیں ہر قسم کی تکذیب سے بچنا چاہیئے۔

عملی پہلو: ہم مسلمانوں کو جو اللہ ﷻ قرآن، رسول اور آخرت کو ماننے والے ہیں۔ زیادہ خطرہ عملی طور پر جھٹلانے کا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا عمل حقائق کے خلاف ہو۔ ہمیں اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح پر نظر رکھنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: گمراہ اور جھٹلانے والوں کا قیامت کے دن کیا انجام ہو گا؟ ۱: انہیں جہنم میں زقوم کے کانٹے دار درخت کا پھل کھانا ہو گا۔

۲: زقوم کیسا درخت ہے؟ ۲: زقوم جہنم کی تہہ میں پیدا ہونے والا درخت ہو گا ذائقہ میں نہایت زہریلا اور حلق میں پھنسنے والا ہو گا۔ یہ بھی جہنم کے عذابوں میں سے ایک عذاب ہو گا۔ زقوم کی مزید وضاحت سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷ کی آیات ۶۴ تا ۶۶ میں بھی آئی ہے۔ "بے شک وہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہہ سے نکلتا ہے۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے وہ شیطانوں کے سر ہوں۔ تو بے شک وہ ضرور اس میں سے کھانے والے ہیں، پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہیں"۔ زقوم کا درخت عرب میں اپنی تلخی کے لئے مشہور تھا اردو میں اِسے تھوہر کہتے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: " اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کے لئے ان کی زندگی برباد کر دے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جن کی غذا ہی یہی ہو گی"۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد)

آیت نمبر ۵۳: ۱: اہل جہنم کو کس چیز سے اپنے پیٹ بھرنے ہوں گے؟ ۱: زقوم کے درخت کے کانٹے دار زہریلے پھل کھا کر پیٹ بھرنے ہوں گے۔

آیت نمبر ۵۴: ۱: اہل جہنم پر کس عذاب کا ذکر ہے؟ ۱: زقوم کے زہریلے پھل کھا کر اوپر سے کھولتا ہوا گرم پانی پینا پڑے گا۔ جیسا کہ سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷، آیت: ۶۷ میں ہے۔ "پھر یقیناً اس پر انہیں پینے کو (پیپ ملا) کھولتا ہوا پانی ملے گا"۔

آیت نمبر ۵۵: ۱: اہل جہنم کھولتا ہوا گرم پانی کس طرح پئیں گے؟ ۱: چائے پینے والوں کی طرح چُسکیاں لے لے کر نہیں بلکہ شدید پیاسے اونٹوں کی طرح تیزی سے بڑے بڑے گھونٹ لے کر پئیں گے۔ ھیم ایسے اونٹ کو کہتے ہیں جسے نہ بجھنے والی پیاس کی بیماری لگی ہو۔ یعنی شدید گرمی کا مارا ہوا اونٹ جیسے پیاس کی شدت سے ایک دم پانی چڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہی حال دوزخیوں کا ہو گا لیکن وہ گرم پانی جب منہ کے قریب پہنچائیں گے تو منہ کو بھون ڈالے گا، اور پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کر باہر آ پڑیں گی۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّار۔ اے اللہ! ہمیں آگ (کے عذاب) سے بچا۔

آیت نمبر ۵۶: ۱: قیامت کے دن کے یہ عذاب کس درجے کے ہوں گے؟ ۱: یہ عذاب مجرموں کے ابتدائی مہمان نوازی کے طور پر ہوں گے۔

عملی پہلو: ہمیں جہنم کے تمام عذابوں سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ نہ کہ ان کی تاویلات میں پڑیں جیسا کہ کفار و مشرکین تھوہر کے درخت کے بارے میں اپنے مفروضے قائم کر کے مذاق اڑایا کرتے تھے۔ جیسے کہ وہ کہتے تھے کہ "زقوم" فلاں لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں۔ وہ اہل ایمان کو سامنے دیکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے کہ آؤ زقوم کھائیں۔

آیت نمبر ۵۷: ۱: کفار کے کس اعتراض کا جواب دیا جا رہا ہے؟ ۱: اعتراض یہ تھا کہ ممکن نہیں کہ ہم دوبارہ آخرت میں کھڑے ہو جائیں گے۔

۲: اعتراض کا جواب کیا دیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے فرمایا کہ ہم نے تمہیں جس طرح تخلیق کیا ہے ویسے ہی دوبارہ زندہ کر دیں گے۔

آیت نمبر ۵۸: ۱: کس چیز کی طرف غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے؟ ۱: انسان کو اس کی پیدائش پر غور و فکر کی دعوت دی گئی کہ انسان کچھ نہ تھا اور اللہ ﷻ نے اُسے پیدا فرما دیا۔

آیت نمبر ۵۹: ۱: اللہ ﷻ کی کس قدرت کا بیان ہے؟ ۱: کہ ہم حقیر پانی کی بوند سے پورے انسان کی تخلیق کرتے ہیں۔ تم جس نطفے کو رحم مادر میں گراتے ہو اس پر غور تو کرو کہ کون ہے جو رحم مادر میں اس نطفہ کو تمام مراحل سے گزارتا ہے۔ وہاں تو کسی کا ظاہری تصرف بھی نہیں چلتا۔ پھر اللہ ﷻ کے سوا کون ہے جو پانی کے قطرہ کو بہترین سانچے میں ڈھال کر انسان کی صورت پیدا فرماتا ہے اور اس میں جان ڈالتا ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کی قدرت کے بیان سے انسان کو کیا فکر دی گئی؟

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE INFOUNDATION OWNER SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

۲: یہ فکر دی جارہی ہے کہ انسان اپنی حیثیت کو پہچانے کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا لیکن اللہ ﷻ ہی نے اسے اشرف المخلوقات بنادیا۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ جو اللہ ﷻ آج اس طرح انسانوں کو پیدا فرمارہا ہے کیا وہ دوبارہ اپنے ہی پیدا کیئے ہوئے ان انسانوں کو زندہ نہیں فرماسکے گا؟

آیت نمبر ۶۰: ۱: کس حقیقت کا بیان ہے؟ ۱: موت کا۔ ۲: موت کی حقیقت کیا ہے؟ ۲: "ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔" (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۵۷) موت سے دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ۳: "موت کا اندازہ ٹھہرانے" سے کیا مراد ہے؟ ۳: موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جب موت کا وقت آجائے تو وقت نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ اس شخص کو مہلت دی جاسکتی ہے۔ سورۃ النساء ۴، میں بھی اس حقیقت کا بیان ہے۔ "تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آکر پکڑے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں ہو"۔ (سورۃ النساء ۴، آیت: ۷۸)

عملی پہلو: جب زندگی اور موت کے بارے میں اللہ ﷻ کے سوا کسی دوسرے کا کچھ اختیار نہیں تو پھر آخرت کا انکار کرنے والوں کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ رب العالمین جو چاہے کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

آیت نمبر ۶۱: ۱: اللہ ﷻ کس بات سے عاجز نہیں؟ ۱: کہ لوگوں کو دوسرے لوگوں سے بدل دے ۲: اللہ ﷻ لوگوں کو دوسروں لوگوں سے کیوں بدل دیتا ہے؟ ۲: ان کی نافرمانی کی وجہ سے۔ ۳: اللہ ﷻ لوگوں کو تبدیل کیسے کرتا ہے؟ ۳: اُن پر عذاب نازل کرکے اور دوسری قوموں کو ہدایت دے کر ان پر مسلط کرکے۔ ۴: "انسان کو ایسی صورت میں پیدا کرنا جو وہ نہیں جانتا" سے کیا مراد ہے؟ ۴: یعنی اللہ ﷻ قیامت کے دن زندگی کے لئے کچھ دوسرے قوانین بنانے پر قادر ہے یعنی اس دنیا میں زندگی بھی ہے اور موت بھی ہے لیکن وہاں موت نہ ہوگی۔ یہاں بچپن ہے جوانی ہے بڑھاپا ہے وہاں یہ مراحل نہ ہوں گے۔ آج انسان کی کھال اور اعضاء بولتے نظر نہیں آتے لیکن قیامت کے دن بولیں گے۔ (واللہ اعلم)

آیت نمبر ۶۲: ۱: نشاۃ اولیٰ سے کیا مراد ہے؟ ۱: انسان کی پہلی تخلیق۔ ۲: انسان کو کس چیز کی نصیحت کی گئی ہے؟ ۲: اس بات کی نصیحت کی گئی کہ جس طرح تمہیں پہلی بار پیدا کیا گیا کہیں اس سے ہٹ کر کسی اور ہیئت، وضع قطع اور خدوخال میں تمہاری تخلیق کو بدل دے جو تم نہیں جانتے۔ مزید یہ کہ جو اللہ ﷻ مردہ بیج کو زندہ کرنے پر قادر ہے وہی مردہ انسان کو زندہ فرمائے گا۔

آیت نمبر ۶۳: ۱: کس چیز پر غور و فکر کی دعوت دی جارہی ہے؟ ۱: وہ بیج جو انسان زمین میں بوتا ہے اس پر دعوت فکر دی جارہی ہے کہ جس رزق پر تم پلتے ہو وہ بھی اللہ ﷻ ہی تمہارے لئے پیدا فرماتا ہے۔

آیت نمبر ۶۴: ۱: کس چیز پر غور و فکر کی دعوت دی جارہی ہے؟ ۱: انسان کے رزق کی پیداوار میں بھی انسان کی کوشش کا دخل صرف اتنا ہے کہ وہ بیج ڈال دے۔ نہ زمین انسان کی بنائی ہوئی ہے نہ زمین میں روئیدگی انسان پیدا کرسکتے ہیں وہ جو بیج زمین میں ڈالتے ہیں اس کی نشوونما کے وہ قابل نہیں۔

علمی بات: اس بات کا ذکر سورۃ الانعام کی آیت ۹۵ میں بھی آتا ہے کہ "بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور وہی بے جان کو جان دار سے نکالنے والا ہے۔ وہی تو اللہ ہے پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔"

آیت نمبر ۶۵: ۱: اللہ ﷻ کی کس قدرت کا بیان ہے؟ ۱: اگر اللہ ﷻ چاہے تو انسان کی کھیتی کو کوئی عذاب بھیج کر چورا چورا کردے اور پھر وہ ندامت کرتے ہوئے باتیں بناتے رہ جائیں۔

آیت نمبر ۶۶: ۱: اللہ ﷻ کے عذاب پر انسان کے کس ردِ عمل کا بیان ہے؟ ۱: ہم تو تاوان میں پڑ گئے۔

آیت نمبر ۶۷: ۱: اللہ ﷻ کے عذاب پر انسان کے کس ردِ عمل کا بیان ہے؟ ۱: ہم بدنصیب ہیں۔

علمی بات: انسان کے جو ردعمل آیات ۶۵ تا ۶۷ میں بیان ہوئے ہیں۔ وہ ناشکری کے زمرے میں آتے ہیں جس کا ذکر سورۃ الروم کی آیت ۵۱ میں آتا ہے کہ " اور اگر ہم ایسی ہوا بھیجیں کہ وہ (اسکے سبب) کھیتی کو دیکھیں (کہ) زرد (ہوگئی ہے) تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں۔"

عملی پہلو: دنیا میں رزق میں کمی بیشی کا اختیار اللہ ﷻ کے پاس ہے۔ جس میں انسان کی آزمائش ہے۔ رزق میں کمی سے صبر کا امتحان مطلوب ہے اور اضافے سے شکر

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION OF THE BOOK WOULD SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED

کا امتحان لینا مقصود ہے۔ جیسا کہ سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت ۶۲ میں آتا ہے کہ "اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔"

آیت نمبر ۶۸: ا: کس حقیقت پر غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے؟ ا: وہ پانی جو انسان پیتا ہے۔

آیت نمبر ۶۹: ا: کس چیز پر غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے؟ ا: پانی نازل کرنے والا اللہ ﷻ ہے۔

علمی بات: سورج کی گرمی سے سمندر کا پانی بھاپ بن کر اُٹھتا ہے۔ پھر ہوائیں اسے لے کر اُٹھتی ہیں۔ پھر وہ بھاپ جمع ہو کر بادل کی شکل اختیار کرتی ہے۔ پھر اللہ ﷻ کے حکم سے بادلوں کی تقسیم ہوتی ہے اور وہ جس زمین کے حصہ میں اس کا پانی مقرر ہونا ہے اس طرح اسے پہنچ جاتا ہے۔ یہ بارش کا نظام (Water Cycle) اللہ ﷻ کی قدرت کی بہت بڑی نشانی ہے۔

آیت نمبر ۷۰: ا: اللہ ﷻ کی کس قدرت کا بیان ہے؟ ا: اگر اللہ ﷻ چاہے تو پانی کو پینے کے قابل نہ چھوڑے لیکن اللہ ﷻ انتہائی مہربان ہے کہ نمکین سمندر سے صاف ستھرا پانی اُٹھا کر برساتا ہے۔ ۲: ان نعمتوں کے استعمال پر ہمیں کس چیز کی دعوت دی گئی؟ ۲: اللہ ﷻ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے۔

علمی بات: پانی کے اندر اللہ ﷻ نے جو حیرت انگیز خواص رکھے ہیں، ان میں سے ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اس کے اندر خواہ کتنی ہی چیزیں تحلیل ہو جائیں، جب وہ حرارت کے اثر سے بھاپ میں تبدیل ہوتا ہے تو ساری آمیزشیں نیچے چھوڑ دیتا ہے، اور صرف اپنے کارآمد اجزاء کو لے کر ہوا میں اڑتا ہے۔ یہ خاصیت اگر اس میں نہ ہوتی تو بھاپ میں تبدیل ہوتے وقت بھی وہ سب چیزیں اس میں شامل رہتیں جو پانی ہونے کی حالت میں اس کے اندر تحلیل شدہ تھیں۔ اس صورت میں سمندر سے جو بھاپیں اٹھتیں ان میں سمندر کا نمک بھی شامل ہوتا اور ان کی بارش تمام روئے زمین کو کڑوا اور خراب کر دیتی۔

آیت نمبر ۷۱: ا: کس نعمت کی طرف اشارہ ہے؟ ا: وہ آگ جو انسان سلگاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۲: ا: کس بات پر غور و فکر کی دعوت دی گئی؟ ا: وہ درخت جن کی لکڑیوں کو استعمال کر کے انسان آگ سلگاتے ہیں وہ اللہ ﷻ ہی کی تخلیق ہے یا وہ درخت جن کی ٹہنیوں کو ایک دوسرے پر رگڑ کر وہ آگ پیدا کرتے ہیں وہ بھی اللہ ﷻ کی قدرت کا شاہکار ہے۔

علمی بات: بعض روایات کی بناء پر علماء نے مستحب سمجھا ہے کہ ان آیات میں ہر جملہ استفہامیہ کو تلاوت کرنے کے بعد کہے بَلْ اَنْتَ یَارَبّ "بلکہ تُو نے یارب"۔

آیت نمبر ۷۳: ا: اللہ ﷻ کی یہ نعمتیں کن مقاصد کے لئے ہیں؟ ا: ان نعمتوں کو دیکھ کر اللہ ﷻ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ مسافروں اور ضرورت مندوں کے لئے یہ نعمتیں ان کی ضرورت پوری کرنے کا ذریعہ ہیں۔ ۲: آگ "نصیحت کا ذریعہ ہے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس آگ کو نصیحت کا ذریعہ بنانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو ہر وقت روشن ہو کر انسان کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتی ہے۔ اگر آگ نہ ہوتی تو انسان کی زندگی حیوان کی زندگی سے مختلف نہ ہو سکتی۔ آگ ہی سے انسان نے حیوانات کی طرح کچی غذائیں کھانے کے بجائے ان کو پکا کر کھانا شروع کیا اور پھر اس کے لئے صنعت و ایجاد کے نئے نئے دروازے کھلتے چلے گئے۔

آیت نمبر ۷۴: ا: نبی کریم ﷺ کو کیا حکم دیا گیا؟ ا: اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح بیان کیجیے۔

۲: یہاں تسبیح کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس بات کا اظہار کرنا کہ اللہ ﷻ ان تمام عیوب سے پاک ہے جو کفار اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۷۵: ا: کس چیز کی قسم فرمائی گئی؟ ا: ستاروں کے مواقع کی۔ ۲: مواقع سے کیا مراد ہے؟ ۲: ایک رائے یہ ہے کہ ستاروں کی منزلیں اور ان کے مدار ہیں۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ ستاروں کے ڈوبنے کی جگہ ہے جس کو جدید سائنس میں Black Holes کے تصور سے جانا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۶: ا: اس قسم کو عظیم کیوں کہا گیا؟ ا: عظیم اس لئے کہا گیا کہ یہ ستاروں کی گردش اور اپنے مدار میں سفر کرنے کا وہ حیران کن نظام ہے جس میں غور و فکر کرنے سے انسان اس قادرِ مطلق ہستی کی حکمت اور وسعت علم کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۷: ا: کس چیز کی عظمت بیان کی گئی ہے؟ ا: قرآنِ حکیم کی عظمت کہ وہ بڑا عزت والا ہے۔

علمی بات: جس اللہ ﷻ نے وہ نظام بنایا ہے اسی اللہ ﷻ نے یہ کلام بھی نازل کیا ہے۔ کائنات کی بے شمار کہکشاؤں (Galaxies) اور ان کہکشاؤں کے اندر بے شمار

ستاروں (Stars) اور سیاروں (Planets) میں جو کمال درجہ کا ربط و نظم قائم ہے۔ بظاہر وہ بالکل بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح یہ کتاب بھی زندگی گزارنے کے لئے ایک مکمل نظام پیش کرتی ہے۔

آیت نمبر ۷۸: ا: کتابِ مکنون سے کیا مراد ہے؟ ا: لوحِ محفوظ

آیت نمبر ۷۹: ا: قرآنِ حکیم کو کون چھُو سکتا ہے؟ ا: پاک لوگ۔

عملی پہلو: ہمیں تلاوتِ قرآن سے پہلے اچھی طرح وضو کرنا چاہیئے۔

۲: پاکیزہ لوگوں سے کون مراد ہیں؟ ۲: اس بارے میں چند آراء ہیں: i۔ فرشتے۔ ii۔ جن کے خیالات پاکیزہ ہیں وہی قرآن کے مطالب و مضامین تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ iii۔ قرآنِ حکیم کو پاکیزگی کی حالت میں چھُونا چاہیئے۔

آیت نمبر ۸۰: ا: قرآنِ حکیم کس کا نازل کردہ ہے؟ ا: رب العالمین اللہ ﷻ کا۔

آیت نمبر ۸۱: ا: یہاں حدیث سے کیا مراد ہے؟ ا: قرآن حکیم۔ ۲: قرآن حکیم سے بے پرواہی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم سے بے پرواہی برتنے کا مطلب ہے اس کو اہمیت نہ دینا۔ اس کو اپنی سنجیدہ توجہ کے قابل نہ سمجھنا۔ اس کی تلاوت کرنے، معانی اور مفاہیم کو سیکھنے سکھانے کی طرف خاص توجہ نہ دینا۔

عملی پہلو: ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں قرآنِ حکیم کے ساتھ ہمارا رویہ بھی ایسا تو نہیں۔ کیا ہم اس کے یہ پانچ حقوق پورے کر رہے ہیں۔ یعنی i۔ اس پر ایمان لانا۔ ii۔ اس کی تلاوت کرنا۔ iii۔ اس کو سمجھنا۔ iv۔ اس پر عمل کرنا۔ v۔ اسے دوسروں تک پہنچانا۔

آیت نمبر ۸۲: ا: اس قرانِ حکیم کے حوالے سے کفار کی کس روش کا بیان ہے؟ ا: قرآنِ حکیم کو جھٹلانا روزمرہ کا معمول بنالیا تھا۔

علمی بات: کفارِ قریش قرآن کی دعوت کو اپنے معاشی مفاد کے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ یہ دعوتِ توحید و رسالت اگر کامیاب ہو گئی تو معبودوں کی وجہ سے جو مال ان کو ملتا تھا وہ مارا جائے گا۔ اس لئے ان کو کہا گیا کہ تم نے اس قرآنِ حکیم کی تکذیب کو اپنے پیٹ کا دھندا بنا رکھا ہے۔ تمہارے نزدیک حق اور باطل کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

آیت نمبر ۸۳: ا: کس چیز کا نقشہ کھینچا جا رہا ہے؟ ا: انسان کی موت کا۔ اس بات کا ذکر سورۃ ق ۵۰، آیت: ۱۹ میں بھی آتا ہے کہ " اور موت کی بیہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی (اے انسان) یہی (وہ حالت) ہے جس سے تو بھاگتا تھا "۔

آیت نمبر ۸۴: ا: کس چیز کا بیان ہے؟ ا: انسان کی بے بسی کا کہ جب اس کے کسی رشتے دار کی جان حلق تک پہنچ جاتی ہے تو وہ اتنا بے بس ہے کہ اس کی جان نہیں چھڑا سکتا۔ سورۃ القیامہ ۷۵، آیات: ۲۶ تا ۳۰ میں بھی اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ "جب جان گلے تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا کہ کوئی ہے جھاڑ پھونک کرنے والا۔ اور وہ سمجھ جائے گا کہ بے شک یہ جدائی کا وقت ہے اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔ آپ کے رب کی طرف ہی اس دن جانا ہے "۔

آیت نمبر ۸۵: ا۔ "موت کے وقت دوسروں کے مقابلے میں اللہ مرنے والے کے زیادہ قریب ہوتا ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟ ا۔ جو قرب اللہ ﷻ کو حاصل ہے انسان اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ جیسا کہ سورۃ ق ۵۰، آیت: ۱۶ میں آتا ہے کہ "اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں"۔

آیت نمبر ۸۶: ا: انسان کی کس خرابی کی طرف اشارہ ہے؟ ا: انسان اپنے آپ کو اللہ ﷻ کا محکوم نہیں بلکہ حاکم سمجھتا ہے اور من مانی کرتا ہے۔

آیت نمبر ۸۷: ا: انسان کو کس بات کا چیلنج دیا جا رہا ہے؟ ا: اگر وہ اپنے آپ کو حاکم سمجھتا ہے تو اپنے مرنے والے کی جان کو لوٹا کیوں نہیں لیتا۔

۲: اس بات کے بیان سے انسان کو کیا بتانا مقصود ہے؟ ۲: انسان کی بے بسی کا اظہار مقصود ہے۔

آیت نمبر ۸۸: ا: کس گروہ کا بیان ہے؟ ا: مقربین کا۔ ۲: کس کے انجام کا ذکر ہے؟ ۲: مرنے والے کے۔

آیت نمبر ۸۹: ا: مرنے والے کا تعلق اگر مقربین میں سے ہو تو اس لئے کے کیا نعمتیں ہوں گی؟ ا: راحت، عمدہ رزق اور نعمتوں والی جنت

۲: مقربین سے کون مراد ہیں؟ ۲: جو اللہ ﷻ کے انتہائی محبوب بندے ہیں۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION BOOKS OF SAFE ONLINE EDUCATION

آیت نمبر ۹۰: ا: کس گروہ کا ذکر ہے؟ ا: اصحاب الیمین کا۔

۲: اصحاب الیمین سے کون مراد ہیں؟ ۲: اللہ ﷻ کے پسندیدہ اور نیک بندے جن کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۹۱: ا: اصحاب الیمین میں شامل ہونے والوں کے لئے کیا ہے؟ ا: سلامتی۔

آیت نمبر ۹۲: ا: کس گروہ کا ذکر ہے؟ ا: جھٹلانے والے گمراہ لوگوں کا۔

آیت نمبر ۹۳: ا: جھٹلانے والوں کی مہمان نوازی کس چیز سے کی جائے گی؟ ا: کھولتے ہوئے پانی سے۔

آیت نمبر ۹۴: ا: جھٹلانے والے گمراہوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے گا؟ ا: ان کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۹۵: ا: کیا چیز یقینی حق پر مبنی ہے؟ ا: جنت کی نعمتیں، جہنم کا عذاب اور انسانوں کا اعمال کے اعتبار سے تین گروہوں میں تقسیم ہو جانا۔

آیت نمبر ۹۶: ا: آپ ﷺ کو کیا نصیحت کی گئی؟ ا: اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح بیان کیجیے۔

عملی پہلو: جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ نماز کے رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ "پاک ہے میرا رب عظمت والا ہے" پڑھا کرو۔ (مسند احمد)

فرمانِ نبوی ﷺ: "دو کلمے ہیں جو اللہ ﷻ کو بہت محبوب ہیں۔ زبان سے ادائیگی کے لحاظ سے ہلکے پھلکے مگر میزان اعمال میں بہت وزنی ہیں اور وہ ہیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔" (صحیح بخاری)

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ سے مراد ہے:

✓(الف) دائیں ہاتھ والے (ب) بائیں ہاتھ والے (ج) پیچھے رہ جانے والے (د) آگے بڑھ جانے والے

(۲) سَمُوْمٍ سے مراد ہے:

✓(الف) گرم ہوا (ب) تیز ہوا (ج) ٹھنڈی ہوا (د) غبار آلود ہوا

(۳) تُرَابًا وَّعِظَامًا کے معنی ہیں:

(الف) مٹی اور گوشت ✓(ب) مٹی اور ہڈیاں (ج) مٹی اور خون (د) مٹی اور کھال

(۴) ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ﴿۷۲﴾ میں کلمہ اَنْتُمْ ہے:

(الف) اسم (ب) فعل (ج) حرف ✓(د) ضمیر

(۵) اَلْمُقْوِیْنَ کے معنی ہیں:

(الف) مددگار ✓(ب) مسافر (ج) مقیم (د) محافظ

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾ آیات کریمہ میں قیامت کی کیا ہولناکی بیان کی گئی ہیں؟

جواب: آیاتِ کریمہ کی رو سے قیامت کسی کو پست کرنے ولی، کسی کو بلند کرنے والی ہو گی۔ جب زمین ایک سخت زلزلے سے ہلا دی جائے گی اور پہاڑ خوب ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ پھر وہ بکھرا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے۔

۲۔ فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴿۸﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE LM FOUNDATION SALE OF THIS BOOK WOULD BE CRIMINAL AND CIVIL ACTION ENTAILING

آیات کریمہ کی رُو سے قیامت کے دن انسانوں کے کون کون سے گروہ ہوں گے ؟

جواب: ۱: دائیں ہاتھ والے (نیکو کار)۔ ۲: بائیں ہاتھ والے (گناہ گار)۔ ۳: (ہر دور میں ایمان قبول کرنے اور نیک اعمال کرنے میں) دوسروں پر سبقت لے جانے والے

۳۔ فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ﴿۲۸﴾ وَّ طَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ﴿۲۹﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ﴿۳۰﴾ وَّ مَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ﴿۳۱﴾ آیات کی رو سے اہل جنت کی کون سی نعمتوں کا ذکر کیا گیا؟

جواب: اہل جنت کے لیے کانٹوں کے بغیر بیریاں ہوں گی، تہہ بہ تہہ کیلوں کے درختوں میں ہوں گے۔ وہ لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

۴۔ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَیۡہِ مِنَ الۡحَمِیۡمِ ۚ ﴿۵۴﴾ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡہِیۡمِ ﴿۵۵﴾ آیات کریمہ کی رُو سے جہنمیوں کی مہمان نوازی کس سے کی جائے گی؟

جواب: جہنمیوں کو کھولتا ہوا گرم پانی دیا جائے گا۔ وہ سخت پیاسے اونٹ کی طرح (تیزی سے بڑے بڑے گھونٹ) پیئیں گے۔

۵۔ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الۡمُطَہَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾ میں قرآن حکیم کی تلاوت کا کون سا ادب بیان ہوا ہے؟ جواب: قرآنِ حکیم کو تلاوت کے لیے پاکیزگی کی حالت میں چھونا چاہیئے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) وَ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِیۡ سَمُوۡمٍ وَّ حَمِیۡمٍ ﴿۴۲﴾ وَّ ظِلٍّ مِّنۡ یَّحۡمُوۡمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّ لَا کَرِیۡمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّہُمۡ کَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِکَ مُتۡرَفِیۡنَ ﴿۴۵﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور بائیں ہاتھ والے، کیا (بُرے) ہیں بائیں ہاتھ والے۔ (جو جہنّم کی) سخت گرم ہَوا اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔ اور سیاہ دھویں کے سائے میں ہوں گے۔ جو نہ ٹھنڈا ہو گا اور نہ آرام دہ۔ بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بڑے خوش حال تھے۔

(ب) سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

جواب: "اَلۡوَاقِعَۃُ" قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کے معنی ہیں "واقع ہونے والی"۔ اس سورت میں احوالِ قیامت کا ذکر ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃِ" ہے۔ یہ سورت مکی ہے۔ اس کے مرکزی مضمون میں احوال قیامت اور عظمت قرآن کا بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ (الف) اَفَرَءَیۡتُمُ الۡمَآءَ الَّذِیۡ تَشۡرَبُوۡنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡہُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ﴿۶۹﴾ لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰہُ اُجَاجًا فَلَوۡ لَا تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۷۰﴾ آیات کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: بھلا تم دیکھو جو پانی تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اُسے بادل سے اُتارا ہے یا ہم اُتارنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ہم اُسے کھارا بنا دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟

(ب) سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃِ کی روشنی میں قرآن حکیم کی عظمت کے حوالہ سے کوئی سی چار باتیں بیان کریں۔

جواب: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو "قرآنِ کریم" کہہ کر پکارا ہے، یعنی یہ بڑی شان والی کتاب ہے۔ ۲۔ یہ ایک محفوظ کتاب (لوحِ محفوظ) میں درج ہے جہاں کسی بھی قسم کی تبدیلی یا تحریف ممکن نہیں۔ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ کلام آج بھی اپنی اصل اور پاکیزہ شکل میں موجود ہے۔ ۳۔ اس کتاب کے تقدس کا تقاضا یہ ہے کہ پاکیزہ لوگوں (فرشتوں اور باوضو انسانوں) کے علاوہ کوئی اسے ہاتھ نہ لگائے یعنی کلامِ الٰہی کو چھونے کے لیے ظاہری اور باطنی طہارت ضروری اور لازمی ہے۔ ۴۔ یہ تمام جہانوں کے پالنے والے (رب العالمین) کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

۳۔ (الف) فَلَوۡ لَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ﴿۸۳﴾ وَ اَنۡتُمۡ حِیۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۸۴﴾ وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡکُمۡ وَ لٰکِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿۸۵﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: پھر کیوں نہیں (روح کو لوٹا دیتے) جب وہ حلق تک آ پہنچتی ہے۔ اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو؟ اور ہم تم سے زیادہ اس (مرنے والے) کے قریب ہوتے ہیں مگر تم نہیں دیکھتے۔

(ب) سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ اہل جہنّم پر عذاب کی ہول ناک سزاؤں کا بیان ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کی نشانیوں میں سے انسان، نباتات، پانی اور آگ کا ذکر۔ ۳۔ قرآن مجید کی عظمت اور تلاوت کے آداب۔ ۴۔ انسان کی موت کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور تینوں گروہوں کا انجام بیان کیا گیا ہے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILMI FOUNDATION BOOKS PVT. LTD. SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED

سبق:۱۵ سُوْرَۃُ الْمُلْک آیات:۱تا۳۰

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ برکت کا کیا مطلب ہے؟
۲۔ اللہ ﷻ نے موت اور زندگی کو کیوں پیدا فرمایا؟
۳۔ اللہ ﷻ کی قدرتوں پر غور و فکر کرنے کی دعوت کس طرح دی گئی ہے؟
۴۔ جہنم کی شدت کو کس طرح بیان کیا گیا ہے؟
۵۔ کن لوگوں کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے؟
۶۔ اللہ ﷻ کے عذاب سے بے خوف ہونے والوں کو کیسے ڈرایا گیا ہے؟
۷۔ اللہ ﷻ کی طرف سے رزق روکنے سے کیا مراد ہے؟
۸۔ رزق کے حصول میں ہمیں کن باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیئے؟
۹۔ منہ کے بل اوندھا چلنے کی مثال سے کیا سمجھایا گیا ہے؟
۱۰۔ شکر کیا ہے اور اس کا اصل تقاضا کیا ہے؟
۱۱۔ قیامت کب واقع ہو گی؟
۱۲۔ اللہ ﷻ کی عظیم نعمت پانی کی کیا اہمیت ہے؟

ربطِ سورت: سورۃ الملک سے پہلے "سورۃ التحریم" ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی محبت بھرے انداز میں دل جوئی کا ذکر اور ازواج مطہرات کو خصوصًا اور تمام امت کو بالعموم تنبیہ کی گئی کہ کوئی ایسا عمل نہ کریں جو رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ پر گراں ہو خواہ وہ محبت رسول ﷺ کے حصول کی بنا پر ہی کیوں نہ ہو مزید یہ کہ اہل ایمان کو اپنے آپ کو اور گھر والوں کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی تلقین کی گئی ہے۔ نیز اہل ایمان کو اللہ ﷻ کے حضور سچی توبہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس بات کی صراحت ہے کہ اللہ ﷻ اپنے نبی اور اہل ایمان کو روز محشر ہرگز رسوا نہیں فرمائے گا (بلکہ رسول اللہ ﷺ کو مقام محمود پر فائز کیا جائے گا) اور اہل ایمان کی یہ شان ہو گی کہ ان کے آگے اور دائیں ان کا نور دوڑتا و چلتا ہو گا اور اس وقت بھی یہ دعا کرتے ہوں گے اے ہمارے رب! ہمارے لئے ہمارے نور مکمل فرمادے اور ہمیں بخش دے نیز کفار و منافقین سے جہاد کرنے اور ان پر سختی فرمانے کا حکم دیا گیا جبکہ سورۃ الملک میں موت و حیات کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے اچھے اعمال کی تلقین اور جہنم کی ہولناکیوں کا ذکر ہے، آخرت کی فکر کو نمایاں کرتے ہوئے بتایا گیا کہ منکرین کو آخرت میں گناہوں کا اعتراف کوئی فائدہ نہیں دے گا البتہ بن دیکھے اللہ ﷻ سے ڈرنے والے مغفرت اور بڑے اجر کے مستحق قرار پائیں گے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کن صفات کا بیان ہے؟ ۱: اللہ ﷻ بابرکت ہے۔ مالک ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ۲: برکت سے کیا مراد ہے؟ ۲: کسی شے میں غیر محسوس طور پر اضافہ ہونے کو برکت کہتے ہیں۔ ۳: اللہ ﷻ کے بابرکت ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کل خیر کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر خیر کو ظاہر فرمانے والا ہے۔ کل خیر اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

۴: اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ساری بادشاہی ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۴: اللہ ﷻ ہی ہر شے اور کل کائنات کا تنہا مالک ہے، وہی اس کائنات کا حقیقی مالک ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اصل میں اللہ ﷻ کی دی ہوئی امانت ہے۔ ۵: اللہ ﷻ کی صفت قدرت کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۵: اللہ ﷻ نہ صرف اس پوری کائنات اور اس میں موجود ہر شے کا خالق و مالک ہے بلکہ وہ ہر چیز پر مکمل اختیار رکھتا ہے اور کوئی شے اس کی قدرت سے دور نہیں۔

علمی بات: اللہ ﷻ کی صفت قدرت کے صحیح ادراک سے بہت سے باطل نظریات کی نفی ہو جاتی ہے مثلاً ایک باطل تصور ہے کہ اللہ ﷻ نے کائنات کو تخلیق کیا اور کچھ طبعی قانون بنا دیئے اب یہ کائنات خود بخود ان اصولوں پر چل رہی ہے جیسے ایک گھڑی ساز گھڑی بنا کر چھوڑ دیتا ہے اور گھڑی خود بخود چلتی رہتی ہے اور گھڑی کا گھڑی ساز سے کچھ تعلق نہیں رہتا، جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کائنات کو بنایا اور یہ کائنات برقرار رہنے کے لئے اللہ ﷻ کی توجہ کی ہر لمحہ محتاج ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرتی رہے گی یہاں تک کہ اسے بخش دیا جائے وہ سورۃ الملک

ہے۔(مسند احمد، ابو داؤد، نسائی، جامع ترمذی اور ابن ماجہ)۔ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو سونے سے قبل سورۃ الم السجدہ اور سورہ ملک پڑھا کرتے تھے(جامع ترمذی، مسند احمد)

آیت نمبر ۲: ۱:اللہ ﷻ کی صفت تخلیق کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱:اللہ ﷻ نے موت اور زندگی پیدا فرمائی۔جیسا کہ سورۃ البقرہ ۲، آیت:۲۸ میں آتا ہے کہ "تم اللہ ﷻ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو۔حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا۔پھر تمہیں موت دے گا پھر زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

علمی بات: ہر زندہ چیز پر موت آکر رہے گی صرف ایک اللہ ﷻ کی ذات ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔اس بات کا ذکر سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت:۵۷ میں آتا ہے کہ "ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے"۔

موت بھی ایک مخلوق ہے، یہ عدم محض (بالکل نہ ہونے) کا نام نہیں، کیونکہ دنیا میں آنے سے پہلے بھی انسان اللہ ﷻ کے علم اور اس کی تقدیر میں موجود تھا اور اس کے دنیا میں آنے کا وقت مقرر تھا مگر روح و جسم کا اتصال نہیں تھا، اسے موت قرار دیا، پھر دنیا میں آنے کے بعد روح جسم سے جدا ہوئی تو اسے بھی موت قرار دیا۔

فرمان نبوی ﷺ موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا"۔اے اہل جنت! "وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ کہے گا: "اسے پہچانتے ہو؟ "وہ کہیں گے: "ہاں! یہ موت ہے"۔وہ سب اسے دیکھ چکے ہوں گے، پھر وہ اعلان کرے گا: "اے اہل نار! "وہ گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ کہے گا: "اسے پہچانتے ہو؟" وہ کہیں گے: "ہاں! یہ موت ہے"۔وہ سب اسے دیکھ چکے ہوں گے۔تو اسے ذبح کر دیا جائے گا، پھر کہے گا: "اے اہل جنت! (اب تمہارے لئے) ہمیشہ زندہ رہنا ہے، موت نہیں اور اے اہل نار! (تمہارے لئے بھی) ہمیشہ زندہ رہنا ہے، موت نہیں"(صحیح بخاری)

۴:اللہ ﷻ نے موت اور زندگی کو کیوں پیدا فرمایا؟ ۴:بطور امتحان تاکہ اللہ ﷻ ظاہر فرمادے کہ اس کے بندوں میں سے کون اچھا ہے عمل کے اعتبار سے۔

علمی بات: نیند کو وفاتِ صغریٰ اور موت کی بہن بھی کہا جاتا ہے۔اسی طرح ہم روزانہ جیتے اور مرتے ہیں۔جیسا کہ سورۃ الانعام ۶، آیت:۶۰ میں آتا ہے کہ "اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کی خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا۔"

۵:اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔"تم میں سے کون اچھا ہے عمل کے اعتبار سے" فرما کر کیا اہم بات سمجھائی جارہی ہے؟ ۵:اَحْسَنُ عَمَلاً میں یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ ﷻ نے یہ فرمایا کہ ہم آزمائش (کے بعد یہ ظاہر) فرمانا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کس کا عمل اچھا ہے۔یہ نہیں فرمایا کہ کس کا عمل زیادہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ﷻ کے نزدیک کسی عمل کی مقدار کا زیادہ ہونا قابل توجہ نہیں بلکہ عمل کا اچھا اور صحیح و مقبول ہونا معتبر ہے اسی لئے قیامت میں انسان کے اعمال کو گنا نہیں جائے گا بلکہ تولا جائے گا جس میں بعض کا ایک ہی عمل کا وزن ہزاروں اعمال سے بڑھ جائے گا۔

عملی پہلو: حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا "کہ نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ اَحْسَنُ عَمَلاً تک پہنچے تو فرمایا کہ (احسن عملاً) وہ شخص ہے جو اللہ ﷻ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہو اور اللہ ﷻ کی اطاعت میں ہر وقت تیار ہو"۔

۶:اس آیت میں اللہ ﷻ کے کن اسماء گرامی کا ذکر ہے؟ ۶:العزیز اور الغفور۔ ۷:ان اسماء گرامی کا آیت کے موضوع سے کیا تعلق ہے؟ ۷:اللہ ﷻ نے موت اور زندگی کو بطور امتحان بنایا ہے، اللہ ﷻ زبردست ہے یعنی تمام مخلوقات اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ مجرموں کو سزا دینے پر قادر ہے اور وہ الغفور ہے یعنی سزا دینے پر قادر ہونے کے باوجود توبہ کرنے والوں کو بہت بخشنے والا ہے۔

آیت نمبر ۳: ۱:اللہ ﷻ کے کمال تخلیق کی کیا مثال پیش کی گئی ہے؟ ۱:اللہ ﷻ ہی نے سات آسمان اوپر تلے بنائے ہیں۔

۲:آسمان کسے کہتے ہیں؟ ۲:انسانی علم geology اور astronomy ابھی آسمان کو سمجھنے سے قاصر ہے فی الحال ہم بادلوں سے بہت اوپر جو نیل گوں فضاء نظر آتی ہے اسے آسمان کہتے ہیں۔لیکن قرآن بتاتا ہے کہ اللہ ﷻ نے اوپر نیچے سات آسمان بنائے اور زمین سے قریب ترین آسمان یعنی آسمانِ دنیا کو سورج، چاند

اور ستاروں سے سجایا ہے۔ ۳: اللہ ﷻ کی صفت تخلیق کے کمال کو کیسے واضح کیا گیا؟ ۳: اللہ ﷻ کی تخلیق میں کوئی نقص نہیں ہے۔ یعنی ساری کائنات نیچے سے اوپر تک ایک قانون، مضبوط اور مربوط نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے۔

۴: اللہ ﷻ کی تخلیق "آسمان" کی شان کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۴: آسمان میں ڈھونڈنے سے بھی کوئی رخنہ یا شگاف نظر نہیں آتا۔ یعنی کوئی نقص، کوئی کجی اور کوئی خلل نظر نہیں آتا۔ بالکل سیدھے اور برابر ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان سب کا پیدا کرنے والا صرف ایک ہی ہے متعدد نہیں

علمی بات: بعض دفعہ دوبارہ دیکھنے سے کوئی نقص اور عیب نکل آتا ہے۔ اللہ ﷻ دعوت دے رہا ہے کہ بار بار دیکھو کہ کیا تمہیں کوئی شگاف تو نظر نہیں آتا۔

آیت نمبر ۴: ۱: "اللہ ﷻ کی تخلیق ہر عیب سے پاک ہے" اس حقیقت کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی تخلیق آسمان میں کوئی شگاف تلاش کرنے کے لئے جتنی مرتبہ بھی نظر ڈالی جائے ناکامی ہو گی۔

علمی بات: کائنات کی ہر چیز اپنے مقصد میں دوسری چیزوں سے پوری طرح ہم آہنگ، مربوط اور منظم ہے۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو اس کائنات کا نظام چل ہی نہ سکتا تھا۔ اسی ہم آہنگی سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کائنات کا خالق ایک ہی ہو سکتا ہے۔ پھر اس میں تصرف بھی صرف اسی اکیلے کا چل رہا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ "اگر آسمان و زمین میں ایک اللہ ﷻ کے سوا دوسرے معبود بھی ہوتے تو (زمین اور آسمان) دونوں کا نظام بگڑ جاتا۔ پس پاک ہے اللہ ﷻ جو عرش کا رب ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں"۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۲۲)

۲: اللہ ﷻ کی تخلیق میں عیب تلاش کرنے والی نظروں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۲: وہ نظریں ناکام اور تھک کر لوٹیں گی اور انہیں اللہ ﷻ کی تخلیق میں کوئی عیب نہیں ملے گا۔

آیت نمبر ۵: ۱: آسمان دنیا سے کون سا آسمان مراد ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے سات آسمان بنائے ہیں زمین سے قریب ترین یعنی پہلا آسمان 'آسمان دنیا' کہلاتا ہے۔

۲: آسمان دنیا کی کیا پہچان ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے آسمان دنیا کو چراغوں سے سجایا ہے۔ ۳: چراغوں سے کیا مراد ہے؟ ۳: چراغوں سے مراد ستارے ہیں جن میں جلنے اور روشنی دینے یعنی combustion کا عمل ہو رہا ہے۔ آسمانِ دنیا میں لاتعداد ستارے موجود ہیں جو زمین سے دیکھنے پر چمکتے نظر آتے ہیں۔

۴: اللہ ﷻ نے آسمان دنیا پر ستارے کیوں بنائے ہیں؟ ۴: آسمان دنیا کو سجانے کے لئے بنائے ہیں۔ یہ ستارے فرشتوں کی چوکیاں ہیں جہاں سے عالم بالا کی حفاظت کی جاتی ہے اور شیطانوں کو مار بھگایا جاتا ہے۔

علمی بات: اس بات کا ذکر سورۃ حٰم سجدہ ۴۱، آیت: ۱۲ اور سورۃ الحجر ۱۵، آیات: ۱۶، ۱۷ میں بھی آتا ہے۔ "اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجا دیا، اور محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے"۔ ۵: شیطانوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۵: اللہ ﷻ نے ان کے لئے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱: اللہ ﷻ کے نافرمانوں کا ذکر کن آیات میں کیا گیا ہے؟ ۱: آیات: ۶ تا ۱۱۔

۲: اللہ ﷻ کا انکار کرنے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: وہ جہنم کے عذاب میں ہوں گے۔ ۳: جہنم کیسی جگہ ہے؟ ۳: بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

عملی پہلو: جب بھی عذاب والوں کا ذکر آئے ہمیں یوں عذاب سے بچنے کی دعا کرنی چاہیئے: اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ "اے اللہ! ہمیں ان میں سے نہ کرنا"۔

آیت نمبر ۷: ۱: جہنم کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: جہنمی اس کی خوفناک آوازیں سنیں گے اور جہنم غصہ میں جوش مار رہی ہو گی۔ سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۱۲ میں اس بات کا ذکر یوں آتا ہے کہ "جس وقت وہ ان کو دور سے دیکھے گی (تو غضبناک ہو رہی ہو گی اور یہ) اسکے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے"۔

عملی پہلو: ہمیں جہنم کی آگ سے بچنے کی یوں دعا کرنی چاہیئے: اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ۔ "اے اللہ! آگ (کے عذاب) سے ہماری حفاظت فرما" یا یہ پڑھنا چاہیئے: اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔ "اے اللہ! بے شک ہم (جہنم کی) آگ سے تیری پناہ مانگتے ہیں"۔

آیت نمبر ۸: ۱: جہنم کی ہولناکی کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۱: جہنم غصے میں اتنی بپھری ہو گی کہ ایسا محسوس ہو گا کہ جہنم غصے سے پھٹ پڑے گی۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION SAFE TO SHOW OUTSIDE ENTALTOOL AND CRIMINAL

۲: نافرمانوں کو جہنم میں کیسے ڈالا جائے گا؟ ۲:نافرمانوں کو گروہ در گروہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

۳: جہنم کے نگران اہل جہنم سے کیا پوچھیں گے ؟ ۳: کیا تمہارے پاس اس برے انجام سے ڈرانے والا کوئی نہیں آیا تھا۔

علمی بات: اس سوال کی اصل نوعیت سوال کی نہیں ہو گی کہ جہنم کے نگران ان لوگوں سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ ان کے پاس اللہ ﷻ کی طرف سے کوئی ڈرانے والا آیا تھا یا نہیں، بلکہ اس سوال کا مقصد مزید زجر و توبیخ کرنا اور سختی سے جھڑکنا ہے۔ اس لئے وہ خود ان کی زبان سے یہ اقرار کرانا چاہیں گے کہ اللہ ﷻ نے ان کو بے خبر نہیں رکھا تھا، ان کے پاس انبیاء علیہم السلام بھیجے تھے۔

آیت نمبر ۹: ۱: اہل جہنم نگران کو کیا جواب دیں گے ؟ ۱: وہ تسلیم کریں گے کہ یقیناً ہمارے پاس برے انجام سے ڈرانے والے آئے تھے۔

۲: ڈرانے والے سے کون مراد ہے؟ ۲: نبی، رسول یا کوئی داعی دین۔ ۳: اہل جہنم اقرار جرم کیسے کریں گے ؟ ۳: اہل جہنم خود اقرار کریں گے کہ ہم نے خود ڈرانے والے کو جھٹلایا، اللہ ﷻ کی نازل کردہ وحی (کتاب) کا انکار کیا اور ڈرانے والوں کو گمراہ کہا۔

عملی پہلو: آج ہمیں اگر کوئی نیکی اور بھلائی کی دعوت دے تو ہمیں اس کا انکار کرنے یا اس سے جان چھڑانے کے بجائے اس کی بات کو غور و فکر سے سننا چاہیئے اور پھر عمل کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: اہل جہنم کس بات پر حسرت کریں گے ؟ ۱: اہل جہنم حسرت کریں گے کہ اگر ہم ڈرانے والوں کی بات سنتے اور سمجھتے تو جہنم سے بچ جاتے۔

عملی پہلو: اس آیت میں جو انجام بیان ہوا ہے اس سے بچنے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ اللہ ﷻ نے ہمیں سوچنے، غور کرنے اور سننے کی جو صلاحیتیں دی ہیں ان کو استعمال کر کے اپنی زندگی کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالیں۔ جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۳۶ میں اس بات کا ذکر آتا ہے کہ "کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے"۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: اہل جہنم کس بات کا اعتراف کریں گے ؟ ۱: وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے۔ دراصل جہنم کے نگران کے اس سے پہلے سوال کا مقصد ہی یہی تھا کہ اہلِ جہنم اپنے جرائم کا اعتراف اپنی زبان سے کر لیں تا کہ انہیں پتہ چل جائے کہ ان پر کسی قسم کی زیادتی نہیں کی گئی۔ انہیں بلاوجہ اس عذاب میں نہیں جھونک دیا گیا۔

۲: یہاں گناہ سے کیا مراد ہے؟ ۲: ان کا کفر و شرک۔ ۳: اہل جہنم کے لئے کیا وعید ہے؟ ۳: وہ اللہ ﷻ کی رحمت سے دور ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: قیامت کے دن کامیاب ہونے والوں کی کیا صفت بیان کی گئی ہے ؟ ۱: وہ دنیا میں اپنے رب کو بغیر دیکھے مانتے اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۲: دنیا کی زندگی میں اللہ ﷻ سے ڈرنے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: ان کے لئے گناہوں کی بخشش اور بہت بڑا اجر ہو گا۔

عملی پہلو: ہمیں ہر حال میں اللہ ﷻ سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ انسان کو اگر کوئی چیز گناہوں سے باز رکھ سکتی ہے تو وہ یہی عقیدہ ہے کہ اللہ ﷻ اسے ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔ وہ اس کے دل کے خیالات تک سے واقف ہے۔ پھر وہ اس سے باز پرس کرنے اور سزا دینے کی پوری قدرت بھی رکھتا ہے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: اللہ ﷻ کی کس صفت کا بیان ہے ؟ ۱: صفت علم باری تعالیٰ کا بیان ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کی صفت علم کی کیا شان بیان کی گئی ہے ؟ ۲: اللہ ﷻ جانتا ہے اس کو بھی جو بات ہم چھپاتے ہیں اور اسے بھی جو بات ہم زور سے کہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ہمارے سینوں میں چھپے رازوں سے بھی واقف ہے۔

شانِ نزول: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین رسول اللہ ﷺ پر عیب لگاتے تھے اور جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو اس کی خبر دیتے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اپنی باتیں آہستہ کرو تا کہ محمد (ﷺ) کا خدا سن نہ لے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت یہ احساس اپنے ذہن میں تازہ رکھنا چاہیئے کہ ہمارے کھلے اور چھپے اقوال و اعمال ہی نہیں، بلکہ ہماری نیتیں ہمارے خیالات تک اللہ ﷻ سے مخفی نہیں ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۴: ۱: اللہ ﷻ کے علم کے کمال کی کیا دلیل ہے ؟ ۱: بھلا جو خالق ہو جس نے بنایا اور مخلوق میں تمام صلاحیتیں رکھیں وہ کیسے اپنی مخلوق سے

ناواقف ہو سکتا ہے۔ اسے تو خوب پتا ہے کہ اس کی مخلوق میں کیا خوبیاں اور کیا کمزوریاں ہیں۔

۲: اللہ ﷻ کے کن اسماء گرامی کا ذکر ہے؟ ۲: اللطیف اور الخبیر۔ ۳: اللطیف کے کیا معنی ہیں؟ ۳: انتہائی باریک بین۔

لطف کے معنی میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں: i۔ دقت نظر۔ ii۔ نرمی۔ یعنی مخلوق کی چھوٹی چھوٹی تکالیف کا علم رکھنا اور پھر ازراہ مہربانی ان کا ازالہ کرتے رہنا۔ ۴: الخبیر کے کیا معنی ہیں؟ ۴: نہایت باخبر۔ ۵: ان صفات باری تعالیٰ کا آیت کے موضوع سے کیا تعلق ہے؟ ۵: اللہ ﷻ اللطیف یعنی باریک بین ہے وہ انسان کے تمام تقاضوں، خوبیوں اور کمزوریوں کو جانتا ہے اور الخبیر ہے یعنی اسے اپنے بندوں کی ایک ایک سوچ، بات اور عمل کی مکمل خبر ہے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اللہ ﷻ کی کون سی صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی زمین کو تخلیق فرمانے کی صفت بیان کی گئی ہے۔

۲: زمین کو اللہ ﷻ نے کیسے ہمارے لئے ایک بڑی نعمت بنا دیا ہے؟ ۲: زمین کو اللہ ﷻ نے ہمارے پیروں تلے بچھا دیا تاکہ ہم اس کے راستوں پر چلیں پھریں اور زمین سے اناج، سبزیاں اور پھل اگائے تاکہ ہم ان میں سے کھائیں۔ روزی کے حصول کے بے شمار ذرائع اللہ ﷻ نے زمین میں ہی رکھے۔

۳: زمین پر رہتے ہوئے ہمیں کس حقیقت کو یاد رکھنا چاہیئے؟ ۳: جس اللہ ﷻ نے ہمیں یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔ اس اللہ ﷻ ہی کی طرف بالآخر ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔ لہٰذا زمین سے فائدے اٹھاتے ہوئے ہمیں یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ دوسروں کی حق تلفی نہ ہو۔

عملی پہلو: یہ بات قابل غور ہے کہ اللہ ﷻ زمین کی نعمتوں کا ذکر فرما کر آخر میں اپنی طرف لوٹنے کا ذکر فرمایا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ انسان ساری زندگی اس زمین سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور پھر اسی میں دفن ہو جاتا ہے۔ لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ بتایا گیا کہ روزِ قیامت اسی زمین سے اُٹھ کر رب کی طرف جانا ہے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: ہمیں کس بات سے ڈرایا جا رہا ہے؟ ۱: ہمیں اللہ ﷻ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے کیونکہ جو لوگ کفر اور نافرمانی کر کے اللہ ﷻ کو ناراض کرتے ہیں وہ اللہ ﷻ کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ ۲: زمین سے اللہ ﷻ کے عذاب آنے کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے؟

۲: یا تو اللہ ﷻ زمین میں دھنسا دے یا زمین زلزلہ سے ہلا دی جائے۔ جیسا کہ قارون کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ (سورۃ القصص ۲۸، آیت: ۸۱)

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کا احسان مند ہونا چاہیئے کہ اللہ ﷻ لوگوں کی نافرمانیوں کے باوجود عذاب نازل نہیں فرماتا، بلکہ اُن کو نیک اعمال کی مہلت دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: ہمیں کس حقیقت سے بے خوف نہیں رہنا چاہیئے؟ ۱: اس حقیقت سے کہ اللہ ﷻ کو ناراض کرنے والوں پر اللہ ﷻ کا عذاب آتا ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے کس عذاب کا بیان ہے؟ ۲: پتھر برسانے والی ہوا کا بیان ہے۔

علمی بات: "زمین میں دھنسانے" اور "پتھر والی ہوا برسانے" کے عذاب کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت: ۶۸ میں آتا ہے کہ " تو کیا تم بے خوف ہو گئے کہ وہ تمہیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، پھر تم اپنے لئے کوئی کارساز نہ پاؤ"۔

۳: اللہ ﷻ کے ڈر سنانے سے فائدہ نہ اٹھانے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۳: وہ عنقریب جان لیں گے کہ اللہ ﷻ کا ڈرانا کیسا تھا جبکہ وہ اللہ ﷻ کے عذاب کو نہیں ٹال سکیں گے۔

عملی پہلو: ہمیں یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ اس زمین پر ہماری بقا اور سلامتی ہر وقت اللہ ﷻ کے فضل پر منحصر ہے۔ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ جو یہاں گزر رہا ہے، اللہ ﷻ کی حفاظت اور نگہبانی کا مرہونِ منت ہے۔ ورنہ سابقہ قوموں پر عذاب کی طرح ہوا کا ایسا طوفان آ سکتا ہے جو سب بستیوں کو غارت کر کے رکھ دے۔ لہٰذا ہمیں اللہ ﷻ کا شکر بھی بجالانا چاہیئے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: کن لوگوں پر اللہ ﷻ کے عذاب کی مثال بیان کی گئی ہے؟ ۱: سابقہ نافرمان قوموں کی مثال بطور عبرت بیان کی گئی ہے۔ جن پر اللہ ﷻ کا عذاب آیا تھا۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم جن پر پانی کا عذاب آیا، قوم عاد جن پر آندھی کا عذاب آیا اور قوم ثمود جن پر زلزلہ کا عذاب آیا تھا۔ (سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت ۴۰)

۲: سابقہ نافرمان اور جھٹلانے والوں پر عذاب کا ذکر کیوں کیا گیا؟ ۲: یعنی گزشتہ زمانے کے منکرین و مکذبین کے انجام سے عبرت و بصیرت لینے کی تعلیم و تلقین فرمائی گئی ہے کہ قوموں کے جرائم پر آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی عذاب آ سکتا ہے اور فی الواقع اور بالفعل آ چکا ہے۔ پس جو انجام کل کے ان منکروں اور سرکشوں کا ہو چکا ہے وہ آج کے ان منکروں اور سرکشوں کا بھی ہو سکتا ہے۔

COPYRIGHTS @ RESERVED
THE MURSHID FOUNDATION
SAFEETA CHAUDHRY

آیت نمبر ۱۹: ۱: اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی پرندوں کو تخلیق فرمانے کی صفت بیان کی گئی ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے پرندوں کو کیا صفت عطا فرمائی ہے؟ ۲: وہ اپنے پروں کو پھیلائے اور سکیڑے فضاء میں اڑتے ہیں۔

۳: پرندے جو آسمان وزمین کے درمیان معلق اڑتے ہیں انہیں کون تھامے ہوتا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ اپنی قدرت سے پرندوں کو تھامے ہوتا ہے۔

۴: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کیا شان بیان ہوئی ہے؟ ۴: اللہ ﷻ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔ یعنی کسی بھی چیز کی حرکات وسکنات اس سے پوشیدہ نہیں۔

اس بات کا ذکر سورۃ النحل ۱۶، آیت: ۷۹ میں بھی آتا ہے کہ: "کیا انھوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، آسمان کی فضا میں مسخر ہیں، انھیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں"۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ کی مخلوق میں صحیح طور پر غور وفکر سے کام لینا ایک اہم مقصد ہے۔ واضح رہے کہ کائنات اور اس میں پھیلی ہوئی اللہ ﷻ کی قدرت کی نشانیوں کو محض ظاہری آنکھوں سے دیکھنا کافی نہیں کہ اس طرح تو ہر کوئی دیکھتا ہے جانور بھی دیکھتے ہیں بلکہ دل اور باطن کی آنکھوں اور عبرت کی نیت ونگاہ سے دیکھنا چاہیئے تاکہ حق اور حقیقت تک رسائی حاصل ہو اور سیدھی راہ ملے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: کفار کو کس بات سے ڈرایا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کے مقابلے میں کفار کو کوئی لشکر اور مددگار میسر نہیں ہو سکتا۔

۲: کافر کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں؟ ۲: کافر اللہ ﷻ کے بجائے اپنے لشکروں اور من گھڑت معبودوں سے امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔

علمی بات: باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج اللہ ﷻ کے عذاب اور آنے والی آفت سے نہیں بچا سکتی، اور یہ بھی ان کے ساتھ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ جیسا کہ سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷، آیت: ۲۲ میں آتا ہے کہ: "ظالموں اور ان جیسوں اور ان کے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھادو"۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: رازق کون ہے؟ ۱: صرف اللہ ﷻ رازق ہے۔ ۲: اگر اللہ ﷻ اپنا رزق روک لے تو کون ہمیں رزق دے سکتا ہے؟ ۲: کوئی نہیں۔

۳: رزق روکنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی اللہ ﷻ بارش نہ برسائے، یا زمین ہی کو پیداوار سے روک دے یا تیار شدہ فصلوں کو تباہ کر دے، غرض یہ کہ روزی کے حصول کے تمام ذرائع روک دے۔

۴: جب اللہ ﷻ ہی رازق ہے تو کافر اللہ ﷻ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ ۴: کافر سرکشی اور حق سے نفرت میں اڑنے کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کو حقیقتاً اور مستقلاً مددگار سمجھتے ہوئے اُسی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور رزق حاصل کرنے میں حلال وحرام کی تمیز ذہن میں رکھنی چاہیئے کیونکہ اللہ ﷻ ہماری ضرورتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ جیسا کہ سورۃ الطلاق ۶۵، آیت: ۳ میں ہے کہ "اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کے لئے کافی ہو گا اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے"۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: کون زیادہ ہدایت رکھنے والا ہے؟ ۱: جو شخص سیدھے راستے پر صحیح چل رہا ہے۔

۲: منہ کے بل اوندھا چلنے سے کون مراد ہے؟ ۲: محض مادی ضرورتوں اور دنیا کی زندگی ہی کو مقصد بنا کر زندگی گزارنے والا شخص مراد ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) لوگ منہ کے بل چلا کر کس طرح جمع کیئے جائیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا جس نے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ بخاری ومسلم میں بھی یہ روایت ہے۔

عملی پہلو: کامیابی کے حصول کے لئے سیدھے راستے پر چلنا ضروری ہے۔ سب سے بڑی کامیابی جو کہ آخرت کی کامیابی ہے اس کے حصول کے لئے اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر چلنا ضروری ہے جس کی ہم ہر نماز میں دعا مانگتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہمیں اپنا یہ بھی جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ ہم اپنا تمام وقت اور صلاحیتیں صرف دنیا کے حصول کے لئے تو صرف نہیں کر رہے۔ اور صبح وشام اندھا دھند صرف دنیا ہی کو بنانے سنوارنے میں تو نہیں لگے ہوئے؟

آیت نمبر ۲۳: ۱: اللہ ﷻ کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی صفت تخلیق یعنی انسانوں کو پیدا فرمانے اور ان کو مختلف صلاحیتیں اور نعمتیں عطا فرمانے کی صفت کو بیان کیا گیا ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کی عطا کردہ کن جسمانی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے ہمیں کان آنکھیں اور دل عطا فرمائے۔

۳: اللہ ﷻ کی ان نعمتوں پر انسان کا کیا طرزِ عمل ہوتا ہے؟ ۳: انسان بہت ہی کم اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

۴: شکر سے کیا مراد ہے؟ ۴: اللہ ﷻ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور احسان مندی کا اظہار کرنا۔

علمی بات: شکر کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی ان نعمتوں کو اللہ ﷻ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جائے۔ نہ کہ ان کو اللہ ﷻ کے ہی مقابلہ میں استعمال کیا جائے۔ یعنی اللہ ﷻ نے قوت سماعت، بصارت اور دل و دماغ کی تمام صلاحتیں حق شناسی کے لئے عطا فرمائیں ہیں۔ نہ کہ ناشکری اور کفرانِ نعمت کے لئے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: انسان کو کن حقائق کی یاد دہانی کرائی گئی؟ ۱: اللہ ﷻ ہی نے انسانوں کو زمین پر پھیلایا اور سب انسانوں کو اللہ ﷻ ہی کی طرف جمع کیا جائے گا۔ ۲: انسانوں کو اللہ ﷻ کی طرف جمع کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: قیامت کے دن تمام انسانوں کا میدان حشر میں جمع کیا جانا اور حساب و کتاب ہونا مراد ہے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: کفار آپ ﷺ سے کیا سوال کرتے تھے؟ ۱: قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا۔

علمی بات: کفار کا یہ سوال پوچھنے کا مقصد یہ نہ تھا کہ اگر انھیں پتہ چل جائے کہ قیامت کس سال، کس تاریخ کو اور کتنے بجے قائم ہونے والی ہے تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ بلکہ محض مذاق کے لئے وہ یہ سوال کیا کرتے تھے کہ صدیاں گزر گئیں مگر ابھی تک قیامت نہیں آئی۔ اس سلسلے میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ کوئی شخص اگر قیامت کا قائل ہو سکتا ہے تو عقلی دلائل سے ہو سکتا ہے، اور قرآن مجید میں جگہ جگہ وہ دلائل تفصیل سے دیئے گئے ہیں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: قیامت کب آئے گی؟ ۱: قیامت کے آنے کا صحیح علم اللہ ﷻ کے پاس ہے۔ (سورۃ النازعات ۷۹، آیات: ۴۲ تا ۴۴) "اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ"۔ بے شک اللہ ﷻ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ (سورۃ لقمان ۳۱، آیت: ۳۴)

علمی بات: قربِ قیامت اور وقوعِ قیامت کی نشانیاں قرآنِ حکیم اور احادیث مبارکہ میں متعدد جگہ پر بیان کی گئی ہیں۔ تفصیلات کے لئے سوۃ التکویر، سورۃ الانفطار، سورۃ الانشقاق کے نوٹس ملاحظہ فرمائیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جس نے قیامت کو قریب سے دیکھنا ہو وہ سورۃ التکویر، سورۃ الانفطار، سورۃ الانشقاق کو پڑھ لے"۔ (جامع ترمذی)

علمی بات: اس بات کا ذکر سورۃ الاحزاب ۳۳، آیت ۶۳ میں بھی آتا ہے کہ: "لوگ آپ سے قیامت کے بارے سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے! کہ اس کا علم اللہ ﷻ کو ہے اور (اے مخاطب) تجھے کیا خبر ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔" قیامت کا اصل علم تو اللہ ﷻ کے پاس ہے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے قیامت تک کی بڑی بڑی نشانیاں بیان فرمادی ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: آپ ﷺ نے شہادت کی اور بیچ کی انگلی اٹھا کر فرمایا "میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں یعنی بیچ کی انگلی جس قدر آگے نکلی ہوئی ہے میں قیامت سے بس اتنا پہلے آگیا ہوں قیامت بہت قریب لگی چلی آرہی ہے"۔ (مسند احمد)

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں ابتداء پیدائش عالم سے خبر دینی شروع کی۔ یہاں تک کہ جنتی اپنی جنتوں میں داخل ہو گئے اور دوزخی اپنے ٹھکانوں میں داخل ہو گئے۔ جس نے یاد رکھا اسے اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا اس کو اس نے بھلا دیا۔" (صحیح بخاری)

۲: انبیاء اور رسولوں علیہم السلام کا اصل کام کیا تھا؟ ۲: واضح طور پر لوگوں کو ڈر سنانا تاکہ وہ قیامت کے دن ناکامی سے بچ جائیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: قیامت کو قریب آتے دیکھ کر کفار کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: کفار کے چہرے خوف اور پریشانی میں بگڑ جائیں گے۔ (سورہ عبس ۸۰، آیات ۴۰ تا ۴۲ اور سورۃ الغاشیہ ۸۸، آیات: ۲ تا ۳) ۲: کفار کو قیامت کے دن کیا خبر سنائی جائے گی؟ ۲: ان سے کہا جائے گا یہی ہے وہ جسے تم (طنزاً) مانگا کرتے تھے۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت قیامت کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے تاکہ روزِ قیامت اللہ ﷻ ہمیں اپنے فضل سے ان بندوں میں شامل کرے جن کے چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے۔ جیسا کہ سورۃ عبس ۸۰، آیات: ۳۸ تا ۳۹ اور سورۃ الغاشیہ ۸۸، آیات: ۸ تا ۹ میں بیان ہوا ہے۔

COPYRIGHTS@RESERVED WITH THE MOUNDATION OF BOOKWORM SAUT OF IT'S CONTENT ENTAL CRIMINAL ACTION

آیت نمبر ۲۸: ۱: کفار کو کس بات سے ڈرایا جارہا ہے؟ ۱: قیامت کے دن کفار کو دردناک عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہوگا۔

۲: کفار کو کیا سمجھایا گیا ہے؟ ۲: کفار آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فکر کرنے کے بجائے اپنی فکر کریں۔

علمی بات: کفار مکہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی (معاذاللہ) ہلاکت اور خاتمے کے لئے بدعائیں کرتے رہتے تھے۔اس کے لئے انہوں نے مختلف حربے استعمال کرنے شروع کیئے۔ حتی کے قتل کے منصوبے بھی سوچے جانے لگے۔اس پر یہ فرمایا گیا کہ ان سے کہہ دیجیئے کہ خواہ ہم ہلاک ہوں یا اللہ ﷻ کے فضل ورحمت سے زندہ رہیں۔ ہمارا انجام دنیا میں جو کچھ ہو، بہر حال آخرت میں کامیابی ہمارے لئے ہے کہ اس کے راستہ میں جدوجہد کررہے ہیں۔ تمہیں ہمارے انجام سے کیا حاصل ہوگا۔ تم اپنی فکر کرو کہ اللہ ﷻ کے دردناک عذاب سے کیسے بچو گے۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کے ہاں دوسروں کے انجام پر تبصرہ کرنے کے بجائے اپنی فکر کرنی چاہیئے اور جواب دہی کے لئے تیاری کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ہر ایک نے اپنے اعمال کا حساب خود دینا ہے۔(سورۃ مریم ۱۹، آیت:۹۵)

آیت نمبر ۲۹: ۱۔ نبی کریم ﷺ کی زبانی کفار کو کیا دعوت دی گئی؟ ۱۔ رحمٰن پر ایمان لانے اور اس پر بھروسہ کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔

عملی پہلو: ایک مومن کا بھروسہ اور اعتماد اپنے اسباب اور صلاحیتوں پر نہیں بلکہ اسباب بنانے والے اللہ ﷻ پر ہونا چاہیے کیونکہ اللہ ﷻ ہی حقیقتاً اور مستقلاً مددگار ہے۔

۳: کون کھلی گمراہی میں ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کو چھوڑ کر باطل معبودوں کو ماننے والے اور اسباب پر بھروسہ کرنے والے کھلی گمراہی میں ہیں۔

علمی بات: یہاں کفار کا جلدی جان لینے سے مراد یہ ہے کافروں پر کوئی دنیوی عذاب بھی ہوسکتا ہے۔ان کی موت کا وقت بھی اور قیامت کا دن بھی۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اللہ ﷻ کی کس نعمت کا بیان ہے؟ ۱: پانی کی نعمت کا بیان ہے۔ ۲: اللہ ﷻ کے کس عذاب سے ڈرایا گیا؟ ۲: پینے کا میٹھا پانی زمین میں نیچے اتار کر انسانوں کو اس سے محروم کردینے کا عذاب۔ ۳: اگر اللہ ﷻ ہمیں پانی سے محروم کردے تو کون ہمیں زمین پر بہتا پانی لاکر دے سکتا ہے؟

۳: کوئی نہیں، اس لئے ہمیں اللہ ﷻ کی ناراضگی سے بچتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے۔

عملی پہلو: ہمیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ زندگی اور ہلاکت کے سب اسباب اللہ ﷻ ہی کے قبضہ میں ہیں۔ میٹھا پانی اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہے یہ اللہ ﷻ کی قدرت ہے کہ موتی کی طرح صاف شفاف پانی ہمیں مہیا فرماتا ہے جو زندگی کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیئے اور اسے ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ جیسے جسمانی ضرورتوں کے لئے پانی ہے ایسے ہی روحانی ضرورتوں کے لئے قرآن وحدیث پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی جان لینا چاہیئے کہ اللہ ﷻ نے مخلوق پر کمال فضل فرماتے ہوئے ہدایت ومعرفت کا نہ خشک ہونے والا چشمہ ہمارے پیارے نبی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاکیزہ وبلند اخلاق وکردار کی صورت میں جاری فرمادیا۔ ہمیں چاہیئے کہ اس چشمہ سے فیض یاب ہوکر اپنے من کی ویران بستی کو سرسبز وشاداب بنائیں۔

علمی بات: میٹھے پانی کی اہمیت: اگر خلا سے زمین کی لی گئی تصاویر ہم دیکھیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ہماری زمین پر خشکی سے زیادہ پانی موجود ہے یہ ہماری زمین کے تقریباً 70 فیصد حصے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ بات حیرت انگیز اور سمجھ سے بالاتر ہے کہ زمین پر موجود پانی کا ۳ فیصد سے بھی کم میٹھا پانی ہے۔

US. Geological Survey کے مطابق 3 فیصد کے زیادہ تر حصہ تک رسائی ممکن نہیں۔اس میٹھے پانی کا 68 فیصد سے بھی اوپر برف کی تہہ (Icecaps) اور گلیشیئرز (Glaciers) پر مشتمل ہے اور 30 فیصد سے اوپر زیر زمین پانی پر مشتمل ہے۔ صرف میٹھے پانی 0.3 فیصد حصہ جھیلوں دریاؤں اور دلدل پر مشتمل ہے۔ زمین پر مشتمل تمام پانی کا 99 فیصد حصہ انسانوں اور دوسرے جانداروں کے لئے ناقابل استعمال ہے۔ یہ بات حیران کن ہے کہ پانی جس پر تمام انسانوں اور خصوصاً آبی جانداروں کی زندگی منحصر ہے وہ حقیقت میں بہت قلیل ہے۔ اس ہلادینے والی حقیقت کو جاننے کے بعد ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہمیں پانی کا استعمال احتیاط سے کرنا چاہیئے۔ اس کے لئے پہلا قدم ہماری اپنی تربیت اور آنے والی نسلوں کی تربیت ہے۔

COPYRIGHTED MATERIAL OF THE WORD FOUNDATION
THIS IS PROVIDED FOR YOUR PERSONAL USE ONLY
SALE OR COMMERCIAL ENTAILMENT IS STRICTLY PROHIBITED

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ عالیٰ نے موت اور زندگی کا سلسلہ شروع کیا:

(الف) اپنی قدرت کے اظہار کے لیے ✓(ب) آزمائش کے لیے

(ج) جانداروں کی تعداد برقرار رکھنے کے لیے (د) دنیا کا نظام قائم رکھنے کے لیے

(۲) مَصَابِیْحَ کے معنی ہیں:

(الف) روشنی (ب) چاند (ج) سورج ✓(د) چراغ

(۳) بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ کے معنی ہیں:

✓(الف) بہتا ہوا پانی (ب) رُکا ہوا پانی (ج) جما ہوا پانی (د) میٹھا پانی

(۴) "مُلْکٌ" کا معنی ہے:

(الف) وطن (ب) قوم ✓(ج) بادشاہت (د) زمین

(۵) یَعْلَمُ قواعد کی رُو سے ہے فعل:

(الف) ماضی ✓(ب) مضارع (ج) امر (د) نہی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ آیت کریمہ میں زندگی اور موت کی تخلیق کا کیا مقصد بیان ہوا ہے؟

جواب: آیتِ کریمہ کے مطابق اللہ ﷻ نے زندگی اور موت کو بطور امتحان پیدا کیا ہے تاکہ انسانوں کی آزمائش فرمائے کہ عمل کے لحاظ سے کون سب سے بہتر ہے۔

۲۔ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ آیت کریمہ کی رو سے ستاروں کی تخلیق کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کو چراغوں یعنی ستاروں کے ذریعہ زینت بخشی ہے۔ ۲۔ ستاروں کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے۔

۳۔ وَقَالُوْا لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝ آیت کریمہ میں جہنمی جہنم میں جانے کا کیا سبب بیان کریں گے؟

جواب: جہنم میں جانے والے لوگ وہاں حسرت سے کہیں گے کہ کاش! وہ دنیا میں حق کی بات کو کان لگا کر سنتے یا اپنی عقل و سمجھ سے کام لیتے۔

۴۔ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۝ آیت میں کفار کی کون سی بری صفات بیان ہوئی ہیں؟

جواب: آیتِ مبارکہ کے مطابق کفار حق کی مقابلے میں سخت سرکشی اور شدید نفرت پر اڑے ہوئے ہیں۔

۵۔ قُلْ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَۃَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ۝

آیت کریمہ کی رو سے انسان کو اللہ ﷻ نے کون کون سی نعمتیں عطا کیں ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور اسے (سننے کے لیے) کان، (دیکھنے کے لیے) آنکھیں اور (سمجھنے کے لیے) دل و دماغ جیسی عظیم نعمتیں عطا فرمائیں۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD BE CRIMINAL ACTION.

جواب: بے شک جو لوگ بغیر دیکھے اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بہت بڑا اَجر ہے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْمُلْكِ کا تعارف اور مرکزی مضمون بیان کریں۔

جواب: "مُلْك" کے معنیٰ "حکومت یا بادشاہت" کے ہیں۔ اس سورت کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہی (مُلک) کا ذکر ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَۃُ الْمُلْكِ" ہے۔ یہ سورت مکّی دور میں نازل ہوئی۔ اس سورت کا مرکزی مضمون اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرتوں اور آخرت کا بیان ہے۔

۲۔ (الف) وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور تم لوگ اپنی بات چھپاؤ یا اسے زور سے کہو (اللہ کو علم ہے) بے شک وہ سینوں کے رازوں کو بھی خوب جاننے والا ہے۔ بھلا وہی نہیں جانے گا جس نے پیدا فرمایا ہے اور وہ نہایت باریک بین (ہر چیز سے) خوب باخبر ہے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْمُلْكِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت و عظمت کا بیان ہے۔ ۲۔ کفر کے ہول ناک نتائج سے ڈرایا گیا ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ نافرمان بندوں کو دنیا و آخرت میں سزا دینے پر قادر ہے۔

۳۔ (الف) هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵ آیت کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: وہی (اللہ) ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو نرم (تابع) بنایا تو تم اِس کے راستوں میں چلو پھرو اور اُس کے (دیے ہوئے) رزق میں سے کھاؤ اور اُسی کی طرف (قبروں سے) اُٹھ کر جانا ہے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْمُلْكِ میں کوئی چار افعال اور اسماء تلاش کریں۔

جواب: ۱۔ چار اسماء: ۱۔ اَلْمُلْكُ، بادشاہی / حکومت، ۲۔ شَيْءٍ، کوئی چیز، ۳۔ اَلْمَوْتَ، موت، ۴۔ اَلْحَيٰوةَ، زندگی۔

۲۔ چار افعال: ۱۔ تَبٰرَكَ، بڑی برکت والا ہے، ۲۔ خَلَقَ، اس نے پیدا کیا، ۳۔ لِيَبْلُوَكُمْ، تاکہ وہ تمھیں آزمائے، ۴۔ جَعَلْنٰهَا، ہم نے اسے بنایا۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۱۶ سُوْرَۃُ الْقَلَم آیات:۱تا۵۲

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ اللہ ﷻ نے قلم کی قسم فرما کر کیا سمجھایا ہے؟ ۲۔ قلم کا مفہوم کیا ہے؟

۳۔ قلم کے حوالہ سے حدیث مبارک میں کیا رہنمائی ملتی ہے؟

۴۔ اللہ ﷻ کی طرف سے آپ ﷺ کے لئے دنیا میں نہ ختم ہونے والے اجر کی کون سی نمایاں مثالیں نظر آتی ہیں؟

۵۔ حدیث مبارک میں آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۶۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ میں ہمارے لئے کیا عملی پہلو ہیں؟

۷۔ حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں طعنہ زنی اور گستاخی کرنے والوں کی بری صفات کا ذکر کیسے کیا گیا؟

۸۔ باغ والوں کا کیا واقعہ ہے اور اس میں کیا عملی پہلو ہیں؟ ۹۔ کیا فرماں بردار اور نافرمان برابر ہو سکتے ہیں؟

۱۰۔ جن لوگوں نے دنیا میں سجدہ نہ کیا روزِ قیامت ان کا کیا معاملہ ہو گا؟ ۱۱۔ مچھلی والے سے کون مراد ہیں؟

۱۲۔ غم کی کیفیت میں کون سی دعا پڑھنی چاہیئے؟ ۱۳۔ جب آپ ﷺ قرآنِ حکیم کی تلاوت فرماتے تو کفار مکہ کیا کرتے تھے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الملک" کے آغاز میں اللہ ﷻ کی عظمت و قدرت کا بیان تھا۔ سورۃ القلم کے آغاز میں نبی کریم ﷺ کی شان اور اخلاقِ عظیمہ کا ذکر ہے۔ سورۃ الملک میں انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے والوں کے عبرتناک انجام کا ذکر ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد اعتراف کریں گے کہ ہمیں اس سزا کا سامنا ہی اس لئے کرنا پڑا کہ ہم نے رسولوں کی اطاعت کرنے کے بجائے انہیں جھٹلایا اور ان کی توہین کی، سورۃ القلم میں حضور نبی کریم ﷺ کو جھٹلانے اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے انتہائی قبیح کردار کو بیان کیا گیا جس وجہ سے وہ نعمتِ ایمان سے ہی محروم ہو گیا۔ سورۃ الملک میں ذکر تھا کہ اللہ ﷻ نافرمانوں کو دنیا و آخرت دونوں میں سزا دینے پر قادر ہے۔ سورۃ القلم میں باغ والوں کا ذکر ہے۔ جن کی کنجوسی پر ان کو دنیاوی عذاب میں مبتلا کیا گیا تھا۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: ن سے کیا مراد ہے؟ ۱: یہ حروفِ مقطعات میں سے ہیں۔ حروف مقطعات کا علم اللہ ﷻ کے پاس ہے اور یہ اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔ ۲: اللہ ﷻ نے کس کی قسم فرمائی ہے؟ ۲: قلم کی اور جو کچھ قلم لکھتے ہیں۔ ۳: قلم کی قسم کیوں کھائی گئی ہے؟ ۳: قلم یعنی علم کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

عملی پہلو: موجودہ دور میں وہ تمام ذرائع جو لکھنے اور علم حاصل کرنے میں استعمال ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے وہ قلم کے معنی میں آتے ہیں۔ قرآن حکیم علم پر زور دیتا ہے ہمیں علم کے حصول اور ترویج و اشاعت کے لئے اسلامی حدود و قیود کا خیال رکھتے ہوئے یہ تمام ذرائع استعمال کرنے چاہئیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: اللہ ﷻ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کی دلجوئی کیسے فرمائی؟ ۱: اے نبی! آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں۔ ۲: آپ ﷺ کی دلجوئی کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ ۲: آپ ﷺ کی قوم یعنی قریش مکہ کے لوگ پہلے آپ ﷺ کی بہت عزت کرتے تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ نے انہیں قرآن سنانا شروع کیا تو لوگ آپ ﷺ کو (معاذ اللہ) شاعر، کاہن، مجنون وغیرہ کہنے لگے جس سے آپ ﷺ کا سینہ غم سے تنگ ہونے لگا۔ اس لئے اللہ نے آپ ﷺ کی دلجوئی فرمائی۔

آیت نمبر ۳: ۱: آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کی طرف سے کیا بشارت عطا فرمائی گئی؟ ۱: یقیناً آپ ﷺ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

علمی بات: تمام پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند فرمایا گیا ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و احترام سے آپ ﷺ کا ذکر کرتے ہیں۔ اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ ﷻ کے نام مبارک کے بعد آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جاتا ہے اور اللہ ﷻ نے حضور سید عالم ﷺ کی

COPYRIGHTED WORK OF ETEACHER FOUNDATION. FREE DISTRIBUTION. NOT FOR SALE

اطاعت واتباع کو ہی اپنی اطاعت قرار دیا ہے۔(سورۃ النسآء ۴، آیت:۸۰)

آیت نمبر ۴: ۱:خُلق سے کیا مراد ہے؟ ۱:اخلاقِ حسنہ مراد ہے اور اخلاق جمع ہے خُلق کی۔

۲:اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں کیا گواہی دی؟ ۲:یقیناً آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر ہیں۔

علمی بات: آپ ﷺ کے اخلاق کا بلند ہونا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ کفار کا آپ ﷺ کو (معاذاللہ) مجنون کہنا سراسر جھوٹ ہے کیونکہ بلند اخلاق اور جنون ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

اخلاق کے بارے میں چند احادیثِ مبارکہ: ۱۔"مومن کے اعمال میں سب سے بھاری عمل حسن اخلاق ہے"۔(جامع ترمذی) ۲۔"تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں"۔(مسند احمد) ۳۔کہ اللہ ﷻ نے مجھے مکارمِ اخلاق و محاسنِ افعال کی تکمیل کے لئے مبعوث فرمایا۔(مؤطا امام مالک) ۴۔اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا خُلق قرآن ہے۔

عملی پہلو: ہم نبی کریم ﷺ کے امتی ہیں ہمیں جائزہ لینا چاہیئے کہ ہمارا اخلاق کیسا ہے؟ اور ہمارے کردار کو نبی کریم ﷺ سے کیسی نسبت ہے۔ ہمیں اپنے اخلاق کو آپ ﷺ کی سیرت و کردار سے سنوارنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۵: ۱:اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیسی تسلی دی؟ اور کفار کو کیسے تنبیہ کی؟ ۱:عنقریب آپ ﷺ دیکھ لیں گے اور کفار بھی کہ حقیقت کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ان مخالفین حق کا بُرا انجام بھی سامنے آجائے گا اور اُنہیں حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ اصل میں عقل مند کون رہا اور نقصان اور خسارے میں کون مبتلا ہوا۔

آیت نمبر ۶: ۱:اللہ ﷻ نے مزید آپ ﷺ کو تسلی اور کفار کو تنبیہ کیسے کی؟ ۱:عنقریب تم سب کو معلوم ہو جائے گا کہ تم میں سے کون مجنون ہے۔

۲:مجنون کسے کہتے ہیں؟ ۲:وہ شخص جس کا ذہنی توازن درست نہ ہو یعنی جو دیوانہ ہو یا وہ شخص جس پر جن سوار ہو گیا ہو۔

۳:یہاں مجنون سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۳:وہ کفار جو اپنے کفر اور شرک کے جنون میں حق سے بیگانے ہیں اور گمراہی میں اڑے ہوئے ہیں۔

علمی بات: اس آیت نے پیش گوئی کے طور پر یہ بتایا کہ یہ بات یوں ہی ڈھکی چھپی رہنے والی نہیں ہے قریب آنے والے وقت میں سب آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ معاذاللہ آپ ﷺ مجنون تھے یا آپ ﷺ کو مجنون کہنے والے پاگل دیوانے تھے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ بات کھل کر دنیا کے سامنے آگئی اور انہیں مجنون کہنے والوں میں سے ہزاروں لوگ اسلام قبول کر کے آپ ﷺ کی اتباع و محبت کو سعادت سمجھنے لگے اور بہت سے بدنصیب جن کو ایمان کی توفیق نہیں ہوئی وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور آخرت میں بھی شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

آیت نمبر ۷: ۱:وُسعتِ علم باری تعالیٰ کا اظہار کیسے کیا گیا؟ ۱:اللہ ﷻ اپنے بندوں کو خوب جاننے والا ہے۔

۲:اللہ ﷻ کسے خوب جاننے والا ہے؟ ۲:انہیں بھی جو اس کے راستے سے بھٹک گئے اور انہیں بھی جو ہدایت یافتہ ہیں۔

آیت نمبر ۸: ۱:اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۱: آپ ﷺ جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔

۲:جھٹلانے والوں سے کون مراد ہیں؟ ۲:کفار و مشرکین جو حق بات کو جھٹلاتے ہیں۔

علمی بات: اس آیت میں خطاب اگرچہ آپ ﷺ سے ہے لیکن سنانا دراصل آپ ﷺ کے انہی منکروں کو ہے، جو حق بات کو سننے اور ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے برعکس اس طرح کی بُری کوششوں میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح آپ ﷺ ان کی باتوں میں آکر اور ان کا کہا مان کر ان کے طور طریقوں کو اپنا لیں۔

آیت نمبر ۹: ۱:جھٹلانے والے آپ ﷺ سے کیا چاہتے ہیں؟ ۱:وہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

۲:جھٹلانے والے آپ ﷺ سے کس معاملہ میں نرم رویہ چاہتے تھے؟ ۲:وہ چاہتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے کفر و شرک اور باطل معبودوں کی مذمت کے بجائے نرم رویہ اختیار کریں۔ یا آپ ﷺ ان کی گمراہیوں کی رعایت کر کے اپنے دین میں کچھ ترمیم کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو یہ آپ ﷺ کے ساتھ مصالحت کر لیں۔

۳:جھٹلانے والوں کے نرم پڑ جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳:کفار اور مشرکین کا آپ ﷺ اور اسلام کی مخالفت میں نرم رویہ اختیار کرنا۔

۴: کیا آپ ﷺ نے جھٹلانے والوں کا مطالبہ قبول کیا؟ ۴: ہر گز نہیں۔ بلکہ آپ ﷺ بھرپور طریقے سے کفر و شرک کی مذمت فرماتے رہے۔

علمی بات: جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ پیش کش کی تھی کہ آپ ﷺ ہمارے معبودوں کو کچھ نہ کہیں ہم آپ ﷺ کے معبود کو مان لیں گے، تاکہ اس طرح "کچھ لو اور کچھ دو" کی پالیسی پر عمل کر کے باہمی سمجھوتہ اور مصالحت کا رویہ اپنا لیں اس پر سورۃ الکافرون نازل ہوئی۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: آیات: ۱۰ تا ۱۶ میں کیسے شخص کا کردار بیان کیا گیا ہے؟ ۱: نبی کریم ﷺ کی شان میں طعنہ زنی اور گستاخی کرنے والے شخص کا برا کردار بیان کیا گیا ہے۔ ۲: یہ کردار کس شخص کا تھا؟ ۲: اکثر مفسرین کے نزدیک آپ ﷺ کے دور میں یہ کردار ولید بن مغیرہ کا تھا جو مکہ کا ایک کافر سردار تھا۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے آپ ﷺ کو مجنون کہا۔ (معاذ اللہ)

۳: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۳: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو ایسے کافر لوگوں کی بات ماننے سے منع فرمایا۔ ۴: رسول اللہ ﷺ کی شان میں طعنہ زنی و بے ادبی کرنے اور آپ ﷺ کو جھٹلانے والے رزیل شخص کی کن برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے؟ ۴: بہت قسمیں کھانے والا بہت حقیر ہوتا ہے۔ ۵: "بہت قسمیں کھانے والا" اور "بہت حقیر" کا آپس میں کیا ربط ہے؟ ۵: درحقیقت حقیر و ذلیل اور گھٹیا آدمی کی لازمی صفت "بہت قسمیں کھانا" ہے۔ وہ بات بات پر اس لئے قسم کھاتا ہے کہ اسے خود یہ احساس ہوتا ہے کہ لوگ اسے جھوٹا سمجھتے ہیں اور اس کی بات پر اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک وہ قسم نہ کھائے۔ اس بنا پر وہ اپنی نگاہ میں خود بھی ذلیل ہوتا ہے اور معاشرے میں بھی اس کی کوئی وقعت اور عزت نہیں ہوتی۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اپنا جائزہ لینا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ بات بات پر قسم نہ کھائیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے بھی اس سے منع فرمایا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "کبائر (بڑے گناہوں میں سے یہ بھی ہیں کہ) اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، کسی نفس کا ناحق قتل کرنا، جھوٹی قسم کھانا"۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۱: ۱: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے کی کن بُری عادات کا تذکرہ کیا گیا ہے؟ ۱: بہت عیب نکالنا اور چغل خوری کرنا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: چغل خوری سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ "چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو گا"۔ (صحیح مسلم) اسی طرح عیب جوئی سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرتا ہے اللہ ﷻ اس کی عیب گیری کرتا ہے اور جس کی عیب گیری اللہ ﷻ کرنے لگے وہ ذلیل ہو جائے گا"۔ (جامع ترمذی)

آیت نمبر ۱۲: ۱: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے کی کن بُرائیوں کو بیان کیا گیا ہے؟ ۱: بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار۔

۲: "خیر" سے کیا مراد ہے؟ ۲: خیر کے معنی مال و دولت بھی ہیں اور ہر بھلائی کا کام بھی۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہو گا کہ وہ خود بھی کنجوس اور بخیل ہے اور دوسروں کو بھی ایسا ہی سبق دیتا ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ ہر بھلائی کے کام سے خود بھی رکتا ہے اور دوسروں کو بھی روکتا رہتا ہے۔

علمی بات: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی میں یہ بھی فرمایا ہے کہ بھلائی سے روکنے سے مقصود اسلام سے روکنا ہے کیونکہ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں سے کہتا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی اسلام میں داخل ہوا تو میں اسے اپنے مال میں سے کچھ نہ دوں گا۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے کی کیا علامات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: بدمزاج ہونا، بدنام یا بدنسب ہونا۔ بدزبان، بدخلق، جھگڑالو ہونا۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ نے اپنے محبوب ﷺ کے گستاخ اور آپ ﷺ کی توہین کرنے والے کے یہ عیب گنوائے ہیں۔ اس سے اندازہ لگانا چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین کرنے والے کا کتنا عبرت ناک انجام ہوتا ہے اور ہمیں اپنا بھی محاسبہ کرنا چاہیئے کہ کہیں جانے انجانے میں ہم بھی آپ ﷺ کی شان میں کوئی توہین آمیز کلمہ یا لفظ تو نہیں بول رہے اور ہمیں بھی اپنے اخلاق کا جائزہ لینا چاہیئے کہ لوگ بدمزاجی کی وجہ سے ہم سے دور بھاگتے ہیں یا پھر ہماری خوش مزاجی کی وجہ سے ہمارے قریب رہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے بارے میں سورۂ آلِ عمران کی آیت: ۱۵۹ میں آتا ہے کہ "(اے نبی! ﷺ) اللہ کی مہربانی سے آپ ان لوگوں کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہیں اور اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے ہیں تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے تو ان کو معاف کر دیں اور ان کے لئے (اللہ سے) مغفرت مانگیں اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت کر لیا کریں"۔

COPYRIGHTS© TEAM FOUNDATION. ALL RIGHTS RESERVED. SAVE PAKISTAN ENTERTAINMENT

آیت نمبر ۱۴: ا: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے اور سرکشی اختیار کرنے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ا: بڑا مال دار ہونا اور اولاد والا ہونا۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی نعمتوں مال واولاد وغیرہ حاصل ہونے پر اللہ ﷻ کی سرکشی اور بغاوت کے بجائے اللہ ﷻ کی شکر گزاری اور فرماں برداری کی روش اختیار کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء ۲۶، کی آیات: ۸۸ تا ۸۹ آخرت کے حوالے سے ان دونوں چیزوں کی اصل حقیقت بیان کرتی ہیں کہ جس دن کفار ومشرکین اور گمراہوں کو نہ مال کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ ہی اولاد۔ لیکن فائدہ والا وہی ہو گا جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے گا۔

آیت نمبر ۱۵: ا: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے پر جب اللہ ﷻ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو اس کا کیا طرز عمل ہوتا ہے؟ ا: وہ کہتا ہے کہ یہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

عملی پہلو: قرآنِ حکیم میں سابقہ اقوام کے احوال عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لئے بیان کیئے گئے ہیں۔ جبکہ ایک متکبر اور مغرور شخص کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جب اس کو سبق لینے اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ کرنے کے لئے پہلے گزرے ہوئے متکبروں کے احوال پر مشتمل قرآنی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ سبق لینے کے بجائے ان کو افسانے قرار دے کر ان کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۱۶: ا: رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے کو کیا سزا دی جائے گی؟ ا: اللہ ﷻ عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائے گا۔

۲: "ناک پر داغ لگانے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: ذلت اور رسوائی یا ایسی علامات جس سے وہ دور سے پہچانا جائے۔ جیسے ولید بن مغیرہ کی ناک پر تلوار کا زخم لگا تھا۔ بعض مال دار نافرمان لوگ اپنی ناک کو اونچا رکھنے کی خاطر کئی ایسے جتن کرتے رہتے ہیں کہ ان کی ناک کو کوئی آنچ نہ پہنچے۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ اللہ ﷻ اس شخص کی اس بڑی ناک کو پوری طرح ذلیل کر کے چھوڑے گا۔

عملی پہلو: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے ہمیں اچھے اخلاق وعادات اختیار کرنے چاہئیں اور رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں بے ادبی انسان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ا: آیات: ۱۷ تا ۳۳ تک کن لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے؟ ا: باغ والوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

۲: باغ والے کون تھے؟ ۲: باغ والے تین بھائی تھے جن کے والد نیک اور سخی انسان تھے۔ والد کی وفات کے بعد تینوں بیٹوں نے بخل سے کام لیا جس پر اللہ ﷻ نے انہیں سزا دی اور ان کا باغ تباہ برباد ہو گیا۔ ۳: اللہ ﷻ نے باغ والوں کی طرح کن لوگوں کی آزمائش فرمائی؟ ۳: اللہ ﷻ نے اہل مکہ کو بھی قحط اور بھوک سے ایسا ہی آزمایا جیسے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ ۴: باغ والوں نے کس بات پر قسم کھائی تھی؟ ۴: انہوں نے قسم کھائی کہ ہم صبح ہوتے ہی مسکینوں کے آنے سے پہلے ہی باغ کا سب پھل توڑ لیں گے۔

آیت نمبر ۱۸: ا: باغ والوں نے ارادہ کرتے ہوئے مزید کیا غلطی کی؟ ا: انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہیں کہا۔

۲: ان شاء اللہ کا کیا مطلب ہے؟ ۲: اگر اللہ ﷻ نے چاہا۔ ۳: ہمیں ان شاء اللہ کیوں کہنا چاہیئے؟ ۳: کیونکہ اس کائنات میں کوئی کام اللہ ﷻ کے ارادے کے بغیر نہیں ہوتا۔ لہذا اللہ ﷻ کے ارادے کے بغیر محض ہمارے ارادے سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ سورۃ الکھف ۱۸، آیات: ۲۳ تا ۲۴ میں آتا ہے کہ "اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔ مگر (ان شاء اللہ کہہ کر یعنی اگر) اللہ چاہے تو (کروں گا) اور جب اللہ کا نام لینا بھول جاؤ تو یاد آنے پر لے لو اور کہہ دو کہ امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کی راہ بتائے"۔

آیت نمبر ۱۹: ا: اللہ ﷻ نے باغ والوں کو کیا سزا دی؟ ا: ان کا باغ تباہ وبرباد ہو گیا۔

۲: باغ کیسے تباہ ہوا؟ ۲: باغ پر اللہ ﷻ کی طرف سے ہر سمت سے پھرنے والا ایک عذاب آ گیا۔

۳: عذاب کے وقت باغ والے کیا کر رہے تھے؟ ۳: باغ والے سو رہے تھے۔

آیت نمبر ۲۰: ا: عذاب کے بعد باغ کا کیا حال ہوا؟ ا: باغ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔

آیت نمبر ۲۱: ا: صبح ہوتے ہی باغ والوں نے کیا کیا؟ ا: وہ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔

آیت نمبر ۲۲: ا: باغ والوں نے آپس میں کیا مشورہ کیا؟ ا: اگر پھل توڑنا ہے تو باغ میں صبح سویرے چلو۔

COPYRIGHTS © RESERVED
THE ILMI FOUNDATION
SALE OF THIS BOOK WOULD
ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

۲: باغ والے صبح سویرے ہی باغ میں پھل توڑنے کیوں جانا چاہتے تھے؟ ۲: تاکہ مسکینوں اور محتاجوں کے آنے سے پہلے باغ کا سب پھل توڑ سکیں۔

عملی پہلو: ہمیں ہمیشہ مسکینوں اور محتاجوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ باغ والے دوسروں کی محرومی کے لئے منصوبہ بندی اور چالیں چل کے دراصل خود اپنی ہی محرومی کا سامان کر رہے تھے اور اپنے پاؤں پر خود اپنے ہاتھوں سے کلہاڑا مار رہے تھے مگر وہ اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کا باغ تو اللہ ﷻ تباہ و برباد کر چکا ہے۔ اسی لئے دین اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ دوسروں کے بھلے اور نفع پہنچانے کی فکر و کوشش کرو، تاکہ خود تمہارا بھلا ہو۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسروں کو سب سے زیادہ نفع اور فائدہ پہنچانے والا ہے"۔ (بیہقی) اسی طرح ایک اور جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ ﷻ اپنے بندے کی مدد میں ہوتا ہے جب تک کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے"۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۲۳: ۱: باغ کی طرف جاتے ہوئے وہ کیا کر رہے تھے؟ ۱: آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: باغ والے راستے میں چپکے چپکے آپس میں کیا بات کر رہے تھے؟ ۱: آج تمہارے پاس باغ میں کوئی مسکین داخل نہ ہونے پائے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: باغ والے صبح سویرے کیا گمان کرتے ہوئے گھر سے نکلے؟ ۱: وہ گمان کر رہے تھے کہ وہ اپنی منصوبہ بندی سے مسکینوں کو روکنے پر قادر ہیں۔

عملی پہلو: انسان جتنے بھی منصوبے بنالے بالآخر ہوتا وہی ہے جو اللہ ﷻ کو منظور ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ اٰلِ عمران ۳، آیت: ۵۴ میں آتا ہے کہ "اور انھوں نے چال چلی اور اللہ نے بھی تدبیر فرمائی اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے"۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اپنے اجڑے ہوئے باغ کو دیکھ کر باغ والوں نے کیا کہا؟ ۱: ہم ضرور راستہ بھول گئے ہیں۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اپنے اجڑے ہوئے باغ کو پہچان کر باغ والوں نے اور کیا کہا؟ ۱: ہم راستہ نہیں بھولے بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: باغ والوں میں جو سب سے بہتر تھا اس نے بھائیوں کو کیا توجہ دلائی؟ ۱: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ اللہ ﷻ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

علمی بات: بُرے سے بُرے معاشرے میں بھی کچھ ایسی نیک بخت اور سعید روحیں موجود ہوتی ہیں جو لوگوں کو ان کی بے راہ روی پر ٹوکتے اور غلط راستے سے روکتے رہتے ہیں، غفلت کے مارے خواہ ان کی بات سنیں یا نہ سنیں، خیر کی بات کو اپنائیں یا نہ اپنائیں، ایسے نیک بخت اور سعادت مند لوگ ان کو حق و ہدایت کی تعلیم و تلقین کرتے رہتے ہیں، سو ایسا ہی اللہ ﷻ کا ایک بندہ ان کے اندر بھی موجود تھا۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: باغ والوں نے توجہ دلانے پر کیا کیا؟ ۱: اللہ ﷻ کی تسبیح بیان کی اور اپنے ظالم ہونے کا اقرار کیا۔

عملی پہلو: اگر ہم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر قائم رہنے اور فخر کرنے کے بجائے فوراً اللہ ﷻ سے معافی مانگنی چاہیئے اور اللہ ﷻ کی بارگاہ میں شرمندگی اور ندامت کے اظہار کے ساتھ اللہ ﷻ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے توبہ و استغفار کرنا چاہیئے۔

۲: باغ والوں نے کیا ظلم کیا تھا؟ ۲: بخل اور کنجوسی کرتے ہوئے مسکینوں اور محتاجوں کو کچھ نہ دینے کا ارادہ کیا تھا۔

علمی بات: اس سے معلوم ہوا گناہ کا پکا ارادہ اور اس کے لئے ابتدائی اقدامات بھی گناہ کے ارتکاب کی طرح جرم ہیں جس پر مؤاخذہ یعنی پکڑ ہو سکتی ہے صرف وہ ارادہ معاف ہے جو وسوسے کی حد تک ہو۔

عملی پہلو: وہ بھائی جس نے صحیح بات کہی تھی اگرچہ دوسروں سے بہتر تھا مگر پھر بہر حال اِنہیں کے ساتھ ہو لیا اور انہیں کی غلط رائے پر عمل کے لئے تیار ہو گیا تھا اس لئے حشر اس کا بھی انہیں جیسا ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو آدمی کسی گناہ سے لوگوں کو روکے مگر وہ نہ رکیں، پھر خود بھی ان کے ساتھ لگا رہے اور گناہ میں شریک رہے تو یہ بھی انہیں کے حکم میں ہوتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ نہیں رکے تو خود اپنے آپ کو اس گناہ سے بچائے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: اُجڑے ہوئے باغ کو دیکھ کر بھائیوں نے کیا کیا؟ ۱: ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔

علمی بات: یہ تنگ ظرف اور جلد باز انسانوں کا طریقہ ہے کہ یہ بازی ہارنے پر اس کا الزام ایک دوسروں کو دینے لگتے ہیں۔

عملی پہلو: آج کل عام قاعدہ بن گیا ہے کہ کہیں اجتماعی نوعیت کا کام کیا جا رہا ہو اور مجموعی عمل کی وجہ سے کوئی ناکامی یا مصیبت پیش آجائے تو اس کا الزام ایک دوسرے پر ڈالنے میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ جب کہ جرم میں کسی نہ کسی لحاظ سے سب شریک ہوتے ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے پر الزام تراشی کے بجائے اس کے تدارک کی

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE FOUNDATION. SAUDI GOVT. OF ENTIRE CONTENTS

طرف توجہ دینی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اُجڑے ہوئے باغ کو دیکھ کر باغ والوں نے کیا کہا؟ ۱: ہائے افسوس ہے ہم پر۔ یہ اعتراف ندامت ان کی توبہ کے قائم مقام تھا اسی بناء پر ان کو اللہ ﷻ سے یہ امید ہوئی کہ اللہ ﷻ انہیں اس باغ سے بہتر باغ عطا فرمادے گا۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اللہ ﷻ سے رحمت کی امید رکھتے ہوئے اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ ﷻ سے معافی مانگنی چاہیئے۔

۲: باغ والوں نے باغ کے برباد ہونے کا ذمہ دار کسے ٹھہرایا؟ ۲: اپنی سرکشی کو۔

علمی بات: انسانوں کی اکثریت کی ایک عام خصلت یہ ہے کہ جب کسی کو سیر ہو کر کھانے کو ملنے لگتا ہے اور اس پر خوش حالی کا دور آتا ہے تو وہ اپنے جیسے انسانوں کو تو درکنار اپنے خالق و مالک کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور اس کی سرکشی اور بغاوت پر اتر آتا ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: باغ والوں نے اللہ ﷻ سے کیا امید باندھی؟ ۱: انہوں نے امید کی کہ اللہ ﷻ انہیں اس باغ کے بدلے میں اس سے بہتر باغ عطا فرمائے گا۔

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب ان سب لوگوں نے سچے دل سے توبہ کرلی تو اللہ ﷻ نے ان کو اس سے بہتر باغ عطا فرمادیا جس کے انگوروں کے خوشے اتنے بڑے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر پر لادا جاتا تھا۔ (واللہ اعلم)

۲: باغ والوں نے اپنے کس طرز عمل کا ذکر کیا؟ ۲: ہم اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں اس دعا کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے کہ اے اللہ! ہمارے دلوں کو بھی اپنی طرف رجوع کرنے والا بنادے۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: باغ والوں کے قصہ کا اللہ ﷻ نے کیا نتیجہ ذکر فرمایا؟ ۱: اسی طرح دنیا میں عذاب ہوتا ہے۔

۲: دنیا کے عذاب کے مقابلے میں آخرت کا عذاب کیسا ہے؟ ۲: آخرت کا عذاب یقیناً بہت بڑا ہے۔

۳: لوگوں کی لاعلمی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: کاش کہ لوگ جانتے کہ یہ دنیا کا عذاب تو ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ بھلا آخرت کی بڑی آفت کو کون ٹال سکتا ہے۔ سمجھنا چاہے تو آدمی کے لئے یہی بات کافی ہے۔ اسی طرح اللہ ﷻ بہت سے لوگوں کو ان کے گناہوں پر ڈرسنانے کے لئے دنیا میں ان پر امراض اور مصائب و آفات مسلط کر دیتا ہے، تاکہ یہ اپنے گناہوں سے باز آجائیں اور آخرت کے بڑے عذاب سے نجات پائیں۔ اس بات کا ذکر سورۃ السجدہ ۳۲، آیت: ۲۱ میں آتا ہے کہ "اور ہم چکھاتے رہیں گے ان کو چھوٹے چھوٹے عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے تاکہ یہ لوگ باز آجائیں (اپنی سرکشی سے)"۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: اللہ ﷻ کے پاس نعمتوں بھرے باغ کیسے لوگوں کے لئے ہیں؟ ۱: متقین کے لئے۔ (تقویٰ کا مطلب ہے اللہ ﷻ کی اطاعت کرنا گناہوں سے بچنا)

آیت نمبر ۳۵: ۱: آخرت کے بارے میں غلط عقائد کی کیا اصلاح کی گئی؟ ۱: اللہ ﷻ فرماں برداروں کو مجرموں کے برابر نہیں کرے گا۔ جس طرح کسی حکومت کے ذمہ دار شہری اور مجرم برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح اللہ ﷻ کے فرماں بردار اور نافرمان برابر نہیں ہوسکتے۔

علمی بات: اس طرح سوال کرنے کا انداز سورۃ الرعد ۱۳، آیت: ۱۶ میں بھی ملتا ہے کہ "کہو کہ کیا تم نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے؟ (یہ بھی) پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا اور اجالا برابر ہوسکتا ہے؟"۔ (یقیناً نہیں ہوسکتا)

آیت نمبر ۳۶: ۱: آخرت کے بارے میں غلط عقائد رکھنے والوں کی کیا سرزنش کی گئی ہے؟ ۱: تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو کہ قیامت کے دن تمہیں مسلمانوں سے بڑھ کر اچھا بدلہ ملے گا۔ کیونکہ کفار مکہ نے غرور و تکبر سے اپنے دل میں یہ ٹھہرا رکھا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت و بخشش ہوگی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی۔

علمی بات: کفار مکہ مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اللہ ﷻ جو اپنی نعمتوں سے ہمیں نواز رہا ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ہم سے خوش ہے اور تم جو بدحالی میں مبتلا ہو تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تم اللہ ﷻ کے مغضوب ہو وہ تم سے ناخوش ہے۔ لہٰذا اگر قیامت واقع ہوئی جیسا کہ تم کہتے ہو تو ہم وہاں بھی عیش کریں گے اور عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو تمہارے حصے میں آئے گا۔ اس کا جواب یہاں دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: آخرت سے متعلق منکرین حق کے غلط نظریات کی کیا دلیل طلب کی گئی ہے؟ ۱: کیا تمہارے پاس اللہ ﷻ کی نازل کردہ کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ تمہیں آخرت میں مسلمانوں سے بڑھ کر بدلہ ملے گا۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: منکرین حق کے غلط نظریات کو کیسے رد کیا گیا؟ ۱: اللہ ﷻ نے ایسی کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی جس میں یہ حکم ہو کہ تمہارے لئے آخرت میں وہ کچھ ہے جو تم پسند کرو۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: منکرین حق کی خوش فہمیوں کو کیسے دور کیا گیا؟ ۱: کیا تمہیں اللہ ﷻ نے قیامت کے لئے کوئی قسم دے رکھی ہے کہ جو تم چاہو گے وہی ہو گا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: نبی کریم ﷺ کو کفار سے کیا بات پوچھنے کا کہا گیا؟ ۱: ان کفار میں سے کون اس بات کا ذمہ دار ہے کہ قیامت کے دن اللہ ﷻ انہیں اچھا بدلہ دے گا۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: منکرین حق کی کس نافرمانی و ظلم کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: وہ اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

۲: مشرکین کے جھوٹے معبودوں کا پول کیسے کھولا گیا ہے؟ ۲: اگر یہ مشرکین سچے ہیں تو وہ جنہیں خدائی میں اللہ ﷻ کا شریک سمجھتے ہیں انہیں لے آئیں اور چاہیئے کہ یہ جھوٹے معبود ان کو عذاب سے بچالیں۔ جو ان کے بس میں نہیں۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: قیامت کے دن کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔

۲: پنڈلی کھولنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: بعض مفسرین کے نزدیک پنڈلی کھولنے سے مراد اللہ ﷻ کی ایک خاص تجلی ہے۔ جب کہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ ایک محاورہ ہے جو نہایت سخت ترین معاملات کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے گھمسان کی جنگ کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ جنگ نے پنڈلی کھول دی (واللہ اعلم)۔

۳: قیامت کے دن پنڈلی کھولنے پر لوگوں کو کس کام کے لئے بلایا جائے گا؟ ۳: اللہ ﷻ کو سجدہ کرنے کے لئے بلایا جائے گا۔

۴: اس وقت مومنین کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۴: مومنین اللہ ﷻ کو سجدہ کریں گے۔ ۵: اس وقت کفار کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۵: کفار چاہنے کے باوجود اللہ ﷻ کو سجدہ نہ کر سکیں گے۔

عملی پہلو: ہمیں آج نماز میں اور زندگی کے ہر معاملے میں اللہ ﷻ کے حکم کے سامنے جھک جانا چاہیئے ورنہ کل ذلت ہو گی کہ اللہ ﷻ جھکنے کا حکم دے گا مگر بندہ جھک نہ سکے گا۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: روز قیامت کفار کا کیا حال ہو گا؟ ۱: ان کی آنکھیں خوف سے جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہو گی۔ ۲: کفار قیامت کے دن اللہ ﷻ کو سجدہ کیوں نہیں کر سکیں گے؟ ۲: ان کی کمر تختہ کی مانند کر دی جائے گی اور انہیں سجدہ کرنے سے روک دیا جائے گا کیونکہ وہ دنیا میں اللہ ﷻ کو سجدہ نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ صحیح سالم تھے اور انہیں سجدہ کے لئے بلایا جاتا تھا۔ ۳: دنیا میں اللہ ﷻ کو سجدہ کرنے کے لئے لوگوں کو کون بلاتا ہے؟ ۳: مؤذن دن میں پانچ بار اذان دے کر لوگوں کو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ آؤ نماز کی طرف پکار کر لوگوں کو اللہ ﷻ کو سجدہ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: اللہ ﷻ نے منکرین قرآن کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۱: آپ ﷺ منکرین قرآن کو اللہ ﷻ کے حوالے کر دیں اللہ ﷻ ان سے خود نمٹ لے گا۔ ۲: منکرین قرآن کا کیا انجام ہوا؟ ۲: اللہ ﷻ انہیں آہستہ آہستہ جہنم کی طرف لے جائے گا کہ انہیں معلوم بھی نہ ہو گا۔

علمی بات: اللہ ﷻ اپنی آیات کے جھٹلانے والوں کو اپنی حکمت و رحمت کی بناء پر فوراً نہیں پکڑتا بلکہ آہستہ آہستہ تدریجاً پکڑتا ہے جس کی ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اس بات کا ذکر سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۱۸۲ میں بھی ملتا ہے۔

"اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہم ان کو بتدریج اس طریقے سے پکڑیں گے کہ ان کو معلوم ہی نہ ہو گا"۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: اللہ ﷻ منکرین قرآن کو فوراً سزا کیوں نہیں دیتا؟ ۱: دنیا میں اللہ ﷻ ان کو ڈھیل دیتا ہے اور سنبھلنے اور اصلاح کا موقع بھی دیتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں غفلت میں پڑنے، اور لاپرواہی برتنے کے بجائے اپنی روش کی اصلاح کر لینی چاہیئے قبل اس کہ تلافی و تدارک کی یہ فرصت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے۔ سچے دل سے توبہ و استغفار کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION SOKWOUTH AND CRIMINAL ACTION

علمی بات: اللہ ﷻ انسان کی گزشتہ تمام کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف کر کے اسکو اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتا ہے، کیونکہ جس طرح اسکی پکڑ اور گرفت بڑی سخت ہے، اسی طرح اس کی رحمت و عنایت بھی بڑی وسیع ہے۔ جیسا کہ سورۃ الحجر ۱۵ کی آیات: ۴۹ تا ۵۰ میں آتا ہے کہ "(اے نبی ﷺ!) میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی درد دینے والا عذاب ہے"۔

۲: کیا کوئی مجرم اللہ ﷻ کی پکڑ سے بچ سکتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کی تدبیر بہت مضبوط ہے اور کوئی اس کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ سورۃ الاعراف ۷ کی آیت: ۹۹ میں اللہ ﷻ کی تدبیر کا کچھ یوں ذکر ہے کہ "پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں، تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں"۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: کفار کی ہٹ دھرمی پر آپ ﷺ کو کیسے تسلی دی گئی ہے؟ ۱: کیا آپ ﷺ ان سے اجر مانگتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دَبے جا رہے ہیں۔ بالکل یہی الفاظ سورۃ الطور ۵۲، آیت: ۴۰ میں بھی آئے ہیں۔

علمی بات: جتنے انبیاء و رُسل علیہم السلام تشریف لائے سب نے اپنی قوموں سے یہی فرمایا: "اے میری قوم! میں (تبلیغ کے) اس کام پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو بس اسی ذات (اقدس) کے ذمہ (کرم میں) ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا ہے، کیا پھر بھی تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟"۔ (سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۵۱)

آیت نمبر ۴۷: ۱: کفار کی ضد پر کیسے ملامت کی گئی ہے؟ ۱: کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے یہ لکھ رہے ہیں اور اسی لئے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا انکار کر رہے ہیں۔ بالکل یہی الفاظ سورۃ الطور ۵۲، آیت: ۴۱ میں بھی آئے ہیں۔ ۲: علم غیب کس کے پاس ہے؟ ۲: کل علم غیب صرف اللہ ﷻ کے پاس ہے البتہ اللہ ﷻ اپنے رسولوں کو اپنے غیب سے آگاہ فرماتا ہے۔ جنہیں اللہ ﷻ نے غیب بتانے کے لئے پسند فرمایا۔ جیسا کہ سورۃ آلِ عمران: آیت: ۱۷۹، اور سورۃ جن: آیات: ۲۶، ۲۷ میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کس بات کی تلقین فرمائی؟ ۱: (اے محبوب ﷺ) آپ اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کیجئے۔ ۲: رب کا حکم آنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی رب کی طرف سے فتح و نصرت آنے تک صبر کیجئے۔ ۳: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کس بات سے منع فرمایا؟ ۳: (اے محبوب ﷺ) آپ صبر کیجئے اور مچھلی والے کی طرح جلدی نہ کیجئے۔ ۴: مچھلی والے سے کون مراد ہیں؟ ۴: حضرت یونس علیہ السلام جنہیں اہل نینوا یعنی عراق کے شمال مغربی علاقہ موصل کے رہنے والوں کی طرف بھیجا گیا تھا جو اپنی قوم کو برے انجام سے ڈرا کر نینویٰ شہر سے دور چلے گئے جب کہ اللہ ﷻ کی طرف سے آپ علیہ السلام کو اپنی قوم کو چھوڑ کر جانے کی ابھی باقاعدہ اجازت نہیں دی گئی تھی، مگر اللہ ﷻ سے مضبوط تعلق کی بنا پر حضرت یونس علیہ السلام یہ اُمید کرتے ہوئے جلدی چلے گئے کہ اللہ ﷻ کی طرف سے اجازت عطا ہو جائے گی اور انہیں ایک مچھلی نے اللہ ﷻ کے حکم سے نگل لیا تھا۔ ۵: غم کی حالت میں حضرت یونس علیہ السلام نے کیا کیا؟ ۵: وہ اللہ ﷻ کو اِن الفاظ کے ساتھ پکارتے رہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ "تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں ہی نقصان کاروں میں سے ہوں"۔ (سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۸۷)

عملی پہلو: ہمیں بھی مشکل اور پریشانی میں یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: حضرت یونس علیہ السلام کی پکار کا اللہ ﷻ نے کیا جواب دیا؟ ۱: آپ علیہ السلام کے پکارنے پر اللہ ﷻ کے فضل نے انہیں سنبھال لیا۔

۲: اگر یونس علیہ السلام کو اللہ ﷻ کی رحمت نہ سنبھال لیتی تو وہ کس حال میں ہوتے؟ ۲: تو وہ یقیناً چٹیل میدان میں ڈال دیئے جاتے اس حال میں کہ وہ الزام دیئے ہوئے ہوتے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: حضرت یونس علیہ السلام کا اللہ ﷻ کے ہاں کیا مقام ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کو پسندیدہ و منتخب فرمایا اور انہیں قرب خاص کے ساتھ صالحین میں سے کر دیا، یعنی آپ علیہ السلام کا اور زیادہ رتبہ بڑھایا اور آپ علیہ السلام کو فرائض رسالت کی انجام دہی کے لئے دوبارہ ان کی قوم کی طرف بھیجا گیا۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: جب آپ ﷺ قرآن کی تلاوت فرماتے تو کفار مکہ کیا کرتے تھے؟ ۱: کفار مکہ آپ ﷺ کو گھور گھور کر دیکھتے تاکہ آپ ﷺ کو قرآن کی تبلیغ سے پھسلا دیں۔

COPYRIGHT RESERVED WITH THE FOUNDATION SAFE OF THIS SOFTWARE IS ENTAL

شانِ نزول: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب کفار نے آپ ﷺ کو نظر بد لگانے کا ارادہ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو نظر بد لگائی۔ قریش کی ایک جماعت نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا ہم نے آپ جیسا اور آپ کے استدلال جیسا نہیں دیکھا۔ اللہ ﷻ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو اس نظر بد سے محفوظ رکھا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ نظر بد کا رواج بنو اَسد کے قبیلے میں بہت زیادہ تھا۔

عملی پہلو: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نظر کا لگ جانا اور اس کا دوسروں پر اثر انداز ہونا حق ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس سے بچنے کے لئے دعائیں بھی بیان کی گئی ہیں اور یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ جب کسی کو کوئی چیز اچھی لگے تو مَاشَاءَ اللہ یا بَارَکَ اللہ کہو تاکہ اسے نظر نہ لگے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ اللہ ﷻ کی پناہ میں دیتے تھے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر بری نظر اثر کرتی ہے جس سے اللہ ﷻ کی پناہ طلب کرنی چاہیئے تو اچھی نظر بھی اکثر رکھتی ہے جو دلوں کی کایا پلٹ دیتی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: أُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ۔ "میں تم دونوں کو اللہ کے بھرپور کلمات کی پناہ میں سونپتا ہوں ہر شیطان سے اور ہر ایک زہریلے جانور سے اور ہر ایک لگ جانے والی نظر سے" اور فرماتے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو انہی الفاظ سے اللہ ﷻ کی پناہ میں دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

۲: کفار مکہ قرآن کو سن کر آپ ﷺ سے کیا کہتے تھے؟ ۲: وہ کہتے تھے کہ آپ ضرور مجنون ہیں۔ (معاذ اللہ)

۳: کفارِ مکہ آپ ﷺ کو مجنون یا دیوانہ کیوں کہتے تھے؟ ۳: وہ آپ ﷺ کو دیوانہ اس لئے کہتے تھے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کو اپنی عقل اور عقیدہ کے خلاف سمجھتے تھے۔ پھر صرف آپ ﷺ کی قوم نے ہی آپ ﷺ کو مجنون نہیں کہا بلکہ ہر رسول کو دیوانہ کہا جاتا رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

علمی بات: ایک نبی علیہ السلام اور ایک مجنون میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی دعوت اگرچہ بُرائی میں مبتلا معاشرہ کی عقل اور دستور کے خلاف ہوتی ہے۔ تاہم وہ ہمیشہ اپنی دعوت حق پر قائم رہ کر، اس پر عمل کر کے دکھاتا ہے۔ وہ اپنے پاکیزہ و بلند اخلاق و کردار سے اپنی بات پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے۔ جبکہ مجنون ان تینوں باتوں سے عاری ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۵۲: ا: قرآن کا کیا تعارف کرایا گیا ہے؟ ا: قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

علمی بات: قرآن کا انکار کرنے والوں اور آپ ﷺ کو مجنون کہنے والوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ یہ قرآن جن و انس کی ہدایت و رہنمائی اور نصیحت کے لئے آیا ہے۔ اس میں تمام عالم کے بنی نوع انسان کی اصلاح کا ذخیرہ موجود ہے۔ اس کو بیان کرنے والا مجنون (دیوانہ) ہرگز نہیں۔ اِس کو بیان کرنے والے کا کردار بھی عظیم ہے جن کو ان مشرکین نے ہی صادق اور امین کہا تو وہ مجنوں کیسے ہو سکتے ہیں؟ حقیقت میں یہ کفار و مشرکین خود ہی مجنون ہیں۔

مشقوں کے جوابات

سوال ا: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(ا) اَلْمَفْتُوْنُ کے معنی ہیں:

(الف) جادوگر ✓(ب) مجنون (ج) شاعر (د) گم راہ

(۲) تُدْهِنُ عربی قواعد کی رُو سے ہے:

(الف) ضمیر (ب) اسم ✓(ج) فعل (د) حرف

(۳) زَعِيْمٌ کے معنی ہیں:

(الف) قرض دار (ب) سمجھ دار ✓(ج) ذمّہ دار (د) رشتہ دار

COPYRIGHTS © RESERVED BY THE ILM FOUNDATION WORLDWIDE. SALE OF THIS BOOK WITHOUT ENTAIL CIVIL CRIMINAL

(۴) سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝ کی رو سے اللہ ﷻ کی آیات کو جھٹلانے والے کی داغی جائے گی:

(الف) گردن (ب) ناک ✓(ج) ٹھوڑی (د) پیشانی

(۵) كَصَاحِبِ الْحُوْتِ سے مراد ہیں:

(الف) سیدنا یعقوب عَلَيْهِ السَّلَامُ (ب) سیدنا یوسف عَلَيْهِ السَّلَامُ ✓(ج) سیدنا یونس عَلَيْهِ السَّلَامُ (د) سیدنا موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۚ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ آیات کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی کیا شان بیان فرمائی ہے؟

جواب: ۱۔ آپ ﷺ کے لیے کبھی ختم نہیں ہونے والا اجر ہے۔ ۲۔ بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔

۲۔ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ آیات کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو کیا تعلیم دی گئی؟

جواب: آپ ﷺ کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آپ ﷺ حق کو جھٹلانے والوں یعنی کفار و مشرکین کی بات نہ مانیں۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔

۳۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝

آیات کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کو جھٹلانے والے شخص کی کیا علامات بیان فرمائی گئی ہیں؟

جواب: آیات کریمہ کے مطابق ایسا شخص کثرت سے جھوٹی قسمیں کھانے والا، بہت گھٹیا ہے، بڑا ہی عیب نکالنے والا چغل خور، خیر کے کاموں سے روکنے والا، حد سے بڑھا ہوا، سخت گناہ گار ہے۔ بدمزاج، اس کے علاوہ بدنسل بھی ہے۔

۴۔ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝ آیات کریمہ کی رو سے باغ والے ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر کیا کہنے لگے؟

جواب: آیاتِ کریمہ کے مطابق اُجڑے ہوئے باغ کو دیکھ کر وہ ایک دوسرے کو ملامت کر کے کہنے لگے ہائے ہم پر افسوس! یقیناً ہم ہی سرکش یعنی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔

۵۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝

آیات کریمہ میں روز قیامت کفار کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے؟

جواب: قیامت کے دن جب کفار کو سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے، ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، ان پر ذِلّت چھا رہی ہو گی کیونکہ وہ دنیا میں صحت مند ہونے کے باوجود سجدہ نہیں کرتے تھے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: بے شک آپ کا ربّ خوب جانتا ہے اسے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہ (ان کو بھی) خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ تو آپ جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔

(ب) سُوْرَةُ الْقَلَمِ میں مذکور باغ والوں کے واقعہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: انسان کو اللہ ﷻ کی دی ہوئی نعمتوں پر کبھی غرور نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی مسکینوں کا حق مارنا چاہیے۔ جب انسان اپنی استطاعت کے مطابق اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنے کے بجائے بخل اور خود غرضی سے کام لیتا ہے تو اللہ ﷻ کی ناراضگی اس کی تمام مادی خوشیوں کو پل بھر میں راکھ بنا سکتی ہے۔

۲۔ (الف) اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ ۪ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۚ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE IL FOUNDATION WUELL SEAL OF THIS BOOK IS EMBLEM ON

جواب: بے شک پرہیز گاروں کے لیے ان کے ربّ کے پاس نعمتوں والے باغات ہیں۔ تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ تمھیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

(ب) سُوْرَۃُ الْقَلَمِ کا تعارف اور مرکزی مضمون لکھیں۔

جواب: اس سورت کی ابتدا میں قَلَمٌ لفظ آیا ہے، اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَۃُ الْقَلَمِ" ہے۔ اس کو سورۃ "نٓ" بھی کہتے ہیں۔ یہ سورت مکی دور میں نازل ہوئی۔ اس سورت کے مرکزی مضمون میں نبی کریم ﷺ کی عظمت اور مخالفین کی ذلّت کا بیان۔

۳۔ (الف) وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۘ۝ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا (ایسا لگتا ہے) کہ وہ آپ (ﷺ) کو اپنی (تیز) نگاہوں سے پھسلا دیں جب وہ قرآن کو سنتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یقیناً یہ تو مجنون ہے۔ حالاں کہ وہ (قرآن) تو تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْقَلَمِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ مکّہ مکرّمہ کے مشرک سرداروں کی اخلاقی بُرائیوں کا تذکرہ۔ ۲۔ قلم کی قسم کھا کر علم کی عظمت کی طرف اشارہ۔ ۳۔ نبی کریم ﷺ کو حق پر ڈٹے رہنے کی تلقین۔ ۴۔ نبی اکرم ﷺ کو جھٹلانے اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے بُرے کردار کا بیان۔ ۵۔ باغ والوں کا قصّہ اور اس باغ کی تباہی کا سبب اور ان کے آخرت کے انجام کا بیان۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL

سبق:۱۷ سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃ آیات:۱تا۵۲

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ "اَلْحَآقَّۃ" کیا ہے؟ ۲۔ قیامت کو جھٹلانے والی قوموں کا کیا انجام ہوا؟
۳۔ سابقہ قوموں کے انجام میں کیا سبق ہے؟ ۴۔ قیامت کے واقع ہونے کے وقت کیا مناظر رونما ہوں گے؟
۵۔ دائیں ہاتھ والے کون ہیں اور ان کا انجام کیسا ہو گا؟ ۶۔ بائیں ہاتھ والے کون ہیں اور ان کے ساتھ کیسا سلوک ہو گا؟
۷۔ قیامت کے دن ناکام ہونے والا کس بات پر پچھتائے گا؟ ۸۔ اہل جہنم کے کون سے جرائم بیان ہوئے ہیں؟
۹۔ اہل جہنم کے لئے کھانا اور پینا کیسا ہو گا؟ ۱۰۔ مشرکین کے کن الزامات کو رد کیا گیا ہے؟
۱۱۔ منکرینِ قرآن پر کیا افسوس کیا گیا ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورۃ "سورۃ القلم" میں رسول اللہ ﷺ کے خلق عظیم کے مقام پر فائز ہونے کے ذکر کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو جھٹلانے والوں کی اخلاقی برائیوں، ان کے عبرت ناک انجام اور باغ والوں پر آنے والے دنیاوی عذاب کا ذکر تھا۔ سورۃ القلم میں ذکر تھا کہ فرمانبردار اور مجرم لوگ برابر نہیں ہو سکتے، سورۃ الحاقہ میں فرمانبرداروں (یعنی اہل جنت) اور نافرمانوں (یعنی اہل جہنم) کے حالات کا بیان ہے۔ سورۃ القلم میں ذکر تھا کہ قرآن حکیم تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے سورۃ الحاقہ میں فرمایا گیا ہے کہ یہ قرآن حکیم کسی شاعر یا کاہن کا کلام نہیں بلکہ اللہ ﷻ کے محبوب حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا کلام ہے جو تمام جہانوں کے رب اللہ ﷻ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: الحاقۃ سے کیا مراد ہے؟ ۱: یقیناً واقع ہونے والی۔ وہ واقعہ جس کا آنا یقینی، لازماً اور برحق ہے، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: یقیناً واقع ہونے والی کیا ہے؟ ۱: قیامت جو آکر رہے گی۔

علمی بات: سورت کے آغاز میں یکے بعد دیگرے یہ دو سوالات درحقیقت سامعین کو اس واقع ہونے والی قیامت کی اہمیت، شان اور عظمت کو سمجھانے کے لئے کیئے گئے ہیں تاکہ وہ پوری توجہ کے ساتھ آگے بیان ہونے والی بات سنیں۔

آیت نمبر ۳: ۱: الحاقۃ کیا ہے؟ ۱: قیامت کا ایک اور نام۔

۲: "اور آپ کو کیا معلوم کیا ہے یقیناً واقع ہونے والی" کہہ کر کیا بات سمجھائی جا رہی ہے؟ ۲: یعنی اس کی حقیقت کو جاننا اور پوری طرح اس کا اندازہ کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ سو بڑا ہی بُرا حال ہو گا ان لوگوں کا جو آج اس کو جھٹلا رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی مہلت عمر یونہی گزر جائے گی، اور ان کو خالی ہاتھ دنیا سے کوچ کرنا پڑے گا، جو سب سے بڑا اور انتہائی ہولناک خسارہ ہے کیونکہ یہ وہ خسارہ ہے جس کی تلافی اور تدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں ہو گی۔

آیت نمبر ۴: ۱: کن قوموں نے قیامت کا انکار کیا؟ ۱: قوم ثمود اور قوم عاد نے۔

۲: ان قوموں کی کیا ترتیب تھی؟ ۲: پہلے قوم عاد گزری ہے۔ پھر قوم ثمود۔

۳: قوم ثمود کی طرف کسے رسول بنا کر بھیجا گیا؟ ۳: حضرت صالح علیہ السلام۔ ۴: قوم ثمود کا جرم کیا تھا؟ ۴: اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور اپنے رسول کو جھٹلانا۔

۵: قوم عاد کی طرف کسے رسول بنا کر بھیجا گیا؟ ۵: حضرت ھود علیہ السلام۔ ۶: قوم عاد کا کیا جرم تھا؟

۶: اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھرانا اور اپنے رسول کو جھٹلانا۔ ۷: اس آیت میں قیامت کو کس نام سے ذکر کیا گیا ہے؟ ۷: القارعۃ۔ ۸: القارعۃ

کے کیا معنی ہیں؟ ۸: کھڑ کھڑانے والی قیامت۔

علمی بات: قیامت یا آخرت کا معاملہ اتنا ہی نہیں کہ کوئی مانتا ہے تو مان لے نہیں مانتا تو نہ مانے۔ انکارِ قیامت کا فوری اثر دنیا میں بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ جن قوموں نے بھی آخرت کا انکار کیا ان کے اخلاق بگڑ گئے وہ ظلم و جور میں مبتلا ہو گئیں۔ بالآخر ان پر اللہ ﷻ کا عذاب دنیا میں بھی آیا جس نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔

آیت نمبر ۵: ۱: قوم ثمود کا کیا انجام ہوا؟ ۱: ایک خوف ناک آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔

علمی بات: قوم ثمود پر آنے والے عذاب کے لئے مختلف مقامات پر مختلف الفاظ آئے ہیں۔ سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۷۸ میں اس کو الرَّجْفَةُ (زبردست زلزلہ) کہا گیا ہے۔ سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۶۷ میں الصَّيْحَةُ (زبردست دھماکہ یا ہیبت ناک چیخ) کا لفظ آیا ہے اور سورۂ حٰمٓ السجدہ ۴۱، آیت: ۱۷ میں (صَاعِقَةُ الْعَذَابِ) (یعنی گرنے والی بجلی کا عذاب) کا لفظ آیا ہے اور یہاں الطَّاغِيَة کا لفظ آیا ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱: قوم عاد کا کیا انجام ہوا؟ ۱: وہ آندھی سے ہلاک کیئے گئے۔ ۲: وہ آندھی کیسی تھی؟ ۲: انتہائی سرد اور بے قابو تھی۔

علمی بات: یہاں ایک اہم اور بنیادی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اشیاء نفع پہنچانے اور نقصان پہنچانے میں اللہ ﷻ کے اذن، مرضی اور حکم کے تابع ہیں۔ جب تک اس کی طرف سے اذن اور حکم ہوتا ہے یہ چیزیں نفع پہنچاتی ہیں ورنہ یہی بگڑ کر نیست و نابود کرنے والا عذاب بن جاتی ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: جو شخص روزانہ صبح و شام تین تین مرتبہ یہ کلمات (دعا) پڑھے تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ بِسْمِ اللهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ "اللہ کے نام سے جس کے نام کے ساتھ آسمان و زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے"۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، مسند احمد)

آیت نمبر ۷: ۱: قوم عاد پر آندھی کتنے دن مسلط رہی؟ ۱: سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار۔

۲: عذاب کے بعد قوم عاد کے لوگوں کا کیا حال ہوا؟ ۲: ان کی لاشیں اس طرح گری پڑی تھیں جیسے کہ وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔

علمی بات: یہ لوگ بڑے مضبوط، طاقتور اور لمبے چوڑے جسموں والے تھے۔ سورۃ حٰمٓ سجدہ ۴۱، آیت: ۱۵ میں آتا ہے کہ جب ان کو حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے "ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟" لیکن جب ہم نے ان پر ہوا کو چھوڑ دیا تو یہ لوگ اس کا بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ تند و تیز ہوا نے ان کو یوں اکھاڑ کر پھینکا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کھجوروں کے بے جان اور کھوکھلے تنے پڑے ہوئے ہیں۔

آیت نمبر ۸: ۱: پچھلے منکرین آخرت کا کیا انجام ہوا؟ ۱: ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

آیت نمبر ۹: ۱: آل فرعون سے پہلے کس قوم کی طرف اشارہ ہے؟ ۱: ایک رائے کے مطابق اس سے اہل مدین مراد ہیں۔ ۲: الٹی ہوئی بستیوں والوں سے کون مراد ہیں؟ ۲: حضرت لوط علیہ السلام کی قوم یعنی عمورہ اور سدوم کی بستیوں والے مراد ہیں۔ ۳: تاریخ سے آخرت کا انکار کرنے والی کن بستیوں کی مثال عبرت کے لئے بیان کی گئی ہے؟ ۳: آل فرعون، اہل مدین اور عمورہ اور سدوم کے لوگوں کی مثال عبرت کے طور پر بیان کی گئی ہے۔

۴: ان قوموں کے درمیان کیا زمانی ترتیب ہے؟ ۴: سب سے پہلی قوم لوط علیہ السلام ہے، پھر اہل مدین ہیں اور ان کے بعد آل فرعون ہیں۔

۵: اِن قوموں نے کیا بڑی خطائیں کی تھیں؟ ۵: ان تمام قوموں کی مشترکہ بڑی خطا اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور اپنے انبیاء و رسل کرام علیہم السلام کو جھٹلانا تھا اس کے علاوہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہم جنس پرستی، اہل مدین ناپ تول میں کمی اور آل فرعون بنی اسرائیل کو غلام بنانے اور اُن پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوئے تھے۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: ان قوموں کی طرف اللہ ﷻ نے کسے رسول بنا کر بھیجا؟ ۱: عمورہ اور سدوم کے رہنے والوں کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو، اہل مدین کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو اور آل فرعون کی طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ ۲: ان قوموں نے اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے رسولوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ ۲: ان سب نے اپنے رسولوں کی نافرمانی کی۔ ۳: رسولوں کی نافرمانی کرنے کا کیا انجام ہوا؟ ۳: اللہ ﷻ نے انہیں نہایت سخت پکڑ میں پکڑ لیا۔ "اللہ ﷻ کی پکڑ" کے بارے میں سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۹۹ میں آتا ہے کہ "کیا پس وہ اللہ کی اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے۔ سو اللہ کی پکڑ

COPYRIGHTS @ RESERVED WITH FOUNDATION SAEED BOOKWORLD ENTALAQAT

سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا"۔ ۴: ان قوموں پر عذاب کس شکل میں آیا؟ ۴: عمورہ اور سدوم کی آنکھیں ایسے مٹادیں گویا ان کے چہروں پر آنکھوں کے نشان تک بھی نہ تھے پھر ان پر پتھروں کی بارش ہوئی اور ان کی بستیوں کو اٹھا کر پٹخ دیا گیا۔ اہل مدین زلزلہ کا اشکار ہوئے اور آل فرعون کو سمندر میں غرق کر دیا گیا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: اس آیت میں کس قوم کی طرف اشارہ ہے؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرف۔ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر کیا عذاب بھیجا گیا؟ ۲: پانی کے طوفان کا عذاب بھیجا گیا۔ ۳: عذاب آنے پر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے اہل ایمان کے ساتھ کیا معاملہ کیا گیا؟ ۳: جب پانی طغیانی پر آیا تو اللہ ﷻ نے انہیں کشتی میں سوار کر دیا۔ ۴: "ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا" سے کیا مراد ہے؟ ۴: اگرچہ کشتی میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور ان کے ساتھی سوار ہوئے تھے لیکن چونکہ بعد کی پوری انسانی نسل حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہی سے چلی اس لئے فرمایا کہ ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر دیا۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر کیوں فرمایا؟ ۱: تاکہ یہ واقعہ آنے والوں کے لئے نصیحت بن جائے۔

۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے واقعہ میں کیا نصیحت ہے؟ ۲: سابقہ تمام قوموں کی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے قصہ میں بھی سامان عبرت ہے اور تمام لوگوں کے لئے نصیحت ہے کہ جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں وہ اللہ ﷻ کے عذاب میں پکڑے جاتے ہیں۔

۳: قرآن حکیم میں نافرمان قوموں کی مثال عبرت کیوں دی گئی ہے؟ ۳: تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور اپنے اعمال کی اصلاح کریں۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: اس آیت میں مستقبل میں ہونے والے کس معاملے کا ذکر ہے؟ ۱: نفخۃ الاولی یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکے جانے کا ذکر ہے۔

۲: صور میں کون پھونک مارے گا؟ ۲: حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونک ماریں گے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: صور پھونکنے کا کیا اثر ہو گا؟ ۱: زمین اور سب پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: صور پھونکنے والے دن کیا ہو گا؟ ۱: اس دن قیامت واقع ہو گی۔

۲: اس آیت میں قیامت کا ذکر کس نام سے کیا گیا ہے؟ ۲: الواقعہ کے نام سے جس کے معنی ہیں واقع ہونے والی۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: قیامت کے دن آسمان کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس دن کمزور ہو گا۔ آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر سورۃ الانفطار ۸۲، کی آیت: ۱ اور سورۃ الانشقاق ۸۴، آیت: ۱ میں بھی ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: قیامت کے دن فرشتوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: فرشتے آسمان کے پھٹنے پر اس کے وسط سے نکل کر اس کے کناروں پر چلے جائیں گے۔

۲: آج کتنے فرشتے عرش باری تعالیٰ کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہیں؟ ۲: چار فرشتے۔

۳: قیامت کے دن کتنے فرشتے عرش باری تعالیٰ کو تھامے ہوئے ہوں گے؟ ۳: آٹھ فرشتے۔

عملی پہلو: آٹھ فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ ان کے قد و قامت، ان کے حجم اور ان کی شکل و صورت کی تفصیلات کے حوالے سے بحث میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ جو کچھ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ نے فرمادیا وہ حق ہے۔ جو باتیں ہماری علمی سطح سے بلند ہیں ہمیں ان کو اس رب العالمین کے حوالے کرنا چاہیئے جو علیم و خبیر ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: قیامت کے دن انسانوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: تمام انسان حساب کے لئے پیش کیئے جائیں گے۔

۲: انسان کے پوشیدہ رازوں کا قیامت کے دن کیا معاملہ ہو گا؟ ۲: انسان کی کوئی پوشیدہ بات اس دن چھپی نہ رہے گی۔

علمی بات: یہ پیشی اس لئے نہیں ہو گی کہ جن کو اللہ ﷻ نہیں جانتا ان کو جان لے گا، وہ تو سب کو ہی جانتا ہے۔ یہ پیشی خود انسانوں پر حجت قائم کرنے کے لئے ہو گی ورنہ اللہ ﷻ سے تو کسی کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: قیامت کے دن کامیاب ہونے والوں کو نامۂ اعمال کون سے ہاتھ میں دیا جائے گا؟ ۱: دائیں ہاتھ میں۔

COPYRIGHT © RESERVED WITH THE FOUNDATION SALE OF THIS BOOK WITHOUT PERMISSION IS STRICTLY PROHIBITED

۲: دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال وصول کرنے والے کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: وہ لوگوں سے کہے گا کہ پڑھو میرا نامۂ اعمال۔

علمی بات: جیسا کہ انسان کی طبیعت و فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ خوشی و مسرت کے موقع پر ایسے ہی کرتا اور کہتا ہے اور اپنی کامیابی پر نازاں ہوتا ہے جس سے اس کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے اور پھر آخرت کی وہ کامیابی جو کہ سب سے بڑی اور حقیقی کامیابی ہو گی اور جو زندگی بھر کی کوشش و محنت کا صلہ و ثمرہ ہو گا اس کی مسرتوں کا ٹھکانا ہی کیا۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: قیامت میں کامیاب ہونے والے کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ دنیا میں اس یقین کے ساتھ زندگی گزارتا ہے کہ اسے ایک دن تمام اعمال کا حساب ملنا ہے۔ جیسا کہ سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۵ میں آتا ہے کہ "جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہی سننے والا جاننے والا ہے"۔

عملی پہلو: ہمیں بھی ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے اور اسی فکر میں زندگی بسر کرنی چاہیئے کہ ایک دن ہمارا حساب و کتاب ہونا ہے اور ہمارے اعمال کی جزا ملنی ہے۔ یہی کامیاب لوگوں کی صفت ہے۔ جیسا کہ سورۃ النازعات ۷۹، میں بیان ہوا ہے: "اور رہا وہ شخص جو ڈرتا رہا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے (جواب دہی کے احساس) سے اور اس نے روکے رکھا اپنے نفس کو ناجائز خواہشات سے تو بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہے"۔ (سورۃ النازعات ۷۹، آیات: ۴۰ اور ۴۱)

آیت نمبر ۲۱: ۱: قیامت کے دن کامیاب ہونے والے کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: وہ پسندیدہ زندگی میں ہو گا۔

عملی پہلو: جو دنیاوی زندگی کو اللہ ﷻ کی مرضی کے مطابق گزارے گا اللہ ﷻ اُس کو آخرت کی زندگی میں عیش و آرام عطا فرمائے گا اور اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو گی۔ جو دنیا کی دھوکے والی زندگی کو نفس و شیطان کے مرضی کے مطابق گزارے گا وہ آخرت میں شدید عذاب میں مبتلا ہو گا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: قیامت کے دن کامیاب ہونے والا کس مقام پر ہو گا؟ ۱: عالی شان جنت میں۔

علمی بات: جنت میں مختلف درجات ہیں ہر درجے کے درمیان بہت فاصلہ ہے جیسے مجاہدین کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ نے مجاہدین کے لئے تیار کیئے ہیں ان کے دو درجوں کے درمیان کا فاصلہ زمین و آسمان جتنا ہے"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۲۳: ۱: جنت کا کیا منظر کھینچا گیا ہے؟ ۱: جنت کے پھل جھکے ہوں گے جنہیں حاصل کرنے میں اہل جنت کو کوئی دقت نہ ہو گی۔ یعنی وہ باغ ہوں گے تو بڑے بلند اور نہایت عالی شان لیکن ان کے پھل اور خوشے جھکے ہوئے ہوں گے اور ایسے کہ وہ لیٹے بیٹھے ہر حال میں ان کی پہنچ میں ہوں گے۔ اللہ ﷻ ہم سب کو وہ جنّت نصیب فرمائے۔ آمین۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اہل جنت سے کیا کہا جائے گا؟ ۱: ان سے کہا جائے گا کہ خوب مزہ سے کھاؤ اور پیئو۔ ۲: اہل جنت سے جنت کی نعمتیں عطا کیئے جانے کا کیا سبب بیان کیا جائے گا؟ ۲: اس دن اعلان کیا جائے گا کہ ان نیک اعمال کے بدلے جو تم نے دنیا کی زندگی میں کیئے تھے اب جنت کی نعمتوں سے خوب مزہ سے کھاؤ اور پیئو۔

علمی بات: اہل جنت کو وہاں پر ہر وہ چیز ملے گی جو ان کے نفس چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور لذت نصیب ہو گی اور ان کو نعمتوں بھری ان جنتوں میں ہمیشہ رہنا نصیب ہو گا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ "اور وہاں ان کے لئے وہ تمام چیزیں ہوں گی جن کی دل میں خواہش ہو اور جو آنکھوں کو بھلی لگیں اور (اے اہل جنت) تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو"۔ (سورۃ الزخرف ۴۳، آیت: ۷۱) اللہ ﷻ ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے جنت نصیب فرمائے۔ آمین

آیت نمبر ۲۵: ۱: قیامت کے دن ناکام ہونے والوں کو نامۂ اعمال کون سے ہاتھ میں دیا جائے گا؟ ۱: بائیں ہاتھ میں۔

۲: بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال وصول کرنے والے کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: وہ تمنا کرے گا کہ کاش مجھے میرا نامۂ اعمال نہ دیا گیا ہوتا۔

علمی بات: سورۃ انشقاق ۸۴، میں فرمایا گیا ہے " اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا" ۔ غالباً اس کی صورت یہ ہو گی کہ مجرم کو چونکہ پہلے ہی سے اپنے مجرم ہونے کا علم ہو گا اور وہ جانتا ہو گا کہ اس نامۂ اعمال میں کیا درج ہے، اس لئے وہ نہایت بد دلی کے ساتھ اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر اسے لے گا اور فوراً پیٹھ کے پیچھے چھپا لے گا تا کہ کوئی دیکھنے نہ پائے۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال وصول کرنے والا کیا تمنا کرے گا؟ ۱: کاش کہ میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ دوسرا مطلب اس آیت کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ

COPYRIGHTS OF ESRF PROTECTED WITH THE FOUNDATION SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

میں نے کبھی یہ نہ جانا تھا کہ حساب کیا بلا ہوتی ہے، مجھے کبھی یہ خیال تک نہ آیا تھا کہ ایک دن مجھے اپنا حساب بھی دینا ہو گا اور میرا سب کیا کرایا میرے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۲۷: ا: بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال وصول کرنے والا کیا حسرت کرے گا؟ ا: اے کاش وہی موت میرا کام تمام کر چکی ہوتی اور مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا۔

علمی بات: سورۃ النباء ۷۸، آیت: ۴۰ میں ہے "اس دن ہر شخص ان (اعمال) کو جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا"۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کا تذکرہ کثرت سے کیا کرو"۔ (مسند احمد، ابن ماجہ) ہمیں ہر وقت موت کو یاد رکھنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۸: ا۔ قیامت کے دن ناکام ہونے والا کس بات پر پچھتائے گا؟ ا۔ میرا مال آج میرے کچھ کام نہ آیا۔

عملی پہلو: وہ مال جس کو جوڑنے اور جمع کرنے کے لئے ہم زندگی بھر لگے رہتے ہیں، جس کے لئے حلال اور حرام کی تمیز تک کی پرواہ نہیں کرتے، اور جس کو جوڑ جوڑ کر اور گن گن کر رکھتے ہیں وہ سب یہیں دنیا کے دار فانی میں رہ جائے گا۔ اور روزِ قیامت کچھ بھی کام نہ آسکے گا۔

علمی بات: قیامت کے دن ایسا شخص حسرت بھرے انداز میں کہے گا کہ کاش کہ اس کو میں نے اپنی آخرت کی اس زندگی کے لئے خرچ کیا ہوتا، تاکہ آج وہ مجھے یہاں کام آتا، اور اس عذاب سے بچنے کا ذریعہ بن جاتا، مگر بے وقت اس افسوس اور پچھتاوے کا اس کو کوئی فائدہ بہر حال نہیں ہو گا۔

آیت نمبر ۲۹: ا: قیامت کے دن ناکام ہونے والا کس بات پر غمگین ہو گا؟ ا: میری وہ دنیا کی حکومت آج مجھ سے کھو گئی۔

علمی بات: سلطان کا لفظ دلیل و حجت کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اقتدار کے لئے بھی۔ دلیل و حجت کے معنی میں لیا جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ آخرت کے انکار اور عذاب سے نجات کی جتنی دلیلیں وہ دنیا میں دیا کرتا تھا وہ یہاں نہیں چل سکتیں۔ اور اقتدار کے معنی میں لیا جائے تو مراد یہ ہو گی کہ دنیا میں جس طاقت، مال و دولت اور حکومت کے بل بوتے پر وہ اکڑتا تھا وہ یہاں ختم ہو چکی ہے۔

آیت نمبر ۳۰: ا: قیامت کے دن ناکام ہونے والے کے لئے کیا حکم دیا جائے گا؟ ا: فرشتوں کو حکم ہو گا کہ اسے پکڑ لو اور جکڑ لو۔

۲: قیامت کے دن ناکام ہونے والے کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟ ۲: اس کے گلے میں زنجیروں کا طوق پہنا دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۳۱: ا: قیامت کے دن ناکام ہونے والے کا کیا انجام ہو گا؟ ا: اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۳۲: ا: جہنم کے کس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: ستر گز لمبی زنجیر میں جکڑ دیئے جانے کا ذکر ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آجائے لیکن اگر اس کو جہنمیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے پر سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچے میں چالیس سال لگ جائیں"۔ (جامع ترمذی، مسند احمد) ہمیں ہر وقت جہنم کے عذاب سے پناہ مانگنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۳۳: ا: جہنم میں جانے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ا: وہ بڑی عظمت والے اللہ ﷻ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔

آیت نمبر ۳۴: ا: جہنم میں لے جانے والی دوسری وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟ ا: وہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتا تھا۔ بالکل یہی الفاظ سورۃ الماعون ۱۰۷، آیت: ۳ میں بھی آتے ہیں۔

علمی بات: بخیل لوگوں کا حال یہی ہوتا ہے کہ وہ نہ خود خرچ کرتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو خرچ کرنے کی تعلیم و تلقین ہی کرتے ہیں' بلکہ ان کی خواہش اور کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ دوسرا بھی خرچ نہ کرے' تاکہ ان کے بخل اور کنجوسی پر پردہ پڑا رہے۔

آیت نمبر ۳۵: ا: قیامت کے دن اہل جہنم کی کس محرومی کا بیان کیا گیا ہے؟ ا: قیامت کے دن ان کا کوئی گرم جوش دوست نہیں ہو گا۔ اس بات کا ذکر سورۃ الشعراء ۲۶، کی آیت: ۱۰۱ میں بھی آتا ہے۔

علمی بات: قرآن حکیم یہ بتاتا ہے کہ آخرت میں دوستیاں صرف اہل ایمان ہی کی باقی رہ جائیں گی۔ رہے گمراہ لوگ، تو وہ دنیا میں چاہے کیسے ہی جگری دوست رہے ہوں، وہاں پہنچ کر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوں گے، جیسا کہ سورۃ الزخرف ۴۳، آیت: ۶۷ میں آتا ہے کہ " اس دن دوست بھی ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے سوائے پرہیز گاروں کے"۔

COPYRIGHTED@RESERVED WITH THE IMFOUNDATION SAFEGUARDING ENTAILS ONLINE

آیت نمبر ۳۶: ۱: اہل جہنم کے لئے کیا کھانا ہو گا؟ ۱: زخموں کی پیپ کے سوا کوئی کھانا نہیں ہو گا۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: زخموں کی پیپ کس کا کھانا ہو گی؟ ۱: گناہ گاروں کا کھانا ہو گی۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: اللہ ﷻ کن چیزوں کی قسم فرما رہا ہے؟ ۱: وہ تمام چیزیں جنہیں ہم دیکھ سکتے ہیں۔

۲: ہم کن چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں؟ ۲: وہ تمام چیزیں جن کا تعلق شہادہ (حاضر) سے ہے مثلاً آسمان، سورج، چاند، ستارے، زمین، حیوانات، نباتات اور جمادات وغیرہ۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اللہ ﷻ کن چیزوں کی قسم فرما رہا ہے؟ ۱: وہ تمام چیزیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے۔ ۲: ہم کن چیزوں کو دیکھ نہیں سکتے؟ ۲: وہ تمام چیزیں جن کا تعلق عالم غیب سے ہے وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہیں مثلاً اللہ ﷻ، فرشتے، جنت، جہنم، ارواح اور جنات وغیرہ۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اللہ ﷻ نے یہ عظیم قسمیں کس بات پر فرمائی ہیں؟ ۱: قرآن حکیم کے برحق ہونے پر۔ ۲: یہاں "رسول کریم" سے مراد کون ہیں؟

۲: اکثر مفسرین کرام کے نزدیک یہاں "رسول کریم" سے مراد خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ۳: قرآن حکیم کو رسول کریم ﷺ کا قول کیوں کہا گیا ہے؟ ۳: کیونکہ قرآن حکیم اللہ ﷻ کا وہ کلام ہے جو رسول کریم ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل ہوا اور آپ ﷺ کی زبان مبارک کے ذریعہ لوگوں تک پہنچایا گیا۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: منکرین قرآن کے کس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے؟ ۱: قرآن حکیم کسی شاعر کا قول نہیں۔

۲: منکرین قرآن پر کیا افسوس کیا گیا ہے؟ ۲: وہ بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن حکیم کو سن کر کبھی ان کا دل خود پکار اٹھتا تھا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہو سکتا، مگر پھر بھی یہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کرتے رہے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: منکرین قرآن کے اعتراض کا کیا جواب دیا ہے؟ ۱: قرآن حکیم کسی کاہن کا قول بھی نہیں ہے۔

۲: کاہن کسے کہتے ہیں ۲: کاہن اسے کہتے ہیں جو آنے والے واقعات کی پیشن گوئی کرے اور راز جاننے کا دعویٰ کرے۔ بعض کاہن یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک جن ان کے تابع ہے جو انہیں خبریں پہنچاتا رہتا ہے۔ اور بعض اپنے فہم کی بنیاد پر غیب کی خبریں رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ۳: منکرین قرآن کے کس طرز عمل پر افسوس کیا گیا ہے؟ ۳: وہ بہت ہی کم فکر کرتے ہیں کہ وہ کاہن کی الٹی سیدھی باتوں اور اللہ ﷻ کے عظیم کلام میں فرق نہیں کر پاتے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: قرآن حکیم کی عظمت کو کیسے بیان کیا گیا؟ ۱: قرآن حکیم کوئی معمولی کلام نہیں بلکہ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کردہ ہے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: کیا (معاذ اللہ) کوئی رسول اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی بات اللہ ﷻ کی طرف منسوب کر سکتا ہے؟ ۱: ہرگز نہیں کوئی رسول ایسا نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں اس بات کی وضاحت سورۃ النجم ۵۳، آیت: ۳ تا ۴ سے ہو جاتی ہے کہ "اور وہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں فرماتے۔ ان کا فرمان تو وحی الٰہی ہی ہوتی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے"۔

آیت نمبر ۴۵: ۱: اللہ ﷻ پر جھوٹ گھڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۱: یقیناً اللہ ﷻ ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتا۔

۲: داہنا ہاتھ پکڑ لینے سے کیا مراد ہے؟ ۲: کسی کو پوری طرح جکڑ لینا مراد ہے۔

آیت نمبر ۴۶: ۱: اللہ ﷻ پر جھوٹ گھڑنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ضرور اس کی شہ رگ کاٹ دیتا۔

آیت نمبر ۴۷: ۱: کیا کوئی اللہ ﷻ کو کسی کو سزا دینے سے روک سکتا ہے؟ ۱: ہرگز نہیں۔ کوئی بھی اللہ ﷻ کو روکنے والا نہیں ہو سکتا۔

علمی بات: خیال رہے یہ بات، خاص نبی کریم ﷺ کی حقانیت کے ضمن میں بیان کی گئی ہے جس سے مقصد آپ ﷺ کی صداقت کا اظہار ہے یعنی ایسا ممکن ہی نہیں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کریں۔ اس میں یہ اصول بیان نہیں کیا گیا ہے کہ جو بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے تو جھوٹے مدعی کو ہم فوراً سزا سے دوچار کر دیں گے لہذا اس سے کسی جھوٹے نبی کو اس لئے سچا ثابت نہیں کرایا جا سکتا کہ دنیا میں وہ اللہ ﷻ کی پکڑ سے بچا رہا۔ لوگوں نے تو نبوت کے بجائے خدائی کے بھی دعوے کئے۔ کئی لوگوں نے ان کی خدائی کو تسلیم بھی کیا۔ پھر بھی اللہ ﷻ نے خدائی کے ایسے دعوے داروں کو فوراً کوئی سزا نہیں دی۔ اس

لئے کہ یہ سراسر باطل بھی ہے اور لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ بھی۔

آیت نمبر ۴۸: ۱: قرآن حکیم کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: قرآن حکیم متقین کے لئے نصیحت ہے۔ ۲: متقین کون ہیں؟ ۲: وہ پرہیز گار لوگ جو اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچتے ہیں۔ اسی طرح سورۃ الانعام ۶، آیت: ۵۱ میں آتا ہے کہ " اور جو لوگ خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر کیئے جائیں گے (اور جانتے ہیں کہ) اس کے سوا نہ تو ان کا کوئی دوست ہو گا اور نہ سفارش کرنے والا۔ ان کو اس (قرآن) کے ذریعے سے نصیحت کریں تا کہ پرہیز گار بنیں۔"

آیت نمبر ۴۹: ۱: منکریں قرآن کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ قرآن حکیم جھٹلانے والوں سے خوب واقف ہے۔

علمی بات: اللہ ﷻ قرآن حکیم کو جھٹلانے والوں کو جو مہلت دیئے ہوئے ہے، انہیں جو ڈھیل ملی ہوئی ہے اس سے کسی کو دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیئے، اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ اللہ ﷻ ان سے بے خبر ہے بلکہ وہ ان کو خوب جاننے والا ہے۔ پس وہ اپنی اس تکذیب کے انجام سے بچ نہیں سکتے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: قرآن حکیم کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: قرآن حکیم کو جھٹلانا کافروں کے لئے حسرت کا سبب بن جائے گا۔ سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۲۷ میں کفار کی حسرت کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے کہ "اس دن ظالم انسان مارے افسوس کے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا اور کہے گا اے کاش میں نے رسول کے ساتھ حق و ہدایت کا راستہ اپنایا ہوتا"۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "قرآن تمہارے حق میں دلیل ہو گا یا تمہارے خلاف"۔ (صحیح مسلم)

عملی پہلو: ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ کہیں ہم بھی قرآنی تعلیمات سے منہ موڑ کر اس کو عملاً جھٹلانے کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مہلتِ عمل ختم ہو جائے اور محاسبہ کا وقت سر پہ آ پہنچے۔

آیت نمبر ۵۱: ۱: قرآن حکیم کی عظمت کیسے بیان فرمائی گئی؟ ۱: بے شک قرآن حکیم یقینی طور پر برحق ہے۔

علمی بات: حق الیقین، یقین کا آخری درجہ ہوتا ہے، جو بار بار کے تجربوں کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جس میں شک وشبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ بالکل حق اور سچ ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم بھی ایسی ہی حقیقت ہے جس کے مضامین سراپا سچ ہیں جو عقل اور تجربہ کی کسوٹی پر بھی بالکل پورے اترتے ہیں۔

عملی پہلو: ہمیں چاہیئے کہ قرآن حکیم پر ایمان لا کر اس کے حقوق اور تقاضوں پر عمل کریں۔

آیت نمبر ۵۲: ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو کیا تلقین فرمائی؟ ۱: آپ ﷺ تسبیح کیجئے اپنے رب کے نام کی جو بڑی عظمت والا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: آپ ﷺ نے "سبحان ربی العظیم" کی تسبیح کو نماز میں رکوع میں پڑھنے کا اہتمام فرمایا اور اس کی امت کو بھی تلقین فرمائی۔ (مسند احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ)

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اَلْحَآقَّةُ ۝ کے معنیٰ ہیں: یقیناً

(الف) واپس ہونے والی (ب) مؤخر ہونے والی ✓(ج) واقع ہونے والی (د) جلدی آنے والی

(۲) فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ کی رو سے اللہ ﷻ نے قومِ عاد کو ہلاک کیا:

(الف) سیلاب سے ✓(ب) آندھی سے (ج) زلزلہ سے (د) چیخ سے

(۳) وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ میں کلمہ كَ ہے:

(الف) اسم (ب) فعل (ج) حرف ✓(د) ضمیر

COPYRIGHT© RESERVED WITH THE FUNDATION OF KOWSAR SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL

(۴) بِالطَّاغِيَةِ کے معنی ہیں:

✓(الف)خوف ناک آواز (ب)خوف ناک زلزلہ (ج)خوف ناک آندھی (د)خوف ناک پکڑ

(۵) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾ نبی کریم ﷺ کی توجہ مبذول کروائی گئی:

(الف)مغفرت مانگنے کی طرف (ب)تسبیح بیان کرنے کی طرف (ج)دعاء مانگنے کی طرف (د)نماز پڑھنے کی طرف

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۱۰۱﴾ آیت کریمہ کی رو سے قوم ثمود اور قوم عاد نے کس چیز کا انکار کیا؟

جواب: آیتِ کریمہ کے مطابق قومِ ثمود اور قومِ عاد نے "اَلْقَارِعَہ" کھڑکھڑانے والی (قیامت) کو جھٹلایا تھا۔

۲۔ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿۶۹﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿۷﴾

آیات کریمہ کی رو سے قومِ عاد کی ہلاکت کی کیفیت تحریر کریں۔

جواب: قومِ عاد کو ایک ایسی تیز و تند، انتہائی سرد اور بے قابو آندھی کے ذریعے ہلاک کیا گیا جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل مسلط رکھا۔ اس ہلاکت کے بعد وہ لوگ زمین پر اس طرح گرے پڑے تھے جیسے کہ وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔

۳۔ وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ آیت میں آسمان کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے؟

جواب: آیت کریمہ کے مطابق قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس دن بالکل کمزور ہو جائے گا۔

۴۔ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ آیت کی رُو سے قیامت کے دن عرش کو کتنے فرشتے اُٹھائے ہوئے ہوں گے؟

جواب: آیتِ کریمہ کی رو سے قیامت کے دن آٹھ فرشتے اپنے رب کے عرش کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

۵۔ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَ لَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ آیات کریمہ میں مجرموں کو کس وجہ سے جہنم میں پھینکا جائے گا؟

جواب: مجرم لوگ دنیا میں اللہ ﷻ پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی دوسروں کو ترغیب دیتے تھے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: تو جس کو اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ (خوش ہو کر) کہے گا لو میرا اعمال نامہ پڑھو۔ مجھے یقین تھا کہ بے شک مجھے میرا حساب ملنا ہے۔

(ب) سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ کا تعارف اور مرکزی مضمون بیان کریں۔

جواب: "اَلْحَآقَّةُ" کے معنی ہیں "وہ چیز جس کا واقع ہونا یقینی ہو"۔ یہ قیامت کا ایک نام ہے۔ سورت کا آغاز اَلْحَآقَّةُ کے ذکر سے ہوا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ" ہے۔ یہ سورت مکی دور میں نازل ہوئی۔ اس کے مرکزی مضمون میں قیامت اور آخرت کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ (الف) وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: اور رہا وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا گیا ہوتا۔ اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے؟

(ب) سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ آخرت کا انکار کرنے والی پچھلی قوموں کا عبرت ناک انجام۔ ۲۔ قیامت کا برپا ہونا اور صُور پھونکتے ہی زمین و آسمان پر تبدیلیوں کا واقع ہونا۔ ۳۔ کامیاب لوگوں کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں ملنا اور ان کا جنت میں داخل ہونا۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE INTELLECTUAL PROPERTY BOARD OF PUNJAB SALE OF THIS BOOK WOULD BE ENTAILED CIVIL AND CRIMINAL ACTION

۳۔ (الف) خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: (حکم ہو گا کہ) اِسے پکڑو اور اِسے (گلے میں) طوق پہنا دو۔ پھر اِسے جہنّم میں ڈال دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے اسے جکڑ دو۔

(ب) سُوْرَةُ الْحَآقَّةِ میں حروف عطف کی کوئی چار مثالیں تلاش کریں۔

جواب: ا۔ "وَ" (اور): "كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌ بِالْقَارِعَةِ" ۲۔ "فَ" (پس / پھر): "فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ" ۳۔ "ثُمَّ" (پھر / بعد ازاں): "خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ"

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۱۸ سُوْرَۃُ الْمَعَارِج آیات:۱تا۴۴

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ معارج کسے کہتے ہیں؟ ۲۔ صبر جمیل سے کیا مراد ہے؟
۳۔ قیامت کے دن گہرے دوستوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۴۔ قیامت کے دن مجرم اپنے بچاؤ کے لئے کیا چاہے گا؟
۵۔ ہمیں عذاب سے بچنے کے لئے کیا فکر کرنی چاہیئے؟ ۶۔ حق سے پیٹھ پھیرنے اور منہ موڑنے سے کیا مراد ہے؟
۷۔ مانگنے والوں اور محرومین سے مراد کون ہیں؟ ۸۔ امانت کی کتنی اقسام ہیں؟
۹۔ امانت کی حفاظت کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۱۰۔ گواہیوں پر قائم رہنے کا کیا مطلب ہے؟
۱۱۔ نماز کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ ۱۲۔ مشرکین کی مخالفتوں اور سازشوں کا ذکر کس طرح کیا گیا ہے؟
۱۳۔ روزِ قیامت مجرموں کی رسوائی کا ذکر کس انداز میں کیا گیا ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الحاقہ" میں قیامت کے یقینی ہونے کا بیان تھا۔ سورۃ المعارج میں منکرین آخرت کے شبہات کا ذکر ہے۔ سورۃ الحاقہ میں اہل جنّت اور اہل جہنم کی آخرت میں کیفیات کا بیان تھا۔ سورۃ المعارج میں نیک لوگوں کی قابل تقلید و پسندیدہ خصائل و عادات اور نافرمان لوگوں کی انتہائی بُری و مذموم صفات کا ذکر ہے۔ سورۃ الحاقہ میں ذکر تھا کہ مجرم لوگ مسکینوں پر مال خرچ نہیں کرتے۔ سورۃ المعارج میں ذکر ہے کہ مجرم لوگ مال و دولت کو گن گن کر رکھتے ہیں۔ دونوں سورتوں میں ذکر ہے کہ روزِ قیامت گرم جوش مجرم دوست بھی ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: اعتراض کرنے والا کون تھا؟ ۱: مفسرین کے نزدیک یہ ایک کافر سردار نضر بن حارث تھا۔

آیت نمبر ۲: ۱: عذاب مانگنے پر اللہ ﷻ نے کیا جواب دیا؟ ۱: کافروں پر عذاب آئے گا تو کوئی اسے روکنے والا نہ ہو گا۔

علمی بات: سورۃ العنکبوت ۲۹، آیت: ۵۳ میں آتا ہے کہ "یہ لوگ آپ سے جلد عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر عذاب کا وقت مقرر نہ ہوتا تو وہ ان پر آ چکا ہوتا اور وہ ان پر اس طرح اچانک آجائے گا کہ انہیں خبر تک نہ ہو گی"۔

آیت نمبر ۳: ۱: عذاب کس کی طرف سے بھیجا جاتا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی طرف سے۔
۲: معارج کسے کہتے ہیں؟ ۲: سیڑھیوں کو یا آسمان کو جو فرشتوں کی سیڑھیاں ہیں یا اعلیٰ درجات کو۔
۳: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان فرمائی گئی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ ذوالمعارج ہے۔ یعنی اللہ ﷻ سیڑھیوں کا مالک ہے یا اونچے مقام و مرتبہ والا ہے۔

علمی بات: مَعَارِج (مِعْرَجٌ اور مِعْرَاجٌ) کی جمع ہے اور "معراج" کا لفظ "عروج" سے ہے جس کے معنی ہیں، چڑھنا، اوپر جانا۔ اور معراج اس چیز کو کہتے ہیں جو اوپر چڑھنے کا ذریعہ بنے یعنی سیڑھی۔

آیت نمبر ۴: ۱: فرشتوں کے کس طرزِ عمل کا ذکر ہے؟ ۱: وہ اللہ ﷻ کا حکم سننے کے لئے عرش کی طرف چڑھتے ہیں۔ ۲: الروح سے کون مراد ہے؟ ۲: اکثر مفسرین کے نزدیک الروح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ۳: اس آیت میں کس دن کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۳: قیامت کے دن کا ذکر ہے۔ احادیث مبارکہ میں اِسے قیامت کے دن سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ۴: قیامت کے دن کی کیا مقدار بیان کی گئی ہے؟ ۴: وہ ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ قیامت کا دن "جو پچاس ہزار سال کا ہو گا" کتنا لمبا ہو گا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION FOR WORLD PEACE AND EDUCATION. SATTAR ISLAMIC CENTRE

کے دست قدرت میں میری جان ہے، مسلمان کے لئے وہ دن اس فرض نماز سے بھی ہلکا ہو گا جو دنیا میں پڑھتا تھا۔ (مسند احمد)

آیت نمبر۵: ا: کافروں کے انکار کرنے اور مذاق اُڑانے پر آپ ﷺ کو کیا تلقین کی گئی ہے؟ ا: آپ ﷺ کو خوبصورتی کے ساتھ صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۃ یوسف ۱۲، آیات: ۱۸ اور ۸۳ میں بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے "خوبصورتی کے ساتھ صبر کرنے" کے الفاظ آئے ہیں۔

علمی بات: صبر جمیل یہ ہے کہ کسی کے طعن، مذاق اور ایذا رسانی کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیا جائے۔ خود تکلیف سہہ لی جائے مگر تکلیف پہنچانے والے کو زبان سے بھی برا بھلا نہ کہا جائے۔ نہ ہی دوسروں سے اس کی شکایت اور شکوہ کیا جائے اور یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ صبر جمیل جس قدر تلخ اور ناگوار ہوتا ہے اس کا پھل اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ خود صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ مکی دور میں مسلمانوں کو اور آپ ﷺ کو صبر جمیل ہی کی تلقین کی جاتی رہی وجہ یہ تھی کہ اگر مسلمان اس دور میں محاذ آرائی پر اتر آتے، خواہ یہ محاذ آرائی صرف زبانی تلخ کلامی تک ہی محدود ہو تو اس سے اسلام کی دعوت کے مقصد کو شدید نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اسلام کی منزل مقصود یہ تھی کہ اللہ ﷻ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے۔ چنانچہ وہ منزل جو محض ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں حاصل ہو گئی اور اگر مسلمان اسی دور میں محاذ آرائی شروع کر دیتے تو نہ معلوم اس مقصد کے حصول میں کتنی لمبی مدت کی تاخیر واقع ہو جاتی۔

آیت نمبر۶: ا: اکثر لوگ قیامت کا کیا تصور رکھتے ہیں؟ ا: اکثر لوگ قیامت کو دور دیکھتے ہیں۔

۲: قیامت کو دور دیکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: بہت دور یا ناممکن سمجھنا یا مدتوں بعد سمجھنا۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ بہت دور ہے اس کی تاریخ کسی کے علم میں نہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے واقع ہونے کا کوئی امکان ہی نہیں، یہ خلافِ عقل ہے۔ گویا عقل تسلیم ہی نہ کرتی ہو کہ واقعی قیامت قائم ہو گی۔

آیت نمبر۷: ا: اللہ ﷻ قیامت کو کیسے دیکھتا ہے؟ ا: اللہ ﷻ قیامت کو قریب دیکھتا ہے۔ یعنی اس کا واقع ہونا یقینی ہے۔ کائنات کی ساری نشانیاں اور علامات اس بات کی دلیل ہیں کہ قیامت کا واقع ہونا عقل میں آنے والی بات ہے۔

۲: قیامت کو قریب دیکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: قیامت کے واقع ہونے کو ممکن یا بہت جلد آنے والی سمجھنا۔

علمی بات: آنے والی چیز بہر حال قریب ہی ہوتی ہے کہ اس نے بہر حال آکر ہی رہنا ہوتا ہے مگر لوگ اپنی غفلت و لاپرواہی کی بنا پر اس کو دور سمجھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے، جس کی بنا پر ان کو قریب کی چیز بھی دور نظر آ رہی ہے، اس ہولناک دن کے آنے پر جب ان کی یہ پٹی کھل جائے گی تو ان کو سب کچھ ٹھیک ٹھیک نظر آئے گا۔

سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۱ میں آتا ہے کہ "لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) منہ پھیر رہے ہیں"۔

عملی پہلو: ہمیں ہر وقت یہ تصور رکھتے ہوئے زندگی گزارنی چاہیئے کہ مہلتِ عمل کسی بھی وقت ختم ہو سکتی ہے لہٰذا غفلت میں رہنے کے بجائے اس دن کی تیاری کرنی چاہیئے جس دن انسان کے صرف اچھے اعمال کام آئیں گے جو اس نے اللہ ﷻ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں کیئے ہوں گے اور یہ بات پیشِ نظر رہے کہ جو مر گیا اس کے لئے تو قیامت کا آغاز ہو گیا۔

آیت نمبر۸: ا: قیامت کے دن آسمان کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا: آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ یا تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا۔ ان دونوں چیزوں کی رنگت سرخی مائل ہوتی ہے۔ ۲: پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی آسمان مختلف رنگ بدلے گا۔ یعنی آج تو ہمیں آسمان نیلگوں نظر آتا ہے اس دن یہ اپنا رنگ بدلنا شروع کر دے گا حتیٰ کہ نیلگوں ہونے کی بجائے سرخی مائل ہو جائے گا۔

آسمان کے رنگ بدلنے کا ذکر دیگر مقامات پر بھی آیا ہے۔ جیسے سورۃ رحمٰن کی آیت: ۳۷ میں ہے کہ: "پس (اس روز) آسمان سرخ چمڑے کی مانند سرخ ہو گا"۔

آیت نمبر۹: ا: قیامت کے دن پہاڑوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا: پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔

۲: پہاڑوں کے دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: دنیا میں پہاڑ مختلف رنگوں کے ہیں سیاہ، سفید، سرخ (آتش فشاں)، سرسبز شاداب اور خاکی (بھورے رنگ)، وغیرہ اور زمین میں گڑے ہونے کی وجہ سے ساکت اور مضبوط نظر آتے ہیں لیکن قیامت کے دن پہاڑ فضا میں اس طرح اُڑ رہے ہوں گے جیسے

رنگین اون کو فضا میں اڑایا جائے تو وہ رنگ برنگی نظر آتی ہے۔ اور یہ بالکل ہلکے ہوں گے جیسے اُون۔

آیت نمبر ۱۰: ا: قیامت کے دن گرم جوش مجرم دوستوں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا: گرم جوش مجرم دوست ایک دوسرے کی پروا نہیں کریں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو پتا نہیں چلے گا کہ ان گہرے دوست پر کیا گزر رہی ہے بلکہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے لیکن ہر ایک کو ایسی فکر لاحق ہو گی جو اسے دوسرے سے بیگانہ کر دے گی۔ جیسا کہ سورۃ عبس ۸۰، آیات: ۳۴ تا ۳۷ میں بیان ہوا ہے۔

علمی بات: سورۃ المومنون ۲۳، آیت: ۱۰۱ میں آتا ہے کہ "پھر جب صور پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے"۔

آیت نمبر ۱۱: ا: کیا گرم جوش مجرم دوست ایک دوسرے سے ملاقات نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہیں پوچھیں گے؟ ا: نہیں بلکہ قیامت ایسی ہولناک ہو گی کہ پکے دوست ایک دوسرے کو دیکھنے کے باوجود اپنی اپنی فکر میں گرفتار ہوں گے اور ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے۔ ۲: قیامت کے دن مجرم کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: قیامت کے دن مجرم تمنا کرے گا کہ کاش وہ اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ جائے۔ ۳: قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لئے مجرم کیا تمنا کرے گا؟ ۳: قیامت کے دن عذاب سے بچنے کے لئے مجرم چاہے گا کہ اپنے بیٹے کو فدیہ میں دے دے۔

علمی بات: قیامت کی ہولناکی اور اس دن کی فکر اس قدر شدید ہو گی کہ انسان نہ صرف قریبی لوگوں کو بھلا دے گا بلکہ انہیں فدیہ میں دینے کے لئے تیار ہو جائے گا تا کہ شدید عذاب سے بچ سکے۔ ۴: فدیہ سے کیا مراد ہے؟ ۴: سزا سے بچنے کے لئے مال یا کوئی شے دینا فدیہ کہلاتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ا: قیامت کے دن مجرم اپنے قریب ترین رشتہ داروں کے بارے میں کیا چاہے گا؟ ا: مجرم چاہے گا کہ اپنی بیوی اور بھائی کو فدیہ میں دے کر خود عذاب سے بچ جائے۔

آیت نمبر ۱۳: ا: خاندان اور برادری کا دنیا میں کیا فائدہ ہوتا ہے؟ ا: خاندان اور برادری انسان کے لئے ایک پناہ اور مدد کا ذریعہ ہوتی ہے۔

۲: قیامت کے دن مجرم اپنے خاندان و کنبہ کے لئے کیا چاہے گا؟ ۲: مجرم چاہے گا کہ اپنے پورے خاندان و کنبہ کو فدیہ میں دے کر خود عذاب سے بچ جائے۔

آیت نمبر ۱۴: ا: قیامت کے دن مجرم زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے بارے میں کیا چاہے گا؟ ا: مجرم چاہے گا کہ زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کو فدیہ میں دے کر خود عذاب سے بچ جائے۔

عملی پہلو: قیامت کا عذاب اتنا شدید ہو گا کہ مجرم اس سے بچنے کے لئے اپنے پیاروں کو فدیہ میں دینے کے لئے تیار ہو جائے گا حالانکہ وہ دنیا میں ان کے لئے قربانیاں دیتا تھا۔ آج ہمارے پاس موقع ہے کہ خود کو اور اپنے پیاروں کو اللہ ﷻ کی نافرمانی سے بچا کر آخرت کے عذاب سے بچانے کی کوشش کریں۔ جیسا کہ سورۃ التحریم ۶۶، آیت: ۶ میں آتا ہے کہ "اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں"۔

آیت نمبر ۱۵: ا: کیا مجرم اپنے پیاروں کو فدیہ میں دے کر اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ جائے گا؟ ا: ہرگز نہیں۔

۲: قیامت کے دن مجرم کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔

علمی بات: حساب کے دن ایسا ہونا ممکن نہیں کہ جرم کوئی اور کرے اور سزا کسی اور کو ملے کیوں کہ ایسا ہونا عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے، پس اس روز ہر کسی کو اپنے اعمال کا بوجھ خود ہی اٹھانا ہو گا۔ "کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔ (سورۃ النجم ۵۳، آیت: ۳۸)

آیت نمبر ۱۶: ا: جہنم کی آگ کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ا: وہ کھالوں کو کھینچ کر اُتار دینے والی ہو گی۔ سورۃ النساء ۴، کی آیت: ۵۶ میں آتا ہے کہ "جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ہم ان کو عنقریب آگ میں جھلسا دیں گے جب ان کی کھالیں گل اور جل جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے تا کہ (ہمیشہ) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں بے شک اللہ نہایت غالب بڑا حکمت والا ہے"۔

علمی بات: آج جدید سائنس بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ درد کا اثر کھال تک رہتا ہے اگر کھال جل جائے تو درد ختم ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اہلِ جہنم کی کھال جب جل جائے گی تو اس کو بدل دیا جائے گا۔ اللہ ﷻ ہم سب کو اس عذاب سے محفوظ رکھے۔ آمین

COPYRIGHTS© RESERVED BY THE FOUNDATION FOR KNOWLEDGE AND SCIENTIFIC EDUCATION

آیت نمبر ۱۷: ۱: جہنم کی آگ کن لوگوں کو اپنی طرف پکارے گی؟ ۱: حق سے منہ پھیرنے والوں کو۔ ۲: جہنم میں جانے کی کیا وجوہات بیان کی گئیں؟ ۲:i. حق سے پیٹھ پھیرنا۔ ii. حق سے منہ موڑنا۔ ۳: حق سے پیٹھ پھیرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: حق بات پر عمل نہ کرنا یا اس کی مخالفت کرنا۔ ۴: حق سے منہ موڑنے سے کیا مراد ہے؟ ۴: حق بات کی طرف توجہ نہ دینا۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: اہل جہنم کی کن برائیوں کی نشاندہی کی گئی ہے؟ ۱: مال جمع کرنا اور مال کو سنبھال کر رکھنا۔

۲: مال جمع کرنا اور سنبھال کر رکھنا کیوں بُرا ہے؟ ۲: مال انسان کے لئے فتنہ یعنی آزمائش ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں آتا ہے "تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ہے"۔ (سورۃ تغابن ۶۴، آیت: ۱۵)

علمی بات: مال کی محبت میں مبتلا ہو کر انسان اللہ ﷻ کے احکام کو فراموش کر دیتا ہے اور یوں اپنی آخرت کو برباد کر دیتا ہے۔ یہی مضمون سورۃ الھمزہ ۱۰۴، آیت: ۲ میں آیا ہے۔ سورۃ الکھف ۱۸، آیت: ۴۶ میں ہے کہ "مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے رب کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں"۔ حدیث شریف میں ہے "ہر امّت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے"۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: انسان کی کن کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی ہے؟ ۱: انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے۔ یعنی ایک حالت پر قائم رہنے والا نہیں بلکہ حالات کی تبدیلی کا فوراً اثر قبول کر لینے والا ہے۔ انسان فطری طور پر ایسا ہی پیدا ہوا ہے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: تکالیف میں کم حوصلہ انسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ۱: جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے۔ یہ کیفیت ایک عام دنیادار انسان بلکہ انسانوں کی اکثریت کی ہے۔ اور جو لوگ ایمان لا کر اپنی اصلاح کر لیتے ہیں ان کے دل کی یہ کیفیت نہیں رہتی ان کے دل میں صبر و سکون اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: خوش حالی ملنے پر ایک کم حوصلہ انسان کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ ۱: خوش حالی ملنے پر وہ کنجوس بن جاتا ہے اور دوسروں کو اللہ ﷻ کی طرف سے ملنے والی نعمتوں میں شریک نہیں کرتا۔ اس کے برعکس دولت ایمان سے مالا مال بندہ دنیا کا حریص نہیں رہتا، بلکہ غنی ہو جاتا ہے، مصائب کے تند و تیز طوفان جب اس سے آکر ٹکراتے ہیں تو اسے فولاد کی چٹان کے مانند مضبوط پاتے ہیں۔ جب اس پر خوشحالی کا دور آتا ہے تو وہ محتاجوں اور مسکینوں کو ڈھونڈ کر ان کی امداد کرتا ہے۔ جب تک وہ کسی کی تکلیف کو دور نہ کر دے، اسے چین نہیں آتا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: ان انسانی کمزوریوں سے کون لوگ بچے رہتے ہیں؟ ۱: نماز ادا کرنے والے۔ ۲: اہل جنت کا ذکر کن آیات میں کیا گیا ہے؟ ۲: آیات: ۲۲ تا ۳۵ میں۔ ۳: اہل جنت کی پہلی صفت کیا بیان کی گئی ہے؟ ۳: وہ نماز ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: مصلین (یعنی نماز پڑھنے والوں) کی کیا خوبی بیان کی گئی ہے؟ ۱: جو اپنی نمازوں کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔ ہمیشہ نماز پڑھنے کا مطلب ہے کہ نماز میں کوتاہی نہیں کرتے ہر نماز اپنے وقت پر نہایت پابندی اور اہتمام سے پڑھتے ہیں۔ کوئی مشغولیت انہیں نماز سے نہیں روکتی اور دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نماز سے غافل نہیں کرتا۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: مستحقین جنت کی کیا صفت بیان کی گئی؟ ۱: ان کے مالوں میں مقررہ حصہ ہوتا ہے یعنی پابندی سے ضرورت مندوں پر مال خرچ کرتے ہیں

آیت نمبر ۲۵: ۱: مستحقین جنت کے مالوں میں ایک مقررہ حصہ کن لوگوں کے لئے ہوتا ہے؟ ۱: مانگنے والوں اور محتاجوں کے لئے۔

۲: مانگنے والوں سے کون مراد ہیں؟ ۲: ایسے لوگ جو عادی اور پیشہ ور بھکاری نہ ہوں بلکہ کسی حقیقی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے انہیں مجبوراً مانگنا پڑ جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ وہ دراصل آگ کے انگارے طلب کر رہا ہے اب وہ چاہے تو کم اکٹھے کرے یا زیادہ"۔ (صحیح مسلم) ۳: محرومین سے مراد کون ہیں؟ ۳: ایسے لوگ جو محتاج یا ضرورت مند ہوں۔ مثلاً وہ لوگ جو سوال کرنے کے مستحق ہونے کے باوجود سوال کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ جن کو عام طور پر سفید پوش کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں محرومین سے مراد وہ لوگ بھی ہیں جو روزگار کی تلاش میں ہوں اور انھیں روزگار میسر نہ آ رہا ہو یا جتنا کما رہے ہوں اس سے ان کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں یا روزی کمانے کے قابل ہی نہ ہوں۔ جیسے بوڑھا، بیمار، اندھا، لنگڑا، اپاہج وغیرہ۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: مستحقین جنت کی کس ایمانی کیفیت کا بیان ہے؟ ۱: وہ تصدیق کرتے ہیں بدلہ کے دن کی۔

۲: تصدیق کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی ہر شک وشبہ سے پاک کامل یقین والا ایمان رکھتے ہیں۔ ۳: بدلہ کے دن سے کیا مراد ہے؟ ۳: آخرت کا دن۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: مستحقین جنت کس سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں؟ ۱: اہل ایمان نیک اعمال کرنے کے باوجود اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ طور ۵۲، آیت: ۲۶ میں اہل جنت کی گفتگو کا ذکر آتا ہے کہ "کہیں گے کہ اس سے پہلے ہم اپنے گھر والوں کے درمیان رہتے ہوئے (اللہ سے) بہت ڈرا کرتے تھے"۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: اللہ ﷻ کے عذاب کے حوالے سے کس کیفیت کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کا عذاب ایسا معمولی نہیں ہے کہ اس سے بے خوف رہا جاسکے بلکہ اس کا ڈر رکھتے ہوئے اس سے بچاؤ کی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: مستحقین جنت کی کس صفت کا بیان ہے؟ ۱: وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سورۃ المومنون ۲۳، آیت: ۵ میں بھی بالکل یہی بیان ہے۔

علمی بات: حفاظت فروج عفت و پاکدامنی کے لئے جو اصطلاح بیان کی گئی وہ ہے "حفظ فروج" حفظ کے معنی حفاظت و پاسبانی کے ہیں اور فرج کے معنی شگاف، دراڑ، دو چیزوں میں خلا کے ہیں اور دو ٹانگوں کے درمیان کا فاصلہ (کنایۃ شرم گاہ) بھی۔ فرج کا ایک معنی سرحد بھی ہے اس معنی کے لحاظ سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فرج اس سرحدی مقام کو بھی کہتے ہیں جس پر پہرہ دار بٹھا کر ہر وقت حفاظت و نگرانی کی ضرورت ہو۔

شرعی اصطلاح میں اس سے شرم گاہ مراد ہے قرآنِ حکیم نے حفاظت فروج کو ان اہل ایمان کی عظیم خوبی قرار دیا ہے جنہیں حقیقی کامیابی نصیب ہوگی اور انہیں جنّت میں ایک خاص قدر و منزلت سے نوازا جائے گا اور پاک دامنی کی عظیم صفت جو کہ شرم و حیاء ہے اور وہ پاکیزہ زندگی کی بنیاد ہے اس کو اختیار کرنے اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرنے والوں کو نبی اکرم ﷺ نے جنّت کی ضمانت عطا فرمائی ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جو شخص مجھے اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کی ضمانت دے میں اُسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔ (صحیح بخاری) کیونکہ شیطان اس کمزور پہلو سے انسان کو بہکاتا ہے اور اس کی عفت و عصمت کو داغدار بنا دیتا ہے۔

۳: شرم گاہ کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ ۳: عفت و عصمت کی حفاظت کرنا۔ یعنی: i. ستر کو چھپا کر رکھنا۔ ii. شرم گاہ کا غلط استعمال نہ کرنا۔

۴: ستر کسے کہتے ہیں؟ ۴: جسم کا وہ حصہ جسے چھپانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ۵: مردوں کا ستر کہاں سے کہاں تک ہے؟ ۵: ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک جسے شرعی عذر کے بغیر کسی کے سامنے کھولنا یا ظاہر کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ ۶: عورتوں کا ستر کہاں سے کہاں تک ہے؟ ۶: چہرے، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پیروں کے علاوہ تمام جسم عورتوں کا ستر ہے نیز فتنہ کے مقام پر چہرے کو چھپانا بھی حجاب میں شامل ہے۔

۷: نکاح کا مقصد کیا ہے؟ ۷: نکاح کا مقصد شرم و حیاء اور شرم گاہوں کی حفاظت ہے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: فطری خواہشات کو پورا کرنے کی جائز حدود کیا بیان کی گئی ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ نے فطری خواہشات بیویوں اور کنیزوں سے پورا کرنے کو جائز فرمایا ہے۔ اللہ ﷻ نے نکاح کا جائز راستہ عطا فرمایا ہے۔ اس لئے ہمیں اسی کو اختیار کرنا چاہیئے۔

علمی بات: یاد رہے کنیزوں اور غلاموں کا تصور اسلام کے ابتدائی دور میں تھا۔ البتہ آج عملاً اس کا وجود نہیں ہے اس لئے آج نہ تو کسی آزاد مرد اور عورت کو بیچا جاسکتا ہے اور نہ ہی غلام یا کنیز بنایا جاسکتا ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: فطری خواہش کی تکمیل کے لئے نکاح کے علاوہ کوئی اور ذریعہ اختیار کرنا کیسا ہے؟ ۱: بیویوں کے علاوہ فطری خواہش کی تکمیل کے لئے کوئی ذریعہ اختیار کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والا شخص حد سے گزرنے والا ہے۔ ۲: حد سے گزرنے والے سے کیا مراد ہے؟ ۲: گناہ اور سرکشی میں آگے بڑھ جانا۔ یعنی اسلام کی مقرر کردہ حدود کو توڑنا۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: مستحقین جنت کی کن صفات کا بیان ہے؟ ۱: وہ اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سورۃ المومنون ۲۳، آیت: ۸ میں بھی بالکل

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION OF CIVIL AND ETIQUETTE SOCIETY

یہی الفاظ ملتے ہیں۔ ۲: امانت کسے کہتے ہیں؟ ۲: ایسی شے جو اس کی ذاتی ملکیت میں نہ ہو بلکہ کسی اور شخص نے اعتماد کر کے دی ہو تا کہ وہ اسے تھوڑے عرصے اپنے پاس محفوظ رکھے اور پھر واپس کر دے۔ ۳: امانت کی حفاظت کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: کسی کی دی ہوئی چیز مثلاً پیسہ، زیور وغیرہ کو سنبھال کر رکھنا اور اس کے مانگنے پر واپس کر دینا امانت کی حفاظت ہے۔

۴: امانت کی اقسام کیا ہیں؟ ۴: مال و دولت، زیور، مشورہ، ووٹ، گواہی، جسم و جان، جسمانی صلاحیتیں، عہدہ مقام و مرتبہ حتیٰ کہ قرآن حکیم اور دین اسلام یہ سب اللہ ﷻ کی دی ہوئی امانتیں ہیں۔ ۵: وعدہ کسے کہتے ہیں؟ ۵: کسی بات یا کام کا اقرار اور اسے انجام دینے کو وعدہ کہتے ہیں۔

۶: وعدہ کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ ۶: اپنے قول و اقرار کو پورا کرنا وعدہ کی حفاظت کرنا ہے۔

۷: وعدہ کی اقسام کیا ہیں؟ ۷: i۔ اپنے آپ سے عہد کرنا (مثلاً گناہ سے بچنے کا ارادہ) ii۔ دوسروں سے عہد کرنا۔ iii اللہ ﷻ سے عہد کرنا۔

عملی پہلو: ہمیں اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرنی چاہیئے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: اس شخص کا ایمان ہی نہیں جس میں امانتداری نہ ہو اور اس شخص کا کوئی دین ہی نہیں جس میں عہد کی وفاداری نہ ہو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

آیت نمبر ۳۳: ۱: مستحقین جنت کی کس خوبی کا بیان ہے؟ ۱: وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔

۲: گواہی دینے سے کیا مراد ہے؟ ۲: کسی واقعہ یا بات کے ہونے نہ ہونے یا صحیح و غلط ہونے کی تصدیق کرنا۔

۳: گواہیوں پر قائم رہنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: حقیقت بیان کرنا اور کسی لالچ اور خوف کی وجہ سے جھوٹ نہ بولنا۔

عملی پہلو: گواہی کو چھپانا دل کا گناہ ہے۔ (سورۃ البقرہ ۲، آیت: ۲۸۳) اور جھوٹی گواہی دینا بہت بڑا گناہ ہے (صحیح مسلم) ہمیں صحیح صحیح گواہی دینی چاہیئے اور حقیقت کو نہیں چھپانا چاہیئے۔ گواہی کی ضرورت گھر، اسکول، دوستوں، رشتہ داروں، دفاتر حتیٰ کہ ملکی معاملات میں بھی ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: مستحقین جنت کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۱: وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ سورۃ المومنون ۲۳، آیت: ۹ میں بھی بالکل یہی الفاظ ملتے ہیں۔

۲: نماز کی حفاظت سے کیا مراد ہے؟ ۲: نماز کو اس کے تمام شرائط، ارکان، واجبات، اور پورے آداب کے ساتھ ادا کرنا نماز کی حفاظت کہلاتا ہے۔

علمی بات: اس سے نماز کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جس پاکیزہ و بلند اخلاق و کردار کے لوگ خدا کی جنت کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں، ان کی صفات کا ذکر سورۃ المومنون ۲۳، کی طرح نماز ہی سے شروع اور اسی پر ختم کیا گیا ہے۔ نمازی ہونا ان کی پہلی صفت ہے، نماز کا ہمیشہ پابند رہنا ان کی دوسری صفت، اور نماز کی حفاظت کرنا ان کی آخری صفت۔ نماز کی حفاظت سے بہت سی چیزیں مراد ہیں۔ وقت پر نماز ادا کرنا۔ نماز سے پہلے اطمینان کر لینا کہ جسم اور کپڑے پاک ہیں۔ باوضو ہونا اور وضو میں اعضاء کو اچھی طرح دھونا۔ ارکان اور واجبات اور مستحبات نماز کو ٹھیک ادا کرنا۔ نماز کے آداب کو پوری طرح ملحوظ رکھنا۔ اللہ ﷻ کی نافرمانیاں کر کے اپنی نمازوں کو ضائع نہ کرنا۔ یہ سب چیزیں نماز کی حفاظت میں شامل ہیں۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: جنت میں کن لوگوں کا اعزاز کیا جائے گا؟ ۱: وہ لوگ جو آیات: ۲۳ تا ۳۴ میں بتائے گئے اوصاف اختیار کریں گے۔ یعنی جن کے اندر مندرجہ بالا آٹھ صفات موجود ہوں جو کہ یہ ہیں: i. نماز کی ہمیشہ پابندی اور حفاظت کرنا۔ ii. اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنا۔ iii. آخرت کا یقین رکھنا۔ iv. اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈرتے رہنا۔ v. اپنی عصمت کی حفاظت کرنا۔ vi. امانتوں کی حفاظت کرنا۔ vii. وعدوں کا پاس رکھنا۔ viii. شہادتوں پر قائم رہنا۔

علمی بات: یہاں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنت محض وراثت میں منتقل ہونے والی چیز نہیں، بلکہ اس کا تعلق انسان کے ایمان و عمل اور اس کے اخلاق و کردار سے ہے جو بھی اس دولت کو اپنائیں گے اللہ ﷻ ان کو جنت کی بے مثال اور سدا بہار نعمت سے نوازے گا، خواہ وہ امیر ہوں یا غریب ہوں، کوئی بھی ہوں اور کہیں کے بھی ہوں، اور جو ایمان و عمل کی اس پونجی سے محروم ہوں گے، وہ اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیں گے، خواہ وہ دنیا کے بڑے سے بڑے مال دار اور صاحب منصب ہی کیوں نہ ہوں۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: کفار کے کس طرز عمل کا بیان ہے؟ ۱: کفار قرآن حکیم سن کر آپ ﷺ کی طرف دوڑے چلے آتے تھے۔

۲: کفار آپ ﷺ کی طرف دوڑ کر کیوں آتے تھے؟ ۲: تا کہ قرآن حکیم پر طنز کریں اور آپ ﷺ کا مذاق اڑائیں۔ (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۳۷: ۱: کفار کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ۱: کفار آپ ﷺ کا مذاق اڑانے کے لئے آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں جانب سے گروہ کے گروہ جمع ہو جاتے تھے۔

علمی بات: جب نبی کریم ﷺ لوگوں کو قرآن حکیم سنانے، وعظ و نصیحت کرنے اور احوال قیامت بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تو کافر آپ ﷺ کی آواز سن کر چاروں طرف سے آپ ﷺ کی طرف دوڑے چلے آتے تھے۔ کبھی شور مچاتے، کبھی تالیاں بجاتے، کبھی مذاق اڑاتے اور ان کے ان کرتوتوں کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اول تو کوئی شخص قرآن حکیم سننے ہی نہ پائے اور اگر کسی کے کان میں کچھ پڑ بھی جائے تو اس کا اثر قبول نہ کرے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: کفار کی کس خوش فہمی کو رد کیا گیا ہے؟ ۱: کفار کی جس خوش فہمی کو رد کیا گیا وہ یہ تھی کہ ان میں سے ہر ایک کو نعمتوں بھری جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اللہ ﷻ کی جنت تو ان لوگوں کے لئے ہے جن کی صفات مذکورہ بالا آیات: ۲۳ تا ۳۴ میں بیان کی جا چکی ہیں۔ کفار کی کیفیت یہ ہے کہ حق بات سننا تک گوارا نہیں کرتے اور حق کی آواز کو دبانے کے لئے دوڑ دوڑ کر چلے آتے ہیں۔ کیا وہ جنت کے امیدوار ہو سکتے ہیں؟ کیا خدا نے اپنی جنت ایسے ہی لوگوں کے لئے بنائی ہے؟ یقیناً نہیں۔ درحقیقت کفار کو اس سوالیہ انداز میں آئینہ دکھایا گیا ہے کہ وہ کس منہ سے جنتی ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: کفار کو کیا تنبیہ کی گئی؟ ۱: کوئی کافر ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ ۲: کفار کو کس بات کی یاد دہانی کرائی گئی؟

۲: اللہ ﷻ نے ان سب کو پیدا فرمایا ایسی شے سے جسے وہ جانتے ہیں۔ ۳: اللہ ﷻ نے انسانوں کو کس شے سے پیدا فرمایا؟ ۳: نطفہ سے۔

علمی بات: کفار کو بتایا جا رہا ہے کہ تکبر انسان کو زیب نہیں دیتا انسان کو اپنی تخلیق پر غور کرنا چاہیئے کہ کس قدر محتاج ہے۔ یہی تکبر ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی تکذیب کرتا ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: اللہ ﷻ نے کس کی قسم فرمائی؟ ۱: خود اپنے آپ کی۔ ۲: اللہ ﷻ کی کیا شان بیان کی گئی؟ ۲: وہ تمام مشرقوں اور تمام مغربوں کا رب ہے۔

۳: مشرقوں اور مغربوں سے کیا مراد ہے؟ ۳: دو مشرقوں سے مراد ایک تو وہ مقام ہے جب سورج موسم گرما کے سب سے بڑے دن میں طلوع ہوتا ہے اور دوسرا وہ مقام ہے جہاں سے سورج موسم سرما کے سب سے چھوٹے دن طلوع ہوتا ہے۔ یہی دونوں مغربوں کا حال ہے۔ ان دونوں کے درمیان ہر روز اس کا مشرق اور مغرب مختلف ہوتا رہتا ہے چنانچہ کئی مشرقوں اور مغربوں کا ذکر اس آیت "رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ" (مشرقوں اور مغربوں کا رب) کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ اسی طرح زمین کے ایک نصف کُرّے (Eastern Hemisphere) میں جس وقت سورج طلوع ہوتا ہے اسی وقت دوسرے نصف کُرّے (Western Hemisphere) میں وہ غروب ہوتا ہے۔ یوں بھی زمین کے دو مشرق اور دو مغرب بن جاتے ہیں۔

۴: اللہ ﷻ نے کس بات پر قسم فرمائی؟ ۴: اللہ ﷻ یقیناً قدرت رکھنے والا ہے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: اللہ ﷻ نے اپنی کس قدرت کا ذکر فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ اس پر قادر ہے کہ وہ ان کفار سے بہتر لوگ بدل کر لے آئے یعنی ان کفار کو ہلاک کر کے ان کی جگہ فرماں بردار انسان پیدا کر دے۔ ۲: اللہ ﷻ اپنے نافرمان بندوں کو فوراً ہلاک کیوں نہیں کر دیتا؟ ۲: یہ اس لئے نہیں کہ وہ ایسا نہیں کر سکتا بلکہ وہ نافرمانوں کو توبہ کی مہلت دیتا ہے اور اللہ ﷻ کے ہاں ہر فیصلے کا وقت متعین ہے۔

علمی بات: دراصل یہاں یہ بات سمجھائی جا رہی ہے کہ ان کفارِ مکہ کو ہنسی ٹھٹھا کرنے دیجیئے، اللہ ﷻ خدمت اسلام کے لئے اس سے بہتر قوم لے آئے گا چنانچہ "قریش" کی جگہ اس نے "انصارِ مدینہ" کو کھڑا کر دیا۔ اور مکہ والوں کو آخر اپنی شرارتوں کے مزے چکھنے پڑے۔

عملی پہلو: ہمیں اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ نے ہمیں مہلت عمل دی ہوئی ہے اور وہ ہماری خطاؤں اور لغزشوں پر فوری پکڑ اور سرزنش نہیں فرماتا بلکہ توبہ و استغفار کا موقع عطا فرماتا ہے۔ اس لئے ہمیں اللہ ﷻ کی دی ہوئی اس زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اللہ ﷻ نے اپنے رسول کو کیا نصیحت فرمائی؟ ۱: آپ ﷺ انہیں دین کی دعوت دے کر ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کے کفر پر اڑے رہنے سے پریشان نہ ہوں یہاں تک کہ یہ خود اپنے کیئے کا انجام دیکھ لیں۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE TRUTH FOUNDATION SAFFRON WOULD GIVE FREE ELECTRONIC VERSION

۲: کفار کے کن مشاغل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: فضول باتوں اور کھیل کود میں پڑے رہنے کا۔

عملی پہلو: ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم ایسے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کریں جنھوں نے دین کو کھیل و تماشہ بنا رکھا ہے مگر ساتھ ساتھ قرآن حکیم سے نصیحت بھی کرتے رہیں۔ جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت: ۷۰ میں آتا ہے کہ "اور جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے ان سے کچھ کام نہ رکھو ہاں اس (قرآن) کے ذریعے سے نصیحت کرتے رہو تاکہ (قیامت کے دن) کوئی اپنے اعمال کی سزا میں ہلاکت میں نہ ڈالا جائے"۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: قیامت کے دن کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: تمام انسان قبروں سے نکل پڑیں گے۔

۲: قیامت کے دن کفار کس حال میں ہوں گے؟ ۲: کفار قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے اور میدان حشر میں جمع ہوں گے۔

۳: کفار میدان حشر میں اپنی سزا سننے کے لئے کیسے جمع ہوں گے؟ ۳: شوق سے دوڑتے ہوئے جیسے وہ اپنے بتوں کی طرف جایا کرتے تھے۔ یا جیسے میدان جنگ میں فوجی اپنے جھنڈوں کی طرف دوڑتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ روز قیامت کفّار قبروں سے تیزی سے نکل کر اپنے مقررہ مقامات پر حساب کے لئے پہنچیں گے۔

آیت نمبر ۴۴: ۱: قیامت کے دن کفار کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۱: ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ بالکل اسی طرح جیسے مجرموں کی آنکھیں جھکی ہوتی ہیں کہ ان کو اپنے کرتوتوں کا علم ہوتا ہے۔ اس بات کا ذکر سورۃ القلم ۶۸، کی آیت: ۴۳ میں بھی آیا ہے۔

عملی پہلو: دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جس طالب علم نے امتحان کے لئے محنت نہیں کی ہوتی نتیجہ کے دن اُس کے چہرے کا رنگ تبدیل اور آنکھیں شرمندگی کے ساتھ جھکی ہوتی ہیں۔

۲: قیامت کے دن کفار کو کیا جتلایا جائے گا؟ ۲: یہی وہ قیامت کا دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اَلْمَعَارِجُ کے معنی ہیں:

(الف) دیواریں (ب) چھت (ج) دروازے ✓(د) سیڑھیاں

(۲) يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ آیت کریمہ کی رُو سے قیامت کے دن آسمان ہوگا:

✓(الف) پگھلے تانبے کی طرح (ب) رنگین اون کی طرح (ج) بکھرے ذرات کی طرح (د) سرخ چمڑے کی طرح

(۳) نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ کے معنی ہیں:

(الف) بال اُتارنے والی (ب) نظر اُتارنے والی (ج) بوجھ اُتارنے والی ✓(د) کھال اُتارنے والی

(۴) اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝ میں انسان کی تخلیقی کمزوری بیان ہوئی ہے:

(الف) جلد باز (ب) کم حوصلہ (ج) کمزور ✓(د) جھگڑالو

(۵) سَاَلَ عربی قواعد کی رُو سے ہے فعل:

(الف) امر (ب) نہی ✓(ج) ماضی (د) مضارع

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝

آیات کریمہ کی رو سے قیامت کے دن مجرم کس خواہش کا اظہار کرے گا؟

COPYRIGHTS © RESERVED
THE ILM FOUNDATION.
SALE OF THIS BOOK WOULD
ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL

جواب: قیامت کے دن مجرم چاہے گا کہ کاش وہ اس دن عذاب سے بچنے کے بدلے اپنے بیٹوں، بیوی، بھائی اور اپنے خاندان جو اسے پناہ دیتا تھا فدیہ میں دے دے۔

۲۔ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ آیات کریمہ کی رُو سے جہنم کی آگ کسے پکارے گی؟

جواب: آیاتِ مبارکہ کی رو سے اسے پکارے گی جس نے حق سے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا، اور جس نے مال جمع کیا اور اسے حقوق ادا کیے بغیر سنبھال کر رکھا۔

۳۔ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ﴿۲۰﴾ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ﴿۲۱﴾ آیات کریمہ میں انسان کی کن حالتوں کا بیان ہے؟

جواب: آیات مبارکہ میں ہے کہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور جب اسے خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو وہ کنجوس بن جاتا ہے۔

۴۔ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ آیات کریمہ میں اہل ایمان کی کون سی صفات بیان ہوئی ہیں؟

جواب: آیاتِ کریمہ کے مطابق اہل ایمان اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور وہ اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔

۵۔ كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

آیات کریمہ کی رُو سے قیامت کے دن لوگ قبروں سے کس حالت میں نکلیں گے؟

جواب: آیاتِ کریمہ کی رو سے وہ قبروں سے اس طرح تیزی سے نکلیں گے جیسے وہ اپنے مقرر کردہ نشانیوں کی طرف دوڑ رہے ہوں۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ کریں۔

جواب: ایک سوال کرنے والے نے سوال کیا اس عذاب کے بارے میں جو واقع ہونے والا ہے (یعنی) کافروں پر۔ اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اس اللہ کی طرف سے (واقع ہوگا) جو بلندیوں کا مالک ہے۔

(ب) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ کا تعارف اور مرکزی مضمون بیان کریں۔

جواب: اَلْمَعَارِجِ "سیڑھیوں" کو کہتے ہیں۔ یہ معراج کی جمع ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی شان کے حوالے سے ذِي الْمَعَارِجِ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی ہے بلندیوں والا، درجوں والا۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ" ہے۔ یہ سورت مکی دور میں نازل ہوئی۔ اس کے مرکزی میں قیامت اور آخرت کا احوال بیان ہوا ہے۔

۲۔ (الف) وَ الَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَ الَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ کریں۔

جواب: اور وہ لوگ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصّہ ہے۔ مانگنے والے اور محروم کا۔ اور وہ لوگ جو تصدیق کرتے ہیں بدلہ کے دن کی۔

(ب) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

۱۔ قیامت کی ہول ناکی کا بیان۔ ۲۔ اہل جہنّم کے جرائم کا بیان۔ ۳۔ اہلِ جنّت کی بنیادی صفات کا بیان۔ جن میں نماز کی پابندی، قیامت پر یقین، مال کا صدقہ، شرم گاہوں کی حفاظت، امانت داری اور سچی گواہی شامل ہیں۔

۳۔ (الف) فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ آیات کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: تو کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے گروہ کے گروہ۔ کیا ان میں سے ہر شخص یہ توقع رکھتا ہے کہ داخل کر دیا جائے گا نعمتوں والی جنّت میں؟

(ب) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ میں اسم معرفہ اور اسم نکرہ کی کوئی دو دو مثالیں تلاش کریں۔

جواب: اسمِ معرفہ: ۱۔ اللّٰهِ (اسم باری تعالیٰ)، ۲۔ الرُّوْحُ (جبرائیل علیہ السلام) اسمِ نکرہ: ۱۔ سَآئِلٌ (کوئی مانگنے والا)، ۲۔ امْرِئٍ (کوئی آدمی)

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WITHOUT COVER AND ENTAILING IS STRICTLY PROHIBITED

سبق:۱۹ سُوْرَۃُ نُوْح آیات:۱تا۲۸

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت میں ان آیات کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو کس کس انداز سے دعوت پیش کی؟
۲۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کرنے کے کیا ثمرات بیان فرمائے؟
۳۔ انسان کی پیدائش کی تفصیلات کیسے بیان کی گئی ہیں؟
۴۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے کن کن احسانات کی یاد دہانی فرمائی؟
۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں کی چالوں سے کیا مراد ہے؟
۶۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کن بُتوں کی پوجا کرتی تھی؟
۷۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں بُت پرستی کیسے شروع ہوئی؟
۸۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کفار کے لئے کیا کیا دعائے ضرر مانگی؟
۹۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اہل ایمان کے لئے کیا دعائیں مانگیں؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ المعارج" میں قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر تھا۔ سورۃ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو دنیا و آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کی محنت کا ذکر ہے۔ سورۃ المعارج میں ذکر تھا کہ ایمان سے عاری قریبی رشتہ دار روزِ قیامت ایک دوسرے کے کام نہ آئیں گے۔ سورۃ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے صاحب ایمان گھر والوں اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کا ذکر ہے۔ سورۃ المعارج میں نیک اعمال کرنے والوں کے لئے جنت میں اکرام کیئے جانے کا ذکر ہے۔ سورۃ نوح میں استغفار کا اہتمام کرنے پر دنیا میں بھی نعمتیں اور برکتیں عطا کیئے جانے کا بیان ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر۱: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کو کن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام کو عراق کے علاقے میں آباد ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

علمی بات: حضرت نوح علیہ السلام جلیل القدر پیغمبروں میں سے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ پہلے رسول ہیں۔ نیز کہا جاتا ہے کہ انہی کی قوم سے شرک کا آغاز ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قوم کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر کیوں بھیجا؟ ۲: تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا دردناک عذاب آنے سے پہلے اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔

علمی بات: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کے قانون و دستور کا بیان ہے کہ جب کسی قوم کا اخلاقی فساد و بگاڑ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ عذاب کی مستحق قرار پاجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب بھیجنے سے پہلے ان کے اندر اپنا پیغمبر بھیج کر ان پر حجت تمام کر دیتا ہے، تاکہ گمراہی میں پڑے رہنے کے لئے ان کے پاس کوئی عذر اور حجت باقی نہ رہ جائے۔ اگر وہ اپنی اصلاح کر کے عذاب سے بچنا چاہیں تو پیغمبر اُن کی رہنمائی فرمائیں اور وہ ان کی ہدایت سے مستفیض ہو کر نجات حاصل کریں۔ اس لئے نبی آخر الزماں حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو قیامت تک کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اب قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے بھی انکار کی کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اصلاح کر کے عذاب سے بچنا چاہیں تو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

آیت نمبر۲: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے اپنا تعارف کیسے کروایا؟ ۱: بے شک میں تمہیں واضح طور پر برے انجام سے ڈرانے والا ہوں۔

علمی بات: یہاں ایک اہم اور بنیادی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اور رسول علیہ السلام کا اصل اور اولین کام "انذار" یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ڈرانا اور اس کے بُرے انجام سے بچانا ہوتا ہے تاکہ لوگ سنجیدگی سے ان کے حق و ہدایت کے پیغام کو غور سے سنیں اور اس کو صدق دل سے قبول کریں اور اس کے تقاضوں پر عمل کر کے اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کی کوشش کریں۔

آیت نمبر۳: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کن باتوں کی دعوت دی؟ ۱۔i: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ii۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ iii۔ میری اطاعت کرو۔

علمی بات: i۔ "اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو" مطلب یہ کہ باطل معبودوں کی پوجا اور پرستش کو چھوڑ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا معبود تسلیم کر کے اسی کی عبادت کرو اور

اسی کے احکام بجالاؤ ii ۔ ”اللہ ﷻ سے ڈرو یعنی تقویٰ اختیار کرو۔“ مطلب یہ کہ ان کاموں سے پرہیز کرو جو اللہ ﷻ کی ناراضگی اور اس کے غضب کا سبب ہیں اور اپنی زندگی میں وہ روش اختیار کرو جو خدا ترس لوگوں کو اختیار کرنی چاہیئے۔ iii۔ ” میری اطاعت کرو“ مطلب یہ کہ ان احکام کی اطاعت کرو جو اللہ ﷻ کا رسول ہونے کی حیثیت سے میں تمہیں دیتا ہوں۔

آیت نمبر ۴: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا ترغیب دلائی؟ ۱: ایمان لانے پر ان کے گناہوں کی بخشش کی ترغیب دلائی۔

علمی بات: اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں پر مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے کیونکہ حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوتے جب تک کہ ادا نہ کر دیئے جائیں یا جب تک کہ متعلقہ لوگ ان کو خود اپنی مرضی اور خوشی سے معاف نہ کر دیں۔ ۲: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کس چیز سے ڈرایا؟ ۲: اللہ ﷻ تمہیں موت کے مقررہ وقت تک مہلت دے گا پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو تاخیر نہیں کی جاتی۔ ۳: حضرت نوح علیہ السلام نے کس بات پر حسرت کا اظہار کیا؟ ۳: کاش کہ ان کی قوم جانتی کہ موت کے وقت نہ ایمان لانا قبول کیا جاتا ہے اور نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور کاش وہ اس سے پہلے ہی ایمان لے آتے۔

آیت نمبر ۵: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ ﷻ سے کیا عرض کی؟ ۱: اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن دعوت دی۔

علمی بات: یہاں سے دراصل حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا دوسرا مرحلہ بیان فرمایا جارہا ہے جب آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ طویل عرصے کی جدوجہد اور دن رات کی لگاتار دعوت کے باوجود اس ضدی قوم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا اور وہ بدستور اپنے کفر و انکار پر اڑی ہوئی ہے، تو آپ علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور اس طرح عرض کیا۔

آیت نمبر ۶: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کا کیا حال بیان فرمایا؟ ۱: ”میری دعوت پر وہ ایمان لانے کے بجائے دور بھاگنے لگے“۔ حق کا انکار کرنے والوں کی ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت سے دور بھاگتے رہے۔

علمی بات: ان لوگوں کے پاس چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا اور دوسری طرف پیغام حق کو قبول کرنا اور اپنی زندگی کی روش و طریقہ بدلنا بھی ان کو گوارا نہیں تھا، اس لئے انہوں نے اپنی سلامتی فرار کی راہ ہی میں سمجھی، تاکہ اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دے سکیں۔

آیت نمبر ۷: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت کیوں دی؟ ۱: تاکہ وہ ایمان لے آئیں اور اطاعت اختیار کریں اور اللہ ﷻ انہیں بخش دے۔

۲: قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت پر کیا طرز عمل اختیار کیا؟ ۲: وہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت سن کر کانوں میں انگلیاں ٹھوس لیتے یا چادر اپنے اوپر لپیٹ لیتے تاکہ ان کی آواز سنائی ہی نہ دے۔

علمی بات: یہی حال کفار قریش کا تھا کہ کلام اللہ کو سننا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ حم سجدہ ۴۱، آیت: ۲۶ میں آتا ہے کہ ” اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو تاکہ تم غالب رہو“۔

۳: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی کیا کیفیت بیان فرمائی؟ ۳: وہ لوگ کفر پر اڑ جانے والے اور تکبر کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء ۲۶، آیت: ۱۱۱ میں آتا ہے کہ ”ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ پر کس طرح ایمان لے آئیں جبکہ آپ کے سارے پیروکار پست طبقہ کے لوگ ہیں“۔

فرمانِ نبوی ﷺ: ” کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں وہ شریر، مغرور اور تکبر کرنے والے لوگ ہیں“۔ (صحیح بخاری) اللہ ﷻ ہم سب کو تکبر جیسی جہنم میں لے جانے والی برائی سے بچائے۔

آیت نمبر ۸: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے کفر و تکبر پر کیا کیا؟ ۱: انہیں بلند آواز سے ایمان اور توبہ کی دعوت دی۔ یعنی ان کی اصلاح کے لئے دعوت کا ہر طریقہ اختیار کیا۔

آیت نمبر ۹: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو دعوت دینے کا کیا انداز تھا؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام قوم کو علانیہ بھی سمجھاتے تھے اور چپکے چپکے بھی سمجھاتے تھے۔

علمی بات: حضرت نوح علیہ السلام نے مختلف انداز اور طریقوں سے انہیں دعوت دی۔ مجمع کے سوا ان سے علیحدگی میں بات کی، صاف کھول کر اور اشاروں میں بھی، زور سے بھی اور آہستہ بھی، غرض نصیحت کا کوئی عنوان اور کوئی رنگ نہیں چھوڑا۔

COPYRIGHTS © RESERVED BY THE IMPROVEMENT FOUNDATION. SAFE OF THIS BOOK IS LEGALLY ENFORCEABLE

عملی پہلو: ہمیں دعوتِ حق کے عمل سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اپنا فرض ادا کرتے رہنا چاہیئے خواہ اس کے اثرات ہمیں نظر آئیں یا نہ آئیں۔ دعوت دین کے لئے ہر وہ ذریعہ اور انداز اپنانا چاہیئے جو دعوت کے عمل میں معاون و مددگار ثابت ہو۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو کس بات کی تلقین فرمائی؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو اللہ ﷻ سے مغفرت مانگنے کی تلقین فرمائی۔
۲: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو کیا امید دلائی؟ ۲: یقیناً اللہ ﷻ بہت معاف کرنے والا ہے وہ ان کی خطاؤں سے بھی درگزر فرما سکتا ہے اگر وہ اللہ ﷻ سے معافی مانگ لیں۔

عملی پہلو: ہمیں بھی کوشش کرنی چاہیئے کہ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس پر اڑے نہ رہیں بلکہ فوراً استغفار کریں۔ جیسا کہ سورۃ اٰلِ عمران ۳، آیت: ۱۳۵ میں اہل ایمان سے گناہ ہو جانے کے بعد ان کا طرز عمل بتایا گیا ہے کہ " اور وہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے"۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو استغفار کرنے پر کیسے ابھارا؟ ۱: اللہ ﷻ استغفار کرنے پر تم پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائے گا۔

علمی بات: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے قحط کا شکوہ کیا، دوسرے نے محتاجی کا اور تیسرے نے اولاد نہ ہونے کا تو آپ نے ان تینوں کو استغفار کا حکم دیا۔ کسی نے کہا کہ ان کے شکوے تو الگ الگ ہیں لیکن آپ ہر ایک کو استغفار کا ہی حکم دے رہے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے یہی آیات (نمبر ۱۰ تا ۱۲) پڑھ کر اسے مطمئن کر دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارش کی دعا کرنے کے لئے باہر نکلے اور صرف استغفار پر اکتفا فرمایا۔ کسی نے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ نے بارش کے لئے دعا تو کی ہی نہیں؟ فرمایا: میں نے آسمان کے ان دروازوں کو کھٹکھٹا دیا ہے جہاں سے بارش نازل ہوتی ہے پھر آپ نے سورۃ نوح کی یہی آیات لوگوں کو پڑھ کر سنا دیں۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کرنے کے مزید کیا ثمرات بیان فرمائے؟ i: ۔ اللہ ﷻ تمہارے مال میں اضافہ فرمائے گا۔
ii۔ تمہاری اولاد میں اضافہ فرمائے گا۔ iii۔ تمہیں باغات عطا فرمائے گا۔ iv۔ تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔

علمی بات: استغفار کے دنیا میں حاصل ہونے والے ایسے فوائد کا ذکر قرآن حکیم میں اور بھی کئی مقامات پر آیا ہے۔ ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کا دنیا میں بھی یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے تنگ دستی اور کئی دوسری پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔ تاہم یہ بات پیش نظر رہے کہ استغفار کا تقاضا ہے کہ گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کی جائے اور اللہ ﷻ کی اطاعت اختیار کی جائے اس صورت میں دنیا کی بھی برکات ملیں گی اور آخرت کی بھی۔ مثلاً سورۃ المائدہ ۵، آیت: ۶۶ میں آتا ہے کہ " اور اگر اہل کتاب تورات، انجیل اور جو کچھ ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا تھا، (اُس) پر عمل پیرا رہتے تو ان کے اوپر سے (آسمان سے بارش کی صورت میں) بھی رزق برستا اور نیچے سے (زمین سے اناج کی صورت میں) بھی نکلتا"۔ اسی طرح سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۹۶ میں آتا ہے کہ "اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے"۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کافر اور ہٹ دھرم قوم کو کیسے جھنجوڑا؟ ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ ﷻ کی عظمت کا خیال نہیں کرتے؟ یعنی اللہ ﷻ سے ڈرتے نہیں ہو۔ اس بات کا ذکر سورۃ الانفطار ۸۲، آیت: ۶ میں بھی آتا ہے کہ "اے انسان تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا اپنے اس رب کریم کے بارے میں"۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو اللہ ﷻ کے کس احسان کی یاد دہانی کرائی؟ ۱: اللہ ﷻ نے انسان کو کئی مراحل سے درجہ بدرجہ گزار کر پیدا فرمایا۔
۲: انسان کی پیدائش کے مراحل سے کیا مراد ہے؟ ۲: وہ مراحل جن سے گزر کر انسان کا وجود مکمل ہوتا ہے یعنی نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر ہڈیاں اور گوشت رکھنے والا مکمل انسان۔ اسی بات کی مزید وضاحت سورۃ المؤمنون ۲۳، آیت: ۱۲ تا ۱۴ میں بھی کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے توحید باری تعالیٰ کی کیا دلیل دی؟ ۱: اللہ ﷻ نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرما دیئے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے توحید باری تعالیٰ کے لئے کیا دلائل پیش کیئے؟ ۱: اللہ ﷻ نے آسمان میں چاند روشن فرمایا اور سورج کو چراغ بنایا۔

۲: چاند کے لئے روشن ہونے کی صفت کیوں بیان کی گئی؟ ۲: کیوں کہ چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی وہ سورج کی روشنی پڑنے سے روشن ہوتا ہے۔
۳: سورج کو چراغ کیوں کہا گیا؟ ۳: کیوں کہ سورج میں جلنے (combustion) کا عمل ہوتا ہے اور چراغ کی طرح روشنی پیدا ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو توحید باری تعالیٰ کی کون سی دلیل دی؟ ۱: وہی اللہ ہے جس نے تمہیں زمین سے اُگایا۔
۲: انسان کو زمین سے اُگانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قدرت سے ہم سب کے والد حضرت آدم علیہ السلام کو اور ہماری غذاؤں کو جن سے نطفہ بنتا ہے زمین سے پیدا فرمایا جیسا کہ وہ نباتات کو زمین سے اُگاتا ہے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کن حقائق کی تعلیم فرمائی؟ ۱: وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمہیں تمہاری موت کے بعد اسی زمین میں لوٹائے گا اور قیامت کے دن اسی زمین سے دوبارہ باہر نکالے گا۔

علمی بات: اس بات کا ذکر سورۃ طٰہٰ ۲۰، آیت: ۵۵ میں بھی آتا ہے کہ " اسی زمین میں سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے دوسری دفعہ نکالیں گے"۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کس احسان کی یاد دلائی؟ ۱: انہوں نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ انسان جیسے اپنے گھر میں فرش پر چلتا پھرتا ہے اسی طرح زمین کو بھی فرش بنا دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: زمین کا فرش ہونا ہمارے لئے کس اعتبار سے نعمت ہے؟ ۱: تاکہ ہم اس کے کھلے راستوں پر چلیں پھریں۔

علمی بات: زمین کے اس عظیم الشان بچھونے میں غور و فکر کی دعوت دی جارہی ہے جو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت اور رحمت و عنایت کا ایک عظیم الشان مظہر ہے۔ جہاں انسانی زندگی کے لئے موزوں حالات وسائل اور ذرائع آمد و رفت کی فراہمی میں دلائل، عبرتوں اور بصیرتوں کے لاتعداد سامان موجود ہیں۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اپنی قوم کی کیا شکایت کی؟ ۱: قوم نے ان کو جھٹلایا اور ان کی نافرمانی کی ہے۔
۲: قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کس کے کہنے پر کی؟ ۲: قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی اپنے سرداروں کے کہنے پر کی۔ ۳: قوم کے سرداروں میں بگاڑ کی کیا وجہ تھی؟ ۳: مال اور اولاد کی کثرت نے ان میں تکبر پیدا کر دیا تھا اور وہ ایمان والوں کو حقیر سمجھتے اور ان کا مذاق اُڑاتے تھے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: " اللہ فرماتا ہے کہ تکبر میری چادر ہے عظمت میرا ازار ہے پس جو کوئی مجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے گا میں اسے آگ میں ڈالوں گا"۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

آیت نمبر ۲۲: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں کے کیا جرائم تھے؟ ۱: وہ حق کے خلاف بڑی بڑی چالیں چلتے تھے۔
۲: سرداروں کی چالوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت پر اُکسانا، آپ علیہ السلام کو تکلیف پہنچانا، اور لوگوں کو دینِ حق سے روکنا۔

علمی بات: مکر سے مراد ان سرداروں اور پیشواؤں کے وہ فریب ہیں جن سے وہ اپنی قوم کی عوام کو حضرت نوح علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف بہکانے کی کوشش کرتے تھے۔ قریب قریب یہی باتیں تھیں جن سے قریش کے سردار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لوگوں کو بہکایا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سردار لوگوں کو کیا تلقین کرتے تھے؟ ۱: وہ کہتے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کہنے پر اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کن بُتوں کی پوجا کرتی تھی؟ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے پانچ بُت تھے یعنی وَد، سُواع، یغُوث، یعُوق اور نَسر جن کی وہ پوجا کرتی تھی۔
۴: قوم میں بُت پرستی کیسے شروع ہوئی؟ ۴: شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس نے روزِ اوّل سے ہی انسان کو بہکانے اور گمراہ کرنے کی قسم اٹھا رکھی ہے اس نے لوگوں کے ذہن میں مختلف خیالات اور وساوس پیدا کئے کہ یہ ستارے، چاند، سورج، آگ، درخت اور انسان وغیرہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں تمہارے خدا تو یہ ہو سکتے ہیں، اور تمہاری عبادت کے یہی مستحق ہیں تم ان کی عبادت کرو اور انہیں راضی کرو۔ تمہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے یہ بچا بھی لیں گے۔ اس طرح لوگوں میں بت پرستی کا تصور پیدا ہوا اور انہوں نے

انسانوں سمیت مظاہر قدرت اور مختلف اشیاء کے مجسمے بنائے اور ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہ اصل میں ان کی اپنی خیالی تصاویر تھیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں توحید کا نظریہ ناپید ہو چکا تھا اور آپ علیہ السلام کی قوم میں بت پرستی عروج پر تھی انہوں نے اپنے پانچ مشہور بت بنا رکھے تھے جن کے قرآن حکیم میں یہ نام آئے ہیں۔ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر۔

آیت نمبر ۲۴:۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کا اللہ تعالیٰ کے حضور کیا جرم بیان کیا؟ ۱: انہوں نے شرک کیا اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔

۲: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے گمراہ کرنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے کیا دعائے ضرر کی؟ ۲: "ان ظالموں کے لئے سوائے گمراہی کے کسی چیز میں اضافہ نہ فرما"۔

علمی بات: حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعائے ضرر اُس وقت کی جب انہیں وحی سے معلوم ہوا کہ قوم میں سے جو لوگ ایمان لا چکے ان کے سوا اور لوگ ایمان لانے والے نہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ "اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ"۔ (سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۳۶)۔ حضرت نوح علیہ السلام نے صدیوں کی جدوجہد اور مسلسل دعوت سے دیکھ لیا تھا کہ اس قوم میں سے جن لوگوں کو ایمان لانا تھا وہ لے آئے اور اب جو باقی بچے ہیں ان میں کوئی خیر باقی نہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی زمین کا پاک ہو جانا ہی بہتر ہے۔

آیت نمبر ۲۵:۱: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا دنیا میں کیا انجام ہوا؟ ۱: پانی میں غرق کر دیئے گئے۔ ۲: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا یہ بُرا انجام کیوں ہوا؟ ۲: ان کے جرائم کی وجہ سے۔ ۳: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا آخرت میں کیا انجام ہو گا؟ ۳: وہ آگ میں جھلسیں گے۔ ۴: کیا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کچھ کام آسکے؟ ۴: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو مقابلے میں کسی کی مدد حاصل نہیں ہو سکی۔

علمی بات: اس قوم کے غرق ہونے پر ان کا قصہ تمام نہیں ہو گیا، بلکہ مرنے کے بعد فوراً ہی انہیں آگ کے عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ یہ بالکل وہی معاملہ ہے جو فرعون اور اس کی قوم کے ساتھ کیا گیا۔ جیسا کہ سورۃ المومن ۲۳، آیات: ۴۵ تا ۴۶ میں آتا ہے کہ "ان لوگوں نے جو چالیں ایک بندہ مومن کے خلاف چلی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان سے اس بندہ مومن کو بچا لیا اور آل فرعون خود ہی برے عذاب میں گھر گئے۔ وہ صبح و شام آگ پر پیش کیئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی (تو حکم ہو گا کہ) آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں جھونک دو"۔

علمی بات: یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جس سے برزخ کا عذاب یا عذابِ قبر ثابت ہوتا ہے۔

عذابِ قبر کے بارے میں احادیثِ مبارکہ: ۱۔ ہر مرنے والے پر اس کا مقام صبح و شام پیش کیا جاتا ہے جنّتی پر جنت کا اور دوزخی پر دوزخ کا اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ تجھ کو اس کی طرف اٹھائے۔ (بخاری و مسلم) ۲۔ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا پھر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ (جامع ترمذی) ۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد عذابِ قبر سے ضرور پناہ مانگتے۔ (بخاری و مسلم) ہمیں بھی ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے ضرور پناہ مانگنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۶:۱: حضرت نوح علیہ السلام نے عذاب نازل ہونے کے وقت کیا دعا مانگی؟ ۱: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بچنے والا باقی نہ چھوڑیئے۔

علمی بات: حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا ساری عمر یعنی ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے بعد تجربہ کی بنا پر کی تھی۔ اور آپ علیہ السلام کی کفار کی ہلاکت سے متعلق یہ دعا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے عین مطابق تھی۔ اگر آپ علیہ السلام ایسی دعا نہ بھی کرتے تو بھی ان پر عذاب کا مقرر وقت آچکا تھا اور اس کی دلیل سورۃ ہود ۱۱، آیت: ۳۶ ہے جس کا ترجمہ اس سورت کی آیت: ۲۴ کے نکات میں دیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۲۷:۱: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی اس دعا کی کیا وجہ بیان فرمائی؟ ۱: بے شک اے اللہ! اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولادیں بھی ان کے اثرات کی وجہ سے گمراہ اور کافر رہیں گی۔

علمی بات: بچہ پیدا تو فطرت اسلام ہی پر ہوتا ہے، لیکن آگے ماحول اس کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے،

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION SAFEGUARD BOOK OF ENLIGHTENMENT

علمی بات: حضرت نوح علیہ السلام نے چونکہ ایک ہزار برس کی اپنی طویل زندگی میں اپنے معاشرے کو اچھی طرح چھانٹ پھٹک کر دیکھ لیا تھا کہ اب ان میں ایمان اور نیکی کی کوئی رمق باقی نہیں، نیز حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے بھی خبر دی گئی تھی کہ اب یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ جیسے کہ سورۃ ھود، آیت:۳۶ میں ذکر ہے۔ اس لئے فرمایا کہ اب ان سے فاسق اور کافر ہی جنم لیں گے جو آگے مزید ہلاکت وتباہی اور خرابی وفساد کا باعث بنیں گے۔

آیت نمبر ۲۸: ا: حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کیا دعائیں مانگیں؟ ا: آپ علیہ السلام نے اپنے والدین اور مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت اور ظالموں کے لئے تباہی وبربادی میں اضافے کی دعا مانگی۔

علمی بات: اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس سے مقصود، واضح دو کردار لوگوں کے سامنے رکھنے تھے ایک تو یہ بات واضح ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فرائض نبوت ورسالت کی تکمیل کے لئے صبر وانتظار کے کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین بھی دیکھ لیں کہ انہوں نے بھی وہی روش اختیار کر رکھی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے کر رکھی تھی اور اگر اس عادت وطرز زندگی سے یہ لوگ باز نہ آئے تو ان کا بھی نہایت عبرت ناک انجام ہو گا۔ واضح رہے کہ ان پر اگر فوراً عذاب نہیں آیا تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ فرمان الٰہی ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ کہ ان کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔ اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فوراً ان پر کوئی عذاب نازل نہ فرمایا۔

مشقوں کے جوابات

سوال ا: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(ا) اَصَابِعَ کے معنی ہیں:

(الف) کہنیاں (ب) کلائیاں (ج) ہتھیلیاں ✓(د) انگلیاں

(۲) وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ کی رو سے سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا:

✓(الف) چپکے چپکے (ب) دن رات (ج) برس ہا برس (د) علانیہ

(۳) "سُبُلًا فِجَاجًا" کے معنی ہیں:

(الف) تنگ راستے ✓(ب) کھلے راستے (ج) خوبصورت راستے (د) آسان راستے

(۴) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے بت تھے:

(الف) تین (ب) چار ✓(ج) پانچ (د) سات

(۵) اُعْبُدُوْا قواعد عربی کے اعتبار سے ہے:

(الف) فعل ماضی (ب) فعل مضارع ✓(ج) فعل امر (د) فعل نہی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

ا۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ آیت کریمہ کی رو سے سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: ا۔ تم صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرو۔ ۲۔ اس کی نافرمانی سے ڈرو۔ ۳۔ اور میری اطاعت کرو

۲۔ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝ آیت کریمہ کی رُو سے سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی کس روش کو بیان فرمایا؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی یہ روش بیان فرمائی کہ جب بھی انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا، تو وہ ایمان لانے کے بجائے حق سے مزید دور بھاگتے اور دعوتِ حق سے گریز کرتے رہے۔

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE FILM FOUNDATION. THIS BOOK WOULD NOT BE SALE OF THIS BOOK WOULD BE CRIMINAL AND CIVIL ACTION ENTAILED

۳۔ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت پر ان کی قوم نے کیا روش اختیار کی؟

جواب: سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت پر انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں اور اپنے اوپر اپنے کپڑے لپیٹ لیے، وہ (اپنے کفر) پر اڑے رہے اور انھوں نے تکبّر کیا۔

۴۔ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝ آیات کریمہ کی رو سے سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی دعوت کا کیا انداز بیان فرمایا؟

جواب: آیاتِ مبارکہ کے مطابق سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو علانیہ بھی سمجھایا اور تنہائی میں چپکے چپکے بھی انہیں سمجھایا۔

۵۔ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝

آیات کریمہ کی رو سے سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کے کیا کیا ثمرات بتائے؟

جواب: آیاتِ کریمہ کے مطابق سیدنا نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تم پر استغفار کے نتیجے میں خوب بارش برسائے گا، وہ مال اور اولاد کے ذریعے تمھاری مدد فرمائے گا اور تمھارے لیے باغات اُگائے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۝ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور وہ کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ اور سُواع کو چھوڑنا اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو (چھوڑنا)۔

(ب) سُوْرَةُ نُوْحٍ کا تعارف اور مرکزی مضمون بیان کریں۔

جواب: یہ سورت سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوتِ حق کو تفصیل کے ساتھ پیش کرتی ہے اس لیے اس کا نام "سُوْرَةُ نُوْحٍ" ہے۔ یہ سورت مکی ہے۔ اس کے مرکزی مضمون میں سیدنا نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو دعوت کا ذکر ہے۔

۲۔ (الف) وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کیا اے میرے ربّ! زمین پر باقی نہ چھوڑ کافروں میں سے کوئی بسنے والا۔ بے شک اگر تُو نے انھیں چھوڑ دیا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکار سخت کافر کو ہی جنم دیں گے۔

(ب) سُوْرَةُ نُوْحٍ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

اجواب: ۱۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان۔ وہ جب چاہے کسی قوم کو ہلاک کر کے اس کی جگہ دوسری قوم لے آئے۔ ۲۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوتِ حق، اس کے جواب میں قوم کے طرزِ عمل اور ان کے انجام کا بیان۔

۳۔ (الف) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اے میرے ربّ! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو اور (سب) مومن مَردوں اور (سب) مومن عورتوں کو بھی اور ظالموں کی ہلاکت ہی میں اضافہ کر۔

(ب) سُوْرَةُ نُوْحٍ میں سے فعل مضارع اور فعل امر کی کوئی دو دو مثالیں تلاش کر کے تحریر کریں۔

جواب: فعل مضارع کی مثالیں: ۱۔ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۝ ۲۔ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ ان میں يُعِيْدُكُمْ (وہ تمہیں واپس لے جائے گا) اور يُّرْسِلِ (وہ برسائے گا) فعل مضارع ہیں۔

فعل امر کی مثالیں: ۱۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ ۲۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ ان میں اعْبُدُوا (تم عبادت کرو) اور اسْتَغْفِرُوا (تم مغفرت مانگو) فعل امر ہیں۔

COPYRIGHTS © RESERVED
THE IMAM FOUNDATION.
SALE OF THIS BOOK VOID
ENTAILS LEGAL ACTION

سبق:۲۰ سُوْرَۃُ الْجِنّ آیات:۱تا۲۸

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

ربطِ سورت: سورۃ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں کی ہلاکت و تباہی جبکہ آپ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کے لئے دعائے مغفرت کا ذکر ہے سورۃ الجن میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو ٹھکرانے والے ظالمین کے لئے عذاب جہنم کی وعید مذکور ہے اور انبیاءِ کرام علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ ﷺ کی اس عظمت و رفعت کا بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے منصب و شان کے مطابق اپنے غیب سے جس کے لئے جتنا چاہتا ہے اس سے مطلع و آگاہ فرماتا ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: آیات: ۱تا۱۵ میں کس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: جنّات کی ایک جماعت کے ایمان لانے اور دین کی تبلیغ کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

۲: یہ واقعہ کب اور کہاں پیش آیا؟ ۲: مکہ سے عکاظ کے بازار کی طرف جاتے ہوئے آپ ﷺ نے وادیٔ نخلہ میں نماز فجر ادا فرمائی اور اس دوران جنّات کی ایک جماعت کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ آپ ﷺ کی قرآن کی تلاوت سن کر رک گئے۔

علمی بات: صحیح مسلم اور دیگر روایات کے مطابق جب جنّات کا آسمان پر جانا بند کر دیا گیا، تو انہوں نے آپس میں اس بات پر غور و فکر کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ ایسے کیوں ہو گیا؟ پہلے ہم آسمان پر جایا کرتے تھے اور کوئی روک ٹوک نہیں ہوا کرتی تھی، مگر اب اگر ہم میں سے کوئی جاتا ہے تو اس پر شہاب یعنی شعلے برسائے جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں ضرور کوئی بڑا حادثہ پیش آگیا ہے اور کوئی انقلاب رونما ہو گیا ہے جس کی بناء پر یہ نئی صورتحال پیش آگئی ہے، اس لئے تم زمین کے چاروں طرف پھیل جاؤ اور اس حقیقت کی کھوج لگاؤ، اسی ضمن میں ان کے ایک گروہ کا وادیٔ نخلہ سے گزر ہوا، جہاں پر آپ ﷺ عکاظ جاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ نماز فجر ادا فرما رہے تھے۔

۳: آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع کیسے ہوئی؟ ۳: اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ ﷺ کو مطلع فرمایا۔ ۴: جنات کی کیا حقیقت ہے؟ ۴: جنات اللہ تعالیٰ کی ایک بااختیار اور مکلّف (یعنی جوابدہ) مخلوق ہے۔ جنات میں بھی انسانوں کی طرح مذکر و مؤنث اور نیک و بد ہوتے ہیں قیامت کے دن ان کا بھی حساب و کتاب ہو گا اور ان کے لئے جنت و جہنم کا فیصلہ ہو گا۔ (سورۃ الاعراف ۷، آیت:۳۷) ۵: جنات کو اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے پیدا کیا؟ ۵: جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا۔ (سورہ رحمٰن ۵۵، آیت:۱۵) ۶: کیا انسان جنات کو دیکھ سکتے ہیں؟ ۶: جن انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں لیکن انسان جنوں کو نہیں دیکھ سکتے۔

۷: کسی مشہور جن کا نام بتائیے؟ ۷: عزازیل یعنی ابلیس (شیطان) جو جنوں میں سے ہے۔ (سورۃ الکہف ۱۸، آیت:۵۰) ۸: جنّات کی خوراک کیا ہے؟

۸: احادیث مبارکہ کے مطابق جنات کی خوراک ہڈیاں ہیں۔ اس لئے ہڈیوں سے استنجاء کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ۹: کیا جنات انسانوں پر اختیار رکھتے ہیں؟

۹: جنّات صرف وسوسہ ڈال کر انسانوں کو گمراہ کر سکتے۔ جیسا کہ سورۃ الناس کی آیت:۵ میں شیطان کے وسوسوں سے ان الفاظ میں پناہ مانگی گئی ہے: "جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جنّوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے"۔ ۱۰: جنّات کے شر سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟ ۱۰: مُعَوِّذَتَیْن کی تلاوت کرنی چاہیئے یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس۔ ۱۱: کیا جنّات کو علم غیب ہے؟ ۱۱: جی نہیں، اگرچہ جن عالم بالا کی طرف پرواز کر سکتے ہیں مگر ایک حد سے آگے نہیں جا سکتے۔ ۱۲: اللہ تعالیٰ کی سب سے اشرف و افضل مخلوق کون سی ہے؟ ۱۲: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور فرشتوں، جنّات اور تمام مخلوقات پر انسانوں کو فضیلت دی ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۷۰ اور سورۃ التین ۹۵، آیت:۵) ۱۳: جنات نے آپ ﷺ سے قرآن سن کر ایک دوسرے سے کیا کہا؟ ۱۳: انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب (خوبصورت کلام) قرآن سنا ہے۔

علمی بات: قرآن حکیم کے بارے میں جنّات کے ان تاثرات سے نبی اکرم ﷺ کو اس مقصد کے لئے آگاہ فرمایا گیا کہ آپ ﷺ ان کو قریش کے سامنے پیش

COPYRIGHT © RESERVED WITH THE FOUNDATION. SALE OF THIS DOCUMENT IS STRICTLY PROHIBITED. ENTAILS CIVIL AND CRIMINAL LIABILITY.

کریں، تاکہ ان کو کچھ عبرت ہو کہ جس قرآن حکیم کو جنّات نے ایک ہی مرتبہ سن کے مان لیا، اور وہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اس کو یہ دن رات اور بار بار سننے کے باوجود ماننے کو تیار نہیں ہو رہے اور یہ اس کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور دوسری طرف اس میں آپ ﷺ کے لئے تسکین و تسلی کا سامان بھی ہے کہ آپ ﷺ منکرین کے اس رویہ سے پریشان نہ ہوں کہ اس میں آپ ﷺ کا یا قرآن حکیم کا کوئی قصور نہیں بلکہ قصور سب کا سب ان ہی لوگوں کا ہے۔

آیت نمبر ۲: ۱: جنّات نے قرآن حکیم کی کیا تعریف کی؟ ۱: قرآن حکیم وہ کلام ہے جو بھلائی کے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

۲: قرآن حکیم سن کر جنّات پر کیا اثر ہوا؟ ۲: جنّات قرآن حکیم سن کر ایمان لے آئے۔

۳: ایمان لانے کے بعد جنّات نے کیا عزم کیا؟ ۳: جنات نے عزم کیا کہ ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

آیت نمبر ۳: ۱: جنات نے اللہ ﷻ کی عظمت کیسے بیان کی؟ ۱: جنات نے کہا کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔

۲: جنات نے توحید باریٔ تعالیٰ کا اعلان کیسے کیا؟ ۲: جنات نے کہا کہ اللہ ﷻ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد۔ اسی بات کا ذکر سورۃ الاخلاص ۱۱۲، آیت: ۳ میں بھی ملتا ہے: "نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے"

علمی بات: ان آیات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ جن اللہ ﷻ کے وجود اور اس کے رب ہونے کے منکر نہیں ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان میں بھی مشرکین پائے جاتے ہیں جو مشرک انسانوں کی طرح اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو خدائی میں شریک ٹھہراتے ہیں، چنانچہ جنوں کی یہ قوم جس کے افراد قرآن حکیم سن کر گئے تھے مشرک ہی تھے۔ تیسرے یہ کہ نبوت اور کتب آسمانی کے نزول کا سلسلہ جنوں کے ہاں جاری نہیں ہوا، بلکہ ان میں سے جو جن بھی ایمان لاتے ہیں وہ انسانوں میں آنے والے انبیاء اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ہی ایمان لاتے ہیں۔

آیت نمبر ۴: ۱: جنات نے اپنے لوگوں میں سے بے وقوف اور جاہل کن لوگوں کو کہا؟ ۱: جو لوگ اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور اللہ ﷻ کے بارے میں حق کے خلاف بات کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۵: ۱: جنات کے کس گمان کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: جنات کا گمان تھا کہ اللہ ﷻ کے بارے میں کوئی انسان یا جن جھوٹ نہیں بول سکتا۔

علمی بات: اپنی گزشتہ گمراہی پر جنات معذرت خواہانہ انداز میں کہتے ہیں کہ آج تک جن کو ہم نے اپنا پیشوا بنائے رکھا اور آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے رہے، ہمیں ان کے بارے میں قطعاً یہ خیال نہ تھا کہ وہ اللہ ﷻ کی طرف جھوٹی باتیں بھی منسوب کرتے ہیں۔ اس حسنِ ظن کے باعث آج تک ہم بھٹکتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام تر نیک نیتی کے باوجود صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے، صحیح اور یقینی علم صرف وحی الٰہی پر مشتمل ہے۔

آیت نمبر ۶: ۱: بعض جنات کی سرکشی بڑھنے کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: بعض انسان بعض جنات کی پناہ طلب کرتے تھے۔ اس سے جنات یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو انسان سے بھی افضل ہیں کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتا ہے۔ اس بات نے جنات کی سرکشی میں اور اضافہ کر دیا۔ ۲: انسانوں کی جنّوں سے پناہ طلب کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: عرب کے لوگ دورِ جاہلیت میں سفر کے دوران جب کسی خطرناک مقام پر اترتے تو کہا کرتے تھے کہ ہم اس وادی کے سردار جنّ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۷: ۱: انسانوں اور جنّوں کے کس مشترکہ غلط گمان کا ذکر کیا گیا؟ ۱: اللہ ﷻ انسانوں اور جنوں کو ان کے مرنے کے بعد دوبارہ ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔ ایک مراد یہ بھی ہے کہ اللہ ﷻ آئندہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔

آیت نمبر ۸: ۱: نزول قرآن کی وجہ سے جنّوں نے آسمان پر کیا تبدیلیاں محسوس کیں؟ ۱: انہوں نے آسمان کو سخت پہرے داروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔

۲: سخت پہرے داروں سے کون مراد ہیں؟ ۲: فرشتے جو آسمان کی حفاظت پر مامور ہیں۔

۳: آسمان پر شعلوں سے کیا مراد ہے؟ ۳: شہاب ثاقب جنہیں فرشتے سرکش جنات کو مار بھگانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

علمی بات: رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد آسمان کے پہرے سخت کر دیئے گئے۔ تاکہ کوئی شیطان آسمان کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائے اور اس نظام کو سخت تر بنانے کی وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی سے کوئی بھی حصہ شیطان نہ سن پائے۔ اس سے ایک دوسرا مقصد از خود حاصل ہو گیا یعنی کاہنوں کو

شیطانوں کے ذریعہ جو خبریں ملتی تھیں وہ بھی بند ہو گئیں۔

آیت نمبر ۹: ۱: قرآن حکیم کے نزول سے پہلے جنات کا کیا معمول تھا؟ ۱: جنات آسمان پر بعض مقامات پر عالم بالا کی باتیں سننے کے لئے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ۲: قرآن حکیم کے نزول کے آغاز کے بعد جنات نے آسمان پر کیا تبدیلیاں محسوس کی؟ ۲: اب جب جنات عالم بالا کی بات سننے آسمان کی جانب بڑھتے تو اپنی تاک میں لگے شہاب ثاقب کو پاتے ہیں یعنی آسمان پر پہرے سخت کر دیئے گئے اور جنوں کو کچھ بھی سننے سے روک دیا گیا۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: آسمان دنیا میں ہونے والی ان تبدیلیوں سے جنات کو کیا اندازہ ہوا؟ ۱: جنات نے اندازہ لگایا کہ یا تو اہل زمین کے لئے کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان سے کسی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ ۲: اہل زمین کے لئے برائی کا ارادہ کیا گیا سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس سے مراد اہل زمین پر اللہ ﷻ کے عذاب کا نازل ہونا ہے۔ ۳: اہل زمین پر اللہ ﷻ کے بھلائی کے ارادہ سے کیا مراد ہے؟ ۳: اس سے مراد اہل زمین پر اللہ ﷻ کی رحمت یعنی وحی کا نازل ہونا ہے۔ ۴: جنوں کی اس جماعت کے زمین پر سرگرداں پھرنے کی کیا وجہ تھی؟ ۴: جنات یہی اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ اللہ ﷻ نے اہل زمین کے ساتھ برائی یا بھلائی میں سے کس کا ارادہ فرمایا ہے۔ ۵: جنات کی یہ جماعت کس نتیجہ پر پہنچی؟ ۵: جنات سمجھ گئے کہ اللہ ﷻ نے قرآن نازل فرما کر اہل زمین پر بہت بڑی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ اس بھلائی یعنی قرآن حکیم سے استفادہ کریں تاکہ آخرت کے ابدی نقصان سے بچا جا سکے۔ جیسا کہ سورۂ یونس کی آیت: ۵۷ میں آتا ہے کہ "لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفاء اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے"۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: جنات نے کس بات کا اعتراف کیا؟ ۱: انہوں نے اعتراف کیا کہ جنات میں سے کچھ نیک ہیں کچھ بُرے اور کچھ مختلف طریقوں پر چل رہے ہیں۔

۲: مختلف طریقوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: مختلف طریقوں سے مراد مختلف فرقے، جماعتیں اور ملتیں ہیں۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: جنات نے اپنے کس یقین کا اظہار کیا؟ ۱: جنات نے کہا کہ ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ ہم اللہ ﷻ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ ۲: اللہ ﷻ کو عاجز نہ کر سکنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی اللہ ﷻ کی قدرت اور پکڑ سے بچ جانا۔ ۳: جنات نے کس حقیقت کا اعتراف کیا؟ ۳: جنات نے اقرار کیا کہ نہ تو وہ زمین میں کہیں چھپ کر اللہ ﷻ کی پکڑ سے بچ سکتے ہیں اور نہ کہیں بھاگ کر اللہ ﷻ کی پکڑ سے بچ سکتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: قرآن حکیم کی ہدایت سن کر جنات نے کیا طرز عمل اختیار کیا؟ ۱: قرآن حکیم کی ہدایت سن کر جنات ایمان لے آئے۔

۲: جنات نے اہل ایمان کی کیا عظمت بیان کی؟ ۲: جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے اب وہ نہ تو نقصان سے ڈرتا ہے اور نہ ظلم سے ڈرتا ہے۔

علمی بات: سچے ایماندار کو اللہ ﷻ کے ہاں کوئی خوف نہ ہو گا۔ نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائیگاں چلی جائے، نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں، غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہو گا۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: جنات نے جنوں کے کن دو گروہوں کی نشان دہی کی؟ ۱: مسلمان گروہ اور بے انصاف ظالم گروہ۔

۲: جنات نے اسلام لانے والوں کیا تعریف کی؟ ۲: جو اسلام لائے وہی ہیں جنہوں نے ہدایت کا راستہ تلاش کر لیا۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: ظالموں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے؟ ۱: وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔ ۲: جنوں کا کتنی آیات میں ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: آیات: ۱ تا ۱۵ میں۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کن سے خطاب فرما رہا ہے؟ ۱: اس آیت میں اہل مکہ کو ایمان اور عمل کی دعوت دی گئی ہے۔

۲: سیدھے راستے پر قائم رہنے کی کیا بشارت دی گئی ہے؟ ۲: عرب جیسے بنجر اور ریگستانی علاقہ میں بھی انہیں بہت سا پانی پلانے کی بشارت دی گئی۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: دنیا میں دی جانے والی نعمتوں کا کیا سبب بیان کیا گیا ہے؟ ۱: دنیا کی نعمتیں ذریعۂ آزمائش ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون اللہ ﷻ کا شکر اور کون ناشکری کرتا ہے "بے شک ہم نے اسے (انسان کو) راستہ دکھا دیا یا تو وہ شکر گزار رہے اور یا ناشکرا" (سورۃ دہر ۷۶، آیت: ۳) اور ہماری زندگی دراصل امتحان کے لئے ہے۔ اس لئے سورۃ ملک ۶۷، آیت: ۲ میں آتا ہے "اسی (اللہ) نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست اور بخشنے والا ہے"۔ ۲: اللہ ﷻ کی ناشکری اور اس کے ذکر و عبادت سے منہ موڑنے کی کیا سزا بیان کی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ ایسے لوگوں کو آخرت میں چڑھتا

ہو اسخت عذاب دے گا۔ ۳:"چڑھتے ہوئے سخت عذاب" سے کیا مراد ہے؟ ۳:اللہ ﷻ پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اور سزا کوئی ہنگامی اور وقتی نوعیت کی نہیں ہوتی کہ چند دن کے بعد ختم ہو جائے۔ بلکہ وہ بڑھتی ہی جاتی ہے ایسے لوگ اس دنیا میں جس عذاب سے دوچار ہوتے ہیں آخرت میں اس سے بھی کہیں بڑے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر ان کو دیئے گئے عذاب میں بھی شدت اور سختی آتی جائے گی۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا کہ وہ بالکل ختم ہو جائے، یا اس میں کمی آتی جائے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: مساجد کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۱: مسجدیں صرف اللہ ﷻ کے لئے ہیں وہاں صرف اللہ ﷻ کی عبادت ہونی چاہیئے۔

۲: توحید خالص کا کیسے مطالبہ کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے علاوہ کسی اور کی عبادت مت کرو۔

علمی بات: ویسے تو کسی جگہ اور کسی حال میں بھی اللہ ﷻ کے ساتھ کسی دوسرے کو پوجنا نہیں چاہیئے مگر مساجد میں تو ایسا کام کرنے سے یہ شرک کا گناہ کئی گناہ زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ مسجدیں تو خالصتًا اللہ ﷻ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں اور احادیث مبارکہ میں یہ بات آئی ہے کہ امت مسلمہ کے لئے تو ساری زمین ہی مسجد بنادی گئی ہے۔ لہٰذا کسی جگہ بھی اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو پوجنا یعنی ان کی عبادت کرنا جائز نہیں۔ اور بعض علماء کے نزدیک مساجد سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔ یہ اعضاء تو اللہ ﷻ کی عبادت اور بندگی کے لئے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ ﷻ کے ساتھ دوسروں کو پوج کر ان کا غلط استعمال کرنا جائز نہیں۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: نبی کریم ﷺ سے متعلق کفار مکہ کا کیا طرز عمل بیان کیا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے اور دوران عبادت قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو کفار اس طریقہ عبادت کو عجیب سمجھ کر آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑتے۔

علمی بات: یعنی جب بھی آپ ﷺ لوگوں کو قرآن حکیم سنانے کے لئے کھڑے ہوتے تو کافر یہ چاہتے کہ وہاں شور شرابا کر کے قرآن حکیم کی آواز لوگوں کے کانوں میں نہ پڑنے دیں یا اس کا مقصد یہ ہوتا کہ آپ ﷺ پر نظریں جما کر اتنا مرعوب کر دیں کہ آپ ﷺ قرآن حکیم سنانا بند کر دیں۔ گویا ان کی تمام تر کوشش تھی کہ قرآن حکیم کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائیں۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اعلان توحید کیسے کرایا گیا؟ ۱: آپ ﷺ فرمادیجئے کہ میں صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں۔

۲: نبی کریم ﷺ کی زبان سے شرک کی نفی کیسے کرائی گئی؟ ۲: آپ ﷺ سے اعلان کرایا گیا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی ایک کو بھی شریک نہیں کرتا۔

علمی بات: اللہ ﷻ کی توحید کے اعلان کے ساتھ ساتھ شرک کی نفی بھی ضروری ہے۔ اسی لئے سورۃ البقرۃ کی آیت:۲۵۶ میں ایمان باللہ کے ساتھ باطل معبودوں کے انکار کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے بلکہ باطل معبودوں کے انکار کا ذکر پہلے فرمایا گیا ہے اور ایمان باللہ کا بعد میں۔ پس ارشاد ہوا "پھر جو کوئی باطل کا انکار کرے اور اللہ ﷻ پر ایمان لائے تو اس نے ایک مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ (سب کچھ) سننے والا (اور) جاننے والا ہے"۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: اس آیت میں رسول اللہ ﷺ سے کس بات کا اعلان کرایا گیا؟ ۱: آپ ﷺ سے اعلان کرایا گیا کہ آپ فرمادیں بیشک میں تمہارے لئے حقیقتًا اور مستقلاً نہ نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ بھلائی کا۔

علمی بات: نفع و نقصان کا حقیقتًا اور مستقلاً اختیار اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ بھی امت کی بھلائی کے لئے جو کچھ کہتے اور کرتے ہیں وہ سب کچھ اللہ ﷻ کے عطا کردہ اختیار اور حکم کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف ۷ کی آیت:۱۸۸ میں فرمایا گیا: "آپ (ﷺ) فرمادیجئے! کہ میں خود اپنی ذات کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ ﷻ نے چاہا" یعنی میں از خود کچھ نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہوں جو اللہ ﷻ نے مجھے اختیار عطا فرمایا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں بھی اللہ ﷻ کے سوا کسی بھی شخص کو (خواہ کوئی ہو) حقیقتًا اور مستقلاً نفع و نقصان کا مالک نہیں سمجھنا چاہیئے کیونکہ حقیقتًا اور مستقلاً نفع و نقصان کا مالک اللہ ﷻ ہی ہے۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: نبی کریم ﷺ سے کس حقیقت کا اعلان کروایا گیا؟ ۱: کُل قوت اور طاقت صرف اور صرف اللہ ﷻ کے ہاتھ میں ہے چنانچہ آپ ﷺ سے کہلوایا گیا کہ بے شک مجھے کوئی اللہ ﷻ سے نہیں بچا سکتا۔ (بالفرض اے مشرکو! اگر میں تمہاری بات مان کر) اللہ ﷻ کو ناراض کروں تو اس کے غضب سے مجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ اللہ ﷻ ہی حقیقتًا اور مستقلاً مددگار ہے۔

۲: کیا اللہ ﷻ کے مقابلے میں کوئی پناہ کی جگہ ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ وہی کل نفع اور نقصان کا مالک ہے اور وہی اصل محافظ ہے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: آپ ﷺ کی کیا ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں؟ ۱: آپ ﷺ کی ذمہ داری اللہ ﷻ کے احکامات پہنچا دینا ہے۔

علمی بات: اللہ ﷻ کی پناہ میں آنے کا طریقہ اُس کے پیغام پر عمل اور اسے دوسروں تک پہنچانا ہے۔ یہ ذمہ داری اب امت مسلمہ کے کاندھوں پر ہے۔ اللہ ﷻ قرآن حکیم میں فرماتا ہے: "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کیئے گئے ہو تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔ (سورۃ اٰلِ عمران ۳، آیت: ۱۱۰)

۲: اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: ان کے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

عملی پہلو: اللہ ﷻ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں ہمیشہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے نافرمانی سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور آخرت کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۶ میں آتا ہے کہ "پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے"۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کو کیا تنبیہ کی جا رہی ہے؟ ۱: اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ۲: نافرمانوں کو ان کی طاقت اور تعداد کے زیادہ ہونے کے زعم کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ۲: وہ عنقریب جان لیں گے کہ کون ہے جس کا مددگار کمزور ہے اور کون تعداد میں کم ہے۔ اس بات کا ذکر سورۂ مریم ۱۹، آیت: ۷۵ میں بھی ملتا ہے۔ "آپ فرما دیجئے کہ جو شخص گمراہی میں پڑا ہوا ہے رحمٰن اس کو آہستہ آہستہ مہلت دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے خواہ عذاب اور خواہ قیامت تو (اس وقت) جان لیں گے کہ مکان کس کا برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے"۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: "قیامت کب آئے گی" کے سوال کا آپ ﷺ نے کیا جواب ارشاد فرمایا؟ ۱: میں اپنے اندازے سے نہیں جانتا کہ کیا وہ قریب ہے یا اس کے آنے میں ابھی لمبی مدت ہے۔ اس بات کا ذکر سورۃ الانبیاء کی آیت: ۱۰۹ میں بھی ملتا ہے ۲: قیامت کے وقت کا اصل علم کس کو ہے؟ ۲: اللہ ﷻ کو۔

عملی پہلو: ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ قیامت کا دن جاننے سے زیادہ اس کی تیاری کی فکر کریں۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ آئے گی ضرور مگر یہ بتاؤ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ عرض کیا میں نے قیامت کے لئے نماز، روزہ، صدقہ وخیرات کی کثرت سے تو کوئی تیاری نہیں کی لیکن میں اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ" کہ تم اس کے ساتھ ہوں گے جس سے تم نے محبت کی ہے"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) ہمیں قیامت کا وقت معلوم کرنے سے زیادہ اس کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے اوو وہ تیاری یہ ہے ہم اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت رکھیں اور مکمل اطاعت واتباع کریں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: اصل غیب کا علم کس کے پاس ہے؟ ۱: اصل غیب کا علم صرف اللہ ﷻ کے پاس ہے۔

۲: کیا اللہ ﷻ اپنے غیب سے ہر کسی کو آگاہ فرماتا ہے؟ ۲: عام قاعدہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنے غیب سے ہر کسی کو آگاہ نہیں فرماتا۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: اللہ ﷻ اپنے غیب پر کس کو آگاہ فرماتا ہے؟ ۱۔ اللہ ﷻ اپنے رسولوں کو اپنے غیب پر آگاہ فرماتا ہے۔ جنہیں اللہ ﷻ نے غیب بتانے کے لئے پسند فرمایا۔ ۲: اللہ ﷻ اپنے رسولوں کی حفاظت کیسے فرماتا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ اپنے رسولوں کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے مقرر فرماتا ہے، جو اس کے رسولوں کو شیطان اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رکھتے ہیں اور علم وحی رسولوں تک پہنچ جاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: رسولوں کی حفاظت کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے؟ ۱: تاکہ رسول اپنے رب کا پیغام لوگوں تک ٹھیک ٹھیک پہنچا سکیں۔

۲: عظمت باری تعالیٰ کو کیسے بیان کیا گیا؟ ۲: اللہ ﷻ نے ان تمام امور کا احاطہ کر رکھا ہے جو رسولوں کے پاس ہیں اور ہر شے کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

۳: گنتی شمار کر رکھنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ ﷻ کے علم اور قدرت میں ہے۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE INFORMATION SAFETY AND SECURITY AUTHORITY

فرمانِ نبوی ﷺ: رسول کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں لوگوں سے سوال کیا کہ قیامت کے روز تم لوگوں سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ میں نے تم کو اللہ ﷻ کا پیغام پہنچادیا تھا یا نہیں؟ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ، "یعنی اس وقت تم اس کے جواب میں کیا کہو گے"؟ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ ﷻ کا پیغام ہم تک پہنچادیا، اور امانت خداوندی کا حق ادا فرمادیا، اور امت کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا، یہ سُن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ "اے اللہ! تو گواہ رہ"۔ (صحیح مسلم) اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو موجود ہے وہ غائبین تک یہ پیغام پہنچادے کیونکہ بعض اوقات جسے پیغام پہنچایا جاتا ہے وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ رکھتا ہے۔ (مسند احمد)

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ آیت کریمہ کی رو سے جنّات قرآن سن کر:

(الف) سجدہ ریز ہو گئے (ب) رو پڑے (ج) شرمندہ ہوئے ✓(د) ایمان لے آئے

(۲) رَهَقاً کے معنی ہیں:

(الف) ظلم ✓(ب) سرکشی (ج) شرارت (د) شرک

(۳) اُرِیْدَ عربی قواعد کی رُو سے ہے:

(الف) اسم ✓(ب) فعل (ج) حرف (د) ضمیر

(۴) وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ آیت کریمہ کی رو سے جہنم کا ایندھن ہوں گے:

(الف) فاسق ✓(ب) ظالم (ج) منافق (د) غاصب

(۵) مَّآءً غَدَقًا ۙ کے معنی ہیں:

✓(الف) بہت سا پانی (ب) تھوڑا پانی (ج) میٹھا پانی (د) کھارا پانی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ۙ آیات کریمہ کی رو سے جنّات نے کن باتوں کا اقرار کیا؟

جواب: جنّات نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو بھلائی کے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ (اس کی عبادت میں) کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

۲۔ وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ آیت کریمہ کی رُو سے جنّات کی سرکشی کس چیز نے بڑھائی؟

جواب: آیتِ کریمہ کے مطابق جب انسانوں میں سے کچھ لوگ جنّات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیتے تھے تو ان لوگوں نے ان جنّات کی سرکشی اور بڑھادی۔

۳۔ وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّ شُهُبًا ۙ آیت کریمہ کی رُو سے جنّات نے آسمان کو کیسا پایا؟

جواب: آیت کریمہ کے مطابق جب جنّات نے آسمان کو ٹٹولا تو انھوں نے اسے سخت پہرے داروں اور انگاروں یعنی شہابِ ثاقب سے بھرا ہوا پایا۔

۴۔ قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ۝ آیت کریمہ کی رو سے نبی کریم ﷺ کو کن دو باتوں کے اعلان کا حکم ہوا؟

جواب: آیتِ مبارکہ کی روشنی میں نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا: ۱۔ میں اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں۔ ۲۔ میں اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔

۵۔ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۝ آیت کریمہ کے مطابق کون لوگ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION. SAFE-CHILD BOOKS WOULD NOT ENTAIL CRIMINAL ACTION

جواب: آیت کریمہ کے مطابق جو لوگ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کریں گے تو ان کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْٓ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾

آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر کریں۔

جواب: اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ اہل زمین کے بارے میں کسی بُرائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ربّ نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ اور یہ کہ ہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ ہم میں سے اس کے علاوہ (بُرے) ہیں ہم مختلف طریقوں پر چل رہے تھے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْجِنِّ کا تعارف اور مرکزی مضمون لکھیں۔

جواب: اس سورت میں جنّات کا قرآن کریم سن کر اس کی حقانیت پر ایمان لانا اور اپنی قوم کو دعوت ایمان دینا مذکور ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَۃُ الْجِنِّ" ہے۔ یہ سورت مکی ہے۔ اس سورت میں مرکزی مضمون کے طور پر اعتقادی شرک کی نفی کی گئی ہے۔

۲۔ (الف) وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں تو تم اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ اور یہ کہ جب وہ اللہ کے (خاص) بندے (نبی اکرم ﷺ) کھڑے ہوئے کہ وہ اس (اللہ) کی عبادت کریں قریب تھا کہ وہ (کفّار) آپ (ﷺ) پر ٹوٹ پڑتے۔

(ب) سُوْرَۃُ الْجِنِّ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ جنات کو دعوت اور عقائد ثلاثہ کا بیان۔ ۲۔ جنّات کو بھی نبی کریم ﷺ کی رسالت ماننا ضروری ہے۔ ۳۔ شیطان بھی ایک جن ہے اور جنّات کی رسائی آسمانوں تک ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو فرشتوں کی چوکیاں بنایا، جہاں سے فرشتے آسمانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ۵۔ سرکش جنّات آسمانوں میں خبریں لینے آتے ہیں تو یہی فرشتے شِهَابٍ ثَاقِب (روشن انگارے) برسا کر انھیں آسمانوں سے دور رکھتے ہیں۔

۳۔ (الف) عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

آیات کریمہ کا ترجمہ تحریر لکھیں۔

جواب: (اللہ) غیب کا جاننے والا ہے تو وہ آگاہ نہیں فرماتا اپنے غیب پر کسی کو۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (جنھیں اللہ نے غیب کی بات بتانے کے لیے پسند فرمایا) تو وہ مقرر فرماتا ہے اس (رسول) کے آگے اور اس کے پیچھے محافظ (فرشتے)۔

(ب) سُوْرَۃُ الْجِنِّ میں جمع اسماء کی کوئی چار مثالیں تلاش کریں۔

جواب: سورۃ الجن کی آیاتِ مبارکہ میں استعمال ہونے والے جمع اسماء کی چار مثالیں:

۱۔ الْمَسٰجِدَ (مسجدیں)، ۲۔ رِجَالٌ (مَرد حضرات)، ۳۔ طَرَآىِٕقَ (طریقے / راستے)، ۴۔ شُهُبًا (دہکتے ہوئے شعلے / انگارے)۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION BOOKS. SALE OF THIS BOOK SHOULD NOT ENTAIL ANY CLAIM

سبق:۲۱ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّل آیات:۱تا۲۰

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ آپ ﷺ کو "اَلْمُزَّمِّل" کہہ کر کیوں پکارا گیا؟ ۲۔ قرآنِ حکیم کو ترتیل سے پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟
۳۔ تہجد کے وقت اور نمازِ تہجد کی کیا اہمیت ہے؟ ۴۔ آپ ﷺ کی تہجد کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے اور اس میں ہمارے لئے کیا عملی پہلو ہے؟
۵۔ قرآنِ حکیم کو بھاری کلام کیوں کہا گیا ہے؟ ۶۔ رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟
۷۔ نفس کو قابو کرنے سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا مقصد ہے؟ ۸۔ عبادت میں خشوع اور خضوع پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟
۹۔ اللہ ﷻ کے لئے یکسوئی اختیار کرنے کی تلقین کس طرح کی گئی ہے؟ ۱۰۔ وکیل کسے کہتے ہیں؟
۱۱۔ حق کو جھٹلانے والوں سے "خوبصورتی کے ساتھ الگ ہونے" سے کیا مراد ہے؟
۱۲۔ قیامت کا دن کسے بوڑھا کر دینے والا ہو گا؟ ۱۳۔ قرآنِ حکیم کن لوگوں کے لئے نصیحت ہے؟
۱۴۔ اللہ ﷻ کو قرض حسنہ دینے سے کیا مراد ہے؟ ۱۵۔ انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کیسے دلائی گئی ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الجنّ" میں جنّات کے قرآنِ حکیم کو سن کر ایمان لانے کا ذکر تھا۔ سورۃ المزمل میں ترتیل (یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر) قرآن حکیم کی تلاوت کی تلقین کی گئی ہے۔ سورۃُ الجنّ میں جنّات کے ایمان لانے کا ذکر تھا۔ سورۃ المزمل میں ایمان کے تقاضوں میں سے نماز، تلاوتِ قرآن، ذکر الٰہی، صبر، زکوٰۃ اور راہِ الٰہی میں خرچ کرنے کا بیان ہے۔ سورۃُ الجنّ میں نبی کریم ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو جھٹلانے والوں کا ذکر تھا۔ سورۃ المزمل میں بتایا گیا کہ یہ سلسلہ رسالت پچھلے ادوار میں بھی موجود تھا اور نبی کریم ﷺ کوئی نئے رسول نہیں نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو جھٹلانے والے فرعون اور اس کے انجام کا ذکر فرما کر واضح کر دیا گیا کہ جس طرح فرعون کا برا انجام ہوا اسی طرح آپ ﷺ کی توہین و تکذیب کرنے والے بھی اللہ ﷻ کی گرفت اور عذاب سے نہیں بچ سکتے ہیں۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: المزّمّل کس کا نام ہے؟ ۱: آپ ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام المزّمّل ہے۔ ۲: المزّمّل کے کیا معنی ہیں؟ ۲: المزّمّل کے معنی چادر میں لپٹنے والے کے ہیں۔ ۳: آپ ﷺ کو المزّمّل کہہ کر کیوں پکارا گیا؟ ۳: وحی کے ابتدائی دنوں میں آپ ﷺ کو بہت گھبراہٹ ہوتی تھی اور آپ ﷺ گھر آکر فرماتے (زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ) "مجھے چادر اڑھا دو مجھے چادر اڑھا دو"۔ یہ ایک محبت کا انداز ہے کہ اللہ ﷻ آپ ﷺ کو اے چادر اوڑھنے والے! کہہ کر مخاطب فرما رہا ہے۔

آیت نمبر ۲: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا حکم فرمایا؟ ۱: رات کو قیام کرنے کا۔ ۲: قیام کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: رات میں تہجد کی نماز ادا کرنا۔

علمی بات: آپ ﷺ پوری عمر اس حکم کی بجا آوری کرتے رہے۔ جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل ۱۷، آیت:۷۹ میں آتا ہے کہ "اور رات کے کچھ حصے میں تہجد بھی ادا کریں یہ آپ کے لئے ایک زائد عبادت ہے قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود سے سرفراز فرمادے"۔

آیت نمبر ۳: ۱: رات کو قیام کرنے کے حکم کی اللہ ﷻ نے کیا وضاحت فرمائی؟ ۱: آدھی رات یا اس میں کچھ کم کر نا یعنی ایک تہائی رات قیام کرنے کا حکم دیا گیا۔

عملی پہلو: سورۃ السجدۃ ۳۲، آیت: ۱۶ میں مومنین کی صفات کا ذکر آتا ہے کہ "ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔ ہمیں بھی نمازِ تہجد کی ادائیگی کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۴: ۱: آدھی رات سے کچھ زیادہ یعنی دو تہائی رات قیام کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۱: آدھی رات سے کچھ زیادہ یعنی دو تہائی رات قیام کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۲: مجموعی طور پر آپ ﷺ کو رات کے قیام سے متعلق کیا ہدایات دی گئی ہیں؟ ۲: آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ آدھی رات یا ایک تہائی رات یا دو تہائی رات تک قیام کیا کریں۔ ۳: رات کو دوران قیام کیا کرنے کا حکم ہے؟ ۳: قرآنِ حکیم کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ۴: قرآنِ حکیم کو ترتیل سے پڑھنے کا کیا مطلب ہے؟ ۴: قرآنِ حکیم کی ایک ایک آیت کو ٹھہر ٹھہر کر درست تلفظ کی ادائیگی کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اسی طرح سمجھ کر اور اثر قبول کرتے ہوئے تلاوت کرنا بھی ترتیل کہلاتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ قرآنِ حکیم کو ترتیل کے ساتھ پڑھیں۔ اس طرح پڑھنے سے فہم و تدبر میں مدد ملتی ہے اور دل پر اثر زیادہ ہوتا ہے اور ذوق و شوق بڑھتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میں رات کی نماز میں حضور کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ کی قرأت کا انداز یہ تھا کہ جہاں کہیں تسبیح کا موقع آتا وہاں آپ ﷺ تسبیح فرماتے۔ جہاں دعا کا موقع ہوتا وہاں آپ ﷺ دعا مانگتے اور جہاں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کا موقع آتا وہاں پر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے"۔ (صحیح مسلم)

۵: آپ ﷺ کی تہجد کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے؟ ۵: آپ ﷺ رات میں طویل قیام فرماتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں وَرم آجاتا اور قرآنِ حکیم کی تلاوت کرتے وقت آپ ﷺ پر رونے کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ آپ ﷺ کے سینے مبارک سے گھٹی گھٹی ایسی آوازیں آتیں کہ جیسے کوئی ہانڈی چولہے پر چڑھی ہو اور اس میں پانی اُبل رہا ہو۔

عملی پہلو: نبی کریم ﷺ کے لئے تہجد پڑھنا فرض تھا جب کہ امت کے لئے تہجد ایک نفل عبادت ہے۔ نفل نمازوں میں سب سے افضل تہجد ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "جب آخر شب شروع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ندا فرماتا ہے کہ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا؟ کہ میں اسے دوں، ہے کوئی سوال کرنے والا؟ میں اسے عطا کروں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا؟ میں اسے معاف کروں"۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۵: ۱: آپ ﷺ کو کس بات کی بشارت دی گئی؟ ۱: اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنا بھاری کلام نازل فرمانے کی بشارت عطا فرمائی۔ ۲: "بھاری کلام" سے کیا مراد ہے؟ ۲: بھاری کلام سے مراد "قرآنِ حکیم" ہے۔ ۳: قرآنِ حکیم کو بھاری کلام کیوں کہا گیا ہے؟ ۳: اس بنا پر بھی کہا گیا ہے کہ اس کے احکام پر عمل کرنا، اس کی تعلیمات کا نمونہ بن کر دکھانا، اس کی دعوت و تبلیغ کو لے کر ساری دنیا کے مقابلے میں اٹھنا، اور اس کے مطابق عقائد و افکار، اخلاق و آداب اور تہذیب و تمدن کے پورے نظام میں انقلاب برپا کر دینا ایک ایسا کام ہے جس سے بڑھ کر کسی بھاری کام کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں اس لئے بھی اس کو بھاری کلام کہا گیا ہے کہ اس کے نزول کے وقت رسول اللہ ﷺ ایک خاص وزن اور شدت محسوس فرماتے تھے۔ جیسا کہ احادیث مبارکہ میں آتا ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر وحی اس حالت میں نازل ہوئی کہ آپ ﷺ اپنا زانو میرے زانو پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ میرے زانو پر اس وقت ایسا بوجھ پڑا کہ معلوم ہوتا تھا اب ٹوٹ جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے زمانے میں حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، آپ ﷺ کی پیشانی سے اس وقت پسینہ ٹپکنے لگتا تھا۔ (بخاری، مسلم، مالک، ترمذی، نسائی)

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب کبھی آپ ﷺ پر اس حالت میں وحی نازل ہوتی کہ آپ ﷺ اونٹنی پر بیٹھے ہوں تو اونٹنی اپنا سینہ زمین پر ٹکا دیتی تھی اور اس وقت تک حرکت نہ کر سکتی تھی جب تک نزول وحی کا سلسلہ ختم نہ ہو جاتا۔ (مسند احمد، حاکم، ابن جریر)

آیت نمبر ۶: ۱: رات کو اٹھ کر عبادت کرنے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۱: رات کو اٹھ کر عبادت کرنا نفس کو قابو کرنے اور عبادت میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کے ساتھ بات کو درست رکھنے کا ذریعہ ہے۔ ۲: نفس کو قابو کرنے سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا کیا مقصد ہے ۲: نفس کو تابع کرنا۔ یعنی نفس کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے لئے تیار کرنا اور اس کی نافرمانی اور سرکشی سے باز رکھنا۔

علمی و عملی بات: رات کو نیند سے بیدار ہو کر اللہ ﷻ کی عبادت میں مشغول ہونا ایک ایسا مجاہدہ ہے جو نفس کو دبانے اور اس پر قابو پانے کی بڑی زبردست تاثیر رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ نفس پر بہت بھاری ہوتا ہے۔ لیکن نفس کی اصلاح اور تربیت کے لئے بہت کارآمد ہے۔ اگر نفس کو اس کا عادی بنا دیا جائے تو نفس کچھ ہی عرصے میں تابع ہو جاتا ہے۔ نفس بچے کی مانند ہے۔ اگر اس کا دودھ نہ چھڑایا جائے تو وہ جوان ہونے تک ماں کا دودھ پیتا رہے گا اور اگر اس کا دودھ چھڑا دو تو چند روز شور مچانے کے بعد خود ہی ماں کا دودھ چھوڑ دے گا۔ نفس کے اس مجاہدے کے نتیجے میں انسان زیادہ مضبوطی کے ساتھ دین حق کی دعوت کے لئے کام کر سکتا ہے۔

۳: عبادت میں خشوع اور خضوع پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: عبادت میں خشوع اور خضوع سے مراد یہ ہے کہ پوری یکسوئی سے، دل و دماغ اور زبان کی موافقت کے ساتھ اللہ ﷻ کی عبادت میں مشغول ہونا۔ ۴: قیام اللیل میں بات کو درست رکھنے کا کیا مطلب ہے؟ ۴: قیام الیل میں بات کو زیادہ درست رکھنے سے مراد یہ ہے کہ رات کا وقت کاموں سے فراغت کے بعد سکون و اطمینان کا ہوتا ہے اس وقت دل و دماغ تازہ ہوتے ہیں۔ شور و غل نہیں ہوتا۔ لہذا اس وقت جو قرآن پڑھا جائے گا۔ طبیعت پوری توجہ سے اس میں غور و فکر کرے گی۔

علمی بات: قیام الیل کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس میں کی جانے والی عبادت میں ریاکاری اور نمود و نمائش کا بھی خوف نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۷: ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو رات کے قیام کا خصوصی حکم کیوں فرمایا؟ ۱: کیوں کہ آپ ﷺ کو دن میں دعوت و تبلیغ اور دیگر امور کی طویل مصروفیت ہوتی تھی۔

آیت نمبر ۸: ۱: نبی کریم ﷺ کو اللہ ﷻ نے کیا خصوصی ہدایت فرمائی؟ i:۱۔ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو رات کی عبادت، دن کی نمازوں اور دعوت و تبلیغ کی مشغولیت کے درمیان فارغ اوقات میں ذکر الٰہی کا حکم دیا۔ ii۔ دوسرا یہ کہ آپ ﷺ سب سے الگ ہو کر صرف اللہ ﷻ کی طرف لَو لگائیں۔

علمی بات: اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انسان دنیا سے قطع تعلق کر لے۔ نہ گھر بار سے سروکار، نہ اہل و عیال کا خیال۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ دل میں اللہ ﷻ کے سوا کسی کی حقیقی طلب نہ رہے۔ **فرمانِ نبوی ﷺ:** "اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں"۔ (سنن ابی داؤد)

اسی طرح ایک جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم اللہ سے ڈرو، تم پر تمہاری بیوی کا حق ہے تمہارے مہمان کا حق ہے، اور خود تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔ پس کبھی کبھی (نفلی) روزہ بھی رکھو اور کبھی نہ رکھو، (نفلی) نماز بھی پڑھو اور سویا بھی کرو"۔ (سنن ابی داؤد)

علمی بات: اسلام میں عبادت و ریاضت وہی معتبر ہے جو سنتِ رسول ﷺ کے مطابق ہو اس میں مبالغہ رہبانیت ہو گا یعنی دنیا سے بالکل قطع تعلق ہو جانا جس کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: عظمتِ باری تعالیٰ کو اس آیت میں کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ ۲: مشرق و مغرب کا رب ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: دو انتہاؤں کا ذکر کر کے کُل کائنات کا احاطہ کیا گیا ہے، گویا اللہ ﷻ پوری کائنات کا رب ہے۔ ۳: اس آیت میں توحید باری تعالیٰ کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۳: اللہ ﷻ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں۔ ۴: آپ ﷺ کو کس بات کی تلقین فرمائی گئی؟ ۴: آپ ﷺ کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ ہی کو اپنا کارساز بنائیں کیونکہ اللہ ﷻ ہی حقیقتاً اور مستقلاً مددگار ہے۔ سورۃ الطلاق ۶۵، آیت: ۳ میں آتا ہے کہ " جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہو گا"۔ ۵: وکیل کسے کہتے ہیں؟ ۵: وہ قابل اعتبار شخصیت جس پر بھروسہ کیا جا سکے۔ وکیل اس شخص کو کہتے ہیں جس پر اعتماد کر کے کوئی شخص اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دے۔ قریب قریب اسی معنی میں ہم اردو زبان میں وکیل کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کے حوالے اپنا مقدمہ کر کے ایک آدمی مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس کی طرف سے وہ اچھی طرح مقدمہ لڑے گا اور اسے خود اپنا مقدمہ لڑنے کی حاجت نہ رہے گی۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: مشرکین کے طنز و استہزاء اور حق کو جھٹلانے پر آپ ﷺ کو کیا تلقین کی گئی؟ ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو تلقین فرمائی کہ آپ ﷺ مشرکین کی ایذاء رسانیوں پر صبر کیجئے اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جائیے۔ ۲: "خوبصورتی کے ساتھ الگ ہونے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: "خوبصورتی کے ساتھ الگ ہونے" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے قطع تعلق کر کے اپنی تبلیغ بند کر دیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بے کار اور لغو باتوں کو بالکل نظر انداز کر

دیں۔ان کی کسی بد تمیزی کا جواب نہ دیں ۔ پھر یہ بچاؤ اور علیحدگی بھی کسی غم اور غصے اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ نہ ہو، بلکہ احسن طریقے سے ہو۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان ۲۵، آیت:۶۳ میں آتا ہے کہ ”رحمان کے (سچے) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں (بس اب تو ہے) سلام“۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: آپ ﷺ کی دعوت جھٹلانے والے عموماً کیسے لوگ تھے؟ ۱: معاشرے کے سردار اور خوش حال لوگ جنہیں اللہ ﷻ نے مال و دولت عطا فرمائی تھی انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا۔ ۲: اللہ ﷻ نے جھٹلانے والوں کو کیا تنبیہ فرمائی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ جھٹلانے والوں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیجئے یعنی اللہ ﷻ خود جھٹلانے والوں سے نمٹ لے گا۔ ۳: جھٹلانے والوں کو تھوڑی سی مہلت دینے سے کیا مراد ہے؟ ۳: جھٹلانے والوں کی موت آنے تک یا ان پر اللہ ﷻ کے عذاب آنے تک کی مہلت مراد ہے۔

آیت نمبر ۱۲: ۱: حق کے جھٹلانے والوں کو آخرت میں کیا سزا دی جائے گی؟ ۱: اللہ ﷻ کے پاس ایسے لوگوں کے لئے بھاری بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: حق کو جھٹلانے والوں کو جہنم میں کیسا کھانا دیا جائے گا؟ ۱: زقوم کے درخت کے زہریلے کانٹے دار پھل جو گلے میں پھنس جانے والے ہوں گے۔

۲: جھٹلانے والوں کو کیسا عذاب دیا جائے گا؟ ۲: دردناک عذاب دیا جائے گا۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: قیامت کے دن کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت کے دن زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے۔ اور پہاڑ بکھری ہوئی ریت کے ٹیلوں کی طرح ہو جائیں گے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: اس آیت میں آپ ﷺ کا کیا مقام بیان کیا گیا ہے؟ ۱: آپ ﷺ اللہ ﷻ کی طرف سے بھیجے ہوئے رسول ہیں جو تمام انسانوں پر گواہی دینے والے ہیں۔ ۲: نبی کریم ﷺ لوگوں پر کیا گواہی دیں گے؟ ۲: نبی کریم ﷺ قیامت کے دن لوگوں پر گواہی دیں گے کہ انبیاء ورسل علیہم السلام نے اللہ ﷻ کے احکامات و پیغامات لوگوں تک پورے پورے پہنچا دیئے تھے اور پھر لوگ اپنے اچھے بُرے عمل کے خود ذمہ دار تھے۔ (سورۃ البقرہ ۲، آیت:۱۴۳، سورۃ انساء ۴، آیت:۴۱) ۳: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی رسالت کی دلیل کے لئے تاریخ سے کس رسول علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی ہے؟ ۳: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال بیان فرمائی ہے جنہیں اللہ ﷻ نے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: ”(قیامت کے دن) حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گی۔ تو اللہ ﷻ (حضرت نوح علیہ السلام سے) پوچھے گا، کیا تم نے (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے رب العزت! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ پھر اللہ ﷻ ان کی امت سے پوچھے گا، کیا (نوح علیہ السلام نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ ﷻ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، اس کے لئے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ (حضرت سیدنا) محمد ﷺ اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ ﷻ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچایا تھا۔“ یہ سورۃ البقرہ آیت:۱۴۳ کی تفسیر ہے۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۶: ۱: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ ۱: فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی اور کفر پر اڑا رہا۔

۲: فرعون کا کیا انجام ہوا؟ ۲: اللہ ﷻ نے اسے سخت عذاب میں جکڑ لیا۔

آیت نمبر ۱۷: ۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے سے کیا سبق ملتا ہے؟ ۱: رسولوں کا انکار کرنے والے اللہ ﷻ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

۲: نبی کریم ﷺ اور آپ ﷻ کی رسالت کو جھٹلانے والوں کو کیا تنبیہ کی گئی؟ ۲: اگر آپ ﷺ کی قوم نے بھی آپ ﷺ کو جھٹلایا اور آپ ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ بھی اللہ ﷻ کے عذاب سے بچ نہ سکیں گے۔

علمی بات: دنیا میں بالفرض اگر ایسے لوگ عذاب سے بظاہر بچ بھی گئے تو آخرت میں ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اور بے ادبی میں مبتلا ہونے سے بچنا چاہیئے اور غفلت میں پڑ کر اللہ ﷻ کے عذاب سے بے فکر نہیں ہونا چاہیئے۔

۳: قیامت کے دن کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۳: قیامت کا دن بچوں کو بوڑھا کر دینے والا ہو گا۔ ۴: قیامت کا دن کیسے بوڑھا کر دینے والا ہے؟

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE IMAM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED

۴: قیامت کا دن بہت طویل ہو گا۔ انتہائی شدید، دہشت ناک اور ہیبت ناک ہو گا۔ یہی ہولناکی اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دے گی۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: قیامت کے دن آسمان کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: آسمان قیامت کے دن شدّت سے پھٹ جائے گا۔

۲: اللہ ﷻ کا وعدہ پورا ہو کر رہنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی قیامت کا دن آ کر رہے گا۔ جس دن اللہ ﷻ اور اُس کے رسولوں کو جھٹلانے اور نافرمانی کرنے والوں کو سزا اور فرماں برداری کرنے والوں کو اجرِ عظیم سے نوازا جائے گا۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: قرآنِ حکیم کا تعارف کیسے کرایا گیا؟ ۱: قرآنِ حکیم ایک نصیحت اور یاد دہانی ہے۔

۲: قرآنِ حکیم کے نصیحت ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: قرآنِ حکیم کے نصیحت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ کا یہ عظیم الشان کلام اپنے ماننے والوں کو دنیا و آخرت کی سعادتوں اور حقیقی فوز و فلاح سے نوازنے والا ہے۔ اس سے منہ موڑنے والوں کے لئے سعادت و کامیابی کی دوسری کوئی راہ ممکن ہی نہیں۔

۳: قرآنِ حکیم کن لوگوں کے لئے نصیحت ہے؟ ۳: ان لوگوں کے لئے جو اس عظیم الشان نصیحت سے فائدہ حاصل کرنا چاہیں۔ جو اپنے رب کے راستہ پر چلنا چاہیں اور ہدایت کے طالب ہوں۔ قرآنِ حکیم انسان کو اس کے آغاز و انجام، اس دنیا میں اس کی حیثیت اور مقام و مرتبہ سے آگاہ کرتا ہے۔

۴: انسان کے کس اختیار کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۴: اللہ ﷻ نے اپنے نصیحت آموز کلام کے ذریعے انسان کو سعادت و کامیابی اور ناکامی و بدبختی کی دونوں راہیں دکھا کر اس کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے وہ جو چاہے راستہ اختیار کرے۔ چاہے تو وہ اس کلام کی تعلیمات پر عمل کر کے اللہ ﷻ کی رضا حاصل کرے اور چاہے تو اس سے منہ موڑ کر اللہ ﷻ کی ناراضگی مول لے اور جہنم کا سامان کرے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی عبادت کی کیا گواہی دی؟ ۱: بے شک اللہ ﷻ جانتا ہے کہ آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت رات میں قیام کرتے ہیں کبھی دو تہائی رات، کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ ۲: رات اور دن کے بارے میں کس حقیقت کا بیان ہے؟ ۲: رات اور دن کی مقدار اللہ ﷻ ہی مقرر فرماتا ہے۔ گرمیوں میں راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں اور دن بڑے جبکہ سردیوں میں راتیں بڑی ہو جاتی ہیں اور دن چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ ۳: اللہ ﷻ نے اہل ایمان پر کیا شفقت فرمائی؟ ۳: اللہ ﷻ نے اہل ایمان کے لئے رات کی نماز تہجد کو نفل قرار دیا اور فرض نہیں فرمایا۔ ۴: اللہ ﷻ نے تہجد کے ابتدائی حکم میں کیا رعایت فرمائی؟ ۴: دو تہائی، آدھی یا ایک تہائی قیام کرنے کے بجائے اللہ ﷻ نے رعایت فرمائی کہ جتنا آسانی سے ممکن ہو اتنا تہجد میں قرآن کی تلاوت کر لی جائے۔ ۵: اللہ ﷻ نے اہل ایمان کو تہجد میں کیوں رعایت فرمائی؟ ۵: اللہ ﷻ جانتا ہے کہ انسان اس مشقت کو نہیں نبھا سکے گا۔ اس طرح اللہ ﷻ نے بیماروں، معاش کے لئے محنت کرنے والے مسافروں اور اللہ ﷻ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کی رعایت فرمائی۔ ۶: سورت کے آخر میں دنیا اور آخرت میں کامیاب ہونے کے کیا اصول بیان ہوئے ہیں؟ ۶: i۔ نمازِ تہجد ادا کرنا۔ ii۔ فرض نمازیں ادا کرنا۔ iii۔ زکوٰۃ دینا۔ iv۔ اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنا۔ v۔ اللہ ﷻ سے مغفرت مانگنا۔ ۷: تہجد کے بارے میں اللہ ﷻ کا حتمی حکم کیا ہے؟ ۷: اہل ایمان کے لئے تہجد کو نفل قرار دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قرآن تہجد کی نماز میں تلاوت کر لیا کرو۔ ۸: اللہ ﷻ کو قرض حسنہ دینے سے کیا مراد ہے؟ ۸: اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنا یعنی دین کی اشاعت و تبلیغ اور دین کی سربلندی کی جدوجہد میں خرچ کرنا قرضِ حسنہ کہلاتا ہے۔

علمی بات: قرضِ حسنہ سے مراد زکوٰۃ کے علاوہ وہ تمام نفلی صدقات مراد ہیں جو صرف رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اس کی راہ میں مالِ حلال سے صدقِ نیت، فراخ دِلی اور خوشی کے ساتھ خرچ کیئے جائیں۔

۹: انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کیسے دلائی گئی ہے؟ ۹: یعنی جو نیکیاں یہاں کریں گے۔ خواہ وہ نفلی نمازیں، صدقات و خیرات اور دیگر اعمال حسنہ۔ اللہ ﷻ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پائیں گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا۔ یہ نہ سمجھیں کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ نہیں، وہ سب آگے اللہ ﷻ کے ہاں پہنچ رہا ہے جو روزِ قیامت ان شاء اللہ کام آئے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال

سے زیادہ محبوب ہے" ؟لوگوں نے عرض کیایارسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنامال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا!سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔لوگوں نے عرض کیایارسول اللہ ﷺ ہماراحال واقعی یہی ہے۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:تمہارااپنامال تووہ ہے جو تم نے اپنی آخرت کے لئے آگے بھیج دیا۔اور جو کچھ تم نے روک کر رکھاوہ تووارث کامال ہے"۔(صحیح بخاری، سنن نسائی)

۱۰:تمام احکامات کی بجاآوری کے بعد کس طرف توجہ دلائی گئی ہے؟ ۱۰:اللہ ﷻ سے مغفرت اور بخشش مانگنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

۱۱:اللہ ﷻ کی کیاصفت بیان کی گئی ہے؟۱۱:بے شک اللہ ﷻ بہت بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ ۱۲:اللہ ﷻ سے مغفرت مانگنے کی ترغیب کیوں دلائی گئی ہے؟ ۱۲:تمام احکامات کی بجاآوری کے بعد اللہ ﷻ سے معافی مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان خواہ کتناہی محتاط کیوں نہ ہو اس سے پھر بھی کچھ نہ کچھ کمی، کجی ہو جاتی ہے۔تمام اعمال کے کرنے کی توفیق خاص اللہ ﷻ کے فضل و کرم اوراحسان سے ہوتی ہے۔اس لئے ہمیشہ اللہ ﷻ سے اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کی معافی مانگتے رہناچاہیئے اور اس کی مغفرت ورحمت کی امید بھی رکھنی چاہیئے۔کیونکہ وہ بڑابخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱:درست جواب پر صحیح (✓) کانشان لگائیں:

(۱) قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ میں نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا:

(الف)نمازِ فجر کا (ب)نمازِ ظہر کا (ج)نمازِ عشا کا ✓(د)نمازِ تہجد کا

(۲) وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝ میں قرآن مجید کا ادب بتایا گیا ہے:

✓(الف)ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا (ب)خوش الحانی سے پڑھنا (ج)بلند آوز سے پڑھنا (د)آہستہ آواز میں پڑھنا

(۳) قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ کے معنی ہیں:

(الف)قیمتی کلام (ب)تفصیلی کلام (ج)بڑا کلام ✓(د)بھاری کلام

(۴) اَنْكَالًا کے معنی ہیں:

(الف)زنجیریں (ب)ہتھکڑیاں (ج)طوق ✓(د)بیڑیاں

(۵) النَّحْوَ عربی قواعد کی رُو سے ہے:

✓(الف)اسم (ب)فعل (ج)حرف (د)ضمیر

سوال ۲:مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝ آیت کریمہ میں قیام اللیل کے کیا فوائد بیان ہوئے ہیں؟

جواب:آیت کریمہ کے مطابق رات (تہجد کے وقت) کا اٹھنا نفس کو خوب قابو رکھتا ہے اور اس وقت کہی گئی بات یعنی تلاوت و دُعا بھی بہت ٹھیک نکلتی ہے۔

۲۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ آیت کریمہ میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟

جواب:آیت کریمہ یہ تعلیم ہے کہ اپنے ربّ کے نام کا ذکر کریں۔اور سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

۳۔ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝ آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو کفار کی مخالفت پر کیا تلقین فرمائی گئی ہے؟

جواب:آیت مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کو یہ تلقین فرمائی گئی ہے کہ جو کچھ وہ کفار کہتے ہیں اس پر صبر کیجیے اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جایے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

۴۔ یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَ کَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا ﴿۱۴﴾ قیامت کے دن زمین اور پہاڑوں کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب: آیتِ کریمہ کی روشنی میں قیامت کے دن زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے اور پہاڑ اپنی مضبوطی کھو کر بکھری ہوئی ریت کے ٹیلوں کی طرح ہو جائیں گے۔

۵۔ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ آیت کریمہ میں کیا تعلیم دی گئی ہے؟

جواب: آیت کریمہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

ا۔ (الف) فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۭ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: تو جتنا آسانی سے ہو سکے اس (قرآن) سے پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو عمدہ قرض دو اور جو کچھ تم اپنے لیے بھلائی میں سے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے وہی بہتر اور اَجر میں بہت زیادہ ہے اور اللہ سے مغفرت مانگو بے شک اللہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

(ب) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ کا تعارف اور مرکزی مضمون لکھیں۔

جواب: "اَلْمُزَّمِّلُ" نبی کریم ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک اسمِ مبارک ہے اور اس کے معنی "چادر میں لپٹنے والے" کے ہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو "اَلْمُزَّمِّلُ" کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ" ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ اس کا مرکزی مضمون عبادت اور تزکیۂ نفس ہے۔

۲۔ (الف) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۬ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: بے شک ہم نے تمھاری طرف ایک رسول (ﷺ) کو تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کو) فرعون کی طرف ایک رسول (بنا کر) بھیجا تھا۔

(ب) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ کے چند بنیادی مضامین لکھیں۔

جواب: ا۔ تہجد کی نماز میں حسبِ سہولت قرآن مجید پڑھنے کی رعایت کا بیان۔ ۲۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دعوتِ دین کے حوالے سے احکامات کا بیان۔ ۳۔ آپ ﷺ کو کفّار کی مخالفت، الزامات اور ایذا رسانی کے جواب میں صبر کی تلقین۔ ۴۔ آپ ﷺ کے جھٹلانے والوں کو جہنّم کے دردناک عذاب کی وعید۔

۳۔ (الف) فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ ۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اگر تم نے کفر کیا تو تم اُس دن کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ جس (کی شدت) سے آسمان پھٹ جائے گا اس (اللہ) کا وعدہ (پورا) ہو کر رہے گا۔ بے شک یہ (قرآن) تو نصیحت ہے جو چاہے اپنے ربّ کی طرف راستہ اختیار کر لے۔

(ب) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ میں مرکب اضافی اور مرکب توصیفی کی کوئی دو دو مثالیں تلاش کریں۔

جواب: مرکب اضافی اور مرکب توصیفی کی مثالیں:

مرکب اضافی: ا۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ (مشرق کا رب) ۲۔ اسْمَ رَبِّكَ (تیرے رب کا نام)۔

مرکب توصیفی: ا۔ قَوْلًا ثَقِيْلًا (بھاری کلام) ۲۔ هَجْرًا جَمِيْلًا (اچھے طریقے سے چھوڑنا)۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE IILM FOUNDATION. WITHOUT CONSENT SALE OF THIS BOOK OR ANY PART OF IT ENTAILS LEGAL ACTION

سبق:۲۲ سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرْ آیات:۱تا۵۶

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں

۱۔ آپ ﷺ کو "اَلْمُدَّثِّرُ" کہہ کر کیوں پکارا گیا؟ ۲۔ اللہ ﷻ کی بڑائی بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟
۳۔ طہارت کی اہمیت کو کس طرح واضح کیا گیا؟ ۴۔ اخلاصِ نیّت کی کیا اہمیت ہے؟
۵۔ اللہ ﷻ نے منکرِ آخرت کے لئے کیا تنبیہ فرمائی ہے؟ ۶۔ منکرینِ حق کا ٹھکانا کہاں ہو گا؟
۷۔ منکرینِ حق کے کن رویّوں کی نشاندہی کی گئی ہے؟ ۸۔ جہنم میں جانے کی کون سی وجوہات کا ذکر کیا گیا ہے؟
۹۔ جہنم کے نگران فرشتوں کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۱۰۔ اللہ ﷻ قیامت کے دن کن لوگوں کو شفاعت کا موقع دے گا؟
۱۱۔ دنیا کے لالچ کے بارے میں حدیثِ مبارک میں کیا بتایا گیا ہے؟ ۱۲۔ منکرینِ قرآن کے قرآنِ حکیم سے دور بھاگنے کو کس مثال سے واضح کیا گیا ہے

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ المزمل" میں نماز تہجد اور تلاوتِ قرآن کے ذریعہ اللہ ﷻ سے لَو لگانے کی تلقین ہے۔ سورۃ المدثر میں بندوں تک اللہ ﷻ کا پیغام پہنچانے اور رب کی بڑائی کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ سورۃ المزمل میں نمازِ تہجد اور پانچ وقت کی نماز کا ذکر ہے۔ سورۃ المدثر میں ذکر ہے کہ بے نمازی کا ٹھکانا جہنم کی آگ میں ہو گا۔ سورۃ المزمل میں جھٹلانے والوں کے لئے جہنم کے عذاب کا ذکر ہے۔ سورۃ المدثر میں جھٹلانے والوں کے کردار کا بیان ہے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: اَلْمُدَّثِّرُ کس کا نام ہے؟ ۱: آپ ﷺ کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام اَلْمُدَّثِّرُ ہے۔ ۲: اَلْمُدَّثِّرُ کے کیا معنی ہیں؟ ۲: اَلْمُدَّثِّرُ کے معنی ہیں "چادر یا لحاف لپیٹنے والا یا اوڑھنے والا"۔ ۳: آپ ﷺ کو اَلْمُدَّثِّرُ کہہ کر کیوں پکارا گیا؟ ۳۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ غار حرا میں تھے کہ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ فرشتے نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ پر گھبراہٹ طاری ہو گئی اور آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے لحاف اوڑھا دو چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ پر لحاف ڈال دیا اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ کہہ کر آپ ﷺ کو مخاطب فرمایا۔

آیت نمبر ۲: ۱: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اللہ ﷻ کا کیا حکم پہنچایا؟ ۱: آپ ﷺ اُٹھیں اور اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔

علمی بات: انذار کے معنی ڈرانے کے ہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام کا ڈرانا شفقت و محبت پر مبنی ہوتا ہے جیسے باپ اپنے بچے کو سانپ بچھو اور آگ سے ڈراتا ہے لہذا انبیاء کرام علیہم السلام اللہ ﷻ کی نافرمانی کے برے انجام سے ڈرانے اور اس کی اطاعت و بندگی اختیار کرنے پر اس کے فضل و کرم کی بشارت سناتے ہیں اس لئے ان کا لقب نذیر اور بشیر ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۳: ۱: نبی کریم ﷺ کو کس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ ۱: اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کرنے کا۔ ۲: اللہ ﷻ کی بڑائی بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟
۲: صرف زبان سے اللہ ﷻ کی بڑائی مقصود نہیں بلکہ عملاً بھی اللہ ﷻ کے احکامات پر عمل اور ان کے نفاذ کی کوشش کی جائے۔

علمی بات: دنیا میں جتنے لوگ بڑے بنے بیٹھے ہیں۔ ان سب کی بڑائیاں، ان کی حکمرانی، اور حکومتیں اللہ ﷻ کی بڑائی کے سامنے ہیچ اور کم تر ہیں۔ آپ ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ ﷻ کی کبریائی، بزرگی اور بڑائی سے پوری طرح روشناس کرائیے۔

آیت نمبر ۴: ۱: آپ ﷺ کو کپڑوں سے متعلق کیا حکم دیا گیا؟ ۱: اپنے کپڑوں کو حسب سابق پاک و صاف رکھیئے۔

علمی بات: جسم و لباس کی طہارت اور روح کی پاکیزگی دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جس معاشرے میں اسلام کی دعوت لے کر اٹھے تھے وہ صرف

COPYRIGHTS RESERVED WITH FREEMAN FOUNDATION. NOT FOR SALE. EDUCATIONAL PURPOSE ONLY

عقائد اور اخلاق کی خرابیوں ہی میں مبتلا نہ تھا بلکہ طہارت و نظافت کے بھی ابتدائی تصورات تک سے خالی تھا، اور حضور ﷺ کا کام ان لوگوں کو ہر لحاظ سے پاکیزگی کا سبق سکھانا تھا۔ آج دنیا کی بیشتر زبانوں میں ایسا کوئی لفظ تک نہیں پایا جاتا جو "طہارت" کا ہم معنی ہو۔ ان کی پہنچ صرف ظاہری صفائی (Cleanliness) تک ہے۔ بخلاف اس کے اسلام کا حال یہ ہے کہ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں اسلامی احکام کا آغاز ہی کتاب الطہارت سے ہوتا ہے جس میں پاکی اور ناپاکی کے فرق اور پاکیزگی کے طریقوں کو انتہائی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر۵: ا: آپ ﷺ کو امت کی اصلاح کے لئے کن امور کی طرف متوجہ فرمایا گیا؟ ا: کہ اپنی امت کو حکم دیں کہ وہ (بتوں کی) ناپاکی اور جسمانی، روحانی، اخلاقی ناپاکیوں سے دور رہیں۔ جیسا کہ سورۃ الحج ۲۲، آیت ۳۰ میں آتا ہے کہ "پس بچتے رہو بتوں کی ناپاکی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے"۔

عملی پہلو: ہمیں بھی تمام ظاہری و باطنی بُرائیوں اور ناپاکیوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر۶: ا: آپ ﷺ کو اخلاصِ نیت کی کیسے تلقین کی گئی؟ ا: آپ ﷺ زیادہ طلب کرنے کی نیت سے احسان نہ کیجئے۔

علمی بات: کسی شخص کی بے لوث خدمت کرنا بڑا حوصلہ مندی کا کام ہے۔ انسان تو یہ چاہتا ہے کہ اگر وہ کسی پر کوئی دنیوی یا دینی بھلائی کرے تو کسی نہ کسی رنگ میں اس کو اس کا بدلہ ضرور ملنا چاہیے۔ یہ نظریہ خالصتاً خود غرضانہ اور مادی نظریہ ہے۔ لہٰذا جس عظیم مقصد کے لئے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا اس کے لئے ابتداء ہی میں آپ ﷺ کو یہ فرمادیا گیا کہ آپ ﷺ امت کو بتادیں کہ انہیں ہر طرح کے دنیاوی فائدہ، غرض اور معاوضہ کی توقع رکھے بغیر لوگوں کے ساتھ بھلائیاں کرنا ہوں گی اور اس راہ میں جتنے بھی مصائب پیش آئیں انہیں خندہ پیشانی سے اللہ ﷻ کی رضا کی خاطر برداشت کرنا ہو گا۔

آیت نمبر۷: ا: آغاز رسالت ہی میں آپ ﷺ کو کس بات کا حکم دیا گیا ہے؟ ا: اپنے پروردگار کی خاطر کفار کی ایذا رسانی اور تکلیفوں پر صبر کیجئے۔

آیت نمبر۸: ا: قیامت کب آئے گی؟ ا: جب اللہ ﷻ کے حکم پر اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔

آیت نمبر۹: ا: قیامت کے دن کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ا: وہ دن بڑا ہی سخت دن ہو گا۔

آیت نمبر۱۰: ا: قیامت کے دن کافروں کا کیا حال ہو گا؟ ا: قیامت کا دن کافروں کے لئے آسان نہ ہو گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "میرے سامنے جنت اور دوزخ کو پیش کیا گیا تو میں نے آج کے دن کی طرح کوئی خیر اور کوئی شر کبھی نہیں دیکھی اور اگر تم بھی جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم لوگ کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے"۔ (صحیح بخاری، جامع ترمذی، مسند احمد)

عملی پہلو: ہمیں بھی قیامت کے ہولناک دن سے اللہ ﷻ کی پناہ مانگنی چاہیئے اور آخرت کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر۱۱: ا: آیات: ۱۱ تا ۲۶ میں کس کا کردار بیان ہوا؟ ا: منکرین آخرت۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں اس کردار سے مراد ایک کافر سردار ولید بن مغیرہ ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے منکرِ آخرت کے لئے کیا تنبیہ فرمائی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے فرمایا کہ مجھے اور اس شخص کو (نبٹنے کے لئے) چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔

شانِ نزول: روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے قرآن پڑھ کر سنایا جس سے وہ کسی قدر متاثر ہوا مگر ابو جہل نے اسے ورغلایا اور قریش میں چرچا ہونے لگا کہ ولید اگر مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہو گی۔ غرض سب جمع ہوئے اور آپ ﷺ کے بارے میں گفتگو کی۔ کسی نے آپ ﷺ کو شاعر کہا اور کسی نے کاہن بتلایا۔ ولید بولا کہ میں فن شعر میں خود بہت بڑا ماہر ہوں اور کاہنوں (نجومیوں، پیشن گوئی کرنے والوں، فال نکالنے والوں، یہود اور نصرانیوں کے دینی پیشواؤں) کی باتیں بھی سب سنی ہیں۔ قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت (یعنی علمِ نجوم، کاہنوں کا علم)۔ لوگوں نے کہا آخر تیری کیا رائے ہے؟ کہنے لگا ذرا سوچ لوں۔ آخر تیوری چڑھا کر اور منہ بنا کر کہا کہ کچھ نہیں بس جادو ہے جو بابل والوں سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ حالانکہ پیشتر قرآن سن کر کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں نہ دیوانے کی بڑ معلوم ہوتی ہے بلکہ اللہ ﷻ کا کلام ہے مگر محض برادری کو خوش کرنے کے لئے اب یہ بات بنادی۔ آگے کی آیات ۱۸ تا ۲۵ میں اس کی اسی گفتگو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا "مجھے اس شخص سے نبٹ لینے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا"۔

۳: اکیلا پیدا فرمانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: یعنی جب وہ پیدا ہوا تھا تو اسکے پاس نہ مال تھا اور نہ اولاد بلکہ وہ تنہا تھا۔

آیت نمبر ۱۲: ا: منکرِ آخرت پر اللہ ﷻ نے اپنے کس احسان کی یاددہانی فرمائی؟ ا: اللہ ﷻ نے اسے بہت سارا مال دیا تھا۔

آیت نمبر ۱۳: ا: اس پر اللہ ﷻ کا اور کیا احسان تھا؟ ا: اللہ ﷻ نے اسے حاضر رہنے والے بیٹے دیئے تھے۔

۲: "حاضر رہنے والے بیٹوں" سے کیا مراد ہے؟ ۲: مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اس کے بیٹے ہمہ وقت آنکھوں کے سامنے رہتے اور محفلوں میں باپ کی توقیر بڑھاتے اور دھاک بٹھلاتے تھے۔ تجارت، کاروبار اور دوسرے کام کاج کے لئے نوکر چاکر بہت تھے۔ ضرورت نہیں تھی کہ بیٹے باپ کی نظر سے غائب ہوں۔

علمی بات: اولاد کا پیدا ہونا اور اس کا باقی رہنا اللہ ﷻ کے انعامات میں سے ہے اسی طرح اولاد کا اپنے پاس حاضر و موجود ہونا بھی ایک بڑا انعام ہے جو والدین کے لئے اپنی خدمت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کے سکون کے ساتھ ساتھ کاروبار میں امداد کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ولید بن مغیرہ کے تین بیٹے مسلمان ہو گئے تھے۔ انہیں بیٹوں میں سے ایک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جنھوں نے اسلام لا کر اسلام کی بیش بہا خدمات سرانجام دی تھیں ان کو سیف اللہ کا لقب بھی دیا گیا۔

آیت نمبر ۱۴: ا: اللہ ﷻ نے اپنے اور کس احسان کی یاددہانی کروائی؟ ا: اللہ ﷻ نے اسے ہر شے میں خوب وسعت دی تھی۔ ۲: "ہر شے میں خوب وسعت دینے" سے کیا مراد ہے؟ ۲: اللہ ﷻ نے اسے مال و دولت میں، سرداری میں اور درازی عمر میں خوب کشادگی دے رکھی تھی۔

آیت نمبر ۱۵: ا: منکر آخرت کی کس برائی کا بیان ہے؟ ا: وہ لالچ کرتا ہے کہ اللہ ﷻ اسے اور زیادہ دے۔

عملی پہلو: ہم سب کو دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ ﷻ ہمیں دنیا کے لالچ سے بچائے اور آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرمائے آمین۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "اگر ابن آدم کے پاس سونے سے بھرئی ہوئی دو وادیاں بھی ہوتیں تو وہ تیسری کی تمنا کرتا اور ابن آدم کا منہ صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے اور جو توبہ کرتا ہے، اللہ ﷻ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے"۔ (مسند احمد)

آیت نمبر ۱۶: ا: منکرِ آخرت کا کیا جرم بیان کیا گیا ہے؟ ا: وہ اللہ ﷻ کی آیتوں کا دشمن ہے۔ ۲: منکرِ آخرت کی مزید دولت کی تمنا پر اللہ ﷻ نے کیا جواب دیا؟ اور اس کا کیا حال ہوا؟ ۲: ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں اس کو اس کے کفر و ناشکری کے باوجود اس کے بعد مزید نعمتیں دیتا جاؤں۔ چنانچہ اس کے بعد اس کے جان و مال میں ہمیشہ نقصان ہوتا رہا اور آخر کار ذلت اور فقر کی حالت میں ولید بن مغیرہ مر گیا۔

آیت نمبر ۱۷: ا: منکر آخرت کا اخروی انجام کیا ہو گا؟ ا: عنقریب اللہ ﷻ اسے جہنم کی مشکل گھاٹی پر چڑھائے گا اور سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "صعود جہنم میں ایک پہاڑ کا نام ہے دوزخی کو اس پر ستر برس میں چڑھایا جائے گا۔ اور پھر دھکیل دیا جائے گا اور پھر ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا"۔ (جامع ترمذی)

آیت نمبر ۱۸: ا: قرآنِ حکیم اور آخرت کے بارے میں پوچھے جانے پر منکر آخرت ولید بن مغیرہ نے کیا کیا؟ ا: اس نے سوچا اور بات بنائی۔

علمی بات: آیات: ۱۸ تا ۲۵ میں ولید بن مغیرہ والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو آیت: ۱۱ کی تشریح میں بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ا: اس نے قرآنِ حکیم اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو بات بنائی اس پر اللہ ﷻ نے کیا وعید سنائی؟ ا: پس وہ ہلاک کیا جائے اس نے کیسی بات بنائی۔

آیت نمبر ۲۰: ا: ولید بن مغیرہ نے قرآنِ حکیم اور رسول کریم ﷺ کے بارے میں جو غلط اندازہ لگایا اس پر اللہ ﷻ نے کیا وعید نازل فرمائی؟ ا: پھر وہ ہلاک کیا جائے اس نے کیسا اندازہ لگایا اور کیسی بات بنائی۔

آیت نمبر ۲۱: ا: ولید بن مغیرہ کی ذہنی کشمکش کا کیا نقشہ کھینچا گیا ہے؟ ا: اس نے خلاؤں میں دیکھا۔

آیت نمبر ۲۲: ا: ولید بن مغیرہ کی ذہنی کشمکش سے کیا تاثرات اس کے چہرے پر آئے؟ ا: وہ ماتھے پر بل لایا اور اس نے منہ بگاڑا۔

آیت نمبر ۲۳: ا: ولید بن مغیرہ نے قرآنِ حکیم اور رسول کریم ﷺ پر غور و فکر کرنے کے بعد کس ردِ عمل کا اظہار کیا؟ ا: اس نے حق سے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔

آیت نمبر ۲۴: ا: ولید بن مغیرہ نے قرآنِ حکیم اور رسول کریم ﷺ پر غور و فکر کرنے کے بعد کیا نتیجہ نکالا؟ ا: وہ کہنے لگا کہ یہ قرآن کچھ نہیں ہے مگر ایک

COPYRIGHTS © RESERVED WITH TAHIR MAHMOOD FOUNDATION
FILM BASED ON SOCIAL AWARENESS AND EDUCATION

جادو جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔(معاذاللہ)

آیت نمبر ۲۵: ا: ولید بن مغیرہ نے قرآنِ حکیم اور رسول کریم ﷺ کا کیسے انکار کیا؟ ا: اس نے کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے سوائے انسان کے کلام کے۔

آیت نمبر ۲۶: ا: ولید بن مغیرہ کا آخرت میں کیا انجام ہو گا؟ ا: عنقریب وہ جہنم میں ڈالا جائے گا۔

آیت نمبر ۲۷: ا: جہنم کا کیا نام ذکر کیا گیا ہے؟ ا: جہنم کا "سَقَرَ" کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

علمی بات: جہنم کے مختلف درجات، خصوصیات اور کیفیات کے لحاظ سے کچھ نام یہ بھی ہیں جو قرآنِ حکیم میں ذکر کیئے گئے ہیں۔ اَلنَّارُ، هَاوِيَةٌ، جَحِيْم، حُطَمَةٌ، وَيْلٌ سَعِيْرٌ، لَظٰى۔

آیت نمبر ۲۸: ا: سَقَرَ سے کیا مراد ہے؟ ا: وہ آگ جو نہ باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے۔ ۲: آگ کے باقی نہ رکھنے اور نہ چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: جہنم کی آگ انسان کی کھال، گوشت اور ہڈیوں کو جھلس کر رکھ دے گی لیکن انسان کو دوبارہ درست کیا جاتا رہے گا تاکہ وہ بار بار جلنے اور جھلسنے کا عذاب بھگتتا رہے۔

آیت نمبر ۲۹: ا: جہنم کی آگ کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟ ا: وہ کھالوں کو جھلسا دینے والی ہے۔

آیت نمبر ۳۰: ا: جہنم پر کتنے فرشتے مقرر ہیں؟ ا: جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔

آیت نمبر ۳۱: ا: اللہ ﷻ نے جہنم کی نگرانی پر کسے مامور فرمایا ہے؟ ا: اللہ ﷻ نے فرشتوں کو جہنم کی نگرانی پر معمور فرمایا ہے۔

۲: اللہ ﷻ نے جہنم کے نگران فرشتوں کی تعداد انیس کیوں رکھی؟ ۲: تعداد رکھنے کا مقصد صرف آزمائش کرنا تھا کہ کون اللہ ﷻ کی حکمتوں پر ایمان لاتا ہے اور کون شک وشبہ میں پڑ کر مذاق اڑاتا ہے۔ اہل ایمان فرشتوں کی اس تعداد پر ایمان لانے والے ہیں۔ کیونکہ یہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اس تعداد کے بیان کرنے میں اللہ ﷻ کی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہو گی۔ جب کہ کفار اور منافقین کہتے ہیں اللہ ﷻ کا یہ تعداد بیان کرنے کا کیا مقصد ہے؟ اور پھر وہ ان آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یعنی ایک ہی بات یا ایک ہی مثال سے بدبخت آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور جس کے دل میں اللہ ﷻ کا خوف اور ہدایت کی طلب ہو اسی بات سے اس کے ایمان ویقین میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔

۳: اللہ ﷻ قرآنِ حکیم میں ایسی مثالیں کیوں بیان فرماتا ہے؟ ۳: انہیں مثالوں سے اللہ ﷻ جس کو چاہتا ہے گمراہ فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے۔ ۴: اللہ ﷻ کے لشکروں کی اصل تعداد سے کون واقف ہے؟ ۴: اللہ ﷻ۔

علمی بات: کفار ومشرکین سمجھتے ہیں کہ جہنم میں ۱۹ فرشتے ہی تو ہیں، جن پر قابو پانا کون سا مشکل کام ہے؟ لیکن ان کو معلوم نہیں کہ رب کے لشکر تو اتنے ہیں جنہیں اللہ ﷻ کے سوا کوئی انہیں جانتا ہی نہیں۔ صرف فرشتے ہی اتنی تعداد میں ہیں کہ ۷۰ ہزار فرشتے روزانہ اللہ ﷻ کی عبادت کے لئے ساتوں آسمانوں کے اوپر بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں، پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی۔ (صحیح بخاری)

۵: قرآنِ حکیم میں مختلف مقامات پر فرشتوں کی جو تعداد بیان کی جاتی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ ۵: وہ محض انسانوں کی نصیحت کے لئے بیان کی جاتی ہے۔

شانِ نزول: اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک دن ابوجہل نے کہا "اے جماعت قریش! محمد (ﷺ) کہتا ہے کہ اللہ ﷻ کا گروہ جو تمہیں جہنم میں عذاب دے گا انیس کا ہے تم ان سے تعداد میں بہت زیادہ، ہو، کیا تم میں سے سو آدمی بھی ان میں سے ایک آدمی سے مغلوب ہو جائیں گے؟"۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ دوسری روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو قریش کے ایک اور مشرک نے کہا "اے قریش کی جماعت! یہ تمہیں انیس افراد گھبراہٹ میں نہ ڈالیں میں اپنے اس دائیں کندھے سے دس کو تم سے دھکیل دوں گا اور اس بائیں کندھے سے نو کو دھکیل دوں گا"۔

آیت نمبر ۳۲: ا: جنہیں اللہ ﷻ گمراہ کر دے کیا انہیں ہدایت حاصل ہو سکتی ہے؟ ا: ہرگز ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی۔

۲: اللہ ﷻ نے قیامت کی گواہی کے لئے کس چیز کی قسم فرمائی ہے؟ ۲: چاند کی قسم فرمائی ہے جس طرح چاند بڑھتے بڑھتے مکمل ہوتا ہے اور گھٹتے گھٹتے ختم ہو جاتا ہے اسی طرح یہ دنیا بھی ایک دن ختم ہو جائے گی۔

آیت نمبر ۳۳: ا: قیامت کی شہادت کے لئے اللہ ﷻ نے کس چیز کی قسم فرمائی ہے؟ ا: رات کی قسم فرمائی ہے جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگے۔

COPYRIGHT© REGARDING THIS WORK IN FOUNDATION SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED

آیت نمبر ۳۴: ۱: قیامت آنے کے ثبوت کے طور پر اللہ ﷻ نے کس چیز کی قسم فرمائی ہے؟ ۱: صبح کی قسم فرمائی ہے جب وہ روشن ہو جائے۔

۲: رات اور دن کے نظام میں آخرت کے لئے کیا شواہد ہیں؟ ۲: رات گزرنے کے بعد دن کا آنا اور دن گزرنے کے بعد رات کا آنا یہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ دن اور رات عارضی ہیں پھر جس طرح رات اور دن کی تاثیر علیحدہ ہے اسی طرح دنیا اور آخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کے معاملات بھی بالکل مختلف ہیں۔ اسی طرح یہ دنیا بھی عارضی ہے۔ اس کے بعد آخرت کی زندگی ہے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: قیامت کے دن کی بڑی مصیبتوں میں سے کس کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: جہنم کا ذکر کیا گیا ہے جو قیامت کے دن کی بڑی مصیبتوں میں سے ایک ہے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: جہنم کا ذکر کرنے کی کیا حکمت بیان کی گئی ہے؟ ۱: جہنم کفر اور اللہ ﷻ کی نافرمانی کے بُرے انجام سے لوگوں کو ڈرانے والی ہے۔

آیت نمبر ۳۷: ۱: جہنم کیسے لوگوں کے لئے ڈرانے کا ذریعہ ہے؟ ۱: ان کے لئے جو نیکیوں میں آگے رہنا چاہیں یا پیچھے رہنا چاہیں۔ مطلب یہ کہ ہر شخص کی پسند اور ارادہ واختیار پر منحصر ہے کہ ہدایت کی طرف آگے بڑھتا ہے یا پھر گمراہی کی دلدلوں میں ہی پھنسا رہنا چاہتا ہے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: آخرت کے دن انسانوں سے متعلق کس حقیقت کا بیان ہے؟ ۱: ہر شخص اپنے اعمال کے حوالے سے گروی ہے۔ جیسے اس کے دنیا میں اعمال ہوں گے ویسا ہی آخرت میں انجام ہو گا۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: دائیں ہاتھ والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۱: وہ خوش نصیب جن کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ ۲: ہر شخص اپنے اعمال کے حوالے سے گروی ہے "سوائے دائیں ہاتھ والوں کے" اس سے کیا مراد ہے؟ ۲: دائیں ہاتھ والے قیامت کے دن پکڑ سے آزاد کر دیئے جائیں گے۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: دائیں ہاتھ والے کہاں ہوں گے؟ ۱: وہ عالی شان جنتوں (باغات) میں ہوں گے۔

۲: دائیں ہاتھ والوں کا جنت میں کس معاملہ کا ذکر ہے؟ ۲: وہ ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۱: ۱: دائیں ہاتھ والے جنت میں ایک دوسرے سے کن لوگوں کے بارے میں سوال کر رہے ہوں گے؟ ۱: وہ مجرموں کے بارے میں ایک دوسرے سے سوال کر رہے ہوں گے۔

آیت نمبر ۴۲: ۱: اہل جنت اہل جہنم سے کیا پوچھیں گے؟ ۱: تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہنچا دیا۔

علمی بات: جنت اور دوزخ میں طویل مسافت کے باوجود جب اہل جنت اہل دوزخ میں سے اپنے کسی دنیا کے ساتھی کو دیکھنا چاہیں گے یا اس سے کلام کرنا چاہیں گے تو کر سکیں گے۔ کیونکہ اس دنیا میں لوگوں کو سمع و بصر وغیرہ کی جو قوتیں عطا کی جائیں گی۔ وہ اس دنیا میں عطا کردہ قوتوں سے کئی گنا زیادہ ہوں گی۔ اسی طرح اہل جنت جب چاہیں گے۔ جہنم میں اپنے دنیا کے ساتھیوں کی طرف جھانک بھی سکیں گے اور ان سے بلا تکلف گفتگو بھی کر سکیں گے۔

آیت نمبر ۴۳: ۱: اہل جہنم اپنے کس جرم کا اعتراف کریں گے؟ ۱: وہ اعتراف کریں گے کہ ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ یہ جہنم میں جانے کی پہلی وجہ ہے۔

عملی پہلو: ہمیں نمازوں کی پابندی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ ﷻ ہمیں باقاعدگی سے تمام نمازیں مقررہ اوقات میں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "روزِ قیامت سب سے پہلا سوال نماز کے بارے میں ہو گا۔ اگر یہ درست ہوئی تو بقیہ معاملات بھی درست ہوں گے اور اگر اسی میں بگاڑ ہوا تو بقیہ معاملات بھی بگڑ جائیں گے"۔ (طبرانی)

آیت نمبر ۴۴: ۱: اہل جہنم کو جہنم میں لے جانے کا اور کیا سبب بیان کیا گیا ہے؟ ۱: وہ مسکینوں کو کھانا نہ کھلاتے تھے۔

دین حقوق العباد اور حقوق اللہ دونوں کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے۔

علمی بات: نماز حقوق اللہ میں سے اور مساکین کو کھانا کھلانا حقوق العباد میں سے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے نہ اللہ ﷻ کے حقوق ادا کئے نہ ہی بندوں کے اور یہ ان کے جہنم میں جانے کی وجوہات ہوں گی۔

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE FOUNDATION BOOK WOULD SALE FOR COMMERCIAL PURPOSE ONLY

آیت نمبر ۴۵: ا: اہل جہنم اپنے اور کس جرم کا اعتراف کریں گے ؟ ا: ہم بیکار باتیں بنانے والوں کے ساتھ بیکار باتیں بنایا کرتے تھے۔

۲: بیکار باتوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور ان کا مذاق اڑانا۔ (معاذ اللہ)

آیت نمبر ۴۶: ا: اہل جہنم اس بُرے انجام تک کیوں پہنچے؟ ا: وہ اعتراف کریں گے کہ ہم بدلے کے دن یعنی قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے۔

۲: اہل جنت کے سوال کرنے پر اہل جہنم نے دوزخ میں جانے کے کُل کتنے اسباب بیان کیئے؟ ۲: کُل چار۔ i۔ نماز نہ پڑھنا۔ ii۔ مسکینوں کو کھانا نہ کھلانا۔ iii۔ دین کے بارے میں شکوک و شبہات کرنا۔ iv۔ قیامت کو جھٹلانا۔

آیت نمبر ۴۷: ا: اہل جہنم دنیا میں اپنے کرتوتوں پر کب تک مبتلا رہے ؟ ا: یقینی بات یعنی موت کے آنے تک۔

آیت نمبر ۴۸: ا: کیا کسی شفاعت کرنے والی کی شفاعت ان مجرموں کو فائدہ دے گی؟ ا: ایسے مجرموں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کوئی نفع نہ پہنچائے گی۔

۲: اللہ ﷻ قیامت کے دن کس کس کو شفاعت کا موقع دے گا؟ ۲: انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء، صالحین اور قرآن حکیم وغیرہ کو اللہ ﷻ قیامت کے دن شفاعت کا موقع دے گا۔

آیت نمبر ۴۹: ا: منکرین قرآن کے کس طرز عمل کا بیان کیا گیا ہے ؟ ا: وہ قرآنِ حکیم سے نصیحت حاصل کرنے کے بجائے قرآنِ حکیم سے منہ موڑ لیتے تھے۔

علمی بات: قرآنِ حکیم سے منہ موڑنے کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کے حقوق پورے نہ کرنا جو یہ ہیں:

i۔ قرآنِ حکیم پر ایمان لانا۔ ii۔ اس کی تلاوت کرنا۔ iii۔ اسے سمجھ کر پڑھنا۔ iv۔ اس پر خود عمل کرنا۔ v۔ اور اس کی تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانا۔

آیت نمبر ۵۰: ا: منکرین قرآن کی حق سے بدکنے کی کیا مثال دی گئی ہے ؟ ا: گویا وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں۔

۲: بدکنے سے کیا مراد ہے ؟ ۲: ڈر کر دور بھاگ جانا، پیچھے ہٹنا، جھجکنا۔ رک جانا

آیت نمبر ۵۱: ا: منکرین قرآن کے قرآن سے دور بھاگنے کو کس مثال سے واضح کیا گیا ہے؟ ا: گویا کہ وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو کسی شیر سے ڈر کر بھاگیں۔ یعنی ان کی یہ صورت حال ہے کہ اگر کوئی نصیحت کی بات کہی جائے تو اسے سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور وہاں سے یوں منہ موڑ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ جیسے جنگلی گدھے کسی شیر کی دھاڑ سن کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر پیچھے مڑ کر دیکھنے کا نام ہی نہیں لیتے۔

آیت نمبر ۵۲: ا: منکرین حق کے تکبر کو کیسے بیان کیا گیا ہے ؟ ا: ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ کھلی ہوئی آسمانی کتاب اس پر نازل کی جائے۔

علمی بات: یعنی پیغمبر کی بات ماننا نہیں چاہتے بلکہ ان میں سے ہر شخص کی آرزو یہ ہے کہ خود اس پر اللہ ﷻ کے کھلے ہوئے صحیفے اتریں اور پیغمبر بنایا جائے جیسا کہ سورۃ الانعام ۶، آیت: ۱۲۴ میں آتا ہے کہ "اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے"۔

آیت نمبر ۵۳: ا: کیا وہ اس طرح کے مطالبات حق کو پہچاننے کے لئے کرتے تھے؟ ا: ہرگز نہیں۔ بلکہ فرار اختیار کرنے کے لئے ایسا کرتے تھے کہ بے جا سوالات کر کے پیغمبر کو حق بیان کرنے سے روکنے کی کوشش کریں۔ ۲: اس طرح کے مطالبات کا اصل سبب کیا تھا؟ ۲: اس کا اصل سبب یہ تھا کہ وہ آخرت سے ڈرتے نہ تھے۔

علمی بات: کفار کے ایمان نہ لانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ آخرت سے بے خوف تھے۔ انہوں نے سب کچھ اسی دنیا کو سمجھ رکھا تھا اور انہیں یہ خیال نہیں تھا کہ اس دنیا کی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی ہے جس میں ان کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اسی چیز نے ان کو دنیا میں بے فکر اور غیر ذمہ دار بنا دیا تھا۔

آیت نمبر ۵۴: ا: کیا آخرت سے بے خوف رہنا صحیح روش ہے؟ ا: ہرگز نہیں بلکہ آخرت سے ڈرتے رہنا صحیح روش ہے۔ ۲: قرآنِ حکیم کا تعارف کیسے کرایا گیا ہے؟ ۲: بے شک قرآن تو ایک نصیحت ہے۔

آیت نمبر ۵۵: ا: قرآنِ حکیم سے کون نصیحت حاصل کر سکتا ہے؟ ا: جو شخص چاہے وہ قرآنِ حکیم سے نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔

آیت نمبر ۵۶: ا: قرآنِ حکیم سے نصیحت کا حصول کب ممکن ہو گا؟ ا: جب بندہ بھی چاہے اور اللہ ﷻ اسے توفیق بھی عطا فرما دے۔

COPYRIGHTS© RESERVED WITH FREEMOUNDATION FOR WORLD ORIGINAL EDUCATION SALE OF THIS MATERIAL IS STRICTLY PROHIBITED

۲:اللہ ﷻ کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۲:اللہ ﷻ ہی اس لائق ہے کہ اس کی ناراضگی سے ڈرا جائے اور اللہ ﷻ ہی اس لائق ہے کہ اس سے مغفرت طلب کی جائے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ میں اس بات کا اہل ہوں کہ لوگ مجھ سے ڈریں اور جو شخص مجھ سے ڈر گیا اور میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ بنایا تو مجھے لائق ہے کہ میں اسے بخش دوں"۔ (جامع ترمذی)

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ کی رو سے حکم ہے:

(الف) سفید لباس کا (ب) نئے لباس کا ✓(ج) پاک لباس کا (د) خوبصورت لباس کا

(۲) اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ میں کلمہ "هٰذَا" ہے:

✓(الف) اسم اشارہ (ب) اسم موصول (ج) اسم ضمیر (د) اسم صفت

(۳) سَقَرَ سے مراد ہے:

(الف) قبر ✓(ب) جہنم (ج) برزخ (د) محشر

(۴) عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ کی رو سے جہنم پر فرشتے مقرر ہیں:

(الف) تیرہ (ب) پندرہ (ج) سترہ ✓(د) اُنیس

(۵) كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ آیتِ کریمہ میں نصیحت سے منہ موڑنے والوں کو تشبیہ دی گئی بھاگے ہوئے:

✓(الف) گدھوں سے (ب) گھوڑوں سے (ج) خچر سے (د) اُونٹوں سے

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ آیات کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو کیا احکام دیے گئے ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اے چادر اوڑھنے والے! اٹھیں پھر لوگوں کو اللہ ﷻ کے عذاب سے ڈر سنائیں، اپنے رب کی بڑائی بیان کریں، اپنے کپڑوں کو حسب سابق پاک وصاف رکھیئے۔ اور بتوں سے الگ رہیں جس طرح کہ اب تک الگ رہیں۔

۲۔ لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۝ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ آیات کریمہ میں جہنم کی کیا صفات بیان ہوئی ہیں؟

جواب: آیاتِ کریمہ کے مطابق جہنم ایسی آگ ہے جو نہ کسی کو باقی رکھتی ہے نہ چھوڑتی ہے، وہ کھالوں کو جھلسا دینی والی ہے، اس پر انیس فرشتے پہرے دار مقرر ہیں۔

۳۔ كَلَّا وَ الْقَمَرِ ۝ وَ الَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَ الصُّبْحِ اِذَاۤ اَسْفَرَ ۝ آیات کریمہ میں جہنم کی ہولناکی کے متعلق کن قسموں کا ذکر ہے؟

جواب: آیات کریمہ کے مطابق جہنم کا انکار ہر گز ممکن نہیں! اس کی ہولناکی کے بارے میں چاند کی، رات کی اور صبح کی قسم اُٹھائی گئی ہے۔

۴۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ وَ لَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ وَ كُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ۝ وَ كُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝

آیات کریمہ کی رو سے مجرم جہنم میں جانے کی کیا وجوہات بیان کریں گے؟

جواب: آیاتِ مبارکہ کے مطابق مجرم اعتراف کریں گے کہ ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور ہم بھی فضول بحث کرنے والوں کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور بدلہ یعنی قیامت کے دن کو جھٹلاتے تھے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE MEMBERS FOUNDATION. SALE AT THIS BOOK WOULD BE CRIMINAL ACTION ENFORCEABLE

۵۔ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ آیت کریمہ کی رو سے مجرموں کو کیا چیز نفع نہیں دے گی؟

جواب: آیتِ کریمہ کی رو سے قیامت کے دن مجرموں کو شفاعت یعنی سفارش کرنے والوں کی سفارش کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

ا۔ (الف) كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گم راہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور آپ کے ربّ کے لشکروں کو اس (اللہ) کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ (جہنّم کا بیان) انسان کی نصیحت کے لیے ہی ہے۔

(ب) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ کا تعارف اور مرکزی مضمون بیان کریں۔

جواب: "اَلْمُدَّثِّرِ" کے معنی "چادر یا لحاف اوڑھنے والے" کے ہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک مبارک نام ہے۔ اس سورت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اَلْمُدَّثِّرُ کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ" ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ اس کا مرکزی مضمون آخرت پر ایمان لانا ہے۔

۲۔ (الف) كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿۳۹﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: ہر شخص ان (اعمال) کے بدلہ گروی ہے جو اس نے کمار کھے ہیں۔ سوائے دائیں (ہاتھ) والوں کے۔

(ب) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ا۔ نبی اکرم ﷺ کو فرائضِ نبوّت سے آگاہ فرمانا اور ان کی ادائیگی کی تلقین۔ ۲۔ قیامت کا انکار کرنے والوں کے جرائم کا ذکر ہے۔ مثلاً: دین کا مذاق اڑانا اور آخرت کو جھٹلانا وغیرہ۔

۳۔ (الف) وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ آیت کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ وہ (اللہ) ہی حق دار ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور اسی کی شان ہے کہ مغفرت فرمائے۔

(ب) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ میں حروف مشبہ بالفعل اور ناصبہ کی کوئی دو دو مثالیں تلاش کریں۔

جواب: حروفِ مشبہ بالفعل اور حروفِ ناصبہ کی مثالیں:

حروفِ مشبہ بالفعل: ا۔ اَنْ اَزِيْدَ ۲۔ اَنْ يَّتَقَدَّمَ

حروفِ ناصبہ: جیسے ا۔ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ ۲۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK AND CRIMINAL ACTION ENTAIL CIVIL AND

سبق:۲۳ سُوْرَۃُ الْقِیَامَۃ آیات:۱تا۴۰

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔انسان کا ضمیر کس طرح نیکی اور بدی کا احساس دلاتا ہے؟ ۲۔انگلیوں کے پوروں کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟
۳۔انگلیوں کے نشانات کی کیا اہمیت ہے؟ ۴۔آخرت کے انکار کی اصل وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟
۵۔روزِ قیامت آنکھوں کے چُندھیانے سے کیا مراد ہے؟ ۶۔قیامت کے دن سورج اور چاند کے جمع ہونے کا کیا مطلب ہے؟
۷۔کسی بڑی مصیبت کے وقت انسان کی فطری کیفیت کیا ہوتی ہے؟ ۸۔نبی کریم ﷺ کی قرآنِ حکیم سے محبت کا کیسے ذکر کیا گیا ہے؟
۹۔قرآنِ حکیم کی وضاحت اور تشریح کے حوالہ سے کیا بتایا گیا ہے؟
۱۰۔روزِ قیامت لوگوں کے چہروں کی کیفیات کا ذکر کس طرح کیا گیا ہے؟ ۱۱۔دنیا سے زیادہ محبت اور آخرت کو پیچھے رکھنے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟
۱۲۔موت کی سختی کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ۱۳۔ایمان اور نماز کا آپس میں کیا ربط اور تعلق ہے؟
۱۴۔انسان کی تخلیق کے کن مراحل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱۵۔مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کے دلائل کا ذکر کیسے کیا گیا ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ المدثر" میں قیامت کی سختیوں کا ذکر تھا۔ سورۃ القیامہ میں موت کی سختی کا بیان ہے۔ سورۃ المدثر میں مجرموں کے انکار کا سبب یہ بیان ہوا کہ وہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔ سورۃ القیامہ میں اس طرزِ عمل کا سبب یہ بیان ہوا ہے کہ لوگ دنیا سے محبت کرتے ہیں اور آخرت کو بھلا دیتے ہیں۔ سورۃ المدثر میں اہل جنت اور اہل جہنم کا انجام بیان ہوا تھا۔ سورۃ القیامہ میں بتایا گیا ہے کہ اہل جنت کے چہرے تر و تازہ اور اہل جہنم کے چہرے اداس ہوں گے۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: سورت کا آغاز کس چیز کی نفی سے کیا گیا؟ ۱: سورت کا آغاز قیامت کے واقع ہونے میں تمام شکوک و شبہات کی نفی سے کیا گیا ہے۔
۲: قیامت کے واقع ہونے کی کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۲: قیامت کا ہونا اتنا یقینی ہے کہ اللہ ﷻ خود قسم فرما رہا ہے۔
۳: اس آیت میں قیامت کے لئے کیسی دلیل دی گئی؟ ۳: اسے دلیل خطابی کہتے ہیں اس میں اصل زور قسم کھانے والے کی شخصیت پر ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲: ۱: اس آیت کے آغاز میں کس کی نفی کی گئی؟ ۱: قیامت کے بارے میں ہر قسم کے شکوک و شبہات کی دوبارہ نفی کی گئی ہے۔
۲: قیامت کے واقع ہونے پر کس کی قسم فرمائی گئی؟ ۲: قیامت کے واقع ہونے پر اللہ ﷻ نفس لوامہ کی قسم فرما رہا ہے۔
۳: نفس لوامہ سے کیا مراد ہے؟ ۳: نفس لوامہ سے مراد ضمیر (Conscience) ہے۔
۴: اس آیت میں قیامت کے لئے کیسی دلیل دی گئی ہے؟ ۴۔اخلاقی دلیل دی گئی ہے یعنی ضمیر جو ہر نیک عمل پر شاباش دیتا اور ہر برائی پر ڈانٹتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں کھٹکے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس سے مطلع ہو جائیں"۔ (صحیح مسلم، جامع ترمذی) ایک دوسری حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "نیکی وہ ہے جس سے انسان خود مطمئن ہو جائے اور جس سے اس کے دل کو سکون حاصل ہو جائے اور گناہ وہ ہے جس سے انسان کا وجود خلش محسوس کرے جو اس کے ضمیر میں کھٹکے اور جس سے اس کے دل و سینہ میں شک و تردد پیدا ہو جائے اگرچہ لوگ اسے صحیح کہیں"۔ (مسند احمد، دارمی)

آیت نمبر ۳: ۱: اس آیت میں انکار آخرت کی کیا وجہ بیان کی گئی ہے؟ ۱: انسان خیال کرتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ناممکن ہے اور کیسے ممکن ہے چورا چورا ہو جانے والی ہڈیاں دوبارہ جمع ہو جائیں گی۔

آیت نمبر۴: ا: انسانوں کے اس گمان کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ا: کیوں نہیں! اللہ ﷻ انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے کمال قدرت کو کیسے واضح کیا گیا ۲: اللہ ﷻ نہ صرف ان کی ہڈیاں جمع کرنے پر قادر ہے بلکہ وہ ان کی انگلیوں کے پور پور درست کر دینے پر بھی قادر ہے۔

۳۔ اس آیت میں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کے لئے کیا دلیل دی گئی ہے؟ ۳۔ اس آیت میں قیامت کو قائم کرنے کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت کو بطورِ دلیل پیش کیا گیا ہے یعنی اللہ ﷻ پوری قدرت رکھتا ہے کہ انسانوں کے مرنے کے بعد قیامت کے دن انہیں دوبارہ زندہ فرمادے۔

علمی بات: انگلیوں کے نشانات اور قرآن: (Fingerprints and Quran)

کافر یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ آدمی مر کر مٹی میں مل جاتا ہے اس کی ہڈیاں گل سڑ جاتی ہیں روز قیامت اللہ ﷻ انہیں کیسے زندہ کرے گا۔ اس کے جواب میں اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ: " وہ نہ صرف ہماری ہڈیاں دوبارہ جوڑ سکتا ہے بلکہ ہماری انگلیوں کے پور تک درست کر دینے پر قادر ہے" قرآنِ حکیم نے انگلیوں کے پور (Fingerprints) کی کیوں بات کی؟ ۱۹۸۰ء میں سر فرآنس گولٹ نے تحقیق کی تھی اور اس تحقیق کی روشنی میں انگلیوں کے پور (Fingerprints) کو شناخت کا ایک سائنسی طریقہ کار قرار دیا گیا تھا۔ دنیا بھر میں کوئی بھی دو اشخاص ایک جیسے فنگر پرنٹ کے حامل نہیں ہیں حتیٰ کہ جڑواں پیدا ہونے والے بچے بھی ایک جیسے فنگر پرنٹ نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی پولیس مجرموں کی شناخت کے لئے فنگر پرنٹ سے استفادہ کرتی ہے۔ ۱۴۰۰ برس پہلے انسانی فنگر پرنٹ کی اس حقیقت سے ہمارے خالق کے سوا اور کون واقف ہو سکتا ہے۔ صرف ہمارا خالق اس حقیقت سے واقف تھا۔ "کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اسکی ہڈیوں کو ہرگز اکھٹا نہیں کریں گے، کیوں نہیں! ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک درست کر دیں۔ (سورۃ القیامہ ۷۵، آیات: ۳، ۴)

آیت نمبر۵: ا: انکار آخرت کی اصل وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟ ا: انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی گناہ کرتا رہے اس لئے دوبارہ زندہ ہونے اور حساب کتاب کی حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور آخرت کا انکار کرتا ہے۔

علمی بات: اصل مسئلہ یہ نہیں کہ انسان اللہ ﷻ کو اس بات پر قادر نہیں سمجھتا کہ وہ اسے دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم کر کے اپنی آزادانہ زندگی پر پابندیاں عائد نہیں کرنا چاہتا۔ اسے خوب معلوم ہے کہ اگر اس نے عقیدہ آخرت کو تسلیم کر لیا تو اسے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور نہایت پابند اور محتاط زندگی گزارنا پڑے گی۔ اس کا آسان حل اس نے یہ سوچا کہ قیامت کا ہی انکار کر دے۔ اس کی یہ کیفیت بالکل ویسی ہی ہے جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے اور اپنے نفس کو اس فریب میں مبتلا کر لیتا ہے کہ بس اب خطرہ دور ہو گیا۔

آیت نمبر۶: ا: منکر آخرت کے کس سوال کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: وہ طنزاً پوچھتا ہے کہ کب آئے گا قیامت کا دن۔

آیت نمبر۷: ا: منکر آخرت کے سوال کا کیا جواب دیا گیا ہے؟ ا: منکرِ آخرت کو اسی کے لہجے یعنی اُسی انداز میں جواب دیا گیا ہے کہ قیامت کا دن وہ ہو گا جب آنکھیں چُندھیا جائیں گی۔ ۲: آنکھوں کے چُندھیانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: خوف، حیرت یا کسی اچانک حادثہ سے دوچار ہو جانے کی صورت میں اگر آدمی ہکا بکا رہ جائے اور اس کی نگاہ اس پریشان کن منظر کی طرف جم کر رہ جائے جو اس کو نظر آرہا ہو تو اس کے لئے بھی یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اس مضمون کو قرآن مجید میں ایک دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا ہے: " اللہ تو انہیں ڈھیل رہا ہے اس دن کے لئے جب آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی"۔ (سورۃ ابراہیم ۱۴، آیت: ۴۲)

آیت نمبر۸: ا: قیامت کے دن چاند کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا: قیامت کا دن وہ ہو گا جب چاند بے نور ہو جائے گا۔

۲: چاند کے بے نور ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: اس کی روشنی ختم ہو جائے گی اور تاریک ہو جائے گا۔ جس طرح دنیا میں بھی چاند کو گرہن لگ جاتا ہے لیکن فرق یہ ہے دنیا میں تو کچھ وقت کے بعد اس کی روشنی واپس آجاتی ہے لیکن جب قیامت قائم ہو گی تو اس کی روشنی مستقل ختم ہو جائے گی۔ (واللہ اعلم)

آیت نمبر۹: ا: قیامت کے دن سورج کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا۔ قیامت کا دن وہ ہو گا جب سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے۔

۲: سورج اور چاند کے جمع ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: بے نور اور تاریک ہونے میں دونوں شریک اور جمع ہوں گے۔

نیز دونوں باہم ٹکرا جائیں گے اور یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم)

COPYRIGHTS @ RESERVED WITH THE WISDOM QURAN ACADEMY SELECTED BOOKS ENTIRELY

آیت نمبر ۱۰: ا: قیامت کے دن انسان کی کیا کیفیت ہو گی؟ ا: قیامت کی دن کی ہولناکی دیکھ کر انسان کہے گا کہ کہاں ہے بھاگنے کی جگہ۔

عملی پہلو: یہ ایک فطری امر ہے کہ جب انسان پر بڑی مصیبت آتی ہے اور وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ کہیں اس سے دور بھاگ کر چلا جائے۔ قیامت کے دن انسان پر طاری پریشانی اور گھبراہٹ کا ہم دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمیں آج اس کی فکر کرنی چاہیئے۔ اللہ ﷻ ہم کو اپنے فضل سے قیامت کی ہولناکی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

آیت نمبر ۱۱: ا: قیامت کے دن انسان کو کس حقیقت کا ادراک ہو گا؟ ا: قیامت کے دن انسان کو ادراک ہو گا کہ بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔

آیت نمبر ۱۲: ا: قیامت کے دن پناہ اور ٹھکانا کہاں ہو گا؟ ا: قیامت کے دن صرف اللہ ﷻ کے پاس ہی ٹھکانا ہو گا۔

آیت نمبر ۱۳: ا: قیامت کے دن انسان کو کیا بتایا جائے گا؟ ا۔ قیامت کے دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو کچھ اس نے پیچھے چھوڑا۔

۲: آگے بھیجنے اور پیچھے چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: ہر اچھا یا برا عمل جس کا ثواب یا عذاب آگے چلا جاتا ہے اور اچھے یا برے اثرات پیچھے رہ جاتے ہیں۔ دوسرا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ترجیحات کیا تھیں؟ اس نے دنیا کو ترجیح دیتے ہوئے آگے رکھا اور آخرت کو پیچھے کیا یا آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے آگے رکھا اور دنیا کو پیچھے کیا۔

فرمانِ نبوی ﷺ: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ جاری کیا اسے اس کا اجر ملے گا اور اس شخص کا اجر بھی اسے ملے گا جس نے بعد میں اس پر عمل کیا لیکن دوسرے کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جس نے اسلام میں کوئی بری بنیاد ڈالی تو اس پر اس کا بوجھ ہو گا اور اس شخص کا بوجھ بھی پڑے گا جو اس بُرے طریقے پر اس کے بعد عمل کرے گا لیکن اُس دوسرے شخص کے بوجھ میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۱۴: ا: انسان کے تمام اعمال سے کون خوب واقف ہے؟ ا: انسان اپنے اعمال سے خود واقف ہے۔ نیز قیامت کے دن خود اس کے جسم کے اعضاء اس کے جرائم کی گواہی دیں گے۔ مثلاً ہاتھ، پاؤں اور جلد وغیرہ۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ ﷻ نے فرمایا: "آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے"۔ (سورۃ یٰس ۳۶، آیت: ۶۵) یہی بات ایک اور جگہ یوں بیان ہوئی۔ "یہاں تک کہ جب وہ اس (جہنم) تک پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان (کے جسموں) کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی ان اعمال پر جو وہ کرتے رہے پھر وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی، وہ کہیں گی: ہمیں اس اللہ نے گویائی عطا کی جو ہر چیز کو قوتِ گویائی عطا فرماتا ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے"۔ (سورۃ حٰم سجدہ ۴۱، آیات: ۲۰، ۲۱)

آیت نمبر ۱۵: ا: انسان کی کس چالاکی کا ذکر ہے؟ ا: دنیا میں تو انسان اپنے بُرے اعمال کے لئے تاویلیں اور بہانے تراش لیتا ہے لیکن قیامت کے دن اس کا کوئی بہانہ قبول نہ کیا جائے گا۔

علمی بات: ایک جھوٹا انسان دنیا کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن خود وہ اپنے بارے میں جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ ایک چور دنیا کو تو فریب دے سکتا ہے اور یہ باور کرا سکتا ہے کہ اس نے چوری نہیں کی لیکن اپنے ضمیر کے سامنے وہ چور ہے۔ اس کے ضمیر کی آواز تو اس سے چھُپ نہیں سکتی اور اس کے اندر کی عدالت اس سے صاف صاف اور بار بار کہہ رہی ہوتی ہے کہ تو اصل میں کیا ہے؟ اور لوگوں کے سامنے کیا ظاہر کر رہا ہے۔

آیت نمبر ۱۶: ا: نبی کریم ﷺ کی قرآنِ حکیم سے محبت کا کیسے ذکر کیا گیا ہے؟ ا: جب قرآنِ حکیم کی وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ جلدی جلدی اپنی زبان سے ان آیات کو دُہراتے تاکہ انہیں یاد فرمالیں۔ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر کیا شفقت فرمائی؟ ۲: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو قرآنِ حکیم یاد کرنے کی مشقت سے بچالیا اور آپ ﷺ کو آیات کو جلدی جلدی پڑھنے سے روک دیا۔

آیت نمبر ۱۷: ا: اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو قرآنِ حکیم یاد کرنے کے حوالے سے کیا تسلی دی؟ ا: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو قرآنِ حکیم یاد رکھنے اور زبان سے اسے پڑھوا دینے کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ کرم پر لے لی۔

COPYRIGHTS RESERVED WITH THE FOUNDATION OF SAFEGUARDING THIS BOOK WHICH IS AN EFFORT TO SPREAD THE MESSAGE OF QURAN

آیت نمبر ۱۸: ۱: اللہ ﷻ نے نبی کریم ﷺ کو قرآنِ حکیم پڑھنے کے حوالے سے کیا تلقین فرمائی؟ ۱: جب اللہ ﷻ کے حکم پر جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے قرآنِ حکیم پڑھیں تو آپ ﷺ ان کے پڑھنے کی پیروی کریں۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو کیا تسلی دی؟ ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ قرآنِ حکیم کے احکام کو کھول کر آپ ﷺ سے بیان کرانا بھی ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ ۲: اس آیت سے احادیث کے بارے میں کس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے؟ ۲: اس آیت سے اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ احادیث مبارکہ قرآنِ حکیم کی تفسیر اور تشریح ہیں۔

علمی بات: رسول اللہ ﷺ پر صرف وہی وحی نازل نہ ہوتی تھی جو قرآنِ حکیم میں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے سے ایسا علم دیا جاتا تھا جس کا بیان قرآنِ حکیم میں وضاحت سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ قرآنِ حکیم کا جو مفہوم آپ ﷺ کو سمجھایا جاتا تھا اگر وہ قرآنِ حکیم میں واضح طور پر مذکور ہوتا تو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ اس کا سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ کیونکہ وہ تو پھر قرآنِ حکیم ہی میں مل جاتا۔ پچھلی آیت میں قرآنِ حکیم کے پڑھا دینے کا ذکر تھا اب قرآنِ حکیم کے بیان کا تذکرہ ہے کہ وہ بھی اللہ ﷻ کے ذمہ کرم پر ہے یعنی اس نے قرآنِ حکیم کے الفاظ کی طرح اس کا بیان اور تشریح بھی نبی کریم ﷺ کو بیان فرمائی ہے۔ قرآنِ حکیم کی صحیح تشریح وہی ہے جو آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے فرمادی ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کو خود اللہ ﷻ کی بتائی ہوئی تشریح ہے۔ اس سے حدیث کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: انکار آخرت کی اصل وجہ کیا بیان کی گئی ہے؟ ۱: یہ بات نہیں ہے کہ نافرمان انسان اللہ ﷻ کو قادر مطلق نہیں سمجھتا بلکہ انسان دنیا سے زیادہ محبت کرتا ہے۔
۲: دنیا سے زیادہ محبت کی ایک وجہ کیا ہے؟ ۲: دنیا نقد اور اس کے فوائد فوراً ملنے والے محسوس ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: آخرت کے حوالے سے انسان کے کس طرز عمل کا ذکر ہے؟ ۱: دنیا کے مقابلے میں نافرمان انسان آخرت کو پیچھے رکھتا ہے۔
۲: آخرت کو پیچھے رکھنے کی ایک وجہ کیا ہے؟ ۲: نافرمان انسان آخرت کو اُدھار اور اس کے فوائد کو دیر سے ملنے والا محسوس کرتے ہوئے اس سے غفلت برتتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ ہماری ترجیحات کیا ہیں؟ اور ہم نے اپنی ترجیحات میں دنیا کو ترجیح دیتے ہوئے آگے رکھا اور آخرت کو پیچھے کیا یا آخرت کو ترجیح دیتے ہوئے آگے رکھا اور دنیا کو پیچھے کیا۔ یعنی محض دنیاوی فائدے کی خاطر آخرت کو داؤ پر تو نہیں لگا دیا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: آیات: ۲۲ تا ۲۵ میں کیا مضمون بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت کبریٰ کا منظر کھینچا گیا ہے۔
۲: قیامت کے دن مومنوں کی کیا علامت ہو گی؟ ۲: قیامت کے دن مومنین کے چہرے تر و تازہ ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: قیامت کے دن مومنوں کو سب سے بڑا انعام کیا دیا جائے گا؟ ۱: قیامت کے دن مومنین کو دیدار باریٔ تعالیٰ نصیب ہو گا۔
۲: قیامت کے دن مومنین اللہ ﷻ کو کیسے دیکھیں گے؟ ۲: بخاری شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "قیامت کے دن مومنین اللہ ﷻ کو ایسے دیکھیں گے جیسے آج تم چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو"۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: قیامت کے دن مجرموں کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: مجرموں کے چہرے اداس ہوں گے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: قیامت کے دن مجرموں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۱: قیامت کے دن مجرم خیال کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: آیات: ۲۶ تا ۳۰ میں کیا مضمون بیان کیا گیا ہے؟ ۱: قیامت صُغریٰ یعنی موت کا منظر کھینچا گیا ہے یعنی موت کے ساتھ ہی مہلتِ عمل ختم ہو جاتی ہے اس لئے موت کو ایک فرد کے لئے قیامت کہا جاتا ہے۔ ۲: انسان کی کس حالت کا بیان کیا گیا ہے؟ ۲: نزع کا حال یعنی جان نکلنے کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔ ۳: انسان کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۳: انسان کو دنیا کی محبت میں اتنا منہمک ہرگز نہیں ہونا چاہیئے کہ اسی غفلت میں اس پر موت کا وقت آجائے۔ ۴: اس آیت میں نزع (جان نکلنے) کے کس مرحلے کا ذکر ہے؟ ۴: جب جان گلے تک پہنچ جائے گی۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH FAIZ FOUNDATION
SALE OF THIS BOOK WITHOUT FAIZ FOUNDATION CERTIFICATION IS ILLEGAL

عملی پہلو: آخرت کو ہر گز دور نہ سمجھنا چاہیئے۔ اس سفر آخرت کی پہلی منزل موت ہے جو بالکل قریب ہے۔ یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے انسان آخری ٹھکانے پر جا پہنچیں گے۔ گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جہاں انسان کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رکنے لگی سمجھ جائیں کہ سفر آخرت شروع ہو گیا۔

آیت نمبر ۲۷: ا: مرنے والے کے لواحقین کی کس کیفیت کا بیان ہے؟ ا: مرنے والے کے لواحقین پکاریں گے کہ ہے کوئی جو جھاڑ پھونک کر کے اس کی جان بچا سکے؟ مطلب یہ ہے کہ جب مرنے والے کے لواحقین اس کے تمام علاج معالجوں سے عاجز آجاتے ہیں تو پھر ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کوئی دم جھاڑ کرنے والا ہے؟ جو اسے بچا سکے۔ یہ طریقہ اسے موت سے بچانے کے لئے آخری حربہ کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔

علمی بات: دَم (جھاڑ، پھونک) کرنا ایک مسلمہ حقیقت ہے ہر مذہب میں اس کا تصور پایا جاتا ہے اور پاکیزہ کلمات کے ساتھ اسلام میں بھی اس کی اجازت ہے۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر موجود ہے اور اس کی تعلیم دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ا: مرنے والے کی کس کیفیت کو بیان کیا گیا ہے؟ ا: مرنے والا سمجھ جائے گا بے شک یہ جدائی کا وقت ہے۔

آیت نمبر ۲۹: ا: موت کی سختی کو کیسے بیان کیا گیا ہے؟ ا: موت کی سختی کی وجہ سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی۔ یہ انتہائی سخت مرحلہ ہوتا ہے۔

علمی بات: سب سے پہلے پاؤں کی طرف سے جان نکلنا شروع ہوتی ہے۔ جب پنڈلیوں سے جان نکل چکتی ہے تو انسان میں یہ سکت نہیں رہتی کہ وہ ایک پنڈلی کو دوسری سے اٹھا کر الگ کر سکے۔ جب یہ کیفیت طاری ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ بس دنیا سے روانگی ہو رہی ہے اور آخرت کے سفر کا آغاز ہو رہا ہے۔

عملی پہلو: موت کی سختی اور جان نکلنے کا بہت ہی مشکل مرحلہ ہے ہمیں اللہ ﷻ کی پناہ مانگنی چاہیئے کہ وہ ہم سب کو اس سے محفوظ فرمائے اور ہم پر اس وقت خاص فضل و کرم اور رحم فرمائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول مکرم ﷺ کو وصال کے وقت دیکھا آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ آپ پیالے میں اپنا ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ اقدس پر ملتے پھر فرماتے (اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى غَمَرَاتِ الْمَوْتِ أَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ) "اے اللہ! موت کی سختیوں اور تکلیفوں پر میری مدد فرما"۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

آیت نمبر ۳۰: ا: مرنے والے کو اس دن کس کی طرف جانا ہو گا؟ ا: مرنے والے کو اس دن اللہ ﷻ کی طرف جانا ہو گا۔

آیت نمبر ۳۱: ا: منکر آخرت کے کیا جرم بیان کیئے گئے ہیں؟ ا: نہ اس نے تصدیق کی اور نہ اس نے نماز پڑھی۔ ۲: یہاں منکرِ آخرت سے کون شخص مراد ہے؟ ۲: اس مراد ابو جہل ہے۔ ۳: تصدیق کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۳: تصدیق کرنے سے مراد ایمان لانا ہے کیوں کہ ایمان لانے کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ہر اس بات کی تصدیق کرنا جو نبی کریم ﷺ لائے ہیں۔ ۴: ایمان اور نماز کا آپس میں کیا ربط اور تعلق ہے؟ ۴: اللہ ﷻ، اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کی صداقت تسلیم کرنے یعنی ان پر ایمان لانے کا اولین اور لازمی تقاضا یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھے، شریعت الٰہی میں حکم کے تعمیل کی نوبت سب سے پہلے نماز کی آتی ہے بعد میں دوسرے احکام کی۔ لہٰذا نماز کے حکم پر عمل کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ اور ان کے احکامات کو دل سے مانا ہے نہ کہ صرف زبانی تسلیم کیا ہے۔ اس لئے ایمان و تصدیق کے بعد اعمال میں سب سے پہلے اسی فریضے کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

آیت نمبر ۳۲: ا: منکر آخرت کا کیا طرز عمل بیان کیا گیا ہے؟ ا: اس نے دین حق کو جھٹلایا اور منہ موڑا۔

آیت نمبر ۳۳: ا: منکر آخرت کے کس بُرے عمل کا ذکر کیا گیا ہے؟ ا: وہ دین حق سے منہ موڑ کر اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۴: ا: منکر آخرت کو کیسے انجام کی خبر دی گئی ہے؟ ا: تباہی اور بربادی کی خبر دی گئی۔

آیت نمبر ۳۵: ا: منکر آخرت کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ا: تاکیداً فرمایا گیا کہ اس کے لئے بربادی ہے۔ اولیٰ کا لفظ ویل کی مونث ہے جو سخت ڈانٹ ڈپٹ، اظہار حسرت و ندامت اور اظہار غضب و نفرت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس لفظ میں منکر انسان کے لئے سخت نفرت اور غیظ و غضب کا اظہار ہے۔

علمی بات: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ) تو ابو جہل نے قریش سے کہا جہنم کے نگہبان انیس ہیں حالانکہ تم تو ایک بڑی تعداد میں ہو کیا تم میں سے دس بھی جہنم کے ایک فرد کو قابو کرنے سے عاجز آجائیں گے تو اللہ ﷻ نے اپنے رسول ﷺ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ آپ ﷺ ابو جہل

کے پاس جا کر یہ فرما دیجئے کہ: اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی۔ " بربادی ہے تمہارے لئے پھر بربادی ہے"۔ چار مرتبہ لفظ ہلاکت و بربادی استعمال کیا گیا اس شخص کے لئے جس نے رسول اللہ ﷺ کی حد درجہ دل آزاری و گستاخی کی اور کفر و تکذیب ہی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ پھر اسی حال پر مر گیا۔ اس سے اللہ ﷻ کے غیظ و غضب کے اظہار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

علمی بات: ان آیت میں "اولیٰ لک" کی ایک تفسیر یہ ہے کہ "اولیٰ" کا معنی قریب ہے، یعنی تیرے لئے ہلاکت اور عذاب قریب ہے پھر اس کی تاکید کے لئے چار بار مکرر ذکر فرمایا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تکریر اس لئے ہے کہ اس عذاب کو تو اپنے پہلے برے کام کے لئے لازم سمجھ لے، پھر دوسرے برے کام کے لئے، پھر تیسرے برے کام کے لئے، پھر چوتھے برے کام کے لئے، جن کا ذکر القیامہ ۳۱ تا ۳۳ میں مذکور ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ "اولیٰ" کا معنی "ویل" ہے یعنی ہلاکت، اور چار بار "ویل" کے ذکر کا معنی یہ ہے: تیرے لئے زندگی میں ویل ہو اور مرتے وقت ویل ہو اور حشر کے دن ویل ہو اور دوزخ میں داخلے کے دن ویل ہو اور اس کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ تیرے لئے ہلاکت ہو اور عذاب ہو اور اس کی تاکید کے لئے چار بار مکرر فرمایا۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: انسان کی کس غلط فہمی کا بیان ہے؟ ۱: انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اور کوئی حساب و کتاب نہ ہو گا۔

علمی بات: اللہ ﷻ نے انسان کو بے شمار ایسی قوتیں عطا فرمائی ہیں جو دوسرے جانداروں کو عطا نہیں کی گئیں۔ لہٰذا جو انسان یہ سمجھتا ہے کہ جس طرح دوسرے جاندار پیدا ہوتے اور مر جاتے ہیں اور ان پر کسی طرح کی کچھ ذمہ داری نہیں اسی طرح انسان کا بھی حال ہے۔ یہ سوچ نہایت احمقانہ ہے۔ اسے دوسرے جانداروں سے ممتاز کرنے کی آخر اللہ ﷻ کو کیا ضرورت تھی؟ بلکہ اس سے اگلا سوال یہ ہے کہ اگر انسان کی زندگی بھی ویسی ہی غیر ذمہ دارانہ سمجھی جائے جیسے دوسرے جانداروں کی ہے تو انسان کو پیدا کرنے کی ہی کیا ضرورت تھی؟

آیت نمبر ۳۷: ۱: آیات ۳۷ تا ۴۰ تک قیامت کے لئے کیا دلیل پیش کی گئی ہے؟ ۱: قیامت کے لئے عقلی اور منطقی دلیل دی گئی ہے کہ جو اللہ ﷻ انسانوں کو ایک حقیر قطرے سے پیدا کر سکتا ہے وہ اسے مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔

۲: اس آیت میں انسانوں کو کیا حقیقت یاد دلائی گئی ہے؟ ۲: انسان کو اس کی حقیقت یاد دلائی گئی ہے کہ کیا وہ ایک قطرہ نہ تھا جو (ماں کے رحم) میں ٹپکایا جاتا ہے۔ جو ایسے ناپاک پانی سے درجہ بدرجہ پروان چڑھ کر پیدا کیا گیا۔ اس کا تکبّر کرنا، اِترانا اور پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرنا نہایت بے جا ہے۔

آیت نمبر ۳۸: ۱: انسان کی تخلیق کے کن مراحل کا ذکر ہے؟ ۱: نطفے کے ایک قطرے سے اسے اللہ ﷻ نے علقہ (جما ہوا خون) بنایا پھر انسان بنا کر اس کے اعضاء کو درست کیا۔

آیت نمبر ۳۹: ۱: اللہ ﷻ کی قدرت تخلیق کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی قدرت ہے کہ اس نے ایک حقیر سے قطرہ سے انسان کی دو جنسیں نر اور مادہ بنا دیں۔ ۲: انسان کی دو جنسوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی جسے چاہتا ہے اللہ ﷻ لڑکا بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے لڑکی بنا دیتا ہے۔ حالانکہ دونوں اپنی جسمانی اور نفسانی ساخت کے حوالے سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ایک دوسرے کی کمی کو پورا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

علمی بات: انسان کی پیدائش پانی کی ایک بوند سے ہوتی ہے۔ جس کو رحم مادر میں ٹپکا دیا جاتا ہے۔ پھر اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ وہ بوند کہاں اور کس حال میں ہے۔ نہ ہی اس ماں کو کچھ پتہ ہوتا ہے جس کے رحم کے اندر یہ بوند مختلف مراحل سے گزرتی ہے کہ اس پر کس باریکی سے کیا تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ یوں اللہ ﷻ اسے بچے یا بچی کی صورت میں وجود میں لاتا ہے۔ انسان اگر اسی میں صحیح طور سے غور کرے تو اس کا راستہ سیدھا ہو جائے گا۔ وہ دل و جان سے اپنے خالق و مالک کے حضور جھک جائے گا۔

آیت نمبر ۴۰: ۱: سورت کے آخر میں اللہ ﷻ نے کیا سوال پوچھا ہے؟ ۱: کیا وہ اللہ ﷻ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر دے۔

۲: ہمیں اللہ ﷻ کے اس سوال کا کیا جواب دینا چاہیئے؟ ۲: ہمیں یہ جواب دینا چاہیئے سُبْحَانَکَ بَلٰی "تو پاک ہے اے اللہ! بھلا کیوں نہیں"۔

فرمانِ نبوی ﷺ: جب تم سورۃ تین میں آیت اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ" کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟" پڑھو تو کہو بَلٰی وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ

الشَّاهِدِيْنَ "کیوں نہیں، میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں" جب سورۃ قیامہ کی یہ آیت پڑھو تو کہو بَلٰی، اور جب سورۃ مرسلات کی آیت فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ "اس قرآن کے بعد یہ لوگ اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟" پڑھو تو کہو اٰمَنَّا بِاللّٰہِ "ہم اللہ پر ایمان لائے" (ابوداؤد، مسند احمد، جامع ترمذی)

علمی بات: رحم مادر میں نطفہ سے انسان کی تخلیق تک کے مراحل پر غور و فکر کر کے انسان بخوبی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جو پروردگار اتنی قدرتوں کا مالک ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ ان دلائل کے بعد بھی جو انسان دوبارہ زندگی کا انکار کرتا ہے تو اس کا یہ انکار ہٹ دھرمی اور حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ میں قیامت والے دن آنکھوں کی کیفیت ہو گی:

(الف) بے نور (ب) روشن ✓(ج) چُندھیا (د) خراب

(۲) وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ قیامت کے دن سورج اور چاند کی کیفیت ہو گی:

(الف) بڑے ہو جائیں گے (ب) چھوٹے ہو جائیں گے ✓(ج) جمع ہو جائیں گے (د) بے نور ہو جائیں گے

(۳) الْعَاجِلَةَ سے مراد ہے:

(الف) جنت (ب) جہنم ✓(ج) دنیا (د) آخرت

(۴) وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ کے مطابق کئی چہرے اس دن ہوں گے:

(الف) پریشان ✓(ب) تر و تازہ (ج) تھکے (د) بیمار

(۵) وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ کی رو سے موت کے وقت انسان کی کیفیت ہو گی:

(الف) ہاتھ ملے گا ✓(ب) پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی (ج) ہاتھوں کو کاٹے گا (د) آنکھیں پتھرا جائیں گی

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۙ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ آیات کریمہ میں قرآن حکیم کے حوالے سے کیا بیان ہوا ہے؟

جواب: آیاتِ کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ (ﷺ) اس قرآن حکیم کے ساتھ اپنی زبان کو اس لیے حرکت نہ دیں تاکہ اسے جلد یاد کر لیں بے شک آپ کے سینے میں اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے پھر جب ہم اسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔

۲۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ۙ

آیات کریمہ کی رو سے قیامت کے دن کامیاب اور ناکام انسانوں کے چہرے کیسے ہوں گے؟

جواب: آیاتِ مبارکہ کی روشنی میں قیامت کے دن کامیاب لوگوں کے چہرے تر و تازہ ہوں گے جو اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے جبکہ ناکام یعنی مجرموں کے چہرے اس دن اداس ہوں گے۔

۳۔ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۙ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ

آیات کریمہ میں مرتے وقت کی سختیاں کس طرح بیان ہوئی ہیں؟

جواب: آیاتِ کریمہ کے مطابق دنیا محبوب بنانے اور آخرت بھلا دینے کے قابل ہرگز نہیں! نزع کے وقت جب جان حلق یعنی گلے تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا کہ کوئی ہے جھاڑ پھونک یعنی دَم کرنے والا؟ اور مرنے والا سمجھ جائے گا کہ بے شک اب جدائی کا وقت آ پہنچا ہے اور موت کی سختی کی وجہ سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD BE CRIMINAL ACTION ENTAILING

سے لپٹ جائے گی۔

۴۔ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝ آیات کریمہ کی رو سے اہلِ جہنم کے کیا جرائم بیان کیے گئے ہیں؟

جواب: آیاتِ مبارکہ کے مطابق اہل جہنم نے دنیوی زندگی میں نہ تو حق کی تصدیق کی اور نہ ہی نماز پڑھی، بلکہ وہ دینِ حق کو جھٹلاتے رہے، اس سے منہ موڑتے رہے اور وہ چل دیتے تھے اپنے گھر والوں کی طرف اَکڑتے ہوئے۔

۵۔ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ آیت کریمہ کے مطابق انسان کیا خیال کرتا ہے؟

جواب: آیتِ کریمہ کے مطابق کیا انسان نے یہ خیال کرتا ہے کہ اسے یوں ہی بے مقصد اور آزاد چھوڑ دیا جائے گا یعنی اس کے اعمال کا کوئی حساب کتاب نہیں لیا جائے گا؟

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔ (الف) اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝ آیات کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! (ضرور جمع کریں گے اور) ہم اس پر (بھی) قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پور پور کو درست کر دیں۔ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی گناہ کرتا رہے۔

(ب) سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

جواب: سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کی قسم کھائی ہے۔ اس پوری سورت میں قیامت کے احوال کا ذکر ہے۔ اس لیے اس کا نام "سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ" ہے۔ یہ سورت مکی دور میں نازل ہوئی۔ اس کے مرکزی مضمون میں قیامت کے مناظر کا بیان ہے۔

۲۔ (الف) يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝ آیات کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اس دن انسان کہے گا کہاں ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں! (کیوں کہ) پناہ کی کوئی جگہ نہیں۔ اس دن آپ کے ربّ کے پاس ہی ٹھکانا ہو گا۔ اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا جو (عمل) اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔

(ب) سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ قیامت کے واقع ہونے کے دلائل کا بیان۔ ۲۔ قیامت کے برپا ہونے کی کیفیات اور نتائج کا ذکر۔ ۳۔ قرآنِ مجید کی حفاظت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کو تسلّی ۴۔ موت کی سختی کا ذکر۔ ۵۔ آخرت کے انکار کی وجوہات کا بیان۔

۳۔ (الف) اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: بربادی ہے تیرے لیے تو بربادی ہے۔ پھر (سُن لے کہ) بربادی ہے تیرے لیے تو بربادی ہے۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اُسے یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا۔

(ب) سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ میں حروف ناصبہ اور حروف مشبہ بالفعل کی دو دو مثالیں تلاش کریں۔

جواب: حروفِ ناصبہ اور حروفِ مشبہ بالفعل کی مثالیں:

حروفِ ناصبہ: ۱۔ اَنْ نُّسَوِّيَ، ۲۔ اَنْ يُّتْرَكَ

حروفِ مشبہ بالفعل: ۱۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ، ۲۔ اَنَّهٗ

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WITHOUT AGENCY ENTAILS LEGAL ACTION

سبق:۲۴ سُوْرَۃُالدَّھْر آیات:۱تا۳۱

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ اللہ ﷻ نے انسان کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت کیوں عطا فرمائی؟

۲۔ ظاہری حواس کے علاوہ اللہ ﷻ نے انسان کو اور کیا نعمتیں عطا فرمائی ہیں؟

۳۔ انسان کا امتحان کس بات میں ہے؟

۴۔ اللہ ﷻ کے نیک بندوں کی کن صفات کا بیان ہے؟

۵۔ نذر کسے کہتے ہیں؟

۶۔ جنت کی کن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے؟

۷۔ اہل جنت کو بادشاہ بنانے کا ذکر کس طرح کیا گیا ہے؟

۸۔ قرآنِ حکیم کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟

۹۔ صبح وشام ذکر کرنے سے کیا مراد ہے؟

۱۰۔ لوگوں کی دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

۱۱۔ قرآنِ حکیم کا تعارف کیسے کرایا گیا؟

۱۲۔ اللہ ﷻ کا قانونِ ہدایت وضلالت کیا ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ القیامہ" میں انسان کی روز قیامت دوبارہ تخلیق کا ذکر تھا۔ سورۃ الدھر میں بتایا گیا ہے کہ اللہ ﷻ ہی نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا فرمایا تھا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا۔ سورۃ القیامہ میں نافرمان اور مجرموں کے طرزِ عمل کا ذکر تھا۔ سورۃ الدھر میں ایسے نافرمان اور مجرم لوگوں کی پیروی سے منع کیا گیا ہے۔ دونوں سورتوں میں ذکر ہے کہ لوگ دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخرت کو بھلا دیتے ہیں۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: اس آیت میں کس زمانے کا ذکر ہے؟ ۱: انسان کے وجود میں آنے سے پہلے کا ذکر ہے جبکہ انسان کوئی قابل ذکر شے نہ تھا۔ ایک طویل مدت ایسی گزری ہے جب انسان کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔

آیت نمبر ۲: ۱: اللہ ﷻ نے انسان کو کس شے سے پیدا فرمایا؟ ۱: اللہ ﷻ نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا فرمایا۔ ۲: ملے جلے نطفے سے کیا مراد ہے؟ ۲: ملے جلے نطفے سے مراد ماں اور باپ کا مرکب نطفہ ہے۔ ۳: اللہ ﷻ نے انسان کو بنانے کا کیا مقصد بیان فرمایا ہے؟ ۳: تاکہ اللہ ﷻ انسان کو آزمائے۔ اسی بات کا ذکر سورۃ الملک ۶۷، آیت: ۲ میں بھی ہے۔ "جس نے موت اور زندگی کو (اس لئے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے"۔ ۴: اللہ ﷻ نے آزمائش کے لئے انسان کو کیا قوتیں عطا فرمائی ہیں؟ ۴: اللہ ﷻ نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا ہے۔

علمی بات: سننے اور دیکھنے سے مراد وہ ذرائع ہیں جن سے انسان علم حاصل کرتا ہے اور پھر اس سے نتائج اخذ کرتا ہے۔ آنے والی معلومات کو جمع کر کے اور ترتیب دے کر ان سے نتائج نکالتا ہے اور پھر کچھ فیصلوں پر پہنچتا ہے جو اس کی زندگی کے رویّوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اسے سمیع و بصیر بنایا جانا دراصل یہ معنی رکھتا ہے کہ اللہ ﷻ نے اسے علم اور عقل کی طاقتیں دیں تاکہ وہ امتحان دینے کے قابل ہو سکے۔

آیت نمبر ۳: ۱: ظاہری حواس کے علاوہ انسان کو اللہ ﷻ نے اور کیا نعمتیں عطا کی ہیں؟ ۱: اللہ ﷻ نے انسان کو حق اور باطل کا راستہ دکھایا۔ اولاً انسان کو نیکی اور بدی کا فطری طور پر شعور عطا فرمایا جس کا ذکر سورۃ الشمس ۹۱، آیت: ۸ میں ہے۔ "پھر اس کو بُرائی (سے بچنے) اور پرہیز گاری (کرنے) کی سمجھ دی ہے"۔ نیز انبیاء کرام علیہم السلام، کتابوں اور داعیان حق کے ذریعے سے صحیح راستہ واضح فرمایا۔ ۲: انسان کا امتحان کس بات میں ہے؟ ۲: چاہے تو انسان اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے حق کا راستہ اختیار کرے اور اللہ ﷻ کا شکر گزار بنے اور چاہے تو باطل کا راستہ اختیار کر کے اللہ ﷻ کا ناشکرا بنے۔

آیت نمبر ۴: ۱: اللہ ﷻ کی ناشکری کرنے والے یعنی کافروں کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: جو کوئی بھی اللہ ﷻ کی ناشکری، نافرمانی کرے اور اس سے کفر کرے تو

اللہ ﷻ نے ایسے لوگوں کے لئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار کر رکھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ المومن ۴۰، آیت: ۷۱ میں آتا ہے کہ "جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر آگ میں (ایندھن کے طور پر) جھونک دیئے جائیں گے"۔ ۲: طوق کسے کہتے ہیں؟ ۲: مجرموں کی گردنوں میں پڑی زنجیروں کو طوق کہتے ہیں۔

آیت نمبر ۵: ۱: اللہ ﷻ کی شکر گزاری کرنے والے نیک مومنین کو کیسا مشروب عطا کیا جائے گا؟ ۱: نیک مومنین ایسی شراب پئیں گے جس میں کافور ملا ہو گا۔ ۲: کافور کسے کہتے ہیں؟ ۲: کافور دنیا کا نہیں بلکہ جنت کا ایک خاص چشمہ ہے جو خاص طور پر اللہ ﷻ کے مقرب و مخصوص بندوں کو ملے گا۔ شاید اس کو ٹھنڈا، خوشبودار اور سفید رنگ ہونے کی وجہ سے کافور کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم

آیت نمبر ۶: ۱: جنت کی شراب کیسے حاصل کی جائے گی؟ ۱: جنت کی شراب دنیا کی شراب کی طرح پھلوں کے رس کو سڑا کر کشید نہیں کی جائے گی بلکہ وہ جنت میں بہتے چشموں کی طرح ہو گی۔ ۲: جنت کی شراب کن لوگوں کے لئے ہو گی؟ ۲: اللہ ﷻ کے نیک بندوں کے لئے۔ ۳: اللہ ﷻ کے نیک بندوں کو جنت کی شراب کے چشموں پر کیا اختیار دیا جائے گا؟ ۳: وہ جنت کی شراب کو جہاں چاہیں گے اسے چھوٹی چھوٹی نہروں کی شکل میں بہا کر لے جائیں گے۔

آیت نمبر ۷: ۱: اللہ ﷻ کے نیک بندوں کی کن صفات کا بیان ہے؟ i ۱:۔ وہ دنیا میں اپنی نذر پوری کیا کرتے تھے۔ ii۔ اور قیامت کے دن سے ڈرتے رہتے تھے۔

علمی بات: نذر کے لفظی معنی یہ ہیں منت ماننا غیر واجب کو اپنے اوپر واجب کرنا۔ مراد یہ ہے کوئی شخص اپنے اوپر کوئی ایسا کام واجب کر لے جو شریعت نے اس پر واجب نہیں کیا۔ مثلاً کوئی شخص یہ نذر مانے کہ اللہ ﷻ میری فلاں مشکل حل کر دے تو میں ایک دن کا روزہ رکھوں گا وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ قیامت کے دن کی ہولناکی کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۲۔ قیامت کے دن کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہو گی۔

آیت نمبر ۸: ۱: اللہ ﷻ کے نیک بندوں کی کس نیکی کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۱: وہ اللہ ﷻ کی محبت کی خاطر لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

علمی بات: اس آیت کے بارے میں مفسرین کی دو آراء ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ اللہ ﷻ کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں جبکہ دوسری رائے یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کی خواہش کے باوجود ان نادار لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں یعنی اس کے باوجود کہ انہیں طعام کی خواہش ہو اور انہیں کھانے کی ضرورت ہو، پھر بھی وہ مسکین، یتیم اور قیدی کی ضرورت کو اپنی محبت اور خواہش پر ترجیح دیں اور ایثار کریں۔

علمی بات: اس کا مطلب یہ ہے کہ مسکین وہ ہے جو اپنی ضروریات پوری کرنے پر بالکل قادر نہ ہو اور وہ فقیر کی نسبت زیادہ تنگ دست ہوتا ہے۔

۴: یتیم کسے کہتے ہیں؟ ۴: ایسا نابالغ بچہ یا بچی جس کے والد کا انتقال ہو جائے یتیم کہلاتا ہے۔ ۵: قیدی کسے کہتے ہیں؟ ۵: وہ شخص جو آزاد نہ ہو بلکہ کسی کی قید میں ہو۔

علمی بات: قیدی اگر غیر مسلم ہو تب بھی اس کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے جیسے جنگ بدر کے کافر قیدیوں کی بابت نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کی تکریم کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہلے ان کو کھانا کھلاتے، بعد میں خود کھاتے۔ قیدی کے ساتھ حسن سلوک بھی ایک نیکی کا عمل ہے۔

آیت نمبر ۹: ۱: نیک لوگوں کے اخلاص کا ذکر کیسے کیا گیا؟ ۱: نیک لوگ جب بھی کسی ضرورت مند کو کھانا کھلاتے ہیں تو اسے واضح طور پر بتا دیتے ہیں کہ ہم تو تمہیں صرف اللہ ﷻ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں، نہ ہم تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔

علمی بات: ضروری نہیں ہے کہ غریب کو کھانا کھلاتے ہوئے زبان ہی سے یہ بات کہی جائے۔ دل میں بھی یہ بات کہی جا سکتی ہے اور اللہ ﷻ کے ہاں اس کی بھی وہی حیثیت ہے جو زبان سے کہنے کی ہے۔ لیکن زبان سے یہ بات کہنے کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ جس کی مدد کی جائے اس کو یہ اطمینان دلا دیا جائے کہ ہم اس سے کسی قسم کا شکریہ یا بدلہ نہیں چاہتے، تاکہ وہ بے فکر ہو۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: اللہ ﷻ کے نیک بندوں کے اخلاص کی کیا وجوہات بیان کی گئی ہیں؟ ۱: وہ اللہ ﷻ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتے ہیں۔

۲: قیامت کے دن کی کیا ہولناکی بیان کی گئی ہے؟ ۲: قیامت کا دن چہروں کو بگاڑ دینے والا اور بہت سخت ہو گا۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: اللہ ﷻ اپنے نیک بندوں کو اُن کے اخلاص کے کیا ثمرات عطا فرمائے گا؟ ۱: اللہ ﷻ انہیں قیامت کی سختی سے بچالے گا اور انہیں تازگی اور خوشی سے نوازے گا۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء ۲۱، آیت: ۱۰۳ میں آتا ہے کہ "ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا، اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"

آیت نمبر ۱۲: ۱: اللہ ﷻ اپنے نیک بندوں کو دنیا میں صبر کرنے کا کیا بدلہ عطا فرمائے گا؟ ۱: اللہ ﷻ انہیں صبر کے بدلے جنت اور پہننے کے لئے ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: اہل جنت کس طرح بیٹھے ہوں گے؟ ۱: وہ نہایت اعلیٰ اور خوبصورت تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۲: جنت کا موسم کیسا ہوگا؟ ۲: جنت میں نہ دھوپ کی تپش ہوگی اور نہ گرمی کی شدت۔ نہایت معتدل اور خوشگوار موسم ہوگا۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: جنت کے سائے کی کیفیت کیا ہوگی؟ ۱: جنت کے خوشگوار سائے اہل جنت پر جھک رہے ہوں گے۔

۲: جنت کے پھلوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۲ جنت کے پھل اہل جنت کے حکم میں پوری طرح سے ہوں گے اور ان کا حاصل کرنا اہل جنت کے لئے بہت آسان ہوگا۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: جنت کے برتن کیسے ہوں گے؟ ۱: جنت میں چاندی کے برتن اور شیشے کے گلاس ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: جنت کے شیشے کے برتنوں کی کیا خاص بات ہوگی؟ ۱: وہ شیشے کے برتن بھی چاندی سے بنائے گئے ہوں گے۔ نہایت صاف و شفاف اور چمکدار ہونے میں شیشے کی طرح معلوم ہوں گے۔ ان کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گی۔

۲: جنت کے برتن کھانے پینے کی چیزوں سے کیسے بھرے ہوں گے؟ ۲: نہ بہت زیادہ بھرے ہوں گے کہ طبیعت بوجھل ہو اور نہ کم بھرے ہوں گے کہ مزید کی حسرت ہو۔ بلکہ اہل جنت کی چاہت کا اندازہ کرکے ان کی طبیعت کے عین مطابق بھرے ہوں گے۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: اہل جنت کو کیسی شراب پلائی جائے گی؟ ۱: اہل جنت کو وہاں ایسی پاکیزہ شراب کا پیالہ پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملی ہوگی۔ یعنی دنیا کی طرح وہاں سونٹھ کو پیس کر پانی میں ملانے کی ضرورت نہ ہوگی، بلکہ وہاں پر ایک ایسا عظیم الشان قدرتی چشمہ ہوگا جس میں سونٹھ کی خوشبو اور اس کی تاثیر تو موجود ہوگی مگر اس کی کھٹاس، کڑواہٹ اس میں نہ ہوگی۔ ۲: سونٹھ کسے کہتے ہیں؟ ۲: سونٹھ خشک ادرک کو کہتے ہیں۔

علمی بات: کافور کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے اور زنجبیل کی گرم۔ اہل عرب اپنی شرابوں میں ان کی آمیزش کو بہت پسند کرتے تھے۔ اس لئے اہل عرب کے شوق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ جنت کی نعمتوں اور دنیا کی چیزوں میں نام کے اشتراک کے سوا کوئی چیز مشترک نہیں لہذا ان کی دنیاوی تاثیر ہرگز نہ سمجھی جائے۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: جنت کی شراب کے چشمے کا کیا نام رکھا گیا ہے؟ ۱: جنت کی شراب کے چشمے کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: اہل جنت کی خدمت کرنے والے کون ہوں گے؟ ۱: ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔ ۲: ہمیشہ لڑکے رہنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: یعنی ان کی عمر ٹھہری رہے گی اور کبھی بڑے ہوکر جوان یا بوڑھے نہیں ہوں گے۔ ۳: اہل جنت خدمت کرنے والے لڑکوں کو کیسے بلائیں گے؟ ۳: اہل جنت کو ان کو بلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیوں کہ وہ لڑکے ہر وقت اہل جنت کے پاس ہی گھوم رہے ہوں گے اور اہل جنت کی خدمت بجالانے کے لئے محض اشارے کے منتظر ہوں گے۔ ۴: خدمت کرنے والے لڑکوں کے حسن و جمال کی کیسے تعریف کی گئی؟ ۴: وہ انتہائی خوبصورت ہوں گے اور دیکھنے میں ایسے معلوم ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے موتی۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: اہل جنت کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اہل جنت کا حال دیکھ کر معلوم ہوگا کہ انہیں بے شمار نعمتیں اور بہت بڑی سلطنت حاصل ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس آدمی کو پہچانتا ہوں جو دوزخ والوں میں سے سب آخر میں دوزخ سے نکلے گا، ایک آدمی جو سرین کے بل گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا اللہ ﷻ اس سے فرمائے گا کہ جنت میں چلا جا وہ جائے گا پھر جنت میں داخل ہوگا تو دیکھے گا کہ سب جگہوں پر جنتی ہیں اس سے کہا جائے گا کہ کیا تجھے وہ زمانہ یاد ہے جس میں تو تھا؟ (دوزخ میں) وہ کہے گا جی ہاں یاد ہے تو پھر اس سے کہا جائے گا کہ اپنی تمنا کر وا ور وہ تمنا کرے گا تو اللہ ﷻ اس سے فرمائے گا کہ جس قدر تو نے تمنا کی وہ بھی تیرے لئے اور اس سے دس گنا دنیا کے برابر بھی وہ کہے گا کہ کیا تو میرے ساتھ مذاق کر رہا ہے اور تُو تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی تبسم فرمایا یہاں تک کہ

COPYRIGHTS © RESERVED WORLD FACT ONLINE ENTERPRISE SOLUTION PVT. LTD. SOURCE OF THIS BOOK

آپ ﷺ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ (صحیح مسلم)

آیت نمبر ۲۱: ۱: اہل جنت کے کپڑے کیسے ہوں گے ؟ ۱: اہل جنت کے جسموں پر نہایت باریک سبز ریشم کے اور موٹے دبیز ریشم کے لباس ہوں گے۔ ۲: اہل جنت کو کیا زیور پہنایا جائے گا ؟ ۲: ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن ہوں گے۔ ۳: کنگن کسے کہتے ہیں؟ ۳: موٹی چوڑی، چوڑیاں جنہیں کڑے بھی کہتے ہیں۔ ۴: اہل جنت کے ہاتھوں میں کنگن کیوں پہنائے جائیں گے ؟ ۴: کیونکہ ماضی میں بادشاہوں کا طریقہ رہا ہے، بڑی بڑی سلطنتوں کے بادشاہ ہاتھوں میں سونے چاندی کے کنگن پہنا کرتے تھے۔ ۵: اہل جنت کا اکرام و اعزاز کس طرح کیا جائے گا؟ ۵: انہیں ان کا رب پاکیزہ شراب پلائے گا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱۔ اہل جنت کو کیا بشارت دی گئی ہے ۱: اللہ ﷻ کی طرف سے فرمایا جائے گا کہ جنت کی یہ نعمتیں ان کے ایمان اور نیک اعمال کا بدلہ ہیں اور اللہ ﷻ کو راضی کرنے کی ان کی کوششیں قبول ہو گئی ہیں۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف ۷، آیت: ۴۳ میں آتا ہے کہ "اور اس روز منادی کر دی جائے گی کہ تم ان اعمال کے بدلے میں جو دنیا میں کرتے تھے اس جنت کے وارث بنا دیئے گئے ہو"۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: قرآن حکیم کو کس نے نازل فرمایا؟ ۱: انتہائی تاکید کے ساتھ بتایا گیا ہے قرآن حکیم کو نازل فرمانے والی ذات اللہ ﷻ کی ہے۔ ۲: قرآن حکیم کس پر نازل فرمایا گیا ہے ؟ ۲: اللہ ﷻ نے قرآن حکیم کو اپنے حبیب حضور نبی کریم ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ ۳: قرآن حکیم کیسے نازل فرمایا گیا ہے ؟
۳: قرآنِ حکیم کے نزول کے لئے دو الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں "اِنزال" اور "تنزیل"۔ "اِنزال" کے معنی ہیں یک دم نازل کر دینا جو کہ لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا جس کا ذکر سورۃ القدر: آیت: ۱ میں ہے "بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل فرمایا"۔ اور "تنزیل" کے معنی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کے ہیں جو تقریباً ۲۳ سال کے عرصے میں حبیب خدا خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا۔

علمی بات: کفار مکہ کا آپ ﷺ پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ قرآن حکیم خود تصنیف کرتے رہتے ہیں۔ پھر ہمیں سنا دیتے ہیں۔ اگر یہ قرآن حکیم اللہ ﷻ کی طرف سے نازل شدہ ہوتا تو ایک ہی بار نازل ہو جاتا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات ایک ہی مرتبہ دے دی گئی تھی۔

۴: قرآنِ حکیم کو تھوڑا تھوڑا نازل کرنے میں کیا حکمت تھی ؟ ۴: تاکہ آپ ﷺ کے لئے اس کا سمجھنا، سمجھانا، سیکھنا، سکھانا، اور آگے پہنچانا آسان ہو اور تاکہ یہ طریقہ آپ ﷺ کے لئے تسکین قلب کا ذریعہ بنے۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان ۲۵، آیت: ۳۳ میں آتا ہے: "اور کافروں نے کہا (یعنی اعتراض کیا) ان (محمد ﷺ) پر قرآن ایک ساتھ ہی کیوں نہیں نازل کیا گیا (اللہ ﷻ نے اعتراض کا یہ جواب دیا) اسی طرح ہم نے (تھوڑا تھوڑا کر کے) بتدریج نازل فرمایا تاکہ اس سے ہم آپ (ﷺ) کا دل قوی رکھیں اور ہم نے اسے خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے"۔

آیت نمبر ۲۴: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا حکم دیا ہے ؟ ۱: اے نبی ﷺ ! آپ اپنے رب کے پیغامات لوگوں تک پہنچانے کے حکم پر عمل کرنے کے لئے کفار کی طرف سے پہنچائی جانے والی تمام تکلیفوں پر صبر کریں اور ان کفار مکہ میں سے کسی گناہگار اور بڑے کافر کی بات نہ مانیئے جو لالچ دے کر آپ ﷺ کو تبلیغ دین سے روکنا چاہتے ہیں۔

شانِ نزول: عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ یہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ (ﷺ) اس کام سے باز آیئے یعنی دین سے، عتبہ نے کہا کہ آپ (ﷺ) ایسا کریں تو میں اپنی بیٹی آپ (ﷺ) کو بیاہ دوں اور بغیر مہر کے آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر کر دوں، ولید نے کہا کہ میں آپ (ﷺ) کو اتنا مال دے دوں کہ آپ (ﷺ) راضی ہو جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو کیا تاکید فرمائی ہے ؟ ۱: آپ ﷺ صبح و شام اپنے رب کے نام کا ذکر کیجئے۔ ۲: صبح و شام ذکر کرنے سے کیا مراد ہے ؟ ۲: دوام ذکر یعنی ہر وقت اللہ ﷻ کا ذکر کرتے رہنا جبکہ بعض مفسرین کے نزدیک صبح سے مراد فجر اور شام سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: صبح و شام کے علاوہ مزید کن اوقات میں آپ ﷺ کو ذکر کی تلقین کی گئی ہے ؟ ۱: کچھ حصہ رات میں بھی اللہ ﷻ کو سجدہ کیجئے اور رات میں دیر تک اس کی تسبیح کیجئے۔ بعض مفسرین کے نزدیک کچھ حصہ رات سے مغرب اور عشاء کی نمازیں اور رات میں دیر تک تسبیح کرنے سے مراد تہجد کی نماز ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: لوگ نبی کریم ﷺ کی زبانی قرآن سن کر نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتے ؟ ۱: کیوں کہ لوگ جلد ملنے والی دنیا سے محبت کرتے ہیں اور

قیامت کے بھاری دن سے غفلت برتتے ہیں۔ ۲: لوگوں کی دنیا سے محبت اور آخرت سے غفلت کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ ۲: لوگ دنیا کی دلفریبیوں، دلکشیوں اور اس کے مال و دولت سے گہری محبت رکھتے ہیں۔ اسے اپنے پاس سمیٹ سمیٹ کر رکھنا چاہتے ہیں جبکہ آخرت پر ایمان لانے کی صورت میں مال اکٹھا کرنے کے بجائے انہیں اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے لوگوں کا اخروی زندگی پر کچھ یقین نہیں ہوتا۔ لہذا یہ لوگ اپنا فائدہ اسی میں دیکھتے ہیں کہ آخرت کا انکار کر دیں۔

۳: قیامت کے دن کو بھاری کیوں کہا گیا؟ ۳: کیونکہ قیامت کا وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا اور مجرموں کے لئے شدید عذاب کا باعث ہو گا۔ سورۃ المزمل ۷۳، آیت: ۱۷ میں اُس دن کی سختی کو اِس طرح بیان کیا گیا ہے کہ "اس دن کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا"۔

عملی پہلو: ہمیں دنیا کی عارضی زندگی اور آسائشوں کے مقابلے میں آخرت کی دائمی زندگی اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے حصول کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: منکر آخرت کو اللہ ﷻ کے کن احسانات کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ ہی نے انہیں پیدا فرمایا ہے اور اللہ ﷻ ہی نے ان کے جوڑ مضبوط کیئے۔ ۲: منکر آخرت ور سالت کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟ ۲: اللہ ﷻ جب چاہے ان لوگوں کو ہلاک کر کے ان جیسے دوسروں کو لے کر آسکتا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز رہنا چاہیئے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ قدرت رکھتا ہے کہ وہ نافرمان اور سرکش قوم کو پرے ہٹا کر دوسری مخلوق اس کی جگہ لے آئے جو فرماں بردار اور اطاعت گزار ہو۔ وہ یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ ان کو اس صفحہ ہستی سے مٹا کر دوبارہ پیدا کر کے ان کا پوری طرح محاسبہ کرے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: قرآن حکیم کا تعارف کیسے کرایا گیا؟ ۱: بے شک یہ قرآن ہر ایک کے لئے نصیحت ہے جو چاہے اس نصیحت سے فائدہ حاصل کر لے۔ قرآن کسی بات پر مجبور بنانے کے لئے نازل نہیں کیا گیا ہے۔

۲: قرآن حکیم سے کیا فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے؟ ۲: پس جو چاہے قرآنِ حکیم پر عمل کر کے اللہ ﷻ کے قرب کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: ارادہ باریٔ تعالیٰ کی کیا شان بیان کی گئی ہے؟ ۱: انسان صرف وہی چاہ سکتا ہے جو اللہ ﷻ کو منظور ہو۔

علمی بات: اللہ ﷻ کو کسی چیز کے نتیجے کے متعلق پیشگی علم ہونا یا اس کا علم غیب کسی انسان کو اس بات پر مجبور یا اس کا پابند نہیں بناتا کہ وہ وہی کچھ کرے جو پہلے سے اللہ ﷻ کے علم میں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ انسان اپنے پورے ارادہ و اختیار سے کرنے والا ہوتا ہے اس کا اللہ ﷻ کو پہلے سے پورا پورا علم ہے اور یہ وسعت علم باری تعالیٰ کی دلیل ہے۔

۲: اس آیت میں اللہ ﷻ کے ارادہ کرنے کے علاوہ کن صفات کا ذکر کیا گیا ہے؟ ۲: اللہ ﷻ خوب جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: اللہ ﷻ کا قانون ہدایت و ضلالت کا ہے؟ ۱: انسان جیسا ارادہ کرتا ہے اللہ ﷻ اسے ویسی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔

۲: نیک لوگوں کا کیا انجام ہو گا؟ ۲: اللہ ﷻ جسے چاہے گا اپنی رحمت (سے جنت) میں داخل فرمائے گا۔

۳: ظالموں کا کیا انجام ہو گا؟ ۳: ظالموں کے لئے اللہ ﷻ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں اللہ ﷻ سے نیکی اور ہدایت کے کاموں کو ہمیشہ کرنے اور گناہ و نافرمانی کے کاموں سے ہمیشہ بچنے کی توفیق مانگنی چاہیئے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ کی طرف سے ہدایت کی توفیق اسے ہی ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ اس کے لئے اس راہ میں آسانی بھی فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ العنکبوت ۲۹، آخری آیت: ۶۹ میں آتا ہے۔ "اور وہ لوگ جنہوں نے ہمارے راہ میں پوری کوشش کی (مشقتیں اُٹھائیں، مجاہدات کئے) ہم ضرور ہی انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

COPYRIGHTS©RESERVED WITH THE ILMI FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CRIMINAL ACTION

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) سُوْرَۃُ الدَّھْرِ کا دوسرا نام ہے:

(الف) فُصِّلَتْ (ب) الرَّعد ✓(ج) اَلْاِنْسَانُ (د) اَلشِّفَآءُ

(۲) "دَھْرٌ" کے معنی ہیں:

(الف) رات (ب) دن (ج) سال ✓(د) زمانہ

(۳) "سَلٰسَبِیْلًا ﴿۱۸﴾" کا پانی ہو گا:

(الف) کفار کے لیے ✓(ب) جنتیوں کے لیے (ج) مہمانوں کے لیے (د) دنیا والوں کے لیے

(۴) زَنْجَبِیْلًا ﴿۱۷﴾ عربی قواعد کی رُو سے ہے:

✓(الف) اسم (ب) فعل (ج) حرف (د) ضمیر

(۵) لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ سے مراد ہے:

(الف) بکھرا ہوا سامان (ب) بکھرے ہوئے پتھر ✓(ج) بکھرے ہوئے موتی (د) بکھرے ہوئے کنگن

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ اِنَّا ھَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ آیت کریمہ میں انسان کے اختیار سے متعلق کیا بیان ہوا ہے؟

جواب: آیتِ کریمہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہدایت کا راستہ دکھا دیا ہے، اب یہ اس کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ چاہے تو اللہ ﷻ کا شکر گزار بندہ بنے اور چاہے تو ناشکرا بن جائے۔

۲۔ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَا۠ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ﴿۴﴾ آیت کریمہ کی رُو سے کفار کے لیے کیا چیزیں تیار کر رکھی ہیں؟

جواب: آیتِ مبارکہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہیں زنجیریں، طوق اور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ۔

۳۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ﴿۷﴾ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ﴿۸﴾

آیات کریمہ میں نیک لوگوں کی کیا صفات بیان کی گئی ہیں؟

جواب: آیات کریمہ کے مطابق نیک لوگ اپنی نذریں پوری کرتے ہیں، اور وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہو گی، اور وہ اللہ ﷻ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

۴۔ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ آیتِ کریمہ میں اسم، فعل اور حرف تلاش کر کے لکھیں۔

جواب: ۱۔ اسم: اَلطَّعَام (کھانا) ۲۔ فعل: یُطْعِمُوْنَ (وہ کھلاتے ہیں)۔ ۳۔ حرف: وَ، عَلٰی۔

۵۔ وَ جَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِیْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّ لَا زَمْهَرِیْرًا ﴿۱۳﴾ وَ دَانِیَةً عَلَیْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا ﴿۱۴﴾

آیات کریمہ میں اہل جنت کے لیے اللہ تعالیٰ کے کون سے انعامات بیان ہوئے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ وہ وہاں نہایت اعلیٰ تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جہاں وہ نہ تو دھوپ کی تپش دیکھیں گے اور نہ ہی سردی کی شدت۔ مزید یہ کہ، جنت کے درختوں کے سائے اہل جنت پر جھک رہے ہوں گے اور ان درختوں کے پھل بہت قریب کر دیے جائیں گے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE IIMF FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CRIMINAL ACTION.

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

۱۔(الف) هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اَمۡشَاجٍ ۖ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ۝۲ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آیا جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔ بے شک ہم نے انسان کو ملے جُلے نطفہ سے پیدا فرمایا تاکہ ہم اسے آزمائیں تو ہم نے اسے سننے والا دیکھنے والا بنایا۔

(ب) سُوۡرَةُ الدَّهۡرِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

جواب: "سُوۡرَةُ الدَّهۡرِ" کی پہلی آیت میں "اَلۡاِنۡسَانُ" کا ذکر ہوا ہے اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوۡرَةُ الۡاِنۡسَانِ" بھی ہے۔ اس سورت کا دوسرا معروف نام اَلدَّهۡرُ ہے جس کا معنی "زمانہ" ہے۔ یہ سورت مدنی ہے۔ اس کا مرکزی مضمون ہے ناشکری اور شکر گزاری کا نتیجہ۔

۲۔(الف) وَ یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِاٰنِیَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّ اَکۡوَابٍ کَانَتۡ قَوَارِیۡرَا۠ ۝۱۵ قَوَارِیۡرَا۠ مِنۡ فِضَّةٍ قَدَّرُوۡهَا تَقۡدِیۡرًا ۝۱۶ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور اُن پر پھرائے جائیں گے چاندی کے برتن اور شیشے کے گلاس۔ (یہ) شیشے (جیسے برتن) چاندی کے ہوں گے جنھیں (پلانے والوں نے) ٹھیک اندازے سے بھرا ہو گا

(ب) سُوۡرَةُ الدَّهۡرِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ۱۔ انسان کی زندگی ایک امتحان ہے ۲۔ نیک لوگ اللہ تعالیٰ کی محبّت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ۳۔ جنّت کی نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۴۔ نبی اکرم ﷺ کو صبر اور ذکر کی تلقین کی گئی ہے۔ ۵۔ قرآنِ مجید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا بیان ہے۔

۳۔(الف) فَاصۡبِرۡ لِحُکۡمِ رَبِّکَ وَلَا تُطِعۡ مِنۡهُمۡ اٰثِمًا اَوۡ کَفُوۡرًا ۝۲۴ وَ اذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ بُکۡرَةً وَّ اَصِیۡلًا ۝۲۵ وَ مِنَ الَّیۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَسَبِّحۡهُ لَیۡلًا طَوِیۡلًا ۝۲۶ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: تو آپ اپنے ربّ کے حکم کے لیے صبر کیجیے اور اُن میں سے کسی نافرمان اور ناشکرے کی بات نہ مانیے۔ اور صبح و شام اپنے ربّ کے نام کا ذکر کیجیے۔ اور کچھ حصّہ رات میں بھی اس کے لیے سجدہ کیجیے اور رات کے طویل وقت میں اس کی تسبیح کیجیے۔

(ب) سُوۡرَةُ الدَّهۡرِ میں اسماء اشارہ اور افعال ناقصہ کی کوئی دو دو مثالیں تلاش کریں۔

جواب: اسماء اشارہ اور افعالِ ناقصہ کی مثالیں:

اسماء اشارہ: ۱۔ هٰذِهٖ تَذۡکِرَةٌ ۔ ۲۔ هٰٓؤُلَآءِ یُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ۔

افعالِ ناقصہ: ۱۔ کَانَتۡ قَوَارِیۡرَا۔ ۲۔ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡئًا مَّذۡکُوۡرًا

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

سبق:۲۵ سُوْرَۃُ الْمُرْسَلَات آیات:۱تا۵۰

حاصلاتِ تعلّم

اس سورت کے مطالعہ کے بعد طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے کہ وہ درج ذیل مضامین سے آگاہی حاصل کر سکیں:

۱۔ ہوا کے چلنے کے مختلف انداز کون سے ہیں؟
۲۔ ہواؤں کا موسم کی تبدیلی میں کیا کردار ہے؟
۳۔ ہواؤں کا انسان اور قیامت کے واقع ہونے سے کیا تعلق ہے؟
۴۔ قیامت کے وقت کے مناظر کس طرح بیان کیئے گئے ہیں؟
۵۔ قیامت کے دن آسمان پھاڑ دیئے جانے سے کیا مراد ہے؟
۶۔ قیامت کے دن رسولوں کو ایک مقررہ وقت پر کیوں جمع کیا جائے گا؟
۷۔ "وَیلٌ" سے کیا مراد ہے؟
۸۔ "اس دن تباہی ہے جھٹلانے والوں کے لئے" یہ آیت کتنی مرتبہ دہرائی گئی ہے؟
۹۔ جھٹلانے کے کیا معنی ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟
۱۰۔ متقین کے حسین انجام کا ذکر کس طرح کیا گیا ہے؟
۱۱۔ جہنم کے سائے کے بارے میں کیا بتایا گیا ہے؟
۱۲۔ قیامت کے دن اللہ ﷻ کسے جمع فرمائے گا؟
۱۳۔ اللہ ﷻ نے جھٹلانے والوں کے لئے کیا چیلنج فرمایا ہے؟
۱۴۔ کیسے لوگوں کے لئے آخرت کے دن تباہی ہے؟
۱۵۔ اللہ ﷻ کے آگے جھکنے سے کیا مراد ہے؟

ربطِ سورت: گزشتہ سورت "سورۃ الدھر" کے آخر میں ظالموں کو دردناک عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ سورۃ المرسلات میں قسمیں کھا کر بتایا گیا ہے کہ قیامت واقع ہو کر رہے گی۔ سورۃ الدھر میں اہل جنت کی نعمتوں کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ سورۃ المرسلات میں اہل جہنم کے عذابوں کو وضاحت سے بیان کر کے پھر اہل جنت کے اعزاز و اکرام کو مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ الدھر میں مجرموں کی دنیا پرستی اور آخرت کو بھلا دینے کا بیان تھا۔ سورۃ المرسلات میں طنزیہ انداز میں انہیں کہا گیا ہے کہ دنیا کا تھوڑا فائدہ اُٹھا لو مگر ہو تو تم مجرم ہی۔

آیت بہ آیت تشریحی نکات

آیت نمبر ۱: ۱: سورت کے آغاز میں اللہ ﷻ نے کس کی قسم فرمائی ہے؟
۱: آیات: ۱تا۴ میں اللہ ﷻ نے ہواؤں کی قسم فرمائی ہے۔
۲: اس آیت میں کن ہواؤں کی قسم فرمائی گئی؟
۲: وہ ہوائیں جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں۔

آیت نمبر ۲: ۱: اللہ ﷻ نے کیسی ہواؤں کی قسم فرمائی؟
۱: زور سے چلنے والی ہواؤں کی قسم فرمائی ہے۔

علمی بات: ہوا کے چلنے کے مختلف انداز ہیں۔ کبھی ہوا نرم اور خوشگوار چلتی ہے، جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں۔ کبھی وہی ہوا ایک تُند آندھی، طوفان اور جھکّڑ کی شکل اختیار کر کے وہ خرابی اور نقصان کرتی ہے کہ لوگ بِلبلا اٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھائی گئی ہے کہ کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور نافع تصور کرتے ہیں اور ان پر بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین خوفناک صورت میں ظاہر ہوں گے تو لوگ پناہ مانگنے لگیں گے۔

آیت نمبر ۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ نے کیسی ہواؤں کی قسم فرمائی ہے؟
۱: بادلوں کو اچھی طرح پھیلانے والی ہواؤں کی قسم فرمائی ہے۔

آیت نمبر ۴: ۱: قسم کھائی جانے والی ہواؤں کی اللہ ﷻ نے کیا صفت بیان کی ہے؟
۱: وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھاڑ کر جدا کرنے والی ہیں۔

علمی بات: ہوائیں گرمی، سردی اور موسم کی تبدیلی میں موثر کردار ادا کرتی ہیں۔ کچھ ہوائیں بادلوں کو اکٹھا کرتی اور جوڑ دیتی ہیں اور کچھ دوسری جڑے ہوئے بادلوں کو یک دم پھاڑ دیتی ہیں۔ ان آیات میں اللہ ﷻ نے مختلف قسم کی ہواؤں کی قسم فرمائی اور اپنی قدرت کاملہ کی طرف انسان کی توجہ مبذول کرائی ہے۔

آیت نمبر ۵: ۱: قسم فرمائے جانے والے ان فرشتوں کا انسان سے کیا تعلق بیان کیا گیا ہے؟ ۱: یہ فرشتے انسانوں کے دلوں میں اللہ ﷻ کی یاد پیدا کرتے ہیں۔

علمی بات: بعض مفسرین نے اس سے بھی ہوائیں ہی مراد لی ہیں۔ کیونکہ آواز بھی ہوا کے ذریعہ ہی لوگوں کے کانوں تک پہنچتی ہے اگر ہوا نہ ہوتی تو وحی کی آواز نہ لوگوں کے کانوں میں پڑ سکتی تھی اور نہ ہی اس سے وہ کچھ نصیحت حاصل کر سکتے تھے۔ لہٰذا انسانوں کو چاہیئے کہ وہ اللہ ﷻ کی رحمت کی ہواؤں سے خوش ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور سخت، تُند و تیز ہواؤں کے عذاب سے اللہ ﷻ کی پناہ طلب کریں۔

آیت نمبر ۶: ۱: فرشتوں کا انسانوں کے دل میں اللہ ﷻ کی یاد پیدا کرنے سے کیا مراد ہے؟ ۱: یعنی فرشتے وحی لے کر آتے ہیں تاکہ لوگوں پر دلیل قائم ہو جائے اور یہ عذر باقی نہ رہے کہ ہمارے پاس تو کوئی اللہ ﷻ کا پیغام ہی لے کر نہیں آیا یا مقصد ڈرانا ہے ان کو جو انکار یا کفر کرنے والے ہوں گے۔

آیت نمبر ۷: ۱: اللہ ﷻ نے یہ ساری قسمیں کس بات پر فرمائی ہیں؟ ۱: قیامت یقیناً واقع ہونے والی ہے۔

۲: اللہ ﷻ کے کس وعدہ کی یاد دہانی کرائی گئی ہے؟ ۲: قیامت قائم ہونے کا وعدہ جو پورا ہو کر رہے گا۔

علمی بات: جس طرح ہواؤں کے چلنے کا ایک منظّم نظام ہے اور ہر ہوا کسی نہ کسی مقصد کو پورا کرتی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس کائنات کو قائم کرنے کا ایک عظیم ترین مقصد قیامت کا واقع ہونا ہے۔

آیت نمبر ۸: ۱: آیت: ۸ تا ۱۴ میں کیا مضمون بیان ہوا ہے؟ ۱: قیامت کے دن کے احوال بیان کیئے گئے ہیں۔ ۲: قیامت کے دن ستاروں کی کیا کیفیت ہو گی؟ ۲: ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے۔ ۳: ستاروں کے بے نور کر دیئے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۳: ستاروں کی روشنی ختم کر دی جائے گی۔

آیت نمبر ۹: ۱: قیامت کے دن آسمان کا کیا حال ہو گا؟ ۱: آسمان پھاڑ دیئے جائیں گے۔ ۲: آسمان پھاڑ دیئے جانے سے کیا مراد ہے؟ ۲: آج ہمیں آسمان جیسا مربوط اور بغیر کسی رخنہ اور شگاف کے نظر آتا ہے۔ یعنی عالم بالا کا وہ بندھا ہوا نظام، جس کی بدولت ہر ستارہ اور سیارہ اپنے مدار پر قائم ہے وہ توڑ ڈالا جائے گا اور اس کی ساری بندشیں کھول دی جائیں گی۔

آیت نمبر ۱۰: ۱: قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہو گا؟ ۱: قیامت کے دن پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیئے جائیں گے۔

اسی بات کا ذکر سورۃ القارعۃ ۱۰۱، آیت: ۵ میں بھی ہے۔

آیت نمبر ۱۱: ۱: قیامت کے دن کا کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اس دن تمام رسولوں کو جمع کیا جائے گا۔

۲: قیامت کے دن رسولوں کو ایک مقررہ وقت پر کیوں جمع کیا جائے گا؟ ۲: تاکہ رسول اپنی اپنی امتوں پر گواہی یعنی شہادت دے سکیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: "(قیامت کے دن) حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت بارگاہ الٰہی میں حاضر ہو گی۔ تو اللہ ﷻ (حضرت نوح علیہ السلام سے) پوچھے گا، کیا تم نے (میرا پیغام) پہنچا دیا تھا؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے اے رب العزت! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا تھا۔ پھر اللہ ﷻ ان کی امت سے پوچھے گا، کیا (نوح علیہ السلام نے) تم تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ جواب دیں گے نہیں، ہمارے پاس تیرا کوئی نبی نہیں آیا۔ اس پر اللہ ﷻ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا، اس کے لئے آپ کی طرف سے کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ (حضرت سیدنا) محمد ﷺ اور ان کی امت (کے لوگ میرے گواہ ہیں) چنانچہ ہم اس بات کی شہادت دیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ ﷻ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچا یا تھا۔" یہ سورۃ البقرہ آیت: ۱۴۳ کی تفسیر ہے۔ (صحیح بخاری)

آیت نمبر ۱۲: ۱: "رسول دعوت دیتے تھے اور قومیں انہیں غلط اور گم راہ کہتی تھیں" ان کے درمیان اس بات کا فیصلہ کب کیا جائے گا؟ ۱: ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے اللہ ﷻ نے ایک مدت مقرر فرمائی ہوئی ہے۔

آیت نمبر ۱۳: ۱: کس دن کے لئے مدت مقرر کی گئی ہے؟ ۱: فیصلہ کے دن کے لئے۔ ۲: فیصلہ کے دن سے کیا مراد ہے؟ ۲: فیصلہ کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

آیت نمبر ۱۴: ۱: قیامت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کیا انداز اختیار کیا گیا ہے؟ ۱: سوال کر کے متوجہ کیا جا رہا ہے کہ تمہیں کیا معلوم کہ فیصلہ کا دن کیا ہے۔

آیت نمبر ۱۵: ۱: قیامت کے دن سے کیسے ڈرایا گیا ہے؟ ۱: تباہی ہے قیامت کے دن جھٹلانے والوں کے لئے۔

۲: وَیلٌ سے کیا مراد ہے؟ ۲: ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ یہ انتہائی ہولناک گہری وادی ہے جس میں طرح طرح کے عذاب ہوں گے۔ جس سے جہنم خود پناہ مانگتی ہے ویل کے عمومی معنی تباہی وبربادی کے ہیں۔ ۳: جھٹلانے والوں سے کون مراد ہیں؟ ۳: قیامت کو جھٹلانے والے مراد ہیں۔
۴: جھٹلانے کے کیا معنی ہیں؟ ۴: انکار کرنا اور نہ ماننا جھٹلانا کہلاتا ہے۔ ۵: جھٹلانے کی کتنی قسمیں ہیں؟ ۵: جھٹلانے کی دو قسمیں ہیں تکذیب قولی اور تکذیب عملی۔
۶: تکذیب قولی سے کیا مراد ہے؟ ۶: تکذیب قولی یعنی مسلّمات دین (توحید، رسالت، ارکان اسلام وغیرہ) کا زبان سے انکار کرنا (مثلاً نماز کے فرض ہونے کا انکار کرنا) ۷: تکذیب عملی سے کیا مراد ہے؟ ۷: تکذیب عملی یعنی مسلّمات دین پر عقیدہ رکھتے ہوئے ان پر عمل نہ کرنا (مثلاً نماز کو فرض ماننے کے باوجود ادا نہ کرنا)۔ تکذیب قولی کا ارتکاب کفر ہے جبکہ تکذیب عملی کا ارتکاب نافرمانی اور گناہ ہے لہذا ہمیں ہر قسم کی تکذیب سے بچنا چاہیئے۔ ۸: اس سورت میں یہ آیت کتنی مرتبہ دہرائی گئی ہے؟ ۸: اس سورت میں یہ آیت دس (۱۰) مرتبہ دہرائی گئی ہے۔
۹: ایک ہی آیت کو قرآن حکیم میں کیوں دہرایا جاتا ہے؟ ۹: بات میں تاکید اور زور پیدا کرنے کے لئے، صوتی حسن بڑھانے کے لئے اور لوگوں کے دل و دماغ میں بٹھانے کے لئے ایک ہی آیت کئی مرتبہ دہرائی جاتی ہے۔ ۱۰: قرآن حکیم سے کوئی مثال دیں جہاں ایک ہی آیت کو کئی مرتبہ دہرایا گیا ہو؟
۱۰: سورۃ الرحمٰن ۵۵، کی آیت: ۱۳ اکتیس مرتبہ دہرائی گئی ہے، سورۃ القمر ۵۴، آیت: ۱۷ چار مرتبہ دہرائی گئی ہے، اور سورۃ الکافرون ۱۰۹، آیت: ۳ دو مرتبہ دہرائی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱۶: ۱: تاریخ سے جھٹلانے والی قوموں کی کیا مثال عبرت بیان کی گئی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے پہلی جھٹلانے والی قوموں کو ہلاک کر کے تباہ وبرباد کر دیا ان کے اس انجام سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ ۲: پہلی جھٹلانے والی قوموں سے کیا مراد ہے؟ ۲: حق کو جھٹلانے والے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم، قوم عاد، قوم ثمود، حضرت لوط علیہ السلام کی قوم، حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم اور آل فرعون وغیرہ۔

آیت نمبر ۱۷: ۱: بعد میں آنے والی قومیں اگر حق کو جھٹلائیں گی تو ان کا کیا انجام ہو گا؟ ۱: ان کا بھی وہی انجام ہو گا جو ان سے پہلے جھٹلانے والی قوموں کا ہوا یعنی ان کو تباہ وبرباد کر دیا جائے گا۔ ۲: بعد میں آنے والے لوگوں سے کون مراد ہیں؟ ۲: قریش مکہ اور ان کے بعد آنے والی قومیں۔

آیت نمبر ۱۸: ۱: اللہ ﷻ کی کس سنت کو بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ تمام مجرموں کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۹: ۱: قیامت کے دن کیسے لوگوں کے لئے تباہی وبربادی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی وعید یعنی ڈراوے کو جھٹلانے والوں کے لئے اس دن تباہی وبربادی ہے۔

آیت نمبر ۲۰: ۱: قدرت باری تعالیٰ سے کس مثال کو قیامت کے قائم کرنے کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے؟ ۱: جو اللہ ﷻ حقیر سے قطرہ سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ ۲: اللہ ﷻ نے انسان کو کس چیز سے پیدا فرمایا؟ ۲: ایک حقیر قطرے یعنی نطفے سے پیدا فرمایا۔

آیت نمبر ۲۱: ۱: نطفے کو اللہ ﷻ نے کس جگہ رکھا؟ ۱: ایک محفوظ مقام یعنی ماں کے رحم میں رکھا۔ ۲: رحم کو محفوظ مقام کیوں کہا گیا؟ ۲: ماں کے رحم کے ماحول کو اللہ ﷻ نے نطفے کے لئے بہت ساز گار بنایا ہے جہاں نطفہ ایک عرصے تک اپنی اصل شکل میں برقرار رہ سکتا ہے۔

علمی بات: تین پردوں کے اندر نطفے کو اس قدر محفوظ کر دیا اور اتنا سختی سے جما دیا کہ کسی شدید حادثہ سے دوچار ہوئے بغیر حمل کا اسقاط (Abortion) نہیں ہوتا۔

آیت نمبر ۲۲: ۱: ایک مقررہ وقت سے کیا مراد ہے؟ ۱: مقررہ وقت سے مراد حمل ٹھہرنے سے لے کر بچے کی ولادت تک کا وقت ہے جو ۹ ماہ یا اس سے کم وبیش ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲۳: ۱: اس آیت میں اللہ ﷻ کی کس شان کا بیان ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے یہاں تک کہ انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل جیسے نطفہ، علقہ، مضغہ وغیرہ کا بھی ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے اور اللہ ﷻ ہی اندازہ مقرر فرمانے والا ہے۔

علمی بات: اندازہ یہ ہے کہ جب تک بچے کی پوری قوتیں اور اس کے اعضاء مکمل نہیں ہو جاتے۔ بچہ رحم مادر میں ہی رہتا ہے اور جب ہر قسم کی نشوونما مکمل ہو جاتی ہے تو اس کے بعد ایک دن بھی بچہ رحم مادر میں نہیں رہ سکتا۔ اس کی مزید موجودگی ماں کی تکلیف کا سبب بنتی ہے۔ یہاں تک کہ بچے کی ولادت سے تخلیق کا یہ معاملہ مکمل ہوتا ہے۔

COPYRIGHTED MATERIAL
THE AMRO FOUNDATION
SALT LAKE CITY, UTAH
ENTIRELY ORIGINAL

آیت نمبر ۲۴: ۱: قیامت کے دن کیسے لوگوں کے لئے تباہی وبربادی ہے؟ ۱: انسان کو اس کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی وبربادی ہے۔

آیت نمبر ۲۵: ۱: آیات: ۲۵ تا ۲۷ میں اللہ ﷻ کی کن نعمتوں کو بطور دلیلِ قیامت بیان کیا گیا ہے؟ ۱: اللہ ﷻ نے زمین، پہاڑ اور میٹھے پانی کو قیامت کی دلیل کے طور پر پیش کیا۔ ۲: اس آیت میں زمین کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ ۲: زمین کو اللہ ﷻ نے سمیٹنے والی اور جمع کرنے والی بنایا ہے۔

عملی پہلو: ہمیں غور وفکر کرنا چاہیئے کہ جس قادرِ مطلق نے یہ سب کچھ بنایا، اس کے لئے اس ضعیف انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیوں کر مشکل ہو سکتا ہے؟ لہٰذا عقل وفکر اور عدل وانصاف کا یہی تقاضا ہے کہ وہ سب کو دوبارہ زندہ کر کے اپنی ان نعمتوں کا حساب لے، جو زندگی میں اس نے عطا فرمائی تھیں۔

آیت نمبر ۲۶: ۱: زمین کس طرح جمع کرنے والی ہے؟ ۱: زمین زندوں کو اپنی سطح کے اوپر اور مُردوں کو اپنے پیٹ کے اندر جمع کیئے ہوئے ہے۔

آیت نمبر ۲۷: ۱: زمین میں اللہ ﷻ کی کس نعمت کی طرف متوجہ کیا گیا؟ ۱: زمین میں اللہ ﷻ نے گڑھے ہوئے بلند پہاڑ بنا دیئے۔ ۲: پہاڑوں کے گڑھے ہوئے ہونے سے کیا مراد ہے؟ ۲: پہاڑ سطحِ زمین سے جتنے بلند نظر آتے ہیں اس سے تین چار گناہ وہ زمین میں دھنسے ہوتے ہیں جیسے کوئی لمبی کیل جو لکڑی میں گاڑھی جاتی ہے ایسے ہی پہاڑ زمین میں گڑھے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النباء ۷۸، آیت: ۷ میں فرمایا کہ "ہم نے پہاڑوں کو میخیں بنایا"۔ زمین کا تناسب اور توازن برقرار رکھنے کے لئے پہاڑوں کا یہ نظام قائم کیا گیا ہے۔ ۳: زمین پر اللہ ﷻ کی کون سی نعمت کی یاد دہانی کرائی جارہی ہے؟ ۳: اللہ ﷻ نے ہمیں اس زمین سے میٹھا پانی پلایا۔ ۴: میٹھا پانی اللہ ﷻ کی کیسی نعمت ہے؟ ۴: میٹھا پانی اللہ ﷻ کی بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ اس زمین پر زیادہ تر سمندروں کا انتہائی کڑوا پانی ہے جو پینے کے لائق نہیں ہے لیکن اللہ ﷻ نے سمندری پانی کو بخارات بنا کر اُڑایا اور ان سے بادل بنائے اور بادلوں سے میٹھا پانی زمین پر برسایا جو دریاؤں، ندیوں، نالوں کی صورت میں زمین پر بہتا ہے یا زمین میں جذب ہو کر چشموں اور کنوؤں کے ذریعہ ہمارے پینے کے کام آتا ہے۔

آیت نمبر ۲۸: ۱: قیامت کے دن کیسے لوگوں کے لئے تباہی ہے؟ ۱: اللہ ﷻ کی نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہے۔

آیت نمبر ۲۹: ۱: قیامت کے دن منکرین آخرت کا کیا انجام ہوگا؟ ۱: منکرین آخرت کو حکم دیا جائے گا کہ چلو اس جہنم کی طرف جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳۰: ۱: منکرین آخرت کو کس طرف چلنے کا حکم دیا جائے گا؟ ۱: منکرین آخرت کو جہنم کے سائے کی طرف چلنے کا حکم دیا جائے گا۔
۲: جہنم کا سایہ دیکھنے میں کیسا محسوس ہوگا؟ ۲: جہنم کا سایہ دیکھنے میں تین شاخوں والا محسوس ہوگا۔

علمی بات: اس دن دوزخ سے گرم بخارات اُٹھیں گے جو دوزخیوں کے اوپر سایہ کر دیں گے یہ نام کو سایہ ہوگا جو شدید گرم ہوگا، جو ان کو سایہ، ٹھنڈک یا سکون پہنچانے کے بجائے اپنی حرارت کی وجہ سے ان میں مزید گھبراہٹ اور اضطراب پیدا کر دے گا۔ یہ سایہ اوپر اُٹھ کر تین بڑی شاخوں میں تقسیم ہو جائے گا اور ان کے آگے سے، پیچھے سے اور اوپر سے غرض ہر طرف سے انہیں گھیرے میں لے لے گا۔

آیت نمبر ۳۱: ۱: جہنم کے سائے کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۱: جہنم کا سایہ نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ جہنم کی تپش سے بچائے گا۔

آیت نمبر ۳۲: ۱: جہنم کی چنگاریوں کی کیا کیفیت ہوگی؟ ۱: جہنم محل جیسی چنگاریاں نکال رہی ہوگی۔

آیت نمبر ۳۳: ۱: جہنم کی چنگاریوں کا مزید کیا حال بیان کیا گیا ہے؟ ۱: جہنم کی چنگاریاں ایسی لگ رہی ہوں گی گویا کہ وہ زرد اونٹ ہیں۔
۲: محل جیسی اور زرد اونٹ جیسی چنگاریوں سے کیا مراد ہے؟ ۲: جہنم سے نہایت بڑی بڑی چنگاریاں نکل رہی ہوں گی جیسا کہ وہ محل ہوں اور ان چنگاریوں کے ٹوٹنے سے چھوٹی چھوٹی چنگاریاں پیدا ہوں گی جو زرد اُونٹوں کی طرح لگ رہی ہوں گی۔

آیت نمبر ۳۴: ۱: کیسے لوگوں کے لئے آخرت کے دن تباہی ہے؟ ۱: جہنم کی ان صفات کو جھٹلانے والوں کے لئے آخرت کے دن تباہی ہے۔

آیت نمبر ۳۵: ۱: جھٹلانے والوں کی کس بدنصیبی کا بیان ہے؟ ۱: قیامت کے دن جھٹلانے والے بول بھی نہیں سکیں گے۔

آیت نمبر ۳۶: ۱: قیامت کے دن جھٹلانے والوں کو کس بات کی اجازت نہیں ہوگی؟ ۱: قیامت کے دن جھٹلانے والوں کو اس بات کی بھی اجازت نہیں ہوگی کہ

وہ اپنے گناہوں کا کوئی عذر بیان کر سکیں یا اپنے گناہوں پر معذرت پیش کر سکیں۔

آیت نمبر ۳۷: ا: کیسے لوگوں کے لئے آخرت کے دن تباہی ہے؟ ا: ان حقیقتوں کو نہ ماننے والوں کے لئے آخرت کے دن تباہی ہے۔

علمی بات: جن جھٹلانے والوں نے دنیا کی عدالتوں پر قیاس کر کے سمجھ رکھا ہو گا کہ اگر ایسا موقع پیش آگیا وہاں بھی زبان چلا کر اور کچھ عذر معذرت کر کے چھوٹ جائیں گے۔ لیکن وہاں جب یہ حال ہو کہ نہ وہ خود کوئی بات زبان سے نکالنے میں پہل کر سکیں گے اور نہ ان کو کوئی عذر پیش کرنے کی اجازت ملے گی تو تباہی و ہلاکت کے سوا ان کے لئے کیا باقی رہا۔

آیت نمبر ۳۸: ا: قیامت کے دن کیا اعلان کیا جائے گا؟ ا: یہ ہے فیصلے کا دن۔ ۲: قیامت کے دن کس کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا؟ ۲: قیامت کے دن حق و باطل کے درمیان عملی فیصلہ کیا جائے گا۔ ۳: قیامت کے دن اللہ ﷻ کسے جمع فرمائے گا؟ ۳: تمام جھٹلانے والوں اور پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو اللہ ﷻ جمع کر دے گا۔

علمی بات: یہاں پر طنزیہ سوال کے پیش نظر اس روز ان سے کہا جائے گا کہ لو آج تم اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی ہمارے سامنے موجود ہو۔ جب تم لوگوں کو دنیا میں آخرت کے انجام سے ڈرایا جاتا تھا تو تم لوگ تعجب و انکار کرتے ہوئے طنزیہ انداز میں کہا کرتے تھے۔ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور ہمارے اگلے باپ دادا کو بھی"۔ (سورۃ الصّٰفّٰت ۳۷، آیات: ۱۶، ۱۷، سورۃ الواقعہ ۵۶، آیات: ۴۷، ۴۸)

آیت نمبر ۳۹: ا: اللہ ﷻ نے جھٹلانے والوں کے لئے کیا چیلنج فرمایا ہے؟ ا: پس اگر تمہارے پاس ہمارے عذاب سے بچنے کا کوئی حیلہ ہے تو مجھ پر کر کے دیکھو مگر تم عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

علمی بات: سب کچھ ان کی عاجزی و بے بسی، اور تحقیر و تذلیل کے لئے فرمایا جائے گا۔ جس سے ان کی حسرت و افسوس میں اور اضافہ ہو گا۔ یہ انتہا درجہ کی ڈانٹ ڈپٹ ہے کیونکہ یہ تو وہ یقینی جانتے ہوں گے کہ وہ آج نہ کوئی چال چل سکتے ہیں ہے اور نہ انہیں کوئی حیلہ کام دے سکتا ہے۔

آیت نمبر ۴۰: ا: کیسے لوگوں کے لئے آخرت کے دن تباہی ہے؟ ا: موت کے بعد دوبارہ زندہ کیئے جانے کو جھٹلانے والوں کے لئے آخرت کے دن تباہی ہے۔ جنہوں نے یہ سب کچھ سننے کے باوجود عبرت نہ پکڑی اور وہ حق کے آگے نہ جھکے۔ بلکہ انہوں نے دنیا میں عقل و فکر کی اپنی خداداد صلاحیتوں کو قبول حق اور خدمت حق میں صَرف کرنے کے بجائے الٹا ان کو حق اور اہل حق کے خلاف استعمال کر کے اپنے لئے دوزخ کا سامان کیا۔

آیت نمبر ۴۱: ا: قیامت کے دن متّقین کا کیا انجام ہو گا؟ ا: قیامت کے دن یقیناً متّقین یعنی پرہیز گار جنت کے سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔

علمی بات: یہاں متقیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی مکمل اطاعت کی اور آخرت پر یقین رکھا اور اس پر ایمان لا کر دنیا میں یہ سمجھتے ہوئے زندگی بسر کی کہ ہمیں آخرت میں اپنے اقوال و افعال اور اپنے اخلاق و کردار کا جواب دہ ہونا ہے۔

آیت نمبر ۴۲: ا: پرہیز گاروں کو جنت میں ملنے والی کس نعمت کا بیان ہے؟ ا: پرہیز گاروں کو وہ سب میوے ملیں گے جو وہ چاہیں گے۔

آیت نمبر ۴۳: ا: پرہیز گاروں کا جنت میں کیسے اِکرام (مہمان نوازی) کیا جائے گا؟ ا: پرہیز گاروں سے کہا جائے گا کہ کھاؤ اور پیئو مزے سے۔
۲: پرہیز گاروں کو جنت کی نعمتیں دیئے جانے کی کیا وجہ بیان کی جائے گی؟ ۲: نیک اعمال جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۴۴: ا: اللہ ﷻ نیک لوگوں کو کیسا بدلہ دیتا ہے؟ ا: نیک لوگوں کو اللہ ﷻ اس طرح بہت اچھا بدلہ دیتا ہے۔

آیت نمبر ۴۵: ا: قیامت کے دن کیسے لوگوں کے لئے تباہی ہو گی؟ ا: جنت کی نعمتیں جھٹلانے والوں کے لئے تباہی و بربادی ہو گی۔

آیت نمبر ۴۶: ا: مجرموں کو کیا تنبیہ فرمائی گئی ہے؟ ا: دنیا کی چند روزہ زندگی میں کھا پی لو اور کچھ فائدہ اُٹھا لو مگر آخرت میں تمہارا ٹھکانا جہنم ہے کیونکہ تم مجرم ہو۔

آیت نمبر ۴۷: ا: قیامت کے دن کیسے لوگوں کے لئے تباہی ہے؟ ا: دین حق کو جھٹلانے والے مجرموں کے لئے اس دن تباہی ہے۔

آیت نمبر ۴۸: ا: جھٹلانے والوں کے کن جرائم کو ذکر فرمایا گیا ہے؟ ا: دنیا میں جب ان سے اللہ ﷻ کے آگے جُھکنے کو کہا جاتا تھا تو وہ نہیں جھکتے تھے۔

۲: اللہ ﷻ کے آگے جھکنے سے کیا مراد ہے؟ ۲: سر تسلیم خم کرنا یعنی اللہ ﷻ کے ہر حکم کی فرماں برداری کرنا یا نماز پڑھنا۔

علمی بات: اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جب انہیں اللہ ﷻ کی آیات اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو کہا جاتا تو وہ تسلیم کرنے کے بجائے اکڑ بیٹھتے تھے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب انہیں نماز کے لئے کہا جاتا تو انکار کر دیتے تھے۔

آیت نمبر ۴۹: ۱: قیامت کے دن کیسے لوگوں کے لئے تباہی ہے؟ ۱: دین حق کو جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہے۔ یعنی وہ اس دن پچھتائیں گے کہ دنیا میں احکام الٰہی کے آگے کیوں نہ جھکے۔ وہاں سر جھکاتے تو یہاں تباہی سے دوچار نہ ہوتے۔

آیت نمبر ۵۰: ۱: جھٹلانے والوں کی ہٹ دھرمی کا نتیجہ و انجام کیا بیان کیا گیا؟ ۱: جب وہ قرآن جیسی کتاب جو کہ نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے ایمان نہیں لاتے تو اس کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے یعنی اب ان کا ایمان لانا ممکن ہی نہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ: جب تلاوت کرنے والا اس آیت پر پہنچے تو اس کو کہنا چاہیئے اٰمَنَّا بِاللّٰہِ یعنی ہم اللہ پر ایمان لے آئے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، ابوداؤد)

مشقوں کے جوابات

سوال ۱: درست جواب پر صحیح (✓) کا نشان لگائیں:

(۱) اَلْمُرْسَلٰتِ کا معنی ہے:

✓ (الف) بھیجی ہوئی (ب) جدا کرنے والی (ج) اُڑانے والا (د) پھیلانے والی

(۲) اُقِّتَتْ عربی قواعد کی رُو سے ہے:

(الف) اسم ✓(ب) فعل (ج) حرف (د) ضمیر

(۳) اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ کی رو سے انسان کی تخلیق ہے:

(الف) آگ سے ✓(ب) پانی سے (ج) مٹی سے (د) گارے سے

(۴) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ میں ہلاکت بیان ہوئی ہے:

(الف) ظالموں کے لیے ✓(ب) جھٹلانے والوں کے لیے (ج) غیبت کرنے والوں کے لیے (د) حسد کرنے والوں کے لیے

(۵) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ کے مطابق پرہیز گار ہوں گے:

(الف) سکون اور آرام میں ✓(ب) سایوں اور چشموں میں (ج) خوشی اور راحت میں (د) باغات اور نہروں میں

سوال ۲: مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیجیے:

۱۔ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ ان آیات کریمہ میں قیامت کا کیا منظر بیان کیا گیا ہے؟

جواب: ان آیاتِ کریمہ کے مطابق قیامت کے دن ستارے بے نور کر دیے جائیں گے، آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دیے جائیں گے۔ اور رسول مقررہ وقت پر جمع کر دیے جائیں گے۔

۲۔ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ آیات کریمہ میں جہنم کے سائے کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہیں؟

جواب: آیاتِ مبارکہ کی رو سے جہنم کا سایہ تین شاخوں والا ہے جو نہ ٹھنڈا سایہ ہے اور نہ ہی آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں سے بچانے والا ہے۔

۳۔ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ آیات کریمہ میں جہنم کی چنگاریوں کی کیا کیفیت بیان ہوئی ہے؟

جواب: آیات کریمہ کے مطابق جہنم محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی ایسا لگے گا جیسے وہ زرد رنگ کے اُونٹ ہوں۔

COPYRIGHTS ©RESERVED WITH THE LANGUAGE FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD BE CRIMINAL ACTION

۴۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ فَوَاکِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

آیات کریمہ میں پرہیز گاروں کا کیا انجام بیان کیا گیا ہے۔

جواب: آیاتِ مبارکہ کے مطابق پرہیز گار لوگ سایوں، چشموں اور پھلوں میں ہوں گے جو وہ چاہیں گے اور انھیں کہا جائے گا کہ تم مزے سے کھاؤ اور پیو ان اعمال کے بدلہ جو تم کیا کرتے تھے۔

۵۔ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ آیت کریمہ میں جہنمیوں کے کس جرم کا ذکر ہے؟

جواب: آیتِ کریمہ کی رو سے دنیا میں جب مجرموں کو حکم دیا جاتا تھا کہ اللہ ﷻ کے آگے جھکو تو وہ نہیں جھکتے تھے۔ یعنی اللہ ﷻ کی فرماں برداری نہیں کرتے تھے۔

سوال ۳: مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات دیجیے:

ا۔ (الف) وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّ النّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: قسم ہے ان ہواؤں کی جو مسلسل بھیجی جاتی ہیں۔ پھر زور سے چلنے والی ہواؤں کی۔ اور (بادلوں کو) اُٹھا کر پھیلانے والی ہواؤں کی۔

(ب) سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ کا تعارف اور مرکزی مضمون تحریر کریں۔

جواب: "اَلْمُرْسَلٰتُ" کے معنی "بھیجی ہوئی" کے ہیں یعنی ہوائیں۔ پہلی آیت میں اَلْمُرْسَلٰتُ (چلنے والی ہواؤں) کا ذکر ہے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام "سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ" ہے۔ یہ مکی سورت ہے۔ اور آخرت کا ذکر اس سورت کا مرکزی مضمون ہے۔

۲۔ (الف) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْیَآءً وَّ اَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّ جَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: کیا ہم نے زمین کو نہیں بنایا سمیٹنے والی۔ زندوں اور مُردوں کو۔ اور ہم نے اس میں جمے ہوئے بلند پہاڑ بنا دیے اور ہم نے تمھیں میٹھا پانی پلایا۔

(ب) سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ کے چند بنیادی مضامین تحریر کریں۔

جواب: ا۔ ہواؤں کی قسمیں ذکر فرما کر آخرت کے احوال کا بیان۔ ۳۔ انکارِ آخرت پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا بیان۔ ۴۔ اہلِ جہنّم کی سزاؤں کا تفصیل سے ذکر ۵۔ نیک لوگوں کے لیے جنّت کی نعمتوں کا تذکرہ۔

۳۔ (الف) وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْکَعُوْا لَا یَرْکَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔

جواب: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکو تو وہ نہیں جھکتے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے۔ پھر وہ اس (قرآن) کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟

(ب) سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ میں جمع مؤنث کی کوئی چار مثالیں تلاش کریں۔

جواب: جمع مؤنث کی چار مثالیں: ا۔ الْعٰصِفٰتِ۔ ۲۔ النّٰشِرٰتِ۔ ۳۔ الْفٰرِقٰتِ۔ ۴۔ الْمُلْقِیٰتِ۔ ۵۔ فَالْفٰرِقٰتِ۔ ۶۔ النّٰشِرٰتِ۔

COPYRIGHTS© RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION AND ITS AUTHORITY. SALE OF THIS BOOK ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL LAW

درسی کتاب میں شامل سورتوں میں آنے والے قصص

قصّہ حضرت یوسف علیہ السلام (حصّہ اول) سورۃ یوسف

حضرت یوسف علیہ السلام کا تعارف

حضرت یوسف علیہ السلام اللہ ﷻ کے نبی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہیتے بیٹے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے ۱۲ بیٹے عطا فرمائے۔ جن میں ۱۰ بڑے اور ۲ چھوٹے تھے۔ چھوٹے بیٹوں میں ایک حضرت یوسف علیہ السلام اور دوسرے ان کے چھوٹے بھائی بنیامین تھے۔ اللہ ﷻ نے قرآنِ حکیم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے نام پر پوری سورت یعنی سُوْرَۃُ یُوْسُف نازل فرمائی اور اس کو بہترین قصّہ قرار دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام خوب صورت بھی تھے اور خوب سیرت بھی۔ ان کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام ان سے بہت محبت کرتے تھے۔

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب (سورۃ یوسف آیات: ۱ تا ۶)

ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ ابّا جان! میں خواب میں دیکھتا ہوں ایک سورج، چاند اور گیارہ ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ اللہ ﷻ تم پر اپنا فضل فرمانے والا ہے۔ اللہ ﷻ تمہیں خوابوں کی تعبیر بتانے اور باتوں کی تہ تک پہنچنے کی صلاحیت دینے والا ہے۔ ساتھ ہی حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تلقین فرمائی کہ اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے کہیں وہ تمہارے بھائیوں کے دل میں تمہارے خلاف حسد پیدا نہ کر دے۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حسد (سورۃ یوسف آیات: ۷ تا ۱۵)

حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بڑے بھائیوں کا خیال تھا کہ ہم جوان ہیں اور اپنے والد کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانے والے ہیں لیکن ہمارے والد کو ہم سے زیادہ یوسف سے محبت ہے۔ بھائیوں نے مشورہ کیا کہ ہمیں یوسف کو قتل کر دینا چاہیئے یا کہیں دور پھینک آنا چاہیئے تاکہ ہمارے والد کی توجہ یوسف سے ہٹ کر ہماری طرف ہو جائے۔ اپنے فیصلے پر عمل کرنے کے لئے بھائی اپنے والد کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ کل ہم سیر و تفریح کے لئے جنگل جا رہے ہیں۔ آپ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تاکہ وہ بھی کھیلے کودے اور ہمارے ساتھ کھائے پیئے۔ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یوسف کی جدائی مجھے غمگین کر دے گی۔ مجھے خوف ہے کہ تم کھیل کود میں لگ جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔ بھائیوں نے کہا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ ہمارے ہوتے ہوئے بھیڑیا ہمارے بھائی کو کھا جائے جبکہ ہم طاقت ور جماعت ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بالآخر اجازت دے دی۔ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر جنگل پہنچ گئے۔ بڑے بھائی یہودا نے سب کو مشورہ دیا کہ یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ انہیں ایک گہرے کنویں میں ڈال دو۔ لہٰذا انہوں نے اس پر عمل کرتے ہوئے جنگل بیابان میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک گہرے کنویں میں ڈال دیا اور واپس گھر چلے آئے۔ اسی وقت اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بات ڈالی کہ ایک وقت آئے گا کہ آپ اِن کے اس سلوک سے اِنہیں آگاہ کریں گے۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا بہانہ (سورۃ یوسف آیات: ۱۶ تا ۱۸)

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی رات کے وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس روتے ہوئے پہنچے۔ بھائیوں نے کہا کہ ہم آپس میں کھیل میں لگ گئے اور یوسف کو اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا۔ اُسے ایک بھیڑیے نے کھا لیا۔ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کو ثبوت کے طور پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے پیش کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کا خواب سچا ہے۔ اللہ ﷻ یوسف علیہ السلام کو بلند مرتبہ عطا فرمانے والا ہے۔ لہٰذا وہ سمجھ گئے کہ یوسف ابھی زندہ ہے اور یوسف کے بھائی صحیح نہیں کہہ رہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہاری بنائی ہوئی جھوٹی بات ہے۔ لہٰذا میں صبر کرتا ہوں اور اس معاملہ میں اللہ ﷻ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

COPYRIGHT PROTECTED MATERIAL. THE FOUNDATION BOOK IS SAFE WITH ENTAIL FOUNDATION.

۴۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قافلہ والوں کا سلوک (سورۃ یوسف آیات:۱۹تا۲۰)

حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں تنہا تھے۔ ایک قافلے کا جنگل سے گزر ہوا۔ قافلے والوں نے اپنے ایک آدمی کو پانی لانے کے لئے بھیجا۔ اس شخص نے پانی بھرنے کے لئے کنویں میں ڈول ڈالا۔ حضرت یوسف علیہ السلام ڈول میں بیٹھ گئے۔ اس شخص نے جب ڈول اوپر کھینچا تو ایک خوب صورت لڑکے کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ خوشی میں پکارنے لگا کہ یہ تو نہایت خوب صورت لڑکا ہے۔ قافلے والوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنے کے لئے چھپا لیا۔ بھائیوں کو پتہ چلا تو انہوں نے تھوڑی سی قیمت لے کر یوسف علیہ السلام کو قافلے والوں کو بیچ دیا۔

۵۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ عزیز مصر کا حسن سلوک (سورۃ یوسف آیات:۲۱تا۲۲)

قافلے والے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر لے گئے۔ عزیز مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مہنگی قیمت میں خریدا۔ عزیزِ مصر نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا کہ یوسف کو عزت و اکرام سے رکھو شاید کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ اس طرح اللہ ﷻ کی تدبیر پوری ہوئی۔ مزید یہ کہ اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو باتوں (خوابوں) کی تعبیر یعنی حقیقت تک پہنچنے کا علم سکھایا۔ اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان کے گہرے کنویں سے نکال کر مصر کے خزانوں کے والی عزیز مصر کے گھر پہنچایا اس طرح آپ علیہ السلام کے رہن سہن کے اسباب اور مصر میں آپ علیہ السلام کے استحکام اور بااختیار شخصیت ہونے کی راہیں ہموار کر دی گئیں۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ زلیخا کا بُرا سلوک (سورۃ یوسف آیات:۲۳تا۲۹)

جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنی جوانی کو پہنچے تو خوب صورتی میں ان جیسا کوئی نہ تھا۔ ایک دن زلیخا نے محل کے تمام دروازے بند کر دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو بُرائی کی دعوت دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی پناہ مانگی اور دروازے کی طرف دوڑے۔ زلیخا نے اُن کا پیچھا کیا اور پیچھے سے اُن کی قمیص پکڑی تو وہ پھٹ گئی۔ جب دونوں دروازے کے پاس پہنچے تو وہاں انہوں نے عزیزِ مصر کو کھڑا ہوا پایا۔ شوہر کو دیکھتے ہی زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر بُرائی کا الزام لگایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فوراً انکار کیا اور فرمایا یہ عورت مجھے بُرائی کی دعوت دے رہی تھی۔ عزیزِ مصر کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا۔ اس پر زلیخا کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ یوسف کی قمیص کو دیکھا جائے اگر وہ سامنے سے پھٹی ہے تو زلیخا سچی ہے اور یوسف جھوٹے ہیں اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو زلیخا جھوٹی ہے اور یوسف سچے ہیں۔ جب اُن کی قمیص کو دیکھا گیا تو وہ پیچھے سے پھٹی ہوئی تھی۔ اس پر عزیزِ مصر نے زلیخا کو ڈانٹا اور کہا کہ تم ہی گناہگار ہو لہٰذا اپنے گناہ کی معافی مانگو۔

۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر مصر کی عورتوں کا اپنے ہاتھ زخمی کر لینا (سورۃ یوسف آیات:۳۰تا۳۵)

زلیخا کا یہ واقعہ لوگوں میں عام ہو گیا۔ امیر گھرانوں کی عورتیں زلیخا کو بُرا بھلا کہنے لگیں کہ وہ ایک معمولی غلام پر فریفتہ ہو گئی۔ جب زلیخا تک یہ باتیں پہنچیں تو اُس نے تمام عورتوں کو دعوت پر بُلایا اور ان کی مہمان نوازی پھلوں سے کی۔ ہر ایک کو پھل کاٹنے کے لئے چُھری دی۔ پھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان عورتوں کے سامنے سے گزریں۔ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کی خوب صورتی کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ انہوں نے پھل کاٹتے کاٹتے اپنے ہاتھ زخمی کر لیئے اور کہا کہ یہ کوئی انسان نہیں بلکہ ایک نہایت معزز فرشتہ ہے۔ زلیخا نے کہا یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں۔ ساتھ ہی زلیخا نے یہ بھی کہا کہ اگر اس نے میری بات نہ مانی تو میں اُسے جیل میں ڈلوا دوں گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ سے دعا کی کہ مجھے بُرائی کے بجائے قید میں رہنا زیادہ پسند ہے۔ اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور عورتوں کے فریب سے انہیں بچا لیا۔ عزیزِ مصر نے عورتوں کا حال دیکھ کر یہی طے کیا کہ یوسف کو کچھ عرصہ کے لئے جیل بھیج دیا جائے۔

۸۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی جیل میں دعوتِ توحید (سورۃ یوسف آیات:۳۶تا۴۲)

حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ دو نوجوان بھی جیل میں داخل کیئے گئے۔ یہ دونوں مصر کے بادشاہ کے خادم تھے۔ ان میں سے ایک بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا اور دوسرا روٹی پکانے والا تھا۔ ان دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔ بادشاہ کو شراب پلانے والے نے خواب دیکھا کہ بادشاہ کے لئے شراب بنا رہا ہے۔ جبکہ دوسرے نے خواب دیکھا کہ بادشاہ کے لئے روٹیاں پکا کر سر پر رکھے ہوئے ہے اور پرندے اس کے سر پر سے نوچ کر کھا رہے ہیں۔ دونوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے خواب سنائے اور ان کی تعبیر پوچھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ دونوں نوجوان توجہ سے ان کی بات سن رہے ہیں تو انہوں نے ان نوجوانوں کو تسلی دی کہ میں جلد تمہیں تمہارے خوابوں کی تعبیر بتاتا ہوں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں نوجوانوں کو توحید یعنی ایک اللہ ﷻ کو ماننے کی دعوت دی، اپنے عظیم المرتبت آباء کرام علیہم السلام کی اتباع کرنے کی طرف متوجہ کیا اور شرک سے بچنے کی تلقین کی۔ پھر حضرت

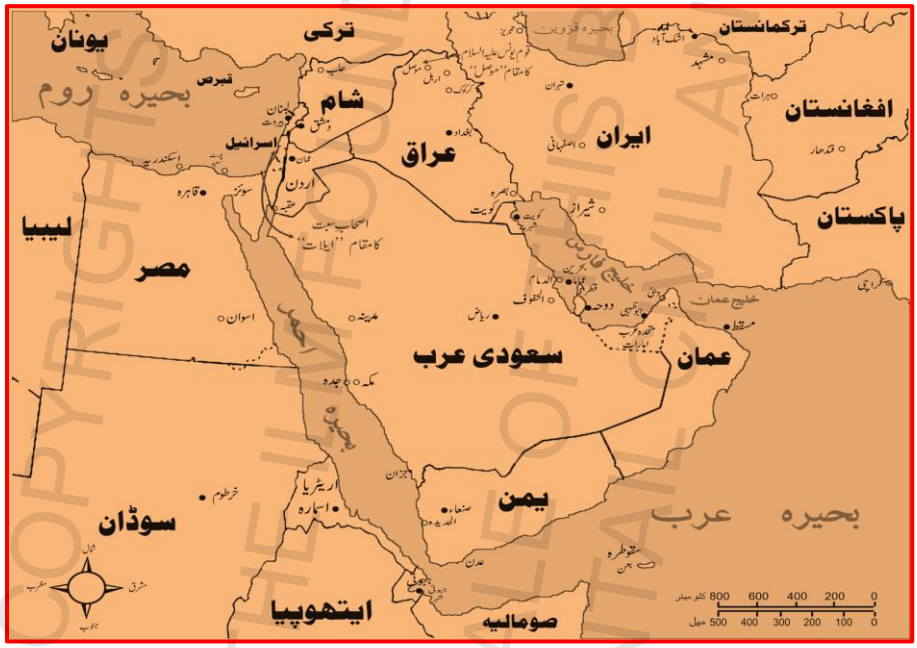
یوسف علیہ السلام نے خوابوں کی تعبیر بتاتے ہوئے فرمایا کہ بادشاہ کو شراب پلانے والا آزاد کر دیا جائے گا اور وہ دوبارہ بادشاہ کی خدمت کرے گا۔ جبکہ روٹی پکانے والے کو سولی دے دی جائے گی اور پرندے اس کے سر کو نوچ کر کھائیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کو شراب پلانے والے سے فرمایا کہ وہ اُن کا ذکر اپنے بادشاہ سے کرے۔ لیکن وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر بادشاہ سے کرنا بھول گیا۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں کئی سال رہے۔

۹۔ مصر کے بادشاہ کا خواب (سورۃ یوسف آیات: ۴۳ تا ۴۹)

مصر کے بادشاہ نے خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سرسبز خوشے ہیں اور سات خشک خوشے ہیں۔ بادشاہ نے اپنے ارکان سلطنت سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ سرداروں نے کہا کہ یہ پریشان کر دینے والا خواب ہے اور ہم ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔ اس پر بادشاہ کے آزاد ہو جانے والے خادم کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے۔ اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ کو اس خواب کی تعبیر بتاؤں گا لہٰذا مجھے بھیج دیں پھر وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جیل میں پہنچا اور انہیں بادشاہ کا خواب سنایا۔ خادم نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا آپ اس خواب کی تعبیر بتائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ سات سال خوب کھیتی باڑی کرو گے، خوب غلّہ ہو گا اور خوش حالی رہے گی۔ ساتھ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے تدبیر بھی بتائی کہ جو غلّہ کاٹو تو تھوڑا استعمال کرو باقی خوشوں میں رہنے دو تاکہ اناج دیر تک محفوظ رہے۔ پھر فرمایا کہ خوش حالی کے ان سات سالوں کے بعد قحط کے سات سال آئیں گے۔ جس میں یہ بچا ہوا اناج کام آئے گا۔ ان سات سالوں کے بعد دوبارہ بارشیں ہوں گی اور قحط دور ہو جائے گا۔

۱۰۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی مصر کے بادشاہ سے ملاقات (سورۃ یوسف آیات: ۵۰ تا ۵۷)

نے جب بادشاہ کو خواب کی تعبیر اور قحط سے نمٹنے کی تدبیر بھی بتائی تو وہ بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فوراً اپنے پاس بلوایا۔ جب بادشاہ کا پیغام لے کر قاصد حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل سے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ پہلے بادشاہ سے کہو کہ وہ معلوم کرے کہ ان عورتوں کا کیا معاملہ تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ زخمی کر لیئے تھے۔ بادشاہ نے ان عورتوں کو بلا کر پوچھ گچھ کی تو زلیخا نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی کا اعتراف کیا۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کا ذمّہ دار بنا دو کیونکہ میں علم بھی رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔ بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنا خاص وزیر بنا لیا۔ یوں رفتہ رفتہ حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے ایک صاحبِ اختیار شخصیت بن گئے۔



COPYRIGHTS © THE UMMAH FOUNDATION
SALE OF THIS BOOK IS STRICTLY PROHIBITED
ENTIRE CIVILIZATION

قصّہ حضرت یوسف علیہ السلام (حصّہ دوم) سورۃ یوسف

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں بھائیوں کی آمد (سورۃ یوسف آیات: ۵۸ تا ۶۲)

کچھ ہی عرصہ میں خوش حالی کے سات سال گزر گئے اور قحط والے سال شروع ہوگئے۔ یہ قحط بڑے علاقہ تک پھیل گیا۔ بڑی تعداد میں لوگ فاقہ کشی کا شکار ہونے لگے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمدہ تدبیر سے مصر میں بڑی مقدار میں غلّہ موجود تھا۔ جلد ہی نہ صرف مصر بلکہ دور دراز کے علاقوں تک حضرت یوسف علیہ السلام کی رحم دلی اور سستی قیمت میں غلّہ دینے کی شہرت ہوگئی۔ جب یہ شہرت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں تک پہنچی کہ عزیزِ مصر سستی قیمت میں لوگوں کو غلّہ دے رہے ہیں تو یہ دس بھائی بھی غلّہ خریدنے کے ارادہ سے مصر پہنچے۔ جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن بھائی انہیں نہ پہچان سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں پر اپنی حقیقت ظاہر نہ ہونے دی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے ان کے گھر والوں کی خیریت معلوم کی۔ ان کی اچھی مہمان نوازی کی اور ان کے سامان کے ساتھ ہی ان کی رقم بھی واپس رکھوادی۔ جب بھائی رخصت ہونے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اگلی مرتبہ اپنے بھائی بنیامین کو بھی اپنے ساتھ لے کر آنا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو دوبارہ آنے کا شوق دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو میں کتنا اچھا مہمان نواز ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو تنبیہ کی کہ اگر تم اپنے بھائی بنیامین کو نہ لائے تو پھر میں تمہیں غلّہ نہیں دوں گا۔

۲۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے بھائیوں کا بنیامین کو مصر لے جانے کا مطالبہ (سورۃ یوسف آیات: ۶۳ تا ۶۶)

بھائی جب گھر واپس پہنچے تو اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اگر ہم بنیامین کو ساتھ لے کر نہیں گئے تو ہمیں غلّہ نہیں دیا جائے گا۔ جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنی رقم کو موجود پایا۔ وہ پکار اُٹھے ابّا جان دیکھیں ہماری رقم بھی ہمیں واپس کر دی گئی ہے۔ اب تو ہم ضرور اپنے بھائی کو لیکر جائیں گے اور اپنے گھر والوں کے لئے غلّہ لے کر آئیں گے اور ہم سب مل کر بھائی کی حفاظت کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تم پر اسی طرح بھروسہ کروں؟ جیسا کہ میں نے یوسف کے بارے میں تم پر بھروسہ کیا تھا۔ اصل بھروسہ کے لائق تو صرف اللہ ﷻ کی ذات ہے اور میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ تم سب مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بنیامین کو میرے پاس ضرور واپس لاؤ گے سوائے اس کہ اللہ ﷻ کچھ اور معاملہ فرمادے۔ بھائیوں نے اپنے والد سے وعدہ کیا اور خوشی خوشی مصر جانے کی تیاری کرنے لگے۔

۳۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک تدبیر (سورۃ یوسف آیات: ۶۷ تا ۶۹)

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ گیارہ خوبصورت جوان لڑکوں کو ایک ساتھ مصر میں داخل ہوتا دیکھ کر کوئی ان سے حسد نہ کرے یا کوئی انہیں نقصان نہ پہنچا دے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ ﷻ کی طرف سے جو علم حاصل تھا اس کی بنا پر آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ تم سب مصر میں ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ بیٹوں نے اپنے والد کے حکم کی تعمیل کی اور الگ الگ دروازوں سے مصر میں داخل ہوئے۔ جب بھائی بنیامین کو ساتھ لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے پاس بٹھایا اور رازداری سے فرمایا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ اب تم میرے پاس ہی رہو گے۔ تم بھائیوں کی بدسلوکی پر افسوس نہ کرو۔

۴۔ بنیامین کو روکنے کے لئے اللہ ﷻ کی تدبیر (سورۃ یوسف آیات: ۷۰ تا ۷۹)

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس مصر میں روکنا چاہتے تھے لیکن بادشاہ کے قانون کے مطابق وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ ﷻ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک تدبیر سُجھائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کے تھیلے میں اپنا قیمتی پیالہ کہ جس سے ناپ کر غلّہ دیا جارہا تھا رکھوادیا۔ پھر بادشاہ کے محافظوں میں سے ایک نے آکر بھائیوں سے کہا تم چور ہو اور تم نے بادشاہ کا پیالہ چُرایا ہے۔ بھائیوں نے کہا کہ ہم یہاں چوری کرنے نہیں آئے اور نہ ہی کوئی فساد چاہتے ہیں۔ محافظوں نے کہا کہ اگر تم جھوٹے نکلے تو تمہاری سزا کیا ہوگی؟ بھائیوں نے کہا کہ ہمارے ہاں چور کی سزا یہ ہے کہ ہم چور کو غلام بنا لیتے ہیں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے تلاشی لینا شروع کی۔ پہلے اپنے بڑے بھائیوں کے سامان کی تلاشی لی۔ آخر میں بنیامین کے سامان کی تلاشی لی اور اس کے تھیلے سے پیالہ نکال

لیا۔ جب بھائیوں نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی اس الزام تراشی پر صبر کیا اور دل میں کہا کہ جو تم باتیں بناتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کی ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں اور وہ بنیامین کی جدائی برداشت نہ کر سکیں گے۔ لہٰذا آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیں اور اِسے چھوڑ دیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ یہ تو ناانصافی ہے کہ ہمارا سامان کسی کے پاس سے نکلے اور اس کے بدلے میں ہم اپنے پاس کسی اور کو رکھ لیں۔ اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روک لیا۔

۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ پر توکل اور بڑے بھائی کی ندامت (سورۃ یوسف آیات: ۸۰ تا ۸۷)

جب بھائی بنیامین کو لے جانے میں کامیاب نہ ہوئے تو آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ اب ہم والد صاحب کو کیا جواب دیں گے۔ بڑے بھائی نے کہا میں تو والد صاحب کا سامنا نہیں کر سکتا۔ ہم سے پہلے بھی یوسف کے بارے میں غلطی ہو چکی ہے۔ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیں یا پھر اللہ تعالیٰ خود ہی میرے لئے فیصلہ فرمادے اور حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔ لہٰذا باقی ۹ بھائی واپس اپنے والد کے پاس چلے آئے۔ بھائیوں نے گھر آتے ہی والد صاحب سے کہا کہ آپ کے بیٹے نے چوری کی جس کی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ نہ آسکا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر میں تو صبر جمیل ہی کرتا ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے باقی تینوں بیٹوں کو واپس میرے پاس لے آئے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کی یاد میں اتنے غم زدہ رہتے تھے کہ اُن کی آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے یہ فرماتے ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے، انہیں حکم دیا جاؤ اور ایک مرتبہ پھر یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور دیکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کبھی نہ ہونا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔

۶۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے بھائیوں کی فریاد (سورۃ یوسف آیات: ۸۸ تا ۹۰)

بھائی دوبارہ مصر آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے درخواست کی کہ ہمارے خاندان والوں کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ ہمارے پاس رقم بھی پوری نہیں ہے۔ ہمیں تھوڑی قیمت کے بدلہ میں پورا غلّہ عطا فرمادیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنے بھائیوں کی تکلیف دیکھی نہ گئی۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو حقیقت سے آگاہ فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں یاد ہے کہ تم نے اپنی نادانی میں اپنے بھائی یوسف کے ساتھ کیا کیا تھا؟ بھائیوں نے جب یہ سنا تو حیرت سے بولے تو کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہاں! میں تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا اور یقیناً اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

۷۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائیوں کو معاف کر دینا (سورۃ یوسف آیات: ۹۱ تا ۹۳)

بھائیوں پر جب حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقت واضح ہو گئی تو انہوں نے اپنے جُرم کا اعتراف کیا اور بڑے شرمندہ ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے بھی اپنے بھائیوں کے لئے بخشش کی دعا مانگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ میری قمیص لے جاؤ اور اس کو میرے والدِ محترم کے چہرے پر ڈال دو۔ اس سے اُن کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئے گی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا کہ والدین اور تمام گھر والوں کو لے کر آپ سب میرے پاس مصر آجائیں۔

۸۔ حضرت یعقوب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا احسان (سورۃ یوسف آیات: ۹۴ تا ۹۸)

قافلے والے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص اور بھائیوں کے ساتھ ابھی مصر سے روانہ ہی ہوئے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو میلوں دور کنعان میں حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آنا شروع ہو گئی۔ وہ گھر والوں سے فرمانے لگے کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ گھر والوں نے کہا یقیناً آپ تو اپنی اُسی پُرانی محبت میں ہیں۔ یوسف کے غم میں آپ نے اپنی بینائی کھو دی ہے۔ بہر حال کچھ ہی دنوں میں قافلہ کنعان پہنچ گیا۔ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے اُن کی بینائی لوٹا دی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے گھر والوں سے فرمایا کہ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں

جانتے۔ بیٹوں نے کہا کہ ابّا جان! ہمارے لئے اللہ ﷻ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں معاف فرما دے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا بے شک وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

۹۔ بنی اسرائیل کا مصر آنا (سورۃ یوسف آیات: ۹۹ تا ۱۰۱)

جب قافلہ قریب آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر سے باہر نکل کر اپنے گھر والوں کا استقبال کیا اور فرمایا کہ امن و سکون کے ساتھ مصر میں داخل ہو جائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کے ماں باپ اور گیارہ بھائی سب کے سب حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے سجدے میں چلے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام پکار اُٹھے کہ ابّا جان! اللہ ﷻ نے میرے خواب کو سچ کر دکھایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ ﷻ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور اللہ ﷻ سے دنیا سے مسلمان اٹھانے اور نیک لوگوں کی معیت و ہمراہی عطا فرمانے کی دعائیں مانگیں۔ اس طرح بنی اسرائیل کَنعان سے نکل کر مصر پہنچے۔ مصر میں بنی اسرائیل کئی سالوں تک عیش و آرام سے رہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی اہل مصر بنی اسرائیل کی عزت کرتے رہے۔ مصریوں نے کچھ عرصہ بعد بنی اسرائیل کے خلاف بغاوت کی اور اس پوری قوم کو اپنا غلام بنالیا۔ مصریوں نے اپنوں میں سے ایک بادشاہ منتخب کیا جس کا لقب فرعون رکھا۔ فرعون نے بنی اسرائیل پر بہت ظلم کیا اور بالآخر اللہ ﷻ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ فرعون سے نجات دلائی۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

قصّہ اصحابِ کہف

نبی کریم ﷺ سے یہود کے تین سوالات

مکہ میں جب نبی کریم ﷺ کی دعوتِ اسلام پھیلنے لگی تو کفارِ مکہ سخت پریشان اور فکر مند ہوئے۔ کفارِ مکہ نے ایک وفد مدینہ کے قریب آباد یہودیوں کے پاس بھیجا کہ آپ اہلِ کتاب ہیں آپ لوگ محمد (ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور آپ کی کتابوں میں آخری آنے والے نبی کی کیا علامات بیان ہوئی ہیں؟ یہود نے کہا کہ آپ لوگ محمد (ﷺ) سے تین سوالات پوچھیں اگر وہ ان کے جوابات دے دیں تو جان لیں کہ وہ واقعی اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ ۱۔ روح کی حقیقت کیا ہے؟ ۲۔ اصحابِ کہف کون تھے؟ ۳۔ ذوالقرنین کون تھے؟

کفارِ مکہ نے واپس آکر یہ سوالات نبی کریم ﷺ سے پوچھے۔ کفارِ مکہ کو یقین تھا کہ آپ (ﷺ) نے تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا ہے نہ ہی یہود و نصاریٰ کی کتابیں آپ (ﷺ) تک پہنچی ہیں۔ اس لئے آپ (ﷺ) ان سوالات کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ لیکن اللہ ﷻ نے وحی کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کو ان سوالات کے جوابات بتا دیئے۔ اس طرح ان سوالات کے جوابات نبی کریم ﷺ کے اللہ ﷻ کے رسول ہونے کا ایک اور ثبوت بن گئے۔ روح کی حقیقت سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْل، آیت: ۸۵ میں بیان ہوئی۔ اصحابِ کہف کا بیان سُوْرَۃُ الْکَھْف، آیات: ۹ تا ۲۶ اور ذوالقرنین کا ذکر سُوْرَۃُ الْکَھْف، آیات: ۸۳ تا ۹۸ میں کیا گیا ہے۔

اصحابِ کہف کا تعارف

عربی زبان میں "کَھْف" غار کو کہتے ہیں۔ گویا اصحابِ کہف سے مراد "غار والے لوگ" ہیں۔ اصحابِ کہف کا ذکر قرآنِ حکیم میں سورۃ الکہف کی آیات ۹ تا ۲۶ میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ "اصحاب کہف" اللہ ﷻ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے چند نوجوان تھے۔ یہ نوجوان صرف ایک اللہ ﷻ کی عبادت کرتے اور شرک و بت پرستی سے دور رہتے تھے۔ جب ایک ظالم مشرک بادشاہ نے انہیں بت پرستی پر مجبور کیا تو ان نوجوانوں نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے ایک کشادہ غار میں اللہ ﷻ کی پناہ اختیار کی۔ اللہ ﷻ نے انہیں تقریباً ۳۰۰ سال سُلائے رکھا۔ اس طرح اللہ ﷻ نے نہایت غیر معمولی انداز میں ان نوجوانوں کی مدد فرمائی اور انہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیا۔

اصحابِ کہف کا جغرافیائی محل و مقام

اصحابِ کہف کے جغرافیائی مقام کے بارے میں کئی آراء موجود ہیں۔ جن میں سے دو درج ذیل ہیں:

۱۔ اصحابِ کہف کا مقام ایشیائے کوچک (Asia Minor) کے مغربی ساحل (موجودہ ترکی) پر رومیوں کی ریاست پیٹرا کا بڑا شہر افسوس (Ephesus) تھا جس کا اسلامی نام طرسوس تھا۔

۲۔ اصحابِ کہف کا مقام اُردن کے دارالحکومت کے قریب ایک شہر الرجیب (الرقیم) تھا۔ جسے رومی بادشاہ ٹراجان (Trajan) نے ۱۰۶ عیسوی میں فتح کیا تھا۔ یہاں ایک کشادہ غار موجود ہے جس میں آٹھ قبریں ہیں۔ غار جنوباً شمالاً سمت پر واقع ہوا ہے۔ غار کے اوپر سات ستونوں والی مسجد کے کھنڈرات بھی موجود ہیں۔ اُردن حکومت نے اس شہر کا نام الرقیم رکھ دیا ہے اور اسے "اصحابِ کہف" کا غار قرار دیا ہے۔

اصحابِ کہف کا زمانہ

ایک رائے یہ ہے کہ اصحابِ کہف حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں۔ لیکن زیادہ پیش کی جانے والی رائے یہ ہے کہ اصحابِ کہف کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے جب کہ اس علاقہ میں ایک رومی ظالم مشرک بادشاہ ٹراجان (Trajan) کی حکومت تھی جس کا دورِ حکومت ۹۸ تا ۱۱۷ عیسوی ہے۔ یا پھر بادشاہ دقیانوس (Decius) کی حکومت تھی۔ جس کا دورِ حکومت ۲۴۹ تا ۲۵۱ عیسوی ہے۔ رومی بادشاہ قسطنطین (Constantine) نے ۳۰۰ عیسوی میں بُت پرستی ترک

کر کے عیسائیت اختیار کر لی اور پوری رومی ریاست عیسائی ہو گئی۔ جب اصحابِ کہف اپنی نیند سے بیدار ہوئے تو اس وقت ظالم مشرک بادشاہ کا دور بہت پہلے ختم ہو چکا تھا۔ اللہ ﷻ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ایک عیسائی بادشاہ تھیوڈوسیس ثانی (Theodosius) کا دور تھا۔ جس کا دورِ حکومت ۴۰۸ تا ۴۵۰ عیسوی ہے۔

اصحابِ کہف کا تاریخی ربط

بنی اسرائیل (یعنی یہودیوں) نے جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی کوشش کی تو اللہ ﷻ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ ۷۰ عیسوی میں رومی جنرل ٹائٹس (Titus) نے فلسطین پر حملہ کیا اور بڑی تعداد میں یہودیوں کو قتل کیا اور انہیں فلسطین سے نکال دیا۔ لیکن پھر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل کرنے والے کچھ لوگ رہ گئے جن پر رومیوں نے بہت ظلم ڈھائے۔ یہاں تک کہ رومیوں میں ایک انتہائی ظالم مشرک بادشاہ ٹراجان (Trajan) آیا۔ اس نے کئی علاقے فتح کیئے۔ وہ اپنے فتح کیئے ہوئے علاقوں کا دورہ کرتا اور وہاں لوگوں کو بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دیتا اور اس حکم کو نہ ماننے والوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ اس طرح ٹراجان نے پوری طرح عقیدۂ توحید کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

اصحابِ کہف کو مشرک بادشاہ کی دھمکی

۱۰۶ عیسوی میں ٹراجان نے اُردن کو فتح کیا اور وہاں رہنے والے تمام لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کیا۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ چند نوجوان ہیں جو صرف ایک اللہ ﷻ کی عبادت کرتے ہیں اور بتوں کی پوجا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بادشاہ نے ان نوجوانوں کو اپنے پاس بلایا۔ یہ خوشحال گھرانوں سے تعلق رکھنے والے چند نوجوان تھے۔ بادشاہ نے ان کی قیمتی اشیاء اور کپڑے چھین لیئے اور ان نوجوانوں پر رحم کرتے ہوئے انہیں تنبیہ کی کہ اگر وہ بادشاہ کے بتوں اور دیویوں کی پوجا نہیں کریں گے تو بادشاہ انہیں قتل کر دے گا۔ بادشاہ نے ان نوجوانوں کو کچھ مہلت دی کہ وہ غور و فکر کر لیں۔ بادشاہ کو ایک اور علاقہ کا دورہ کرنا تھا چنانچہ بادشاہ نے ان نوجوانوں کو دھمکی دی کہ اگر ان نوجوانوں نے بادشاہ کی واپسی تک بتوں کی پوجا کرنا شروع نہیں کی تو بادشاہ انہیں قتل کر دے گا۔

اصحابِ کہف کا باہمی مشورہ اور توحید پر استقامت

نوجوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ ہماری قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ بغیر کسی دلیل کے اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ اگر ہم نے بتوں کی پوجا کی تو یہ بہت بڑا ظلم ہو گا اور اگر بت پرستی نہ کی تو بادشاہ ہمیں قتل کر دے گا۔ اب کریں تو کیا کریں۔ آخر کار نوجوانوں نے طے کیا کہ ہم اللہ ﷻ کے ساتھ شرک تو ہرگز نہیں کر سکتے ہاں اپنا دین اور جان بچانے کے لئے کیوں نہ ہم شہر سے باہر آبادی سے دور کسی غار میں پناہ لے لیں۔

اصحابِ کہف ایک ویران غار میں

ان نوجوانوں نے اپنے گھر والوں سے کچھ مال لیا اور شہر سے دور پہاڑوں میں چلے گئے۔ راستے میں ایک کتا بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ انہوں نے اس کتے کو بہت ہٹانا چاہا لیکن وہ ان کے ساتھ ہی رہا۔ وہ سب بالآخر شہر سے دور ایک ایسے غار میں پہنچے جو آبادی سے بہت دور اور عام گزر گاہ سے ہٹ کر ایک ویران جگہ پر واقع تھا۔ غار اندر سے بہت کشادہ تھا۔ نوجوانوں کو یہ غار بہت پسند آیا اور انہوں نے اس غار میں پناہ لے لی۔ روزانہ صبح وہ اپنے ایک ساتھی کو پیسے دے کر بازار بھیجتے تاکہ وہ ان کے لئے کھانا لا سکے اور شہر کے حالات کا بھی کچھ پتا چلتا رہے۔ وہ بہت احتیاط سے یہ سب کام کرتے رہے اور انہوں نے کسی کو کانوں کان اپنے ساتھیوں اور غار کا پتا نہ چلنے دیا۔

اصحابِ کہف حفاظتِ خداوندی میں

ایک دن جب ان کا ساتھی کھانا لینے شہر میں پہنچا تو انہیں پتا چلا کہ ظالم مشرک بادشاہ واپس آ گیا ہے اور ان نوجوانوں کو تلاش کر رہا ہے۔ وہ گھبرا کر واپس غار میں پہنچا اور سب ساتھیوں کو یہ خبر دی۔ سب نوجوانوں نے اللہ ﷻ سے گڑگڑا کر دعا مانگی۔ اللہ ﷻ نے ان نوجوانوں کو اطمینان کی نیند سُلا دیا اور وہ ایک طویل مدت تک سوتے رہے۔ ان کا کتا غار کے دہانے پر پاؤں پھیلا کر سو گیا۔ اللہ ﷻ نے ان کی حفاظت کا ایسا انتظام فرمایا کہ سورج کی دھوپ براہِ راست غار میں نہیں پڑتی تھی کیونکہ وہ شمالاً جنوباً تھا۔ نیز یہ بھی ایک احتمال ہے کہ غار کا محلِ وقوع اگرچہ ایسا ہو کہ وہاں پر دھوپ لگتی تھی مگر ان بزرگوں کی کرامت کی وجہ سے اللہ ﷻ نے ان کو دھوپ سے محفوظ رکھا ہو۔ اللہ ﷻ انہیں غار میں سوتے ہوئے کروٹیں دلاتا رہتا تاکہ ان کے جسم پر زخم نہ پڑ جائیں۔ یہ غار آبادی اور عام راستہ سے بہت دور تھا

اورایسی جگہ تھی جہاں کسی کا آنا جانا نہیں ہوتا تھا لیکن اگر کوئی اتفاقاً اس غار کے پاس آجاتا اور جھانک کر اس غار میں دیکھتا تو اس پر ایک ہیبت طاری ہو جاتی اور اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب جاگ رہے ہوں حالانکہ وہ سو رہے ہوتے تھے چنانچہ وہ خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ جاتا تھا۔

ظالم بادشاہ کی واپسی اور اصحابِ کہف کی تلاش

ظالم بادشاہ ٹراجان کچھ دنوں بعد اُردن واپس آیا اور ان نوجوانوں کو اپنے پاس بلوایا۔ اُسے بتایا گیا کہ وہ نوجوان شہر چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چکے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں بہت تلاش کیا لیکن وہ نوجوان بادشاہ کو نہ ملے۔ چنانچہ بادشاہ نے ان نوجوانوں کے ناموں اور حالات کو ایک تانبے کے کتبے پر لکھوا کر رکھ لیا۔

اصحابِ کہف کی تین سو سالہ نیند سے بیداری

اللہ ﷻ نے اصحابِ کہف کو تقریباً ۳۰۰ شمسی سال یا تقریباً ۳۰۹ قمری سال تک سلائے رکھا۔ جب اصحابِ کہف بیدار ہوئے تو وہ اپنی نیند کو معمول کی نیند سمجھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ ہم کتنا عرصہ سوتے رہے ہیں؟ تو کچھ نوجوانوں نے جواب دیا کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصّہ سوئے ہوں گے۔ جب کہ کچھ اور نوجوانوں نے جواب دیا کہ اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم کتنے عرصہ سوتے رہے۔

اصحابِ کہف کا اپنے ایک ساتھی کو کھانا لانے شہر بھیجنا

جب برسوں کی نیند کے بعد اصحابِ کہف بیدار ہوئے تو ان کو بہت بھوک لگی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو پیسے دے کر بستی کی طرف بھیجا کہ کہیں سے وہ پاکیزہ کھانا لے کر آئے۔ ساتھ ہی اُسے تلقین کی کہ بڑی نرمی سے بات کرنا اور کسی کو ہماری خبر نہ ہونے دینا ورنہ ظالم بادشاہ ہمیں پکڑ کر قتل کر دے گا۔ ان کا ساتھی جب غار سے نکل کر شہر میں پہنچا تو حیران رہ گیا۔ دن ہی دن میں سارا ماحول ہی بدل چکا تھا ہر چیز اجنبی محسوس ہو رہی تھی وہ سوچ رہا تھا کہ کل جب وہ اس شہر میں کھانا لینے آیا تھا تو کیا حال تھا؟ اور آج کیا حال ہو گیا ہے؟

اصحابِ کہف کا راز فاش ہونا

بہر حال اس نے بازار میں ایک دکاندار کو کھانا دینے کو کہا۔ دکاندار نے جیسے ہی اسے کھانا دیا تو اس شخص نے برسوں پرانا چاندی کا سکہ دکاندار کو دیا۔ دکاندار وہ سکہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ شاید اسے کوئی پرانا خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ چنانچہ وہاں ہر طرف اس کے متعلق شور شرابہ مچ گیا۔ بالآخر لوگوں نے اسے پکڑ لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے۔ وہ شدید خوف زدہ تھا کہ اب ظالم بادشاہ اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو قتل کر دے گا۔ لیکن یہ تو کوئی اور ہی نیک بادشاہ تھا۔ بادشاہ نے اُس سے پورا قصّہ سنا کہ کس طرح ظالم بادشاہ نے ان نوجوانوں کو بت پرستی کا حکم دیا اور کس طرح یہ نوجوان اپنے دین اور جان کی حفاظت کے لئے غار میں پناہ گزیں ہو گئے۔ بادشاہ نے ان کے ساتھیوں کے نام پوچھے جو بالکل وہی تھے جو بادشاہ ٹراجان نے پیتل کے کتبے پر کندہ کرائے تھے۔ بادشاہ یہ سب جان کر بہت خوش ہوا۔

اصحابِ کہف کی موت

بادشاہ اور عوام نے اصحابِ کہف کی بہت عزت اور تعظیم کی۔ بادشاہ خود ان نوجوانوں سے ملاقات کرنے غار میں گیا۔ اصحابِ کہف نے بھی اللہ ﷻ کی اس خصوصی مدد پر اللہ ﷻ کا بہت شکر ادا کیا۔ اللہ ﷻ کی حکمت کے مطابق اصحابِ کہف غار کے کشادہ حصّے میں لیٹ گئے اور اللہ ﷻ نے ان پر موت طاری کر دی۔ بادشاہ نے غار ہی میں ان کی قبریں بنوائیں اور غار کے دہانے کو پتھروں سے بند کرا دیا۔ رومیوں نے اس غار کے اوپر ایک عبادت گاہ تعمیر کر لی۔

اصحابِ کہف کی بیداری کے وقت حالاتِ زمانہ

ظالم بادشاہ ٹرا جان کو مَرے ہوئے زمانہ ہو چکا تھا۔ پوری رومی ریاست بت پرستی چھوڑ کر عیسائیت قبول کر چکی تھی اور ایک نیک بادشاہ تھیوڈوسیس (Theodosius) ثانی کا دورِ حکومت تھا۔ اس دور میں لوگ اس اندیشہ میں مبتلا ہو گئے تھے کہ کیا قیامت ہو گی؟ کیا قیامت کے دن اللہ ﷻ صرف روحوں کو جمع فرمائے گا؟ یا روحوں کے ساتھ جسموں کو بھی اٹھایا جائے گا؟ چنانچہ اصحابِ کہف کے بیدار ہونے پر لوگوں پر یہ بات واضح ہو گئی کہ جو اللہ ﷻ اصحابِ کہف کو

تقریباً ۳۰۰ سال سُلانے کے بعد روح اور جسم کے ساتھ بیدار کر سکتا ہے۔ وہ اللہ ﷻ قیامت کے دن انسانوں کو روح و جسم کے ساتھ اٹھانے پر بھی قادر ہے۔ اصحابِ کہف کا یہ واقعہ قیامت کے قائم ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اصحابِ کہف کے قصّہ میں ہمارے لئے سبق

چاہے حالات کتنے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں، اہل باطل طاقتور اور اہل حق کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں، ہمیں ہمیشہ اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اسی سے مدد اور پناہ طلب کرنی چاہیئے کیوں کہ حقیقتاً اور مستقلاً مدد گار اللہ ﷻ ہی ہے۔ ہمارے پاس سب سے زیادہ قیمتی چیز اللہ ﷻ پر ایمان لانا ہے۔ ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت اپنی جان اور مال سے بڑھ کر کرنی چاہیئے۔ اللہ ﷻ نے اس قصّے کے ذریعہ مادہ پرستی کا رَد کیا ہے کہ وہ اسباب کا محتاج نہیں وہ خود اسباب پیدا فرمانے والا ہے۔ وہ جیسے چاہے کسی کو زندہ رکھ سکتا ہے۔ جس طرح اس نے اصحابِ کہف کو برسوں کے بعد دوبارہ حیات بخشی اسی طرح وہ ہم سب کو روزِ قیامت زندہ فرما کر حساب و کتاب کرے گا۔ اس لئے ہمیں ہمیشہ رہنے والی زندگی کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

باغ والے کا قصّہ سُوْرَۃُ الْکَھْف

سُوْرَۃُ الْکَھْف کی آیات:۳۲ تا ۴۴ میں اللہ ﷻ نے ایک باغ والے کا ذکر فرمایا ہے جسے اللہ ﷻ نے دو بہترین باغات عطا فرمائے تھے۔ لیکن باغ والا اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنے کے بجائے مادہ پَرستی کے شرک میں مبتلا ہو گیا۔ اُس نے اِس بات کو نہیں پہچانا کہ بھروسہ اسباب پر نہیں بلکہ اللہ ﷻ پر کرنا چاہیئے اور دنیاوی مال و اسباب کی کثرت اللہ ﷻ کی رضا کی علامت نہیں بلکہ امتحان کا ذریعہ ہے۔

باغ کی حفاظت اور آب پاشی کا بہترین انتظام

ایک شخص کو اللہ ﷻ نے انگوروں کے دو شاندار باغات عطا فرمائے تھے۔ ان باغات کے چاروں طرف کھجور کے طاقتور اور لمبے درختوں کی باڑ لگی ہوئی تھی تا کہ باغات ریت اور آندھی کے طوفانوں سے محفوظ رہیں۔ دونوں باغات کے درمیان کھیت بھی تھے جن سے کھیتی پیدا ہوتی تھی۔ دونوں باغات کے بیچ سے نہر جاری تھی گویا آب پاشی کا بہترین انتظام بھی تھا۔ سال ہا سال سے دونوں باغات کثرت سے پھل پیدا کر رہے تھے اور کبھی ان کے پھل اور پیداوار میں کمی نہیں ہوئی تھی۔ وہ باغ والا شخص اللہ ﷻ کی ان نعمتوں میں مگن خوش و خرم اور مطمئن زندگی گزار رہا تھا۔

باغ والے کے گھر ایک درویش دوست کی آمد

ایک دن اُس باغ والے کا ایک غریب درویش دوست باغ والے سے ملاقات کرنے اُس کے گھر آیا۔ باغ والا اپنے دوست سے مل کر بہت خوش ہوا اور دوست کو اپنے شاندار باغ کی سیر کرانے کے لئے اپنے ساتھ لے چلا۔ وہ دونوں باغ کی طرف چلنے لگے اور وہ راستہ میں ایک دوسرے سے باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔

باغ والے کا اظہارِ تکبر اور انکارِ آخرت

جب دونوں دوست باغ میں داخل ہوئے تو باغ والا شخص اپنے درویش دوست سے کہنے لگا کہ یہ باغ میری بہترین منصوبہ بندی اور محنت کا نتیجہ ہے۔ ساتھ ہی باغ والے نے اپنے مال و دولت پر تکبر کرتے ہوئے اپنے دوست سے کہا کہ میں تم سے کہیں زیادہ مالدار اور شان و شوکت والا ہوں۔ وہ اپنے باغ پر فخر کرتے ہوئے مزید کہنے لگا کہ میرا خیال ہے کہ یہ باغ کبھی برباد نہیں ہو گا اور نہ ہی کبھی قیامت قائم ہو گی۔ بالفرض اگر قیامت قائم ہو بھی گئی اور مجھے اللہ ﷻ کے پاس واپس جانا بھی پڑا تو میرے اندر کوئی تو ایسی خاص بات موجود ہے جس کی وجہ سے اللہ ﷻ نے مجھے اس دنیا میں اِتنا کچھ دیا ہے۔ یقیناً میری اسی خاص خوبی کی وجہ سے اللہ ﷻ مجھے آخرت میں اس سے بھی زیادہ دے گا اور تم یہاں بھی غربت میں مبتلا ہو اور آخرت میں بھی محروم ہی رہو گے۔

درویش دوست کا نصیحت آموز جواب اور اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنے کی تلقین

جب وہ دونوں باغ میں ٹہل رہے تھے تو باغ والے کو اس کے درویش دوست نے سمجھاتے ہوئے جواب دیا کہ جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ جو اللہ ﷻ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اللہ ﷻ کی توفیق کے بغیر کسی کو کچھ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ تم نے یہ بھی کیوں نہ کہا کہ یہ باغ اور دولت اللہ ﷻ کی عطا ہے میرا کمال نہیں ہے۔ تم نے تو اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے اس باغ کو اپنی محنت اور مَنصوبہ بَندی کا نتیجہ قرار دے کر اللہ ﷻ کے فضل و کرم کا بالکل انکار ہی کر دیا۔ وہ اللہ ﷻ جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور تمہیں نطفے سے پیدا فرما کر پورا انسان بنایا یعنی ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضا کی سلامتی کے ساتھ تمہیں پیدا فرمایا اور تمہیں ہر طرح کی معذوری سے بچایا۔ تمہیں تو اُس اللہ ﷻ کو ہر گز نہیں بھولنا چاہیئے۔ میں تو صرف اللہ ﷻ ہی کو اپنا پروردگار سمجھتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے محض اپنے فضل و کرم سے ہر خیر عطا فرماتا ہے۔ میں اُسی اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتا ہوں اور کسی کو اللہ ﷻ کا شریک نہیں ٹھہراتا۔

باغ والے کو اللہ ﷻ کی ناراضگی سے خبردار کرنا

درویش دوست نے باغ والے کو سمجھایا کہ دنیا کا مال و اسباب تو انسان کی آزمائش اور امتحان کے لئے ہے کہ وہ اللہ ﷻ کا شکر ادا کرتا ہے یا اُس کی نافرمانی کرتا ہے۔ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دے کر آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ درویش دوست نے کہا کہ اگر تمہارا خیال ہے کہ میں مال اور اولاد میں تم سے کم ہوں تو مجھے اُمید ہے کہ

اللہ ﷻ مجھے تم سے بھی زیادہ مال اور اولاد عطا فرمادے۔ درویش دوست نے باغ والے کو ڈرایا کہ ممکن ہے کہ جس باغ پر تمہیں اتنا غُرور ہے اللہ ﷻ تم سے ناراض ہو کر تمہارے اس باغ پر آسمان سے بجلیاں گرادے اور اس باغ کو صاف چٹیل میدان بنادے۔ درویش دوست نے مزید سمجھایا کہ ذرا سوچو! اگر اللہ ﷻ اس باغ کے پانی کو خشک کردے پھر تم کہاں سے پانی تلاش کر کے لا سکو گے اور تمہارا سارا باغ سوکھ کر ختم ہو جائے گا۔ اس لئے تمہیں اللہ ﷻ کی نارضگی سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور ان نعمتوں پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

باغ والے کا انجام

باغ والے پر اس مخلص دوست کی نصیحتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ چنانچہ اس کے باغ پر اللہ ﷻ کے حکم سے آسمان سے ایک آگ آئی جس نے سارا باغ جلاڈالا۔ وہ شاندار باغ راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ باغ والا اپنے باغ کی تباہی و بربادی کو دیکھ کر بہت پچھتایا اور ہاتھ مَلتے رہ گیا۔ اس کی منصوبہ بندی، محنت اور سرمایہ سب برباد ہو گیا اور وہ کہنے لگا کہ کاش میں اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا۔ اس تباہی سے نہ کوئی گروہ اسے بچاسکا اور نہ ہی وہ اِس بربادی کا کسی سے بدلہ لے سکا۔

باغ والے کے قصّہ میں ہمارے لئے سبق

ہمیں ہر خیر و بھلائی کو اللہ ﷻ کا فضل سمجھنا چاہیئے۔ اپنی ذہانت، محنت اور اسباب پر نہیں بلکہ ہر وقت اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنا چاہیئے کیوں کہ حقیقتاً اور مستقلاً مددگار اللہ ﷻ ہی ہے اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ ﷻ اپنی نعمتیں جب چاہے ہم سے واپس لے سکتا ہے۔ دنیا دارالامتحان ہے۔ جس میں ہر لمحہ مختلف انداز سے ہمارا امتحان ہوتا رہتا ہے کہ ہم اللہ ﷻ کی نافرمانی کرتے ہیں؟ یا فرماں برداری؟ ہمیں اللہ ﷻ کی نعمتوں پر تکبر نہیں بلکہ اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION WORLDWIDE. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION

قصّہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام سُوْرَۃُ الْکَھْف

سُوْرَۃُ الْکَھْف کی آیات:۶۰ تا ۸۲ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کا قصّہ بیان کیا گیا ہے جو تین واقعات پر مشتمل ہے۔ اس میں ظاہر پرستی کی شدید نفی کی گئی ہے۔ یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اللہ ﷻ کا ہر کام مصلحت اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں اللہ ﷻ کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیئے اور شکوہ شکایت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک سوال

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو خطبہ دے رہے تھے کہ کسی نے آپ علیہ السلام سے ایک سوال کیا کہ اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت کے جلیل القدر رسول تھے اور رسولوں کو دیا گیا علم وحی دیگر تمام علوم سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غالباً اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے جواب دیا کہ " میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ " واللہ اعلم۔ اگرچہ یہ جواب صحیح تھا لیکن اس طرح جواب دینا اللہ ﷻ کو پسند نہ آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جواباً یہ کہنا چاہیئے تھا کہ اللہ ﷻ ہی کو علم ہے کہ اس وقت سب سے بڑا عالم کون ہے؟ چنانچہ اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم کے اور گوشے سکھانے کے لئے فرمایا کہ "مَجْمَعَ الْبَحْرَیْن" یعنی دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ کے پاس ہمارا ایک بندہ "خِضْر" ہے جو خاص علوم میں آپ سے بڑا عالم ہے ان سے جا کر ملاقات کیجیئے۔

حصولِ علم کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سفر اور ذوق و شوق

اللہ ﷻ کے حکم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام علم کے حصول کے لئے اپنے خاص خادم و شاگرد حضرت یوشع بن نون کو ساتھ لے کر حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے کے لئے مَجْمَعَ الْبَحْرَیْن کی طرف سفر پر روانہ ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے نبوت عطا فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے علم کے حصول کے شوق اور عزم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خادم سے کہا کہ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْن پہنچنے تک ہم مستقل اپنا سفر جاری رکھیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کرنے کی جگہ کی علامت

اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ان کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے "مَجْمَعَ الْبَحْرَیْن" کے پاس ہوگی اور علامت کے طور پر انہیں بتایا تھا کہ اپنی ٹوکری میں ایک پکی ہوئی مچھلی رکھ لیں۔ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْن میں جس مقام پر یہ مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی جائے وہی مقام ہے جہاں حضرت خضر علیہ السلام آپ علیہ السلام کو ملیں گے۔

مجمع البحرین کا محل و مقام

بعض مفسرین کی رائے ہے کہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی دور کا ہے جب آپ علیہ السلام مصر میں تھے۔ چنانچہ وہ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْن سے مراد سوڈان کے شہر خرطوم سے آنے والی دریائے نیل کی دونوں شاخوں نیل ابیض (سفید) اور نیل ازرق (نیلا) کے آپس میں ملنے کے مقام کو لیتے ہیں۔ جبکہ وہ مفسرین جو اس واقعہ کو ہجرتِ صحرائے سینا کے بعد کا واقعہ قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک مَجْمَعَ الْبَحْرَیْن سے مراد صحرائے سینا کا وہ جنوبی حصّہ ہے جہاں خلیج عقبہ اور خلیج سوئیز دونوں آکر ملتے ہیں اور بحر احمر میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مچھلی کا پانی میں سرنگ بناتے ہوئے داخل ہو جانا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پکی ہوئی مچھلی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے حوالہ کی اور فرمایا کہ "تمہارا کام یہ ہے کہ جب یہ مچھلی ٹوکری سے نکل کر پانی میں جائے تو مجھے بتا دینا۔" حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے کہا کہ " یہ تو چھوٹا سا کام ہے۔ " چلتے چلتے دونوں ایک پتھر کے پاس پہنچے تو وہاں کچھ دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ تھوڑی دیر میں مچھلی حیرت انگیز طور پر معجزانہ طریقہ سے ٹوکری سے نکلی اور سُرنگ بناتے ہوئے پانی میں چلی گئی۔ مچھلی پانی میں جہاں سے گزرتی وہاں پانی منجمد ہو کر رہ جاتا اور مچھلی کے لئے ایک سرنگ سی بنتی چلی جاتی۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام بہت حیران ہوئے اور سوچا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتا دوں۔ لیکن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو فوراً سفر پر روانہ ہوگئے اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو شیطان نے بھلا دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مچھلی کا ذکر کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام باقی سارا دن اور رات چلتے رہے۔ اگلے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم حضرت یوشع بن نون (علیہ السلام) سے فرمایا کہ "ہمارے دن کا کھانا تو لاؤ۔ اس سفر میں ہمیں بہت تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔" جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام مقررہ راستہ کی طرف بڑھتے رہے انہیں تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی لیکن جیسے ہی وہ صحیح مقام سے آگے نکلے انہیں تھکاوٹ محسوس ہونے لگی۔ اس وقت حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو یاد آیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ "جب ہم پتھر کے پاس آرام کر رہے تھے تو کس طرح مچھلی اچانک معجزانہ طور پر پانی میں سرنگ بناتی ہوئی غائب ہو گئی تھی۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "اسی جگہ کو تو ہمیں تلاش تھی۔" چنانچہ دونوں اپنے قدموں کے نشانات دیکھتے ہوئے واپس چلے۔ جب وہ اس پتھر کے پاس پہنچے جہاں مچھلی پانی میں گئی تھی تو وہاں انہوں نے ایک شخص کو چادر اوڑھے ہوئے پایا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تکوینی علم (واقعات اور معاملات کا خاص علم) عطا فرمایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا اور اپنا تعارف کرایا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "جو علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے دیا ہے وہ آپ کے پاس نہیں ہے اور جو علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو دیا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے۔"

حضرت خضر علیہ السلام کون تھے؟

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں بعض انہیں فرشتہ کہتے ہیں بعض ولی اللہ جبکہ زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ ان کا نام "بَلْیَا بِنْ مَلْکَان" اور لقب "خِضْر" تھا۔ خِضْر کے معنی سبز ہے کیونکہ وہ زمین پر جہاں بیٹھتے وہاں سبزہ اُگ جاتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت خضر علیہ السلام سے علم سیکھنے کی درخواست

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کا سبب بیان کیا۔ ان سے درخواست کی کہ "وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دیئے ہوئے علم میں سے اِنہیں بھی کچھ سکھائیں اور چند روز اپنے ہمراہ رہنے کی اجازت دیں۔" حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے کہا کہ "آپ میرے ساتھ رہ کر جو واقعات دیکھیں گے ان پر صبر نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ جن چیزوں کا آپ کے پاس علم نہیں ان پر آپ صبر کیسے کر سکتے ہیں؟" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اصرار کیا کہ "آپ اِنْ شَآءَ اللہ مجھے صابر پائیں گے۔ میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔" حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو آپ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں کچھ نہ پوچھیے گا جب تک میں خود ہی آپ کو نہ بتادوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی یہ شرط قبول کر لی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام دونوں ایک ساتھ دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے۔

پہلا واقعہ: "کشتی کا سفر"

دونوں دریا کے کنارے کنارے چل رہے تھے کہ قریب سے ایک کشتی گزری۔ انہوں نے کشتی والوں سے کہا کہ "ہمیں بھی کشتی میں سوار کر لو۔" کشتی والوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لیئے دونوں کو اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی جس نے کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر دریا میں سے اپنی چونچ میں پانی لیا جسے دیکھ کر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں میرا علم اور آپ کا علم دونوں ملا کر اتنے ہی ہیں جیسا اس چڑیا نے اس دریا سے چونچ میں پانی لیا ہے"۔ ابھی کشتی میں سوار ہوئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنا کلہاڑا لے کر کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا اور کشتی کو عیب دار کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ "ان لوگوں نے تو ہمیں بغیر کرایہ لیئے کشتی میں بٹھایا اور آپ نے اس کشتی میں شگاف کر دیا تاکہ کشتی والے ڈوب جائیں۔ یہ تو آپ نے بہت خطرناک کام کیا۔" حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ "میں نے کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ "میں بھول گیا تھا آپ مجھ سے درگزر کریں اور میرے ساتھ سختی نہ کریں۔"

دوسرا واقعہ: "لڑکے کا قتل"

پھر وہ دونوں کشتی سے اتر آئے اور ساحل پر چلنے لگے۔ راستہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو دیکھا جو دوسرے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت

خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ "آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ناحق مار ڈالا یہ تو آپ نے بہت بُرا کام کیا۔" حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ "میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ "اگر آئندہ میں نے آپ کے کام پر کوئی سوال کیا تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیئے گا۔"

تیسرا واقعہ: "بستی والوں کی دیوار کی مرمت"

پھر وہ دونوں ایک بستی میں پہنچے اور بستی والوں سے کھانا طلب کیا۔ لیکن انہوں نے کچھ بھی کھانے کو نہ دیا اور انہیں مہمان بنانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے اس بستی میں ایک دیوار دیکھی جو گرنے ہی والی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اسے درست کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ "اگر آپ ایسے بے مروت لوگوں سے معاوضہ لے کر دیوار درست کرتے تو ہم کھانا کھا لیتے۔" حضرت خضر علیہ السلام نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہ " اب حسبِ وعدہ آپ کو مجھ سے الگ ہو جانا چاہیئے کیوں کہ آپ کا میرے ساتھ چلنا مشکل ہے۔ اب میں جدا ہونے سے پہلے آپ کو ان واقعات کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔"

کشتی کو عیب دار کرنے کی حکمت

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ "کشتی کا تختہ توڑنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے مالک چند غریب اور مسکین لوگ تھے جو کشتی چلا کر محنت مزدوری سے اپنے گھر والوں کا پیٹ پالتے تھے۔ جس طرف کشتی جا رہی تھی وہاں ایک ظالم بادشاہ اچھی کشتیوں کو پکڑ کر ضبط کر رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ کشتی کو عیب دار کر دوں تا کہ وہ اس ظالم بادشاہ کے ہاتھوں سے محفوظ رہے اور کشتی والے پھر سے کشتی کو درست کر کے اپنی روزی کماتے رہیں"۔

لڑکے کو قتل کرنے کی حکمت

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ " اُس لڑکے کو قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے والدین مومن تھے اور لڑکا بڑا ہو کر کفر پر اڑا رہتا تو اندیشہ تھا کہ کہیں یہ اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں نہ پھنسا دے یعنی لڑکے کی محبت میں والدین بھی کفر میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انہیں اس لڑکے سے بہتر نیک اور فرماں بردار اولاد عطا فرمائے"۔ روایت میں ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک نیک بیٹی عطا فرمائی جس کی شادی ایک نبی علیہ السلام سے ہوئی اور اس لڑکی کے بطن سے ایک نبی علیہ السلام پیدا ہوئے۔

دیوار کی مرمت کرنے کی حکمت

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اُس دیوار کو درست کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے مالک دو یتیم بچے تھے جن کا باپ بہت نیک آدمی تھا۔ اُس دیوار کے نیچے اِن کا خزانہ دفن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اُس دیوار کو درست کر دیا جائے تا کہ ان بچوں کے جوان ہونے تک اِن کا خزانہ محفوظ رہے اور جوان ہو کر وہ دیوار کے نیچے سے اپنا خزانہ نکال لیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "جو کچھ میں نے کیا وہ اپنی رائے سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کیا پس یہ حکمت تھی ان واقعات کی جن پر آپ صبر نہ کر سکے"۔

اس قصّہ میں ہمارے لئے سبق

اس قصّہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور ظاہر پرستی کی نفی فرمائی ہے۔ اس قصّہ سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حکمت پر مبنی ہوتا ہے جس میں مخلوقات کے لئے خیر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں بظاہر ناپسندیدہ حالات واقع ہونے پر بھی صبر کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ سے خیر و بھلائی کی امید رکھنی چاہیئے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا چاہیئے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE FOUNDATION BOOK WORLD SALE OF THIS BOOK AND ENTAILMENT CIVIL AND CRIMINAL ACTION

قصّہ ذوالقرنین سُوْرَۃُ الْکَھْف

نبی کریم ﷺ سے یہود کے سوالات اور ان کا جواب

یہود نے نبی کریم ﷺ کے رسول ہونے کے دعویٰ کو جانچنے کے لئے مشرکین مکہ کے ذریعہ آپ ﷺ سے تین سوالات پوچھے تھے۔ ان سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ ذوالقرنین کون تھا؟ چنانچہ وحی کے ذریعہ سُوْرَۃُ الْکَھْف کے آخر میں آیات: ۸۳ تا ۹۸ میں ذوالقرنین بادشاہ کا تفصیل سے ذکر فرما کر یہود کو ان کے سوال کا بھرپور جواب دیا گیا جو آپ ﷺ کے سچے رسول ہونے کی ایک اور دلیل بن گیا۔

ذوالقرنین بادشاہ کا تعارف

بعض مفسرین نے ایک رومی فاتح سکندر مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیا ہے جو ایک بت پرست اور ظالم انسان تھا۔ اس کا دورِ حکومت ۳۴۵ قبل مسیح تا ۳۲۳ قبل مسیح ہے۔ اس کا استاد اور وزیر ارسطو تھا لیکن قرآنِ حکیم نے جس ذوالقرنین بادشاہ کا ذکر کیا ہے وہ اللہ ﷻ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا، نیک سیرت، عادل، بڑا فاتح اور خدا ترس انسان تھا۔ اللہ ﷻ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا ایک خدا ترس ایرانی بادشاہ خسرو گزرا ہے جس کا لقب "ذوالقرنین" بیان کیا جاتا ہے۔ اس کا دورِ حکومت ۵۵۹ قبل مسیح تا ۵۲۹ قبل مسیح ہے۔ اِسے یونانیوں نے سائرس (Cyrus)، عبرانیوں نے غورش اور عربوں نے کیخسرو کہا ہے۔

ذوالقرنین کے معنی اور وجہ تسمیہ

ذوالقرنین کے معنی ہیں دو سینگوں والا۔ عربی میں قَرْن سینگ کو یا صدی یعنی ۱۰۰ سال کو کہتے ہیں۔ سائرس بادشاہ کا لقب ذوالقرنین کیوں پڑا اس کے کئی اسباب بیان کیئے جاتے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ اُس نے پارس ("فارس" ریاستِ ایران) اور دوسری ایک ریاستِ میڈیا (Media) کو ملا کر عظیم ریاست "ایران" کی بنیاد ڈالی تھی۔ ۲۔ اُس نے مشرقی اور مغربی کناروں تک فتوحات حاصل کی تھیں۔ ۳۔ اُس کے تاج میں دو سینگ لگے ہوئے تھے۔ ۴۔ اُس کے دائیں بائیں دو زلفیں تھیں۔ اس کی قائم کی ہوئی عظیم ایرانی سلطنت دو سو سال تک برقرار رہی تھی۔

یہودیوں کا ذوالقرنین سے تعلق

جب (موجودہ عراق کی قدیم سلطنت) "بابل" کے بادشاہ بختِ نصر نے یروشلم پر حملہ کیا تو شہر کو تباہ کر دیا، ہیکلِ سلیمانی کو ڈھا دیا، بنی اسرائیل (یہودیوں) کا قتلِ عام کیا اور زندہ بچ جانے والوں کو جانوروں کی طرح ہانک کر عراق لے گیا تو کچھ عرصہ بعد ذوالقرنین نے عراق پر حملہ کیا، بختِ نصر کو شکست دی، یہودیوں کو آزاد کیا اور انہیں یروشلم فلسطین میں آباد ہو جانے کی اجازت دی۔ ہیکلِ سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ ہیکلِ سلیمانی کے جس خزانہ اور سونے چاندی کے بَرتنوں پر بختِ نصر نے قبضہ کر لیا تھا وہ بھی واپس کر دیئے تا کہ انہیں دوبارہ ہیکلِ سلیمانی میں رکھا جائے۔ گویا ذوالقرنین یہودیوں کے لئے نجات دہندہ تھا جس نے انہیں بختِ نصر کی طویل قید سے نجات دلائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یہودیوں نے ذوالقرنین کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال پوچھا تھا۔

ذوالقرنین بادشاہ کی تین مہمات

قرآنِ حکیم میں ذوالقرنین بادشاہ کی تین مہمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۔ مغربی مہم ۲۔ مشرقی مہم ۳۔ شمالی مہم۔

ان مہمات کے نتیجہ میں ذوالقرنین کو زمین پر ایک بڑے علاقہ پر فتح حاصل ہو گئی۔ ذوالقرنین بادشاہ نے ہمیشہ لوگوں کے ساتھ رحمدلی اور خدا خوفی کا معاملہ کیا اور تکبر کرنے کے بجائے اللہ ﷻ کے سامنے عاجزی اختیار کی۔

ذوالقرنین بادشاہ کی مغربی مہم

ذوالقرنین نے جب ریاستِ میڈیا (Media) کو فتح کر کے اپنی سابقہ ریاست پارس (یعنی فارس) کے ساتھ ملایا تو اس کے فوراً بعد ایشیائے کوچک (Asia

Minor)(ترکی) کی ریاست لیڈیا(Lydia) کے بادشاہ کرویسس(Croesus) نے اس پر حملہ کر دیا۔ ذوالقرنین نے اس کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دے کر تمام ایشیائے کوچک سمیت بحر روم (Mediterranean Sea) کے کنارے تک پورا مغربی حصّہ فتح کر لیا۔ ذوالقرنین ایک نیک اور رحم دل بادشاہ تھا اس نے اپنے دشمنوں کو شکست دینے کے بعد انہیں قتل نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ نیک رویّہ اختیار کیا اور ان میں خصوصاً جو اللہ ﷻ پر ایمان لانے والے لوگ تھے ان سے بہت نرمی سے پیش آیا۔

ذوالقرنین بادشاہ کی مشرقی مہم

جب قدیم ایران کے مشرقی جانب بعض خانہ بدوش قبائل نے فتنہ و فساد مچایا تو ذوالقرنین نے مشرق کا رخ کیا اور ان قبائل کو فتح کرتا ہوا بلوچستان اور مکران کے ساحل تک پہنچ گیا۔ یہ خانہ بدوش قومیں ایسی تھیں جن کے نہ قلعے تھے نہ مکانات اور نہ ہی ان کے پاس سورج کی تپش سے بچنے کا کوئی معقول انتظام تھا۔

ذوالقرنین بادشاہ کی شمالی مہم

ذوالقرنین فوج لے کر شمالی مہم پر روانہ ہوا اور بحیرۂ خزر (Caspian Sea) اور بحیرۂ اَسوَد (Black Sea) اور ان کے درمیان واقع پہاڑی سلسلہ کاکیشیا(قفقاز) تک پہنچ گیا۔ یہ پہاڑی سلسلہ ایک قدرتی دیوار کی مانند دونوں سمندروں کے درمیان حائل تھا۔ اس پہاڑی سلسلہ میں ایک درّہ تھا۔ یہاں ذوالقرنین کی ملاقات ایک ایسی قوم سے ہوئی جو اس کی زبان نہ جانتے تھے۔ اس قوم نے ترجمان کے ذریعہ ذوالقرنین سے درخواست کی کہ شمالی قومیں یاجوج اور ماجوج اس درّہ میں سے ہمارے ملک میں گھس کر ہمیشہ فساد مچاتی ہیں اور ہمارا امن برباد کر دیتی ہیں۔ انہوں نے ذوالقرنین سے درخواست کی کہ اگر آپ ہمارے اور ان قوموں کے درمیان ایک بند (دیوار) تعمیر کر کے ان کا راستہ روک دیں تو ہم آپ کو معاوضہ ادا کر دیں گے۔ ذوالقرنین بادشاہ نہایت فیاض، رعایا کا ہمدرد اور خیر خواہ بادشاہ تھا اس نے ان سے کہا کہ مجھے تمہارے معاوضہ کی ضرورت نہیں۔ اللہ ﷻ نے پہلے ہی مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے جو میرے لئے کافی ہے۔ ہاں اگر تم لوگ افرادی قوت (مزدوروں) کے ذریعہ میری مدد کرو تو میں ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک طاقت ور اور مضبوط دیوار بنا دیتا ہوں۔

یاجوج اور ماجوج(Gog and Magog)

ایک رائے کے مطابق یاجوج اور ماجوج سے مراد غالباً روس اور چین کے شمال مشرقی میدانوں کے وحشی، طاقتور اور جنگجو قبائل ہیں جو تاتاری اور منگولی وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں اور قدیم زمانے سے متمدن ممالک پر حملے کرتے رہے ہیں۔ ان کے حملوں سے بچنے کے لئے قفقاز کے جنوبی علاقہ میں ذوالقرنین نے ایک پچاس میل لمبی مضبوط دیوار (سَدِّ ذِی الْقَرْنَیْن) تعمیر کی تھی اور ان سے بچنے کے لئے چین کے شہنشاہ ہوانگ لی نے پندرہ سو میل لمبی دیوارِ چین تعمیر کروائی تھی۔ شمال مشرق کے اس علاقہ کا بڑا حصّہ اب منگولیہ کہلاتا ہے۔ اس کا قدیم نام "موگ" تھا جو یونانی زبان میں میگ اور میگاگ (انگریزی میں Gog & Magog) اور عبرانی میں ماجوج ہو گیا۔ البتہ یہ واضح رہے کہ روس اور چین کے میدانی لوگ یاجوج ماجوج کے نسل سے اگرچہ ہو سکتے ہیں لیکن یاجوج ماجوج کے جس ریلے کا قرب قیامت میں ظہور ہونا قرآن سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ نہیں۔ نیز دیوار چین وغیرہ وہ سد ذوالقرنین نہیں جس کا ذکر قرآن حکیم میں آیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دیوار کا یقینی طور کسی کو بھی علم نہیں ہے کہ وہ کہاں ہے۔

آہنی دیوار کی تعمیر

ذوالقرنین بادشاہ کے حکم اور نگرانی میں دونوں پہاڑوں کے درمیان درّہ میں دیوار کی تعمیر کا کام شروع ہو گیا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو۔ پھر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان درّہ کو لوہے سے بھر کر برابر کر دیا گیا تو ذوالقرنین بادشاہ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ جب دیوار لال انگارے کی طرح ہو گئی تو اس پر تانبا پگھلا کر اُنڈیل دیا گیا تا کہ دَرزوں یعنی سوراخوں، شگافوں اور جھریوں وغیرہ کو پُر کر دیا جائے۔ یہ دیوار ۲۹ فٹ اونچی، ۱۰ فٹ چوڑی اور ۵۰ میل لمبی تھی۔ یہ دیوار ایسی مضبوط ہو گئی کہ یاجوج ماجوج نہ تو اس کے اوپر چڑھ سکتے تھے اور نہ ہی اس میں کوئی سوراخ کر سکتے تھے۔

ذوالقرنین بادشاہ کا اللہ ﷻ کا شکر بجالانا

انتہائی بڑی اور مضبوط دیوار تعمیر کرنے کے باوجود ذوالقرنین بادشاہ نے تکبر نہیں کیا بلکہ اللہ ﷻ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ یہ اللہ ﷻ کا فضل ہے کہ اللہ ﷻ نے مجھ سے اتنا بڑا کام لے لیا۔ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ ﷻ چاہے گا۔ یاجوج اور ماجوج نہ تو اس دیوار کو پھلانگ سکیں گے اور نہ ہی اس میں سوراخ کر سکیں گے۔

ذوالقرنین بادشاہ کی دیوار اور یاجوج اور ماجوج کے بارے میں پیش گوئی

ذوالقرنین نے ان لوگوں کو پیشن گوئی سنائی کہ قیامت کے قریب اللہ ﷻ کے وعدہ کے مطابق یاجوج اور ماجوج اس دیوار کو توڑ دیں گے۔ یہ وعدہ بالکل سچا ہے اور یہ پورا ہو کر رہے گا۔ سُوْرَۃُ الْاَنْبِیَآء کی آیت:۹۶ میں بھی یاجوج اور ماجوج کا ذکر آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اللہ ﷻ کے حکم سے یاجوج اور ماجوج قومیں ذوالقرنین کی بنائی ہوئی اس دیوار کو توڑ کر باہر نکل آئیں گی اور ہر ٹیلے اور پہاڑ سے نیچے اترتی چلی آئیں گی۔ احادیث میں آیا ہے کہ یہ قومیں دنیا میں بڑا فساد مچائیں گی پھر اللہ ﷻ ایک بیماری کے ذریعہ ان سب کو ہلاک کر دے گا۔

قصّہ ذوالقرنین میں ہمارے لئے سبق

اگر دنیا میں ہمیں مال و اسباب کی کثرت اور طاقت و قوت حاصل ہو تو ہمیں اس پر اللہ ﷻ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ ﷻ شکر ادا کرنے والوں کی نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے۔ اللہ ﷻ کے دیئے ہوئے مال اور طاقت کو لوگوں کی فلاح و بہبود اور مستحقین کی مدد کے لئے خرچ کرنا چاہیئے۔ کسی بھی نعمت کو اپنی محنت کا حاصل سمجھنے کے بجائے محض اللہ ﷻ کا فضل سمجھنا چاہیئے۔ ہمیں بھی ذوالقرنین بادشاہ کی طرح لوگوں کے ساتھ رحمدلی اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ ہمیشہ تکبر سے بچنا چاہیئے اور اللہ ﷻ کی یاد سے غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

COPYRIGHTS © RESERVED WITH THE ILM FOUNDATION. SALE OF THIS BOOK WOULD ENTAIL CIVIL AND CRIMINAL ACTION